JAN.
FEB.
1992

الرشاد

مرتبہ

مجیب اللہ ندوی

الیف و الترجمہ جامعۃ الرشاد - اعظم گڈھ یوپی

M.ALI.MAU

سالانہ چندہ	جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ کا ترجمان	سالانہ چندہ
ہندوستان سے =/50	ماہنامہ	غیر ممالک کے لئے
خصوصی معاون =/100	**الرشاد** جامعۃ	پندرہ ڈالر امریکی
قیمت فی پرچہ =/5		15/= ڈ

جلد ۱۸ | جنوری، فروری ۱۹۹۲ء مطابق رجب، شعبان ۱۴۱۲ھ | شمارہ ۴۱، ۴۲

فہرست مضامین

مجلس ادارت

…ب اللہ ندوی پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر نے نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ سے چھپوا کر دفتر جامعۃ الرشاد، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رشحات

اس وقت مسلمان بین الاقوامی سطح پر ایک نئے عبوری دور سے گذر رہے ہیں اور ملک کے اندر بھی وہ ہندو احیاء پرستی کے شدید قسم کے گھیرے میں آتے جا رہے ہیں۔ بین الاقوامی طور پر ایک طرف ان کی دینی و سیاسی بیداری کے نئے امکانات بھی پیدا ہو گئے ہیں اور دوسری طرف ان کے خلاف امریکہ اور اس کے حواریوں کی سازش کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ اس کا اندازہ امریکہ کی ریپبلکن پارٹی کے سینٹر مسٹر لیری پریسلر کے اس بیان سے ہوتا ہے جو انھوں نے ہندوستان کو اور دنیا کو چوکنا کرتے ہوئے دیا ہے۔ "امریکی سینٹر نے یہ خطرہ ظاہر کیا ہے کہ پاکستان، افغانستان، ایران، ترکی اور سابق سوویٹ یونین کی پانچ وسطی جمہوریتوں پر مشتمل جو بنیاد پرست کنفڈریشن بننے جا رہا ہے وہ صدی کے آخر تک دنیا کے لئے ایک خطرہ بن سکتا ہے اس لئے کہ ان میں سے کچھ ملکوں کے پاس نیوکلیائی ہتھیار ہیں یا اسے بنانے کے لائق ہیں۔"

اس بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امریکہ اور اس کے حواریوں کا سازشی ذہن کس طرح کام کر رہا ہے، روس کے بکھراؤ کے بعد امریکہ کو سب سے زیادہ فکر یہ ہے کہ دنیا میں پھر کوئی دوسری طاقت اس کے مدمقابل نہ ہونے پائے۔

غور کیجئے کہ جس کنفڈریشن کے خطرہ سے پریسلر نے ہندوستان اور دنیا کو آگاہ کیا ہے بظاہر اس کے اقدامات دور دور نظر نہیں آ رہے ہیں۔ مگر چونکہ اس کے امکانات بہرحال ہیں اس لئے امریکہ اور مغربی ممالک نے اس کے خلاف ابھی سے سازش شروع کر دی ہے چونکہ اس وقت دنیا کے بڑے حصہ اور خاص طور پر عرب اور اسلامی ملکوں کا فوجی اور سیاسی توازن اس کے ہاتھ ہے اس لئے وہ ہندوستان اور دوسرے ملکوں کو کے ساتھ خود عرب اور اسلامی ملکوں کو خوف زدہ کر رہا ہے کہ تم متحدہ محاذ بنانے کی غلطی کا ارتکاب کرنے کی کوشش

زنا ورنہ اس کے نتائج بھیانک ہوں گے، کاش مسلم ممالک امریکہ کی اس سازش اور اس کی
ت عملی کو سمجھنے کی کوشش کرتے کہ امریکہ نے ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے ابھی سے
ے اعصابی جنگ شروع کردی ہے۔

یہ تو بین الاقوامی صورتحال ہے اب آیئے اپنے ملک کا جائزہ لیجئے کہ یہاں ہمارے
ن کیا کیا سازشیں ہو رہی ہیں، ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی کی ایکتا یاترا سے پہلے ۱۹۸۹ء میں کانگریسی
مت کے دور میں سیتا مڑھی سے رتھ یاترائیں نکلیں جس کے نتیجہ میں بابری مسجد کا تالا کھلا اور اسمیں
یا شروع ہوگئی اور پھر شیلانیاس کی تقریب منائی گئی، اگر کانگریس کے بجائے اس سے بی جے پی کو سیاسی
رہ پہونچا، پھر جنتا دل کی حکومت میں ایڈوانی کی رتھ یاترا نکلی جس کے نتیجہ میں بی جے پی کو مزید
سی طاقت ملی اور ہندوستان کے کئی صوبوں کے ساتھ ملک کے سب سے بڑے صوبہ میں اس
حکومت قائم ہوگئی، اب جوشی صاحب کی ایکتا یاترا کانگریس کی موجودہ مرکزی حکومت کے آشیرواد
ے ساتھ کنیا کماری سے کشمیر تک جاری ہے دیکھئے اس کے بعد ہندوستان میں کیا اتھل پتھل ہوتا ہے۔

ایک طرف یہ یاترائیں ہیں دوسری طرف شیوسینا کے رضا کار تیار کئے جا رہے ہیں بجرنگ دل
ے لاکھ اپنی سینا الگ بھرتی کر رہا ہے غور کرنے کی بات ہے کہ یہ سب محاذ آرائی کس کے
ئے کی جا رہی ہے، مثل مشہور ہے کہ "نزلہ بر عضوِ ضعیف" یہ سارا کھیل مسلمانوں کے خلاف
یلا جا رہا ہے، یہ ساری سینائیں ہمارے امتیازات کو مٹانے یا ہم کو مرعوب کرنے کے
ئے تیار کی جا رہی ہیں، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے عوام تو عوام علماء اور خواص
ں فرقہ پرست طاقتوں کی ان سازشوں اور کھلے ہوئے اقدامات سے نہ صرف بے خبر دکھائی دیتے
ں بلکہ ان کے سامنے اس کا تذکرہ کیجئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کو کوئی خواب کی بات سنائی
ہی ہے، کاش ہم ان حالات کو سمجھ کر اپنے کو ان سازشوں اور اقدامات سے محفوظ رکھنے
ی متحدہ لائحہ عمل تیار کرتے، اپنے اکابرین سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ جلد سے
اس صورتحال کے پیش نظر کوئی متحدہ لائحہ عمل تیار کرنے کی کوشش کریں، اور عوام
ی اس سے باخبر کریں۔ ؎ دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

یہ صورتحال یقیناً ہمارے لئے تشویش کا باعث ہے مگر ہم صوبائی اور مرکزی حکومت
فرقہ پرست طاقتوں پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ اس وقت مسلمانوں کو زیر کرنے کی فکر

نے ملک کی معاشی حالت درست کرنے اور بڑھتی ہوئی گرانی کو قابو میں لانے اور اخلاقی بگاڑ
ماد پیدا کرنے کی کوشش کریں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی غلط سیاسی پالیسیاں ہوس
ت کے بکھراؤ کا سبب بن جائیں، انشاء اللہ آپ اسلام اور مسلمان کو تو نہ مٹا سکیں
یہ روش : بدلی تو ملک کا شیرازہ البتہ بکھر جائے گا۔
ہم موجودہ مرکزی حکومت کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ فرقہ پرست جماعتوں سے
آپ کی موجودہ کمزور پالیسی آپ کو کوئی سیاسی فائدہ نہیں پہونچا سکے گی بلکہ اس سے
ء میں جنتا دل سرکار کو فرقہ پرستوں کی منہ بھرائی کے نتیجہ میں جو سیاسی دھچکا پہونچا تھا
اس سے بھی بڑھ کر دھچکا لگ سکتا ہے۔

راقم الحروف نے کئی بار اس بات کا اظہار کیا ہے اور خطبۂ افتتاحیہ میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا
آزادی کے بعد سے برابر بنیادی حقوق کے مقابلہ میں راہنما اصولوں کو ترجیح دی جا رہی ہے اس
یں ہماری عدلیہ کا بھی طرز عمل اچھا نہیں رہا ہے، مگر اس وقت ہندوستان کی عدالت عالیہ
کورٹ نے اقلیتی اداروں کے سلسلہ میں جو فیصلہ دیا ہے اس نے بڑی حد تک
ستان میں عدل و انصاف کو مجروح ہونے سے اور عدلیہ کے وقار کو بچا لیا ہے، کیس کی تفصیل
ی ہے یہاں مختصراً اس کا بیان کیا جاتا ہے۔

اقلیتی اداروں کے سلسلہ میں جو فیصلہ سپریم کورٹ نے دیا ہے اس کا تعلق دو عیسائی
اداروں دہلی کے سینٹ اسٹیفن کالج اور سینٹ الہ آباد کے ایگری کلچرل انسٹی ٹیوٹ سے
ہے ان دونوں اداروں نے ۱۹۸۰ء میں یونیورسٹی کی اس ہدایت کے خلاف داخلے لئے
کہ داخلہ صرف صلاحیت کی بنیاد پر لئے جائیں ان دونوں اداروں نے داخلہ میں اس کا
لحاظ نہیں کیا بلکہ اقلیتی ادارہ کی حیثیت سے انھوں نے اپنے فرقہ کے لڑکوں کا
ترجیحی داخلہ لیا اور انھوں نے اس میں سہارا دستور کی دفعہ ۲۹، ۳۰ کا لیا، جن میں
اقلیتوں کے حقوق کی تفصیل ہے۔ جن طلبہ کو داخلہ نہیں مل سکا تھا انھوں نے
الگ سے رٹ کی کہ ان اداروں کو ہدایت کی جائے کہ وہ یونیورسٹی کے احکام
کی پابندی کریں، غرض اس مقدمہ کا ۶ر دسمبر ۱۹۹۱ء کو سپریم کورٹ کی پانچ ججوں

کی ایک بنچ نے فیصلہ دیا۔ جس میں انھوں نے نہ صرف یہ کہ اقلیتی اداروں کو یہ حق دیا کہ وہ ۵۰ فیصد داخلے اپنی مرضی سے کر سکتے ہیں بلکہ انھوں نے دفعہ ۲۹ ۔ ۳ کے تحت اقلیتوں کو اپنے تشخص کے برقرار رکھنے کی بڑے پر زور انداز میں وکالت کی۔

(مضمون سید حامد صاحب ۲۰ ۔ ۲۱ جنوری ۱۹۹۳ء)

یہاں پر ہم نے مختصر طور پر اس کا ذکر کیا ہے تفصیل کے لئے سید حامد صاحب کے مضمون کو پڑھنا چاہیئے جو اردو اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ حامد صاحب نے تو مسلمانوں کو یہ بھی دیا ہے کہ وہ آگے بڑھکر ۵۰ فیصد ترجیحی داخلہ کی دادرسی کر دیں اس لئے کہ یہ ہندوستان کی بڑی اقلیت ہیں اس لئے ان کو عیسائیوں سے زیادہ اس کی ضرورت ہے۔

اس خوش آئند فیصلہ کے ساتھ اس غم انگیز صورت حال کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ سائنس میں مسلمان طلبہ ۵ فیصد کیا دس فیصد بھی داخلہ نہیں لیتے، اعظم گڈھ شبلی کالج میں سائنس کے شعبہ میں مشکل سے ۳، ۴ فیصد مسلمان داخلہ لیتے ہیں، یہی حال مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا ہے، شبلی کالج کے ایک لکچرر صاحب جو بی۔ ایس۔ سی اور ایم۔ ایس۔ سی میں پڑھاتے ہیں ان درجوں میں سب سے زیادہ تعداد ہریجن اور یادو طلبہ کی ہوتی ہے۔

انھوں نے بتایا کہ ۵۰ فی صد یادو طلبہ دودھ لے کر صبح آتے ہیں اور گراہک کو پہونچا کر پھر گھر جاتے ہیں اور ۱۰ ۔ ۱۰ کلومیٹر سائیکل سے چل کر ۸ بجے کالج آجاتے ہیں اور مسلمان لڑکے شہر کے ہوتے ہوئے وقت پر نہیں پہنچ پاتے، ایسی صورت میں ہم کو حکومت یا فرقہ پرست ذہنیت والوں سے شکایت کرنے کا کیا موقع رہ جاتا ہے؟

پارلیمنٹ اور اجتہاد

ڈاکٹر محمود الحسن عارف

قسط ——— (۲)

ڈاکٹر المحمصانی کی کتاب "فلسفۃ التشریع الاسلامی" کے بہت سے مندرجات کے خلاف راقم الحروف نے آج سے تیس برس پہلے "اجتہاد اور تبدیلیٔ احکام" کے نام سے ایک مضمون لکھا تھا جو معارف کی کئی قسطوں میں شائع ہو چکا ہے، اب وہ کتابی شکل میں چھپ گیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی جو رائے مضمون نگار نے اوپر نقل کی ہے کہ اجتہاد اور تقلید میں تضاد ہے تو یہ ان کی کم فہمی ہے۔ جن حضرات میں اجتہاد کی صلاحیت تھی وہ بھی اپنے پہلوں کی رائے اور ان کے اجتہاد پر اعتماد کرتے تھے اور ان کی روشنی میں اپنی رائے دیتے تھے، خود صحابہ کرام کا حال بھی یہی تھا کہ جب وہ کتاب و سنت میں کسی نئے مسئلہ کا ذکر نہیں پاتے تو پھر دریافت کرتے تھے کہ اس مسئلہ میں مجھ سے پہلے جو لوگ تھے ان کی رائے کیا ہے؟ گویا وہ کتاب و سنت کے بعد اپنے سے پہلوں کی رائے پر اعتماد کرتے تھے حالانکہ ان میں قوت اجتہاد موجود تھی اسی کا نام تقلید ہے کہ اپنے سے پہلوں کی رائے و اجتہاد پر اعتماد کیا جائے گویا اجتہاد اور تقلید میں تضاد نہیں ہے دونوں چیزیں اپنے اپنے دائرہ میں درست ہیں، کیا ہر للّو پدھو کی ہر مسئلہ کے ماخذ تک رسائی ممکن ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے تو پھر ائمہ کرام نے جو مسائل اپنے اجتہاد سے مستنبط کر دیے ہیں ان پر اعتماد کئے بغیر کیا چارۂ کار ہے؟ عوام کیا اگر عام علماء سے بھی تقلید کی قید ہٹالی جائے تو ایک مذہبی انارکی پھیل جائے گی۔ (مرتب)

دورِ جدید کے تقاضے اور فقہ اسلامی

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ "دورِ حاضر" یا "دورِ جدید" (Modern) (معروف) کے تقاضے کیا ہیں؟ اور ان تقاضوں کو "اسلامی فقہ" کیونکر پورا کر سکتی ہے؟

یوں تو بعض "تجدد پسند" روایتی انداز میں "مذاہب پرستوں" پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"انسان چاند پر چلا گیا ہے اور یہ لوگ آج بھی فرسودہ باتوں کو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں"۔

ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ انسان کے چاند پر قدم رکھ لینے سے تمام قدیم مذاہب اور آسمانی کتب بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں، حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ابھی تو انسان نے چاند جیسی اپنے

دم پہنچ جائے ہیں لیکن اگر کسی زمانے میں انسان نے مریخ پر اپنی آبادی بھی قائم کرلی یا حضرت انسان
ظام شمسی کے دائرہ اثر سے نکل کر کسی اور نظام تک بھی پہنچ گیا تب بھی وہ مذاہب کی مہیا کردہ
سی سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ "جدت پرست" مذہب اور فقہ کے معاملے
تو یہ چاہتے ہیں کہ ان سے فقہ اور قانون کی پابندی ہٹالی جائے اور ہر انسان کو مکمل آزادی دے
جائے۔ لیکن وہ باقی معاملات میں پرانی ڈگر پر ہی چلنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں، وہ آخر یہ کیوں
یں سوچتے کہ آج کا انسان بھی اسی ہوا میں سانس لے رہا ہے جس ہوا میں آج سے ہزار ہا سال
ے کا غیر متمدن انسان سانس لیا کرتا تھا۔ وہ اسی زمین پر رہنے، زندگی گذارنے پر مجبور ہے۔ جس
ین پر برسہا برس سے انسان بستے، رہتے اور زندگی گذارتے چلے آئے ہیں، وہ اپنی وہی
یا کھا رہا ہے، جن اشیاء کو اس کے قدیم بزرگ کھایا کرتے تھے، وہ اسی سورج سے روشنی
ل کر رہا ہے، جو سورج اس کے آباؤ اجداد پر اپنی روشنی بکھیرا کرتا تھا، وہ انہی فضاؤں
ر وادیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ جن فضاؤں اور وادیوں نے اس کے اسلاف کے قدم
ے تھے۔ تو جب زندگی کا مجموعی ڈھانچہ وہی ہے، جو آج سے سینکڑوں برس پہلے
تو وہ اخلاقی اور نجی معاملات میں کیسے مادر پدر آزادی کا خواستگار ہو سکتا ہے ؟

القصہ" "دور جدید" میں بھی فقہ اسلامی کی اتنی ہی ضرورت ہے۔ جتنی کہ آج سے
کڑوں برس پہلے تھی، اور زمانی اور مکانی تبدیلیوں نے اس کی وسعت پذیری کو ضرور متاثر
ا ہے۔ لیکن اس کی شدید اہمیت میں قطعاً کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

پھر جہاں تک اس کی "وسعت پذیری" کو متاثر کرنے کا تعلق ہے، تو اس کی
یل اس طرح ہے کہ :۔

"فقہ" اپنے اصطلاحی مفہوم میں عقائد، (BELIEVES FAITHS)
ت، معاملات، عقوبات (PUNISHMENT) اور سیاسی و انتظامی نظریات
(POLITICAL and administratire though) سے عبارت
۔ ان میں سے اول الذکر دونوں شعبے یعنی عقائد و عبادات میں تو زمان و مکان کی
یلی یا ترمیم و اضافے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ دونوں شعبے ہر اعتبار سے کامل و مکمل

ہیں۔ رہے دیگر شعبے تو البتہ مرورِایام سے ضروریات میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اس سے ان میں غور و فکر اور سوچ بچار کو وسیع پیمانے پر ضرورت پیدا ہو گئی ہے۔ مثال کے طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی اثرات کے تحت قدیم سیاسی اور انتظامی معاملات کا ڈھانچہ بدل گیا ہے، اسی طرح ہمارا جس دور سے واسطہ پڑا ہے۔ اس دور میں اقتصادی معاملات کی یکسر کایا پلٹ ہو چکی ہے اور مالیاتی ڈھانچہ (economical structure) مکمل طور پر بدل کر رہ گیا ہے۔

اسی طرح باہمی معاملات خصومات میں بھی نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں، اور ان کا سلسلہ ابھی جاری ہے! ان جدید مسائل و معاملات کو حل کرنے کی منہاج کیا ہونی چاہئے؟۔ نہیں کس طرح حل کرے۔ زمانۂ حاضر کے چیلنج کا سامنا کیا جائے؟

قریب قریب گذشتہ ڈیڑھ سو سالوں سے عالم اسلام کو ان سوالات کا سامنا ہے؟ لیکن ابھی تک چھوٹے پیمانے پر، معمولی کوششوں کے سوا ان مسائل کو حل کرنے کی، عالمی یا ملکی سطح پر کوئی بھی کاوش نہیں ہوئی۔ جس کے نتیجے میں اسلامی ممالک روزمرہ کے مسائل میں "بدیسی قانون" کی پیروی کرتے ہیں۔ جو عالم اسلام کا بہت بڑا المیہ ہے۔

۷۔ دورِ جدید میں اجتہاد کو جاری کرنے کی کوشش

یہاں ان کوششوں کا ذکر کرنا بھی مناسب ہوگا، جو گذشتہ ڈیڑھ سو سالوں میں عالم اسلام میں مختلف صورتوں میں کی گئی ہیں۔

ان کوششوں کو ابتداءً ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: پہلے حصے میں ان متجددین کی کوششیں ہیں۔ جو "مغربی نظامِ زندگی" سے متاثر ہی نہیں۔ بلکہ اس سے مکمل طور پر مرعوب بھی ہیں، ان کا یہ خیال ہے کہ "مغربی نظامِ زندگی" سے بہتر نظام نہ تو بن سکتا ہے اور نہ ہی بنایا جا سکتا ہے۔ لہذا ان لوگوں کا ہمیشہ سے عالم اسلام کو یہی مخلصانہ مشورہ رہا ہے کہ وہ مکمل طور پر مغربی نظامِ زندگی کو اپنا لیں۔ پھر چونکہ اس "تبدیلی" میں ان کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ قرآن و سنت اور اجماعِ امت کی ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کا حل یہ تجویز کیا ہے کہ اولی الذکر

"قرآن مجید" کے سوا کوئی چیز بھی مسلمانوں کے لئے حجت اور واجب الاتباع نہیں ہے۔ اس
"حدیث" اور "اجماع امت" کی حجیت کو ختم کر کے انہوں نے ایک طرف تو "جدت پرستی"
ـہ دروازہ پوری طرح چوپٹ کھول دیا اور دوسری جانب "قرآن مجید" کی من مانی تشریحات کی
ـا موجود سب سے بڑی رکاوٹ کو بھی دور کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ آیات قرآنیہ کی اس قسم کی
ـت کرتے ہیں جو باطنی اور قرامطی تاویلات سے بھی کئی قدم آگے ہیں۔ یہ لوگ عرف عام میں
ـ "حدیث" کہلاتے ہیں اور بزعم خویش خود کو "اہل قرآن" کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ "فقط
ـان" باہم ملتے جلتے خیالات والے) تو ہیں مگر "اہل قرآن" قطعاً نہیں ہو سکتے۔
اس تحریک کی ابتدا سر سید احمد خاں مرحوم سے ہوئی اور اسے مختلف لوگوں نے پروان
ـا، جن میں بطور خاص عبد اللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز قابل ذکر ہیں۔
اس گروہ کے بالمقابل دوسرا قدامت پرست علماء کا گروہ ہے۔ جن کا خیال یہ ہے کہ اس
ـ بھی وہی حالات اور وہی مسائل ہیں۔ جو آج سے سینکڑوں برس پہلے تھے، وہ جس ماحول (مدرسہ
ـہ) میں رہتے ہیں۔ اس میں رہتے ہوئے انھیں واقعی تبدیلی کا احساس نہیں ہو سکتا،
ـر وہ اپنے ماحول سے باہر نکل کر معاشرے پر ایک نظر ڈالیں تو انہیں خود احساس ہو
ـگا کہ زمانہ بہت تیزی سے آگے ہی نہیں۔ بلکہ ان کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ مسلم نوجوانوں
ـلم قوم پر مذہب کی گرفت ڈھیلی ہو رہی ہے اور ابنائے وطن بڑی تیزی اور بڑی سرعت
ـتہ "بدیسی تہذیب" ہی نہیں، بلکہ بدیسی رنگ میں رنگے جا رہے ہیں؛ لیکن افسوس صد
ـہ وہ اپنے ماحول سے باہر نکل کر معاشرے کو دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔
ـا طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں ملک کے ایک نامور شیخ الحدیث کی خدمت میں یہ
ـت لے کر حاضر ہوا کہ فلاں اخبار جو ایک صاحب ہمارے اسلاف کے خلاف مسلسل
ـا کر رہے ہیں، آپ اس کے خلاف کوئی بیان دیں۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ :-

---

ـلہ مثال کے طور پر دیکھئے غلام احمد پرویز: مفہوم القرآن؛ اسی طرح دیگر منکرین حدیث کی کتب جنہوں نے
ـی قرآن کا ایسا بھونڈا تصور پیش کیا ہے۔ جو اسلام کے بجائے کفر کے زیادہ قریب ہے۔

میں تو اخبار پڑھا ہی نہیں کرتا۔ تو جب ایک اعلیٰ پائے کے استاذ الاساتذہ کا یہ حال ہو۔ وہ اخبار جیسی روزمرہ ضرورت اور معلومات عامہ کی چیز کو بھی اس بنا پر ہاتھ نہ لگائے۔ کہ اس میں مادہ پرستی ہوتی ہیں، تو اس سے ان کے دور حاضر کے مسائل کے متعلق مبلغ علم کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ میں یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ اس سے میری مراد معتقد علمائے کرام کی تحقیر قطعاً نہیں۔ مقصد تو فقط یہ جتلانا ہے کہ یہ حضرات جن کے کندھوں پر قوم و ملک کی قیادت کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ ملک و قوم کے حالات و مسائل کا ادراک کئے بغیر قیادت کی ذمہ داریاں قطعاً انجام نہیں دے سکتے۔ انہیں اگر ملک و قوم کی صحیح مذہبی قیادت فراہم کرنا ہے اور ملت کو دوبارہ اسلام کے جھنڈے تلے لانا ہے، تو انہیں اپنے رویے میں تبدیلی کرنا ہوگی اور حالات و مسائل کا بے لاگ تجزیہ کرکے موجودہ مسائل کا اسلامی حل پیش کرنا ہوگا۔

قوم کے ان معتقد علمائے کرام کے خانہ نشین ہو جانے سے قوم و ملت کی قیادت کا میدان طالع آزماؤں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا ہے۔ جس میں مختلف شعبدہ باز مذہب کے نام پر لوگوں کو بیوقوف بنانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔

پھر جب تک یہ حضرات اپنے فروعی نزاعات کو ختم کرکے ایک دوسرے کے موقف کو سمجھنے اور اس کے قریب تر کرنے کی زحمت نہ کریں گے۔ اس وقت تک وہ "قوم و ملت" کی رہنمائی کا فریضہ انجام نہیں دے سکتے۔ اور یہ کام "براہیمی نظر" پیدا کئے بغیر انجام دینا ممکن نہیں۔

بقول شاعر مشرق:

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں

اجتہاد کی ترویج کے لئے ممکنہ کاوشیں

بایں ہمہ یہاں یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ راسخ العقیدہ علمائے کرام کی جانب سے

اس محاذ پر مکمل طور پر خاموشی یا سکوت ہے' اس لئے کہ ہمیں اس وادی پر خار میں ایسے جفاکش اور سخت کوش علمائے کرام کے نقش پا بھی ملتے ہیں جنھوں نے طریقے کو بعد میں جاری نہ رکھا جا سکا۔

ہندوستان میں اس بابرکت سلسلے کا آغاز واحیا دہلی کے مرد مجاہد امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مجاہدانہ کاوشوں کا رہین منت ہے، انہوں نے بالخصوص ہندوستان میں صدیوں کے جمود و تعشف کو توڑا اور امت کو باصرار اجتہاد کی طرف توجہ دلائی، انہوں نے "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتعلید" لکھ کر خصوصی طور پر امت کو اجتہاد کی ضرورت واہمیت کی جانب متوجہ کیا اور اسے "امت" پر ایک "فرض کفایہ" قرار دیا۔ اسی طرح انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں بھی مختلف عناوین کے تحت اس موضوع پر روشنی ڈالی اور "اجتہاد" کی اہمیت کو واضح فرمایا۔ امام العصر اٹھارہویں باب میں دین میں تحریف کے اسباب بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"من جملہ اسباب تحریف کے غیر معصوم ہستی کی تقلید کرنا ہے۔ غیر معصوم ہونے سے میری مراد ایسا شخص ہے جو نبی نہ ہو جس کی عصمت ثابت ہو چکی ہے۔ تقلید کی حیثیت یہ ہے کہ امت کا ایک عالم مجتہد اجتہاد کر کے کوئی مسئلہ بتاتا ہے تو اس کے متبعین اس کو اس حد تک سمجھ لیتے ہیں کہ اس کے خلاف اگر کوئی صحیح حدیث بھی پیش کی جائے، تو امام کے قول کی خاطر ان کے لئے اس حدیث کا رد کر دینا نہایت آسان ہوتا ہے۔ جس کی تقلید کو علمائے امت نے جائز قرار دیا ہے' وہ یہ ہے کہ آدمی جاہل اور بے علم ہونے کی بنا پر کسی عالم مجتہد کے قول کا اتباع کرے لیکن ساتھ ہی اس کا یہ مستحکم عقیدہ ہو کہ وہ ایک غیر معصوم انسان ہے اور اس لئے اس کا قول غلط بھی ہو سکتا ہے چنانچہ علماء کا یہ متفق علیہ قول ہے کہ مجتہد کا قول کبھی غلط بھی ہوتا ہے اور کبھی درست بھی۔ ایسے مقلد کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات کے لئے تیار رہے کہ اگر کسی مسئلے میں اس کو اپنے امام کے قول کے برخلاف کوئی بات مل جائے تو وہ فوراً اس کو ترک کر کے حدیث کا اتباع کرے گا[1]۔"

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ : ۱ : ۵۸۰

۹۔ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور اجتہاد

ہمارے ملک میں خصوصاً اور دیگر اسلامی ممالک میں عموماً عرصہ دراز سے جو سوال زیر بحث ہے اور موجودہ حالات کے تناظر میں جسے اہم ترین مسئلہ (BURNING QUESTION) کہنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ پورے ملک کے لئے قابل قبول فقہ (قانون) تیار کرنے میں اسلامی نقطہ نگاہ سے "مجلس شوریٰ" (PARLIAMENT) کا کیا کردار ہے اور یہ کہ آیا اسے اجتہاد کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

اس ایک سوال میں درحقیقت دو سوال پوشیدہ ہیں :

ا۔ اجتہاد کی اہلیت کا معیار کیا ہے۔

ب۔ بطور مقننہ مجلس شوریٰ (قومی اسمبلی اور سینٹ) کس طرح اپنا قومی اور ملکی کردار ادا کرسکتی ہے

ہم ان دونوں سوالوں پر الگ الگ گفتگو کرنا مناسب سمجھتے ہیں :

ا۔ اجتہاد کی اہلیت کا معیار

اجتہاد کے ضمن میں پہلی لازمی شرط مجتہد میں مطلوبہ اہلیت اور صلاحیت کی موجودگی ہے، اسی لئے اگر کسی مسئلے کا قیاس کسی نااہل شخص نے کیا ہو اور اس نے مطلوبہ شرائط پوری نہ کی ہوں تو اس کا اجتہاد بجائے شرعی ہونے کے غیر شرعی ہوگا اور نتائج مند ہونے کے برعکس نقصان دہ ثابت ہوگا۔ اسی لئے قریباً قریباً اجتہاد کی ضرورت و اہمیت پر لکھنے والے تمام مقتدر علماء نے اس کی اہلیت و عدم اہلیت کے مسئلے پر خصوصی توجہ مبذول کی ہے۔ امام العصر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب "عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" میں اجتہاد کی اہلیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

وشروطه انه لا بدله ان	اجتہاد کی شرائط یہ ہیں۔ کہ وہ (مجتہد) قرآن
يعرف من الكتاب والسنة	سنت اور احکام سے متعلقہ مسائل، مواقع
وما يتعلق بالاحكام ومواقع	اجماع، شرائط قیاس، مقدمات کو ترتیب

الاجماع وشرائط القياس وكيفية النظر وعلم العربية والناسخ والمنسوخ وحال الرواة[1]

دے کر نتیجہ اخذ کرنے اور علم عربی کی واقفیت رکھتا ہو نیز اسے ناسخ و منسوخ اور راویوں کے حالات کا بھی علم۔

عہد حاضر کے ایک اور محقق علامہ محمد ابوزہرہ اس کی حسب ذیل شرائط کا ذکر کرتے ہیں:

"عربیت، قرآن مجید اور اس کے ناسخ و منسوخ کا علم، علم حدیث، مواقع اجماع مواقع اختلاف، قیاس اور مقاصد احکام کی معرفت وغیرہ[2]"

عصر جدید کے ایک اور نامور محقق علامہ المحمصانی فلسفۃ التشریع الاسلامی میں اس عنوان سے تحت لکھتے ہیں۔

"اجتہاد ہر شخص کے لئے جائز نہیں، بلکہ اجتہاد کرنے کے لئے ان مخصوص صلاحیتوں کا ہونا لازمی ہے جو مجتہد کو اس قابل بنا دیں کہ وہ استخراج احکام اور استدلال کے کام کو کما حقہ انجام دے سکے۔ لہٰذا مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ صائب الرائے صاحب فہم و فراست، انصاف پسند اور پاکیزہ اخلاق والا ہو اور احکام سمجھنے کی مہارت تامہ رکھتا ہو یعنی دلائل شرعیہ اور استنباط احکام کے طریقوں سے واقف ہو۔ اس کے ساتھ زبان پر پورا عبور رکھتا ہو، تفسیر قرآن، اسباب نزول، راویوں کے حالات، جرح و تعدیل کے طریقوں اور ناسخ و منسوخ کی حقیقت سے پوری طرح باخبر ہو۔ الشاطبی نے اس شرط کا بھی اضافہ کیا ہے۔ کہ وہ مقاصد شریعت سمجھنے کی مہارت تامہ رکھتا ہو[3]"

متجددین کا خیال ہے کہ یہ شرائط بہت سخت اور کڑی ہیں، اور یہ کہ اجتہاد کی ہر شخص کو اجازت ہونی چاہیے۔ لیکن شریعت اور احکام شریعت کی حفاظت نیز مجتہد کے اجتہاد کردہ احکام کی کما حقہ قبولیت کے لئے ان کی پابندی ضروری ہے۔ ورنہ تو ہر شخص جو اس کے منہ میں آئے کہے گا اور کوئی کسی کو روکنے ٹوکنے والا نہ ہوگا۔

---

[1] اجتہاد فی الفقہ الاسلامی ۔ [2] نیز اصول الفقہ ص ۳۶۹ ــ ۳۹۹ [3] فلسفۃ التشریع الاسلامی ص ۲۱۱ (اردو ترجمہ)۔

ان کی پابندی اس لئے بھی لازمی ہے کہ اسلام میں "قانون سازی" کا حق فقط اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے۔ کوئی اور شخص خواہ وہ خلیفۂ وقت یا اسلامی دنیا کا سب سے بڑا عالم اور مفتی کیوں نہ ہو۔ وہ علی الاطلاق اجتہاد نہیں کرسکتا۔ اور اس کی من پسند باتیں قانون شریعت کا درجہ حاصل نہیں کرسکتیں۔ اس کے بجائے، ہر مجتہد کو ایک خاص حد میں رہتے ہوئے اجتہاد کرنے کا حق عطا کیا گیا ہے اور وہ خصوصی حد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ ہیں۔ مجتہد جب بھی اجتہاد کے ذریعے قانون سازی کرے، اسے ناگزیر طور پر ان منابع شریعت سے استفادہ کرنا ہوگا۔ اور یہ استفادہ اس وقت تک ممکن اور سہل الحصول نہ ہوگا جب تک کہ اسے مذکورہ بالا امور میں درک حاصل نہ ہو اور وہ اس طریقے اور اس کے علمی تقاضوں سے واقف نہ ہو، جن کے ذریعے اجتہاد کی شرعاً اجازت دی گئی ہے۔

رہا ڈکشنری دیکھ کر مطالب اخذ کرنے اور اجتہاد کرنے اور اجتہاد کرنے کا مسئلہ جس پر بعض تجدد پسند بڑا زور دیتے ہیں، تو وہ ایسے ہی ہے۔ جیسے کسی کتاب کو دیکھ کر بیمار کے لئے نسخہ تجویز کرنے یا کسی انجینیرنگ کے مسئلے میں محض کسی کتاب سے استفادے کا مسئلہ۔ کہ ایسے امور میں ایک ایسے ماہر شخص کی ضرورت مسلّم ہے۔ جو مطلوبہ فن کی باریکیوں سے کا حقہٗ واقف ہو اور ایسا شخص کوئی سند یافتہ ڈاکٹر اور انجینیر ہی ہوسکتا ہے۔ تو اگر جسمانی علاج معالجے اور اشیاء کی دیکھ بھال اور مرمت کے لئے محض کتاب کا دیکھ لینا کافی نہیں سمجھا جاتا تو شرعی قانون سازی جیسے اہم اور بنیادی مسئلے میں اسی اہم پہلو کو نظر انداز

بقیہ: ــــ الرشاد کی ڈاک

خصوصاً ماہنامہ الرشاد بڑا بہترین رسالہ ہے اور دسمبر کے رسالہ میں پارلیمنٹ اور اجتہاد کے عنوان میں جو مضمون ہے اس میں ائمہ کرام کے اقوال بڑے قیمتی معلوم ہوئے امام اعظمؒ کے قول کو پڑھ کر خیال آیا کہ ہم میں کتنے ایسے متبع ہیں جو امام صاحب کے موقف طائل سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی اندھی تقلید کرتے جا رہے ہیں، اسی طرح ماہنامہ دارالاسلام سے ماخوذ حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے اقوال بہت پسند آئے اور اداریہ پڑھتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ہم بھی ان محفلوں اور مجالس میں شرکت کر رہے ہیں جن کا تذکرہ ان میں ہے۔ خدا اس رسالہ کو خوب ترقی دے اور استقامت کی دولت سے نوازے (آمین) فقط دعاگو دعاجو محمد نظام الدین (صاحب)

دارالعلوم سبیل الرشاد، رشاد نگر، بنگلور

مذہب اور سائنس

ایک تقابلی مطالعہ

عبدالحمید فاضلی
ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے مخالف ہیں نہ دشمن جو لوگ ان دونوں کو خواہ مخواہ لڑاتے ہیں وہ دراصل سائنس کے مزاج اور اس کے حدودِ عمل سے ناواقف ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سائنس کے مفہوم کے بارے میں مشرق سے لے کر مغرب تک بہت سے خرافات لوگوں کے دماغوں میں نہ صرف یہ کہ راسخ ہو چکی ہیں بلکہ سائنس کے نام سے ہی ان کو چڑ ہے اور قسم قسم کی باتیں سائنس کے بارے میں کرتے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے اور ہر قسم کی خرافات کی جڑ سائنس ہی کو قرار دیا جاتا ہے، مذہب کے اعتقادات اور شریعت کے احکام کی معقولیت اور بطلان کا معیار بھی سائنس ہی سے مستعار لیا جاتا ہے، خدا تعالیٰ کی ذات سے انکار سائنس کی تعلیمات کے عین مطابق ٹھہرایا جاتا ہے حالانکہ یہ طریقہ سائنس کے سراسر خلاف ہے، اس کا سائنس سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ یہ صرف سائنس سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

اس لئے سب سے پہلے سائنس کے حقیقی مفہوم اور اس کے حلقۂ اثر پر ایک نگاہ ڈالی جائے۔ تاکہ سائنس کے بارے میں جو نظریات عوام الناس میں رائج ہیں اور جن کو وہ اپنی دانست میں صحیح سمجھتے ہیں، ان کی اصلاح ہو سکے اور وہ سائنس کے حقیقی مفہوم سے آشنا ہوں۔

سائنس کا حقیقی مفہوم

سائنس لاطینی لغت سائنشیہ (Scientia) سے مشتق ہے جس سے مراد علم ہے اور اس کا

اصلی ماخذ سائنو ہے، جس کے لغوی معنی "جاننا" ہیں۔ عربی زبان میں "علوم تجربیہ" سائنس کے مترادف ہیں۔ اصطلاح میں سائنس کا اطلاق اس علم پر ہوتا ہے، جو مشاہدہ اور تحقیق سے حاصل کیا جائے۔

مغربی مصنفین کی تصنیفات کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں اور ان کی روشنی میں سائنس کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ہمارے جملہ افعال طبعی، دل و دماغ کی مختلف حالتیں ہماری رفتار و گفتار، ہماری معاشرت اور ہماری زندگی کی مختلف مصروفیتیں سائنس کی ہمہ گیر قانون کی محکم ہیں۔

مغرب کے ارباب فکر و نظر اور سائنسی علوم کے ماہرین کی چند آرا پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے سائنس کا مفہوم متعین کرنے میں آسانی ہوگی، اور سائنس کی مراد اور اس کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔

سر ولیم ہملٹن اسکاٹ لینڈ کے ایک مشہور فلاسفر تھے۔ فلسفہ کے موضوع پر آپ کا زبردست اور نہایت ہی وقیع کام ہے۔ آپ سائنس کے مفہوم کی اپنے فلسفیانہ انداز میں تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"سائنس قوتِ مدرکہ کی تکمیل کا نام ہے، اور سائنس اس ازلی سچائی کے مترادف ہے، جو اطراف عالم اور حدودِ عالم میں محصور و مقید ہے۔"

ڈاکٹر مرس ہاٹ کا قول ہے کہ درحقیقت سائنس سے مراد مظاہر علم کے اسباب و نتائج کی تحقیقات ہے۔

پروفیسر ٹامس ہکسلے سائنس کے بارے میں کہتے ہیں۔

کہ سائنس قوانین قدرت کے اس علم کا نام ہے، جو مشاہدہ تجربہ اور استدلال سے حاصل کیا جائے۔[۱]

پروفیسر جارج کی رائے ہے:

کہ سائنس تخیل کی اس اونچی اور بلند پرواز کا نام ہے جو وہ چیزوں کی حقیقت کی ماہیت کا پتہ لگانے کے واسطے اختیار کرتا ہے، جس کا اصل مقصد اسباب مرئی

کی دریافت سے مظاہر قدرت کی توجیہ و تاویل کرنا ہے۔[۲]

پروفیسر جے آرتھر تھامسن سائنس کے بارے میں اپنے انکشافات یوں بیان کرتے کہ جو واقعات و حقائق تجربے میں آتے ہیں ان کی تفصیل اور صحیح بیان سے مراد سائنس ہے۔[۳]

ہربرٹ اسپنسر کی رائے یہ ہے۔

کہ سائنس تمام علوم کے ارتقاء کا اصل نام ہے۔ سائنس دور بینی ہے، اور دور بینی کا مقصد اپنی ذات کو فیض اور زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانا ہے۔ سائنس کے حقائق کا نظام ہمیشہ وسعت قبول کرتا اور غلطیوں سے پاک ہوتا رہتا ہے، اسی لئے سائنس کے اصول روز بدلتے رہتے ہیں۔[۴]

ان تمام اقتباسات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سائنس کے حقیقی اور وسیع ترین معنی میں زمین و آسمان کی موجودات کی تحقیقات اور کائنات کے مظاہر کے اسباب و محرکات کی چھان بین کرنا شامل ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی چیز اور کوئی تصوّر سائنس کے حلقۂ اثر سے باہر نہیں رہ سکتا۔

سائنس کا موضوع

سائنس کا موضوع کیا ہے؟ دوسرے الفاظ میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ سائنس کا مقصد کیا ہے؟ سائنس آخر اس وسیع ولامتناہی کائنات سے کس چیز کی متمنی ہے۔

سائنس کے مفہوم و معانی کی وضاحت کے بعد اس کے مقصود یا موضوع کی طرف پہنچنا آسان ہوجاتا ہے۔

ارسطالیس اس سلسلے میں یوں گویا ہے۔

کہ سائنس صدہا تجربات کے بعد شروع ہوتی ہے اور ایک نہایت ہی جامع تصور قائم کیا جاتا ہے جو ایک ہی قسم کے حقائق پر حاوی ہوتا ہے۔ پھر حقائق کی ترتیب و تقسیم اور ان کی اہمیت سے واقفیت حاصل کرنا سائنس کا اصل

مقصد ہے۔[1]

پروفیسر تھامسن کہتے ہیں :

سائنس کا مقصد یہ ہے کہ اس کائنات اور کائنات کے اندر جن چیزوں کا ادراک عقل انسانی کے لئے ممکن العمل ہے، ان کا واضح مدلل اور معقول بیان قلم بند کرے۔

سائنس کا موضوع وہ حقائق اور مظاہر ہیں جو انسانی مشاہدہ میں آتے ہیں اور جن کی تصدیق و تعیین ہو سکتی ہے۔[2]

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ سائنس کا مقصود کائنات وَمَافِیہا کا علم حاصل کرنا ہے اور یہ طریقہ کوئی نیا نہیں ہے، بلکہ حقائق کا مشاہدہ اور مظاہر قدرت کے اسباب کی تحقیقات سے نتائج اخذ کرنے کا سلسلہ صدیوں سے رائج ہے۔

ہاں یہ اور بات ہے کہ استدلال کے طریقوں میں تبدیلیاں آتی رہیں۔ اور یہاں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ سائنس کے معرکۃ الآرا انکشافات صرف استدلال ہی سے عمل میں نہیں آئے ہیں، بلکہ عالی ذہن و دماغ کے فوری اثرات سے بھی زبردست دریافتیں ثابت ہو چکی ہیں۔ اور یہ انسان کی قوت وہبی کا کرشمہ ہے کہ کبھی اچانک ذہن میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کی صحت و معقولیت کے لئے دیر تک تحقیقات کرنا پڑتی ہیں۔

سائنس اور مذہب کا فرق

جیسا کہ ابتدا میں گذر چکا ہے کہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے کے مخالف ہیں نہ دشمن، بلکہ دونوں کا دائرۂ کار الگ الگ ہے، جو لوگ ان دونوں کو لڑاتے ہیں وہ سائنس سے ان کی عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سائنس علم الاشیا ہے، وہ آپ کو اسباب مہیا کرتا ہے اور ان اسباب کے ذریعہ سے آپ کی ضروریات زندگی کا حصول آسان بنا کر آپ کو آرام پہنچاتا ہے۔ اس لئے سائنس چاہے کتنی ہی ترقی کی منزلیں طے کرے۔ نئی نئی ایجادات اور نظروں کو خیرہ کر دینے والی اشیاء بنائے لیکن زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اس چیز سے اس کو بحث نہیں۔

وہ آپ کو گھوڑے اور بیل گاڑی کے بجائے تیز رفتار موٹر مہیا کرتا ہے، وہ آپ کو بجلی عطا کرتا ہے جس کے ذریعہ سے آپ ہزاروں کام انجام دے رہے ہیں۔ اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب تھوڑی دیر کے لئے بجلی جاتی ہے، وہ ٹرین کے ذریعہ سے آپ کے سفر کو آسان سے آسان تر بناتی ہے، الغرض سائنس آپ کو بے انتہا وسائل مہیا کرتی ہے جن کی عدم موجودگی سے تقریباً آج کل کی زندگی مفلوج ہو جائے، اور انظام زندگی درہم برہم ہو جائے۔

سائنس کی ایجادات کے ذریعہ سے ہی انسان کو جینے کی سہولت ہوتی ہے، چلنے پھرنے، پڑھنے لکھنے، آنے جانے اور لانے لے جانے میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی زندگی کے ایام آرام سے گذرتے ہیں۔ لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی ہے، اگر معاملہ یہیں تک ہوتا تو پھر کوئی اختلاف ہی نہیں تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس مقصد کے لئے جی رہا ہے، اس کی زندگی کا کوئی مقصد بھی ہے۔ بس یہیں سے مذہب شروع ہو جاتا ہے، سائنس اور مذہب کی بحث ہوتی ہے۔

سائنس زندگی کے لئے اگرچہ آسانیاں اور سہولتیں پیدا کرتی ہے لیکن مقصد زندگی کے بارے میں وہ خاموش ہے۔ اس سلسلے میں صرف مذہب ہماری رہنمائی کرتا ہے، مذہب ہمیں اپنے بارے میں آگاہ کرتا ہے، مذہب ہی تعلیم دیتا ہے کہ آپ اس دنیا میں کس طرح اپنی زندگی گذاریں، آپ دوسروں کے ساتھ کس طرح کا معاملہ کریں، آپ کے فرائض کیا ہیں، آپ کے حقوق دوسروں پر کیا ہیں، دوسروں کے آپ پر کیا حقوق ہیں۔

سائنس کا نظریہ ہے کہ جن چیزوں میں " vatamins " پائے جاتے ہیں، ان کو کھانا چاہئے، ان سے صحت بنے گی، سائنس صرف ان چیزوں پر گرفت کرتا ہے، جو چیزیں آپ کی صحت کے لئے مضر ہوں، جسمانی اعتبار سے آپ کے لائق نہ ہوں۔ لیکن مذہب کھانے پینے کے معاملے میں حلال و حرام کی حد بندی کرتا ہے، اس کی نگاہ میں ایسی تمام چیزیں حرام ہیں۔ جو اخلاقی اور معاشرتی نقطۂ نظر سے نقصان دہ ہوں چاہے ان میں وٹامنز " vatamins " کی کتنی ہی زیادہ مقدار موجود ہو۔ آپ ماہر غذائیات

ے اس سلسلے میں پوچھ سکتے ہیں کہ نشہ آور اشیاء انسانی تمدن اور اخلاق پر کتنا بُرا اثر ڈالتی ہیں' اور ان سے کیا کیا برائیاں جنم لیتی ہیں۔

سائنس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مقوی غذا کھانے سے خون بہت جلد بنتا ہے اور انسانی جسم میں طاقت آتی ہے' لیکن اگر کوئی شخص کھانا چُرا کر یا کسی کا کھانا زبردستی چھین کر کھائے تو سائنس کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مذہب اس کو بدترین گناہ تصور کرتا ہے' مذہب کے نزدیک بھی اگر اس طرح چوری اور غبن کی اجازت دے دی جائے تو دنیا سے انسانیت اٹھ جائے گی' انسان اور جانور میں کوئی فرق نہ رہے گا' بلکہ انسان جانوروں اور درندوں سے بھی گیا گذرا ہوگا لہٰذا حرام و حلال، جائز و ناجائز کا فرق انسانیت کے لئے ضروری ہے۔

سائنس ہی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کا مادّہ (Matter) بڑھایا جائے تو اس کا وزن کشش ثقل کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے' جیسے ترازو کے ایک پلڑے میں مادہ بڑھانے کی وجہ سے وہ پلڑا کشش کے سبب نیچے کی طرف جھک جاتا ہے' لیکن اگر ہم کسی کو کم تول کر دیں تو اس میں کون سی بُرائی ہے۔

سائنس اس بارے میں خاموش ہے' وہ کہتی ہے کہ کوئی چیز سامنے لاؤ تو اس کا نتیجہ ظاہر کر دیں گے' اس کے آگے وہ کچھ نہیں کہہ سکتی۔ لیکن آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ناپ تول میں کمی اور بے ایمانی جیسے گناہوں کی وجہ سے تہذیب و تمدن کی ساری عمارت بیٹھ جاتی ہے۔ اسی طرح سائنس آخرت کے متعلق خاموش ہے' مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے' مادّہ کے فنا ہو جانے کے بعد کیا ہوگا' اس سلسلے میں بھی سائنس خاموش ہے' ان تمام امور کے لئے ہماری رہنمائی مذہب ہی کرتا ہے۔ اگر مذہب کو ہم چھوڑ دیں اور آخرت کے متعلق تذبذب کا شکار رہیں۔ تو پھر دنیا میں کون سی طاقت انسان کو برائیوں سے روک سکتی ہے۔ عقیدۂ آخرت کے ہوتے ہوئے سرمایہ داری، حرص و ہوس، خود غرضی، بے حیائی و بے ایمانی، قتل و غارت گری، ڈاکہ زنی اور نفسا نفسی کا یہ عالم ہے جو آج کل آپ دیکھ رہے ہیں' تو جب انسان کو معلوم ہو جائے' اور اس بات

کا یقین ہو جائے کہ بس دنیا ہی کی زندگی سب کچھ ہے جو کچھ مزا ہے اسی دنیا میں ہے اس کے بعد کوئی زندگی نہیں اور کوئی حساب وکتاب نہیں تو ایسی صورت میں کون نیکی کرکے اپنا نقصان چاہے گا، کون اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ عیش کرنا نہیں چاہے گا۔

تاریخ اٹھا کر دیکھئے کہ جب ایسی صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے تو انسانیت کی جڑیں ہل جاتی ہیں، انسانیت درندوں سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کی ہزاروں مثالوں کو سامنے رکھ کر آپ خود مذہب اور سائنس کے فرق کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

اس دنیا میں رہتے ہوئے ہم کو ہمیشہ اخلاقی قوانین کی ضرورت پیش آتی ہے یہ ضرورت فرد کو بھی لاحق ہوتی ہے اور قوم کو بھی، خاص طور پر معاشرے میں جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ معاملات کرتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کا معاملہ رہتا ہے تو اس کے لئے لامحالہ ہمیں قانون کی ضرورت پڑتی لیکن سائنس کوئی قانون نہیں بناتا ہے، سائنس تو تجربہ اور سبب سے تعلق رکھتا ہے، برائی، بھلائی اور اخلاق وکردار سے بحث کرنے والے قوانین کا نام مذہب ہے اور ان کی ضرورت ناگزیر ہے۔

سائنس نے ایٹمی ایجادات سے انسان کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیا۔ ایٹم بم بنایا ہے، اور نہ جانے کون کون سے خطرناک قسم کے ہتھیار ایجاد کئے ہیں مگر وہ ان کے استعمال کے نتائج پر کوئی حکم نہیں لگاتا ہے۔

اگر کوئی ایٹم بم کے ذریعہ سے انسانی آبادی کو نیست ونابود کرے، تباہ وبرباد کرے تو سائنس اس ظالمانہ فعل کے بارے میں خاموش ہے۔ یہ مذہب ہی ہے جو خیر وشر میں امتیاز کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ انسان حیوان کی مانند غیر ذمہ دار نہیں ہے کہ زندگی گذارنے کے لئے کسی اخلاقی ضابطہ، قانون کا پابند ہی نہ ہو۔ مذہب سائنس کی ایجادات کے استعمال کا رخ اخلاق و پاکیزگی کی طرف موڑتا ہے، تاکہ انسان کی مادی زندگی حیوانیت کے بجائے انسانیت کا مظہر بن جائے۔ اور مذہب اسی بات کا انسان سے مطالبہ کرتا ہے۔

مذہب اور سائنس کی کشمکش

آج دنیا کی علمی، سائنسی اور تمدنی ترقیاں

انسان کے لئے حیرت و استعجاب بنی ہوئی ہیں ایجادات و اختراعات نے انسان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے اور ایجادات کا سلسلہ جاری ہے نئی نئی ایجادات دنیا کے سامنے آرہی ہیں لیکن یہ بھی ایک مسلّم حقیقت ہے کہ ان تمام تہذیبی تمدنی اور مشینی ترقیوں کے باوجود امن و سکون سے دنیا محروم ہے، ہر دل مضطرب اور ہر روح پریشان ہے۔

یہ تضاد عقل انسانی کے لئے ایک معمہ بنا ہوا ہے، انسان حیرانی و پریشانی کے عالم میں دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے، ایک طرف یہ ترقی دوسری طرف یہ بدامنی کا دور دورہ، ایک طرف اگرچہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے لیکن دوسری طرف درندوں سے بھی پست زندگی گذار رہا ہے۔

اس صورت حال کو سامنے رکھ کر کچھ لوگوں نے سائنس ہی کو موردِ الزام ٹھہرایا اور کچھ لوگوں نے مذہب کو اس کا ذمہ دار قرار دیا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ سب ترقیاں تو درست ہیں۔ انتشار اور بدامنی کی وجہ وہ روک ہے جو مذہب نے اپنے مخصوص عقائد کی وجہ سے لگا رکھی ہے، ان کے نزدیک خرابی کی اصل جڑ یہی مذہب ہے، ان کے نزدیک ترقی کی رکاوٹ اور بدامنی و فساد کا ذمہ دار مذہب ہی ہے۔ اس کا علاج وہ یہی بتاتے ہیں کہ مذہب کو انسان کی زندگی سے الگ کر دیا جائے۔ انسان کو آزادانہ زندگی بسر کرنے کی کھلی اجازت دی جائے۔

لیکن جذبات سے بالا ہو کر اگر ذرا بھی غور و خوض سے کام لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ فی الحقیقت دونوں گروہ افراط و تفریط کا شکار ہیں بعض تاریخی اسباب کی وجہ سے سائنس و مذہب دونوں کو ایک دوسرے کا نقیض سمجھ لیا گیا ہے ورنہ ان میں ہم آہنگی اور مفاہمت پیدا کرنا آسان ہے، ان اسباب کا ہم جائزہ لیتے ہیں جن کی وجہ سے مذہب و سائنس کی کشمکش کا آغاز ہوا۔

لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ مذہب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اس سے میری مراد مذہب اسلام ہے۔ دوسرے مذاہب کے متعلق مجھے کچھ کہنے کا حق نہیں ہے، پھر چونکہ مذہب سے مراد اس زمانہ میں جو کچھ لیا جاتا ہے، اس میں صرف چند

مخصوص رسوم ورواج اور اوراد و وظائف شامل ہیں' اور یہ کہ مذہب خدا اور انسان کا ذاتی معاملہ ہے انسان اور انسان کے متعلق، انسان اور سماج کے معاملات سے اس کو کوئی واسطہ نہیں۔

لیکن اسلام جہاں خدا اور انسان کے درمیان معبود و عبد کا رشتہ دیکھنا چاہتا ہے وہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں بھی اللہ کے بھیجے ہوئے ضابطہ حیات کی تعمیل چاہتا ہے۔ قومی معاملات و تعلقات میں بھی احکام الٰہی کی پیروی و اتباع لازمی سمجھتا ہے۔ اس لئے اسلام کا نام لیتے ہوئے مذہب کے اس تصوّر کو ذہن سے نکال دینا چاہئے اور اسلام کو ایک نظامِ زندگی کی حیثیت سے پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اب ہم مذہب و سائنس کی کشمکش کا ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں' دراصل سائنس و مذہب کی کشمکش خود اس کشمکش کا نتیجہ ہے جو اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے دوران میں سائنس کی ترقی اور صنعتی نشوونما کی وجہ سے سائنس دانوں اور مذہب کے علمبرداروں کے مابین اپنے گروہی مفاد کے تحفظ کے لئے برپا ہوئی۔

ایک جانب اہل کلیسا تھے جو اپنے اقتدار کی خاطر ہر قسم کی ترقی اور ہر نئی چیز کی مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے' ان کا خیال تھا کہ انسانوں کے دماغ میں علم و عقل کی اگر روشنی پہنچی اور مذہبی عقائد کی قلعی کھل گئی۔ تو مذہب کے نام پر جو اقتدار اور فائدے ان کو حاصل ہیں وہ اس طرح ختم ہو جائیں گے دوسری طرف سائنس کا ارتقا تھا۔ جس کے علمبردار سائنس داں اور مفکر تھے۔ جن کی پشت پر پورا تاریخی پس منظر تھا۔ اس کشمکش و نزاع کے نتیجے میں صورتحال یہ ہو گئی کہ سائنس دانوں کو دن بدن عوام کی حمایت حاصل ہوتی رہی' اور ان کے نزدیک ہر وہ چیز جو مذہب کی طرف سے پیش کی جائے یا جس کو مذہب کی حمایت حاصل ہو' غلط ٹھہری اور مذہب دشمنی کی بنیاد پر علوم و فنون اور سیاسی افکار کا ارتقا شروع ہوا۔ یہ ہے وہ مختصر تاریخی پس منظر جس نے مذہب اور سائنس کی کشمکش کا آغاز کیا' اور جس میں سائنس نے بجا طور پر کامیابی حاصل کی۔ اس بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اس کشمکش کے پیدا کرنے میں حقیقتاً مذہب اور اس کے فطری اصولوں کا کوئی دخل نہیں تھا۔ بلکہ

دراصل یہ نتیجہ ہے مذہب کے جاہل اور خود غرض علمبرداروں کی ذہنیت اور اُس رویہ کا جو انھوں نے اس سلسلے میں اپنایا تھا۔ پھر اس میں سائنس دانوں اور مفکرین کی جہالت کو بھی دخل ہے جنہوں نے مذہب کو کبھی سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اور عصبیت میں مبتلا ہو کر مذہب کی ہر بات کو غلط ٹھہرایا۔

یہی صورت حال ہمارے یہاں بھی پیدا ہوئی، یعنی مذہب کے محدود تصور اور تنگ ذہنیت کی وجہ سے بعض علماء بھی جدید تعلیم اور سائنسی ایجادات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ لیکن اوپر کی تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام اس قسم کا مذہب نہیں ہے۔ اسلام ترقی کا مخالف نہیں ہے اور نہ ہی اسلام کے اصول منجمد اور غیر متحرک ہیں بلکہ اسلام کے اصول زمان و مکان پر حاوی ہیں۔ وہ تمدنی اور سائنسی ترقی کا نہ صرف ساتھ دے سکتے ہیں بلکہ ترقی تو اسلام کا عین تقاضا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ حکمت و دانائی کہیں بھی ملے اس کو لے لو، اس لئے کہ وہ مومن کی گم شدہ متاع ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اسلام اختراعات و ایجادات سے ہرگز نہیں روکتا وہ تو چاہتا ہے کہ قدرت کی توانائیاں زیادہ سے زیادہ مسخر کی جائیں، مگر ہاں اسلام نے انسان کو بے راہ روی اور غلط کاری سے بچانے کے لئے کچھ اصول و ضوابط وضع کئے ہیں تاکہ انسانیت صحیح راستے پر رہے۔ لہذا جو بھی کہتا ہے کہ دنیا کی بدامنی کا سبب مذہب ہے۔ یہ تصور مجنونانہ اور جاہلانہ ہے، کوئی سچا مسلمان اس تصور کو کبھی بھی اپنے دل میں

بقیہ: کوائف جامعۃ الرشاد

ان کی آمد سے ہم سب کو جو مسرت ہوئی زبان قلم سے اس کا اظہار مشکل ہے ان سے مل کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عالم ارواح کے اسلاف کا ظہور ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس روحانی اسلاف میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین

خوشی کی بات ہے بہت سے علماء و صلحاء کے ساتھ اس موقع پر برادر محترم مولانا قمر الزماں صاحب بھی تشریف لے آئے جو بحمد اللہ دو آتشہ روحانی نسبت کے حامل ہیں ایک طرف حضرت شاہ فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خویش ہونے کے ساتھ برسوں ان کی علمی و روحانی صحبت انھیں حاصل رہی دوسری طرف حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو رشد و ہدایت اور بیعت کی اجازت حاصل ہے۔

اقدامِ اُمّت کانفرنس

منعقدہ ۲۳—۲۵ دسمبر ۱۹۹۱ء بمبئی میں دیا گیا

خطبۂ افتتاحیہ

از: ———————— مجیب اللہ ندوی

الحمد للہ الذی کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

محترم حاضرین مجلس وعزیزان گرامی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ اس وقت ایس۔آئی۔ایم کی جس کانفرنس میں بیٹھے ہیں اس کا عنوان ہمارے عزیز نوجوانوں نے "اقدام امت کانفرنس" رکھا ہے اس عنوان سے ہمارے جیسے لوگوں کو اس لئے خوشی ہوئی کہ اقدام کا عزم ہی ملت کے افراد میں زندگی پیدا کرتا ہے اس عنوان سے شکوک وشبہات کی کوئی کیفیت ہمارے ذہن ودماغ میں طاری نہیں ہوئی لیکن بہت سے لوگوں نے کچھ کھلے اور کچھ دبے انداز میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا ہے اور اس سلسلہ میں راقم الحروف کے پاس اور بعض دوسرے حضرات کے پاس کئی خطوط بھی آئے ہیں اور اخبارات میں اس طرح کی خبریں بھی چھپی ہیں ہم آگے چل کر اقدام امت کانفرنس اور اس کے فکری وعملی دائرہ کار رجوع الی اللہ دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلہ میں وضاحت کریں گے جس سے انشاء اللہ کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہ جائے گی مگر یہاں ایک بات عرض کردینی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ادھر نصف صدی سے ہم منفی انداز بلکہ آرام طلبی کے ساتھ اپنی زندگی گذارنے کے اتنے عادی ہوگئے ہیں کہ دینی واخلاقی حدود کے اندر بھی اقدام کی کسی آواز سے ہم لرزہ براندام ہو جاتے ہیں حالانکہ اسلام اخلاقی حدود کے اندر اقدام ہی سے شروع ہوا ہے اور اسلامی زندگی کو ہمیشہ غذا اسی اقدام سے ملتی رہی ہے بہرحال آپ تھوڑی دیر کے لئے اجازت دیں کہ ہم ہندستان اور بیرون ہند کے حالات کا ایک جائزہ آپ کے سامنے پیش کریں۔

پھر ہم اصل موضوع پر آئیں گے آپ کو ان حالات ہی سے اندازہ ہو جائے گا کہ ہمارے صالح اور پرخلوص نوجوانوں نے اس کانفرنس کے لئے "اقدام امت" کا عنوان کیوں تجویز کیا جس سے ہم بہت دنوں سے نامانوس سے ہو گئے ہیں۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے جب "الہلال" میں مسلمانوں کو نشاۃ ثانیہ دینے والے پرشور مضامین لکھنا شروع کئے تو ان کو پڑھ کر شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ ہم لوگ سو رہے تھے ابوالکلام نے ہمیں جگا دیا۔ اگر علمی و دینی پندار حائل نہ ہو تو ہم کو بھی یہی بات ان نوجوانوں کے سلسلہ میں دہرانی چاہیئے۔

محترم حاضرین و عزیزان گرامی! اب ہم مختصر طور پر نصف صدی کے اندر ہندوستان اور اس کے باہر مسلمانان اور شریعت اسلامی کے سلسلے میں جو صورتحال پیدا کر دی گئی ہے ان کی طرف اشارات کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس کانفرنس کی افادیت کا صحیح اندازہ آپ کو ہو جائے۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان کو سیاسی آزادی ملی اور اسی آزادی کے تحت ہندوستان کے لوگوں کو یہ اختیار ملا کہ وہ آزاد ہندوستان میں اپنی مرضی کا دستور بنالیں چنانچہ اس کے لئے ڈاکٹر امبیڈکر کی سرکردگی میں دستور ساز اسمبلی کا قیام عمل میں آیا اور اس نے تین سال کے غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے بعد اپنا ایک سیکولر دستور مرتب کیا جو ۲۶ رجنوری ۱۹۵۰ء سے ملک میں نافذ ہو گیا گویا اس تاریخ سے ہندوستان کو سیاسی آزادی کے ساتھ دستوری آزادی بھی حاصل ہو گئی۔

آزاد ہندوستان کا جو دستور بنا اس کی ابتدا میں حکومت کے لئے کچھ رہنما اصول "Directive principles" اور باشندگان ملک کے لئے کچھ بنیادی حقوق "Fundamental rights" کا ذکر کیا گیا ہے۔ حکومت کے لئے جو رہنما اصول دیئے گئے ہیں ان میں اور بنیادی حقوق میں اگر کبھی ٹکراؤ ہو جائے تو ضروری ہے کہ دستوری طور پر ہمیشہ بنیادی حقوق کو ترجیح دی جائے اس لئے کہ رہنما اصول کی حیثیت ثانوی اور حکومت کے مزاج اور طرز فکر سے ہوتا ہے وہ بدل بھی سکتے ہیں لیکن بنیادی حقوق کی حیثیت لازمی اور بین الاقوامی ہوتی ہے اس میں تبدیلی سے دستور کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ

کہنا پڑتا ہے کہ ۱۹۴۷ برس سے ہندوستان میں یہی ہو رہا ہے کہ رہنما اصول کے مقابلہ بنیادی اصول کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے بلکہ اسے منصوبہ بند طریقہ سے مجروح بھی کیا جا رہا ہے۔ جان مال عزت و آبرو اور زبان کی حفاظت اور مذہبی آزادی بنیادی حقوق میں شامل ہیں مگر آپ آزادی کے بعد کے ہندوستان کا جائزہ لیں گے تو اندازہ ہوگا کہ دوسرے طبقات تو بیشک ان حقوق سے اس سے زیادہ مستفیض ہوئے جتنا کہ ان کو حق تھا لیکن مسلمان آزادی کے بعد مجموعی طور پر ان حقوق سے بھی محروم کر دئے گئے جو انہیں غلامی کے دور میں حاصل تھے۔ اب ہم ان میں سے ہر ایک پر تھوڑی تھوڑی روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

جان و مال کا نقصان اور عزت و آبرو

انگریزوں کے ۹۰ رسالہ دور حکومت میں مسلمانوں کی جان و مال کا بیشمار نقصان ہوا لیکن وہ نقصان زیادہ تر اس کشمکش کے نتیجہ میں ہوا جو مسلمانوں نے پورے ملک میں برطانوی حکومت کے خلاف چھیڑ رکھی تھی یا اس کو چھیڑنے کا خطرہ تھا مگر آزاد ہندوستان میں لاکھوں معصوم اور بے قصور مسلمان مرد عورت اور بچوں کو بغیر کسی کشمکش کے موت کے گھاٹ اتار ڈالا گیا ان کی عزت و آبرو کو پامال کیا گیا اور ان کی معاشی حالت کو تباہ کرنے کی پوری کوشش کی گئی ۱۹۴۷ء میں جو کچھ ہوا وہ ہنگامی صورتحال تھی مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ کسی اچھی حکومت کے لئے باعث شرم ہے صرف حیدرآباد میں پولس ایکشن کے درمیان بقول پنڈت سندرلال آنجہانی پچاسوں ہزار بے قصور مسلمان شہید کئے گئے سیکڑوں عورتوں کی عصمتیں لوٹی گئیں اکتوبر، نومبر ۱۹۸۹ء میں بھاگلپور اور بہار کے دوسرے شہروں میں جو فسادات ہوئے اور اس میں جس بربریت کا مظاہرہ کیا گیا اس نے پچھلے سارے ریکارڈ کو پیچھے ڈال دیا۔ بھاگلپور کی دو سو سے زیادہ بستیوں کو اس طرح برباد کیا گیا کہ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس پر بمباری کر دی گئی ہے پھر ان فسادات میں جانی نقصان کے ساتھ مسلمانوں کا اربوں روپے کا مالی نقصان ہوا اور خاص طور پر جہاں مسلمان صنعت و حرفت میں آگے تھے وہاں کی صنعت تباہ کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔ اور حکومت یوپی نے پی اے سی اور دوسرے صوبوں میں اسی قسم کی فورسیز کے نام سے جو جانور پال رکھے ہیں وہ اس میں برابر کی شریک رہی ہیں، فیروزآباد میں چوڑی کی صنعت، علی گڑھ میں تالے کی صنعت، مرادآباد میں برتنوں کی صنعت، بھاگلپور اور بھیونڈی میں کپڑے کی صنعت یہ سب اس کی لپیٹ

میں آچکی ہیں جبل پور، جمشید پور، راوڑکیلا، احمد آباد میں جو کچھ ہوا وہ کچھ برسوں کی بات ہے مگر مراد آباد، میرٹھ، ملیانہ، ہاشم پورہ، بارہ بنکی، بھاگلپور، سیتامڑھی، مونگیر، سہسرام، کرنیل گنج، گونڈہ اور بنارس کا ظلم تو آج کل کی بات ہے۔ خاص طور پر ملیانہ، ہاشم پورہ، بنارس میں تو ہندو مسلم فساد نہیں بلکہ پولیس ایکشن تھا۔

کانگریس حکومت کے دور میں ۵، ۶ برس سے رتھ یاترائیں اور شیلا پوجا کے جلوس جو نکلنا شروع ہوئے تو اس کا نکلنا اب تک جاری ہے اس میں مسلمانوں کو گالیاں دی جاتی ہیں مگر حکومت کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوئی، بلکہ یہ گالیاں حکومت کی پولیس اور پی۔ اے۔ سی کی نگرانی میں دی جاتی رہیں اور کٹوؤں کے دو استھان پاکستان یا قبرستان کے نعرے لگتے رہے مگر اس نعرہ پر دستور کی کوئی دفعہ نہیں لگی یہ سب کچھ سیکولر کہنے والی حکومت کے دور میں ہوا اور اب تو براہ راست اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں جانا چاہتا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی ہی کو اپنا نصب العین قرار دیئے ہوئے ہیں اس لئے ان فسادات کو اب دنگا کا نام نہیں دیا جاسکتا بلکہ مسلم قوم کی نسل کشی کا یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔

زبان

اردو زبان مسلمانوں کی مذہبی زبان نہیں ہے مگر اس سے ان کی ایک تہذیب اور فکر ضرور وابستہ ہے ہندوستان کا ہر بچہ جانتا ہے کہ وہ زبان نہ صرف مسلمانوں کے بول چال کی زبان ہے بلکہ سارے ہندی پریمی بھی عام طور پر بات چیت اسی زبان میں کرتے ہیں مگر افسوس ہے کہ اس کی قانونی حیثیت ۴۲ برس بعد صرف ایک صوبہ بہار میں تسلیم کی گئی ہے اس وقت ایک مصنوعی ہندی زبان کے ذریعہ ہندو تہذیب کو فروغ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مذہب، تہذیب اور مسلم پرسنل لا

مذہب کے معاملہ میں حکومت نے براہ راست بھی مداخلت کی ہے اور بالواسطہ بھی براہ راست مداخلت اس نے مسلم پرسنل لا کو مجروح کرکے کی ہے اور بالواسطہ اس طرح کی ہے کہ نصاب تعلیم میں جو تاریخی اور سماجی علوم کی کتابیں تیار کی گئیں ہیں وہ بالواسطہ اسلام کی بنیادی قدروں کی نفی کرتی ہیں اور مسلمانوں کے رہنماؤں اور حکمرانوں کی تصویر کو بگاڑ کر پیش کرتی ہیں، دینی کونسل کے بار بار احتجاج کے باوجود ابھی تک اس کا سلسلہ بند نہیں ہوا ہے۔ ناریل پھوڑنے اور اگنی پوجا کے بغیر کوئی تعمیر

نہیں ہوتی ہر سرکاری عمارت میں مندر کا بنانا ضروری قرار دے دیا گیا ہے۔ حکومت اپنے کو سیکولر کہتی ہے مگر افسوس کا مقام ہے کہ اس کے ذریعہ ایک خاص تہذیب کو فروغ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

بابری مسجد | بابری مسجد کا مسئلہ ہماری سابقہ حکومت کا پیدا کردہ ہے ساڑھے چار سو برس سے کھڑی مسجد کو متنازعہ قرار دینا ایک کھلی ہوئی تاریخی حقیقت کا انکار ہے حکومت اگر واقعی اس کو فرقہ وارانہ رنگ نہ دینا چاہتی تو سیدھی سی بات تھی کہ وہ اس میں سے چوری سے رکھی گئی مورتی نکال کر دوسری جگہ نصب کر دیتی اور مسلمانوں کے لئے اسے کھول دیتی لیکن کانگریس حکومت نے اسے اپنے لئے سیاسی استحصال کا ذریعہ بنا لیا اور اب تو ہمارا صوبہ یوپی اس پارٹی کی گرفت میں ہے جو بابری مسجد کی حیثیت کو ختم کرنے ہی کے نعرے پر حکومت میں آئی ہے اگر آپ اسی طرح گڑے مردے اکھاڑنا شروع کریں گے تو وہاروں اور بدھسٹوں کے ہزاروں مندروں اور مٹھوں کو برباد کر کے جو برہمنی مندر میں تبدیل کر لیا گیا ہے تو اس پر بھی غور کرنا ہوگا اور پھر یہ سلسلہ اور آگے بڑھ سکتا ہے۔

تعلیم | تعلیم کے سلسلے میں ہندوستان کے دوسرے باشندوں کے سامنے صرف ایک ہی مسئلہ ہے کہ ان کا بچہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرے اور پھر اس سے فائدہ حاصل کرنے کی جو صورتیں ہیں ان سے فائدہ اٹھائے مگر مسلمانوں کے سامنے تعلیم کے سلسلے میں دو طرح کے مسائل ہیں ایک طرف مسلمان اپنے بچوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ جدید تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتا ہے اور دوسری طرف اس کی ۹۹ فیصدی آبادی یہ بھی چاہتی ہے کہ ہمارا بچہ فکر و عمل کے لحاظ سے مسلمان بھی رہے اسی کے لئے انہوں نے اپنے پیسے سے نرسری اسکول، مکتب، جونیئر ہائی اسکول اور کالج اور دینی مدارس کھول رکھے ہیں تاکہ ہمارے بچے بنیادی اسلامی تعلیم سے واقف ہو کر پھر وہ چاہیں تو جدید تعلیم کے اداروں میں جائیں یا خالص دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدرسوں میں جائیں، مسلمان اپنے اداروں میں حکومت کی کسی طرح کی مداخلت پسند نہیں کرتا اسی وجہ سے ان اداروں پر اپنی غربت کے باوجود اربوں روپے سالانہ خرچ کرتا ہے اور یہ ادارے تعلیمی لحاظ سے بھی سرکاری اسکولوں سے اچھے اور اخلاقی اعتبار سے بھی یہاں کے طلبہ بہتر ہوتے ہیں پھر اس کے ساتھ یہ ادارے حکومت کے اوپر بار نہیں ہیں بلکہ وہ ملک کا کروڑوں روپیہ بچا رہے ہیں مگر احسان مند ہونے کے بجائے

ہر حکومت کے دور میں انہیں ختم کرنے اور کمزور کرنے کی فکر ہوتی رہی ہے۔

اس وقت ہندوستان میں جدید تعلیم کی ۱۲۰ یونیورسٹیاں ہیں لیکن حکومت کے لئے مسلمانوں کی صرف تین یونیورسٹیوں کی تہذیبی اور اقلیتی حیثیت قابل برداشت نہیں ہے عثمانیہ یونیورسٹی ہندوستان میں آزادی سے پہلے واحد اردو یونیورسٹی تھی جسے ہندی یونیورسٹی بنا دیا گیا جامعہ ملیہ اسلامیہ جسے سب سے بڑے سیکولر ذہن رکھنے والے اور سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم اور ان کے رفقاء نے قائم کیا تھا اس کا اقلیتی کردار حکومت کو پسند نہیں آیا اور اسے ختم کر دیا گیا۔ ایک رہی مسلم یونیورسٹی تو آزادی کے بعد برابر اس کی امتیازی حیثیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اندرا گاندھی نے تو بالکلیہ اس کی حیثیت کو ختم کر دینے کی کوشش کی تھی جو آپ کے احتجاج اور اظہار بیزاری سے کامیاب نہ ہو سکی مگر اب بھی اس کی طرف سے ذہن صاف نہیں ہے۔

راقم الحروف نے مختصر طور پر ان پہلوؤں کی وضاحت کی ہے جن جن پہلوؤں سے دستور کے بنیادی حق کو پامال کیا گیا ہے۔ اور کیا جا رہا ہے۔ فرقہ پرست ذہن رکھنے والے خواہ وہ حکومت میں ہوں یا حکومت سے باہر وہ اس احساس کمتری میں مبتلا ہیں کہ اگر مسلمانوں کو ان کے پورے امتیازات کے ساتھ چین سے یہاں رہنے دیا گیا تو ہندوستان کا دوبارہ بٹوارہ ہو جائے گا ہم یہاں یہ بات انتہائی صفائی سے کہہ دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں نے نہ تو پہلے ہندوستان کو تقسیم کرایا اور نہ وہ کبھی دوبارہ اس تنگ نظری کا شکار ہوں گے۔ ہندوستان کی تقسیم اکثریت کی تنگ نظری اور انگریزوں کی سازش سے ہوئی اور آج اسی تنگ نظری نے ہندوستان کے سامنے درجنوں تشدد پسندی کے مسئلے کھڑے کر دیئے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے بہت سے حصے ہندوستان سے کٹ جانے کی تیاری کر رہے ہیں آزادی کے بعد ملک کو نقصان پہونچانے والے جتنے بڑے اسکینڈل پکڑے گئے ہیں بحمد اللہ ان میں ایک مسلمان کا بھی نام نہیں آیا ہے مسلمانوں میں اب تک کوئی کمار نارائن نہیں پیدا ہوا ہے۔ بلکہ ہندوستان کو بچانے کیلئے عثمان بریگیڈیر اور جمعدار عبدالحمید نے اپنا خون دیا ہے۔ یہ باتیں ذرا تلخ ضرور ہیں مگر ہم غالب کا یہ شعر پڑھنے پر مجبور ہیں ؎

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

۔ بڑی بڑی ظاہری حق تلفیاں تھیں جن کا ذکر یہاں کیا گیا ہے دل و دماغ اور ضمیر کو جو روحانی اذیتیں پہونچتی رہتی ہیں ان کو صفحۂ قرطاس پر لانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

ہم حکمراں پارٹی اور اپوزیشن پارٹیوں اور ہندوؤں کی فرقہ پرست جماعتوں سے یہ گذارش کرتے ہیں کہ آپ ان مسائل پر سنجیدگی سے غور کیجئے اور مستقبل کے شبہات سے دخدشات کو اپنے دلوں اور ذہنوں سے نکال دیجئے آپ ملک کے حالات پر اس حیثیت سے غور کیجئے کہ آج ملک اخلاقی زوال کی آخری حد پر پہونچا ہوا ہے۔ ہر طرف شراب کا دریا بہہ رہا ہے' لوٹ کھسوٹ اور رشوت کا بازار گرم ہے اس کی لپیٹ سے ہندوستان کا چھوٹا بڑا کوئی بچا نہیں ہے، اسپتالوں میں کوئی غریب مریض علاج نہیں کرا سکتا اسپتالوں میں دوا تو دور کی بات ہے انجکشن لگانے تک کے پیسے وصول کئے جاتے ہیں، ڈاکخانوں میں خطوط ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے جاتے ہیں اور ٹکٹ نکال لئے جاتے ہیں۔

آج سے دس برس پہلے تک ہندوستان کی مقامی عدلیہ سے کچھ انصاف مل جایا کرتا تھا مگر اب انصاف ملتا نہیں بلکہ خریدا جا رہا ہے' جو سنجیدہ اور صاف ستھرے قانون داں اور وکلا ہیں وہ اب پریشان ہیں کہ کیا کریں موکل ان وکلا کے پاس جاتے ہیں جو حاکموں کے لئے شراب نوشی اور عیش و عشرت کے سارے سامان مہیا کرکے اور رشوت دے کر مقدمات کے فیصلے کراتے ہیں یہ ملک کا اندرونی حال ہے اور ملک کی خارجہ پالیسی کی کامیابی اور ناکامی کا حال اسی سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے پڑوس کا کوئی ملک واقعی ہمارا دوست باقی نہیں رہ گیا ہے ان کا جھکاؤ دوسرے بڑی ملکوں کی طرف زیادہ ہے اور یہی چیز کسی ملک کی غلامی کا پیش خیمہ بنتی ہے سیاسی غلامی نہ سہی مگر معاشی اور فوجی غلامی کے تو ہم یقیناً شکار ہوں گے ہندوستان کی معاشی غلامی کا اندازہ آپ اس سے کرسکتے ہیں کہ ہندستان کا ہر شہری اس وقت ۳ ہزار روپے کا مقروض ہے اور ہر سال ہمارا ملک ایک کھرب ۸۰ ارب روپیہ سالانہ دوسرے ملکوں کو سود ادا کرتا ہے مگر اس وقت ان باتوں کی فکر نہ تو حکمراں پارٹی کو ہے اور نہ اپوزیشن پارٹیوں کو اور نہ فرقہ پرست جماعتوں کو ہے۔

عزیزان گرامی! ان حالات کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا ہے کہ ہم حقوق طلبی کی کوئی مہم چلانے کے لئے آپ کو مشورہ دے رہے ہیں یا ہم ملازمتوں اور اسمبلیوں اور پارلیامنٹ کی کرسیوں کے خواہاں ہیں ایک مومن کی حیثیت سے ہم اس کو اپنے مومنانہ منصب سے کمتر چیز سمجھتے

ہیں بلکان ناسا عد حالات کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ آپ حالات کا اندازہ کر کے اپنے اقدامات کے لئے راہِ عمل تلاش کریں۔

عزیزانِ گرامی! ان حالات میں ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے آپ کی حیثیت یہ نہ ہونی چاہئے کہ آپ اپنے چند مفادات کے لئے دوسروں کے پیچھے بھاگیں اور کوئی آپ کو سیاسی استحصال کا ذریعہ بنائے بلکہ آپ کی حیثیت یہ ہونی چاہئے کہ لوگ آپ کے پیچھے بھاگیں اور آپ ان سے اپنا کام لیں آپ نے اس سے پہلے اس ملک کو بہت کچھ دیا ہے آپ نے اس ملک کو علم و فن دیا ہے زبان و تہذیب دی ہے اور نیچ اونچ ختم کر کے انسانی بھائی چارہ اور مساوات کا سبق دیا ہے آپ نے اس شرک سے بھرے ملک میں توحید کی آواز بلند کر کے فکر و عقیدہ کی پاکیزگی اور بلندی عطا کی ہے ناسا عد حالات کے باوجود آج بھی آپ اس ملک کو بہت کچھ دے سکتے ہیں۔

عزیزانِ گرامی! یہ تھے ہمارے ملک کے حالات اب ذرا بین الاقوامی حالات پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں اس وقت دنیا میں کمیونزم کے شکست و ریخت کا جو عمل تیزی سے جاری ہے اسے ذہن میں رکھیں اور آذربائیجان اور دوسری جمہوریتوں کے وہ مسلم علاقے جن کے بارے میں ہم یہ سمجھتے تھے کہ وہاں کمیونزم نے ایمان کی روشنی ہمیشہ کے لئے بجھا دی ہے مگر معلوم ہوا کہ کمیونزم کا غیر فطری نظریہ ایمان و اسلام کی فطری روشنی کو بجھانے میں کامیاب نہیں ہو سکا ایمان کی دبی ہوئی چنگاریاں بحمد اللہ شعلہ بن کر بھڑکنا شروع ہو گئی ہیں اس انقلاب پر دینی و سیاسی دونوں حیثیتوں سے غور کریں دینی حیثیت سے غور کرنے سے میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کا جو چراغ آپ کے دلوں میں روشن کر رکھا ہے وہ اللہ کا روشن کیا ہوا چراغ ہے اس کی لو چاہے کتنی ہی مدھم کیوں نہ ہو جائے مخالف طاقتیں اسے اپنی پھونکوں سے نہ بجھا سکیں گی۔ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ۔ سیاسی حیثیت سے قابلِ غور یہ ہے کہ ظلم و جبر کی سیاست بظاہر کچھ دنوں کے لئے کامیاب نظر آتی ہے لیکن آخر میں اس کا زوال ضروری ہے بشرطیکہ پامردی سے ہم اس کے مقابلہ میں ڈٹے رہیں اور ہراساں نہ ہوں۔ ایک طرف وقت کے فرعون آپ کو برباد کرنے کی سازش کر رہے ہیں مگر رب کائنات کی آواز بھی ہمارے کانوں میں آ رہی ہے۔ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً

اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِیْنَ۔ ہم نے ارادہ کرلیا ہے کہ کمزوروں پر احسان کریں اور ان کو اس سرزمین کا امام اور وارث بنادیں
روس کی سیاسی شکست وریخت اور خلیج کی جنگ کے بعد نہ صرف دنیا کا سیاسی نقشہ بدل رہا ہے بلکہ مغرب کی تہذیبی اور معاشی گرفت بھی تیز ہوگئی ہے جس کا شکار سب سے زیادہ ہمارے مسلمان ملک ہو رہے ہیں جس کے پیچھے ایک صدی سے صرف یہودی دماغ کام کر رہا ہے روس کا انقلاب ہو یا ترکی میں خلافت کا خاتمہ عربوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کا مسئلہ ہو یا اسرائیلی حکومت کا قیام یہ سب اسی بت طناز کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ یہ کہانی بہت طویل ہم صرف اس وقت اس کی طرف اشارہ کردینا کافی سمجھتے ہیں اس لئے کہ ہمارا پڑھا لکھا نوجوان طبقہ بڑی حد تک اس سے واقف ہے۔

عزیزانِ گرامی! اس وقت دنیا میں ایک سیاسی بحران اور عدم توازن کی جو کیفیت دکھائی دے رہی ہے ایک طرف امریکہ اور مغربی ممالک اس عدم توازن کو اپنے حق میں کرنے کی فکر میں ہیں جس کی پشت پناہی یہودی لابی کررہی ہے اور دوسری طرف چین کچھ ایشیائی ملکوں کو ملا کر روس کی جگہ لینے کی فکر میں ہے بظاہر اس سیاسی بحران اور کشمکش کا سب سے زیادہ نقصان مسلمان ملکوں کو اٹھانا پڑے گا۔ چنانچہ ان کے سارے مسائل کو ان حالات نے پیچھے ڈال دیا ہے اب ہر مسلمان ملک اپنی زندگی کی خیر منانے میں لگا ہوا ہے۔ اب نہ تو ان کو اس سیاسی عدم توازن کو اپنے حق میں کرنے کی فکر ہے اور نہ اب مسجد اقصیٰ کی بازیابی اور فلسطینی ریاست کے قیام کی واقعی کوئی تڑپ دکھائی دے رہی ہے۔ اور نہ مشترکہ فوجی صف بندی کی کوئی آواز سنائی دے رہی ہے۔

محترم حضرات اور عزیزانِ گرامی! راقم الحروف نے مختصر طور پر ہندوستان اور موجودہ دنیا کے حالات پر ایک سرسری نگاہ ڈالی ہے اب آپ ان حالات کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ کریں کہ یہ حالات ہمارے لئے کسی اقدام کا تقاضہ کررہے ہیں یا نہیں؟ راقم الحروف کے نزدیک ہندوستان سے باہر یہودی ایک مدت سے مسلمانوں کے خلاف جو سیاسی سازش کررہے ہیں۔ سازش کے وہی طریقے ہندوستان کے یہودی یعنی آر۔ ایس۔ ایس اور اس کی ذریت اپنانے کی کوشش کررہی ہے اور جس طرح عالمی پیمانہ پر اس یہودی سازش کا شکار دنیا کے مسلمان ممالک ہورہے ہیں اسی طرح ہندوستان میں ہم بھی اس کا شکار ہوتے نظر آرہے ہیں اس لئے اس سازش کا شکار

نتیجے پہلے اس سازش کے خلاف کسی اقدام پر غور نہ کرنا نہ صرف سیاسی غلطی ہوگی بلکہ یہ ہماری انتہائی دینی و سیاسی بے بصیرتی ہوگی۔

ہمارے نوجوان طبقے نے مسلمانوں کے رہنماؤں کو نہ صرف اقدام کانفرنس کر کے مذکورہ خطرات کو محسوس کرنے کی دعوت دی ہے بلکہ اس کے لئے کتاب و سنت کی روشنی میں نشان راہ اور سمت سفر کی طرف بھی توجہ مبذول کرادی ہے اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اس قافلہ کو اس منزل کی طرف گامزن کرنے میں ہم اپنا کردار ادا کریں۔ حالات کے اس مختصر جائزے کے بعد اب ہم کانفرنس کے اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہیں۔

محترم حضرات! اقدام کے لئے تین فکری و عملی مرحلے مقرر کئے گئے ہیں۔ رجوع الی اللہ دعوت الی اللہ جہاد فی سبیل اللہ یہ تینوں ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

رجوع الی اللہ

رجوع الی اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ روایتی انداز میں نہیں بلکہ شعوری طور خدائے بزرگ و برتر کی طرف ہم رجوع کریں اور جسم و جان کی ساری صلاحیت کے ساتھ اس کی طرف پلٹیں جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی اس وقت اللہ تعالیٰ کے ماننے والے بھی موجود تھے اور توحید کی آواز بھی بالکل مٹی نہیں تھی لوگ اللہ کو اپنا خالق و مالک بھی مانتے تھے اور کارساز بھی مگر یہ ماننا شعوری انداز میں نہیں بلکہ روایتی انداز میں تھا۔ اس لئے جب آپؐ نے شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کے ماننے کی یاد دوسرے الفاظ میں توحید خالص کی آواز دی تو وہ لوگ جو یہ پوچھے جانے پر کہ "مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ اس کے جواب میں "لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ" کہنے والے بھی آپ کی شعوری دعوت توحید پر بگڑ کھڑے ہوئے قرآن پاک میں بار بار کفار کے بارے میں جو لَا يَرْجِعُوْنَ (وہ حق کی طرف پلٹتے نہیں) کی بات دہرائی گئی ہے اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ خدا کی طرف شعوری طور پر نہیں پلٹ رہے ہیں جب ایک مومن شعوری طور پر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو لازمی طور پر اس کے اندر دو باتیں پیدا ہو جاتی ہیں ایک یہ کہ اس کے قلب و دماغ میں یقینِ محکم کی ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ مومن کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اور اس کی محبت اور دشمنی کے سارے پیمانے اور طریقے بدل جاتے ہیں اسی شعوری یقین میں جب کمی ہوتی ہے تو مسلمانوں کو خطاب کر کے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی آواز لگانی پڑتی ہے یہ آیت مدنی ہے جب کہ صحابہ کرام کو اسلام قبول کئے ہوئے ایک مدت ہو چکی تھی جس سے معلوم ہوا کہ جب ایمان و یقین میں روایتی انداز آنا شروع ہو جاتا ہے تو پھر ان کو شعوری یقین کی طرف دعوت دی جاتی ہے اسی شعوری ایمان کو زندہ رکھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہ (لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہا کرو)

دعوت الی اللہ رجوع الی اللہ کا دوسرا اثر لازمی طور پر یہ ہوتا ہے یا ہونا چاہیئے کہ جو یقین مومن کے دل میں بیٹھا ہے اسے وہ خدا کی امانت اور اپنی ذمہ داری سمجھ کر دوسروں تک پہونچائے یہ یقین پہاڑ کی چٹان کی طرح مضبوط تو ضرور ہوتا ہے مگر جامد نہیں ہوتا بلکہ دریا کی روانی اور سورج کی روشنی کی طرح اس کی بارانی اور ضو فشانی عام ہوتی ہے جس طرح پہاڑ کی چٹان سے چشمے ابلتے ہیں اسی طرح شعوری ایمان کے بعد مومن کے دل کی گہرائیوں سے دعوت دین کے چشمے ابلتے ہیں یہ دن رات کا مشاہدہ ہے کہ جب ہم کو اپنی کوئی پسندیدہ چیز مل جاتی ہے تو فطری طور پر ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہماری پسندیدگی میں دوسرے بھی شریک ہو جائیں یہی حال مومن کا ہوتا ہے جب اسے شعوری ایمان کی دولت مل جاتی ہے تو وہ اسے چھپا کر نہیں رکھتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ ہر نکتہ داں ہی کے لئے یہ دولت خاص نہ ہو۔ بلکہ عامی سے عامی آدمی کے لئے بھی یہ صلائے عام ہو جائے۔

جہاد فی سبیل اللہ اسی رجوع الی اللہ اور دعوت الی اللہ کا لازمی نتیجہ جہاد فی سبیل اللہ ہے یہ کوئی نظریہ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے پوری اسلامی تاریخ بلکہ پوری مذہبی تاریخ کی شہادت موجود ہے آپ انبیائے کرام اور خاص طور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پڑھیں گے تو آپ کو نظر آئے گا کہ اگر آپ تھوڑی سی اخلاقی اصلاح کے ساتھ صرف روایتی مذہب کی دعوت دیتے تو نہ کوئی کشمکش پیدا ہوتی اور نہ جان و مال کی وہ قربانی دینی پڑتی جس کا ذکر ہم اپنی وعظ کی مجلسوں میں عام طور سے بڑے جوش و خروش سے کرتے رہتے ہیں اور نہ قرآن کے ذریعہ باربار یہ آواز دی جاتی۔

وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ؕ ھُوَاجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ

اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے اللہ نے اس کے لئے تمہارا انتخاب

مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (انبیاء)

کیا ہے اور اس نے دین کے معاملہ میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر ہمیشہ قائم رہو انہی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

یہاں پر وما جعل علیکم فی الدین من حرج کا جملہ بڑی معنویت رکھتا ہے مقصد یہ ہے کہ جان و مال کی قربانی کا یہ حکم تمہیں کسی تنگی میں ڈالنے کے لئے نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ یہ ملت ابراہیمی کے ماننے والوں کا فریضہ ہے جس نے تمہارا نام مسلم (فرمانبردار) رکھا ہے۔

غرض کہنے کی یہ ہے کہ رجوع الی اللہ کے شعوری جذبہ سے جب بھی توحید خالص کی دعوت دی جائے گی تو کشمکش کا پیدا ہونا اور رکاوٹوں اور آزمائشوں سے سابقہ پڑنا ضروری ہے اسی کشمکش اور آزمائشوں کی بھٹی میں پڑنے کے بعد ایمان کے صدق و کذب کا پتہ چلتا ہے۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (عنکبوت)

کیا لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ وہ ایمان کا دعوی کرنے کے بعد چھوٹ جائیں گے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا جبکہ ہم ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گذرے ہیں اللہ تعالیٰ ایسا اس لئے کرتا ہے کہ وہ جان لے کہ ایمان کے اقرار میں کون لوگ سچے ہیں اور کون لوگ جھوٹے ہیں۔

اسی کشمکش سے نبرد آزما ہونے اور رکاوٹوں کو دور کرنے اور آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کا نام جہاد ہے کبھی یہ فرض زبان و قلم کے ذریعہ انجام دینا پڑتا ہے اور کبھی مال و دولت خرچ کر کے اور کبھی اس کے لئے قوت کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ ایک دو دن یا کسی عہد اور زمانہ کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ایک مومن کی زندگی کا یہ دائمی وظیفہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ÷ جہاد قیامت تک جاری رہے گا

دوسری حدیث میں اس کی مزید وضاحت آپ نے فرمائی ہے

والجهاد ماض منذ بعثنی اللہ الی ان جہاد میری بعثت سے شروع ہو کر اس وقت

یقاتل اخر امتی الدجال لایبطلہ جور جائر ولا عدل عادل (مرقاۃ ج ۴ ص ۱۹۹ بحوالہ ابوداؤد)

تک جاری رہے گا یہاں تک کہ ہماری امت کے آخری لوگ دجال سے لڑیں گے اور اس جہاد کو نہ کوئی ظالم باطل کر سکتا ہے اور نہ کوئی عادل ختم کر سکتا ہے۔

یہ احادیث ان آیات قرآنی کی تشریح ہیں جس میں ہمیشہ اپنی قوت کو مضبوط کرنے یا دوسرے الفاظ میں اقدام کے لئے تیار رہنے کا مشورہ ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا ہے۔

وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اللهُ يَعْلَمُهُمْ (انفال)

ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہر طرح کی قوت اور اچھی سواریاں تیار رکھو تاکہ ان کے ذریعہ اللہ کے اور اپنے دشمنوں پر تم اپنا رعب داب قائم کر سکو اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں تم یقینی طور نہیں جانتے مگر اللہ ان کو جانتا ہے۔

اس میں مِنْ قُوَّةٍ کا لفظ نکرہ یعنی کامن ناون (comon noun) استعمال ہوا ہے جس میں ہر طرح کی قوت شامل ہے محدثین و مفسرین اس الجہاد کی کیا تفسیر کرتے ہیں اسے بھی ملاحظہ فرمائیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وهو لغة مشقة وشرعا بذل المجهود فى قتال الكفار مباشرة او بالمال او بالرائى او بتكثير السواد او غير ذالك (مرقاۃ ج ۴ ص ۱۶۵)

لغت میں اس کے معنی مشقت کے آتے ہیں اور شریعت میں کفار کے مقابلے میں اپنی پوری قوت صرف کرنے کو کہتے ہیں ان سے براہ راست مقابلہ کر کے یا مالی اعانت دیکر یا اپنی رائے اور مشورہ کے ذریعہ یا اپنی تعداد بڑھا کر اس کے علاوہ اور جو صورت بھی ممکن ہو۔

بعض حضرات جہاد کو فرض کفایہ کہہ کر اس کی اہمیت کو کم کرتے ہیں مگر ان حضرات کے ذہن میں فرض کفایہ کا کیا مفہوم ہے ہم سمجھنے سے قاصر ہیں مگر ہمارے محدثین نے اس سے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے۔

اذا لزم فى كونه فرض عين ان يخرج
الكل عن الامصار دفعة واحدة
وليس ذالك لازمًا بل يكون كالحج
على الكل بل يلزم كل واحد ان
يخرج ففى مرة طائفة ومرة طائفة
اخرى وهكذا وهذا لا يستلزم
تعطيل المعاش

(ایضا ص ۱۶۶ ج ۴)

جہاد کو فرض عین اس معنی میں قرار دینا کہ سب مسلمان
ایک ساتھ اس کے لئے نکل پڑیں تو یہ ضروری نہیں
ہے بلکہ یہ حج کی طرح ہے کہ فرض تو سب پر ہے
لیکن یہ ضروری ہے کہ لوگ اس کے لئے یکے بعد
دیگرے نکلیں ایک گروہ ایک بار دوسرا گروہ
دوسری بار اسی طرح یہ سلسلہ رہے ایسا اس لئے
کیا گیا ہے کہ زندگی کے معاشی ذرائع اور دوسرے
کام بالکل معطل ہو کر نہ رہ جائیں ۔

مگر یہ صورت عام حالت میں ہے لیکن اگر نفیرِ عام ہو جائے تو سب کو نکلنا ضروری ہے صاحب
مرقاۃ آگے لکھتے ہیں ۔

ثم اذا هذا لم يكن نفيرا عاما
فان كان هجموا على بلدة من
بلاد المسلمين فيصير من فروض
الاعيان سواء كان المستنفر عدلا
او فاسقًا فيجب على تلك اهل البلدة
النفر وهكذا الى ان يجب على
جميع اهل الاسلام شرقا و
غربا ۔

(ایضاً ص ۱۶۶ ج ۴)

یہ اس صورت میں ہے جب نفیر عام نہ ہو لیکن
جب دشمن مسلمانوں کی کسی بستی پر ٹوٹ پڑیں
تو ہر شخص پر مقابلہ کرنا فرض ہو جاتا ہے چاہے
اس مقابلہ کی آواز دینے والا عادل ہو یا
فاسق ایسی صورت میں اس بستی کے لوگوں
پر واجب ہے کہ وہ مقابلہ کے لئے نکل
کھڑے ہوں اسی طرح مشرق و مغرب کے
تمام مسلمانوں پر اس صورتحال میں جہاد واجب
ہو جاتا ہے ۔

غزوۂ احزاب کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزانہ انداز میں یہ اعلان فرمایا کہ
آئندہ کفار ہم پر حملہ نہ کر سکیں گے ہم ان پر اقدام کریں گے چنانچہ آپ کے عہد میں خیبر اور فتح
مکہ غزوۂ تبوک وغیرہ اس کی نمایاں مثال ہیں ۔

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام ہر
ہر فرد پر فرض ہے لیکن زندگی کے دوسرے کام معطل نہ ہو جائیں اس لئے ایک ایک گروہ

کو کے بعد دیگرے حصہ لینے کا حکم ہے ایسا نہیں ہے کہ کچھ لوگ مستقل طور پر اس سے مستثنیٰ کر دئیے گئے ہیں جیسا کہ زمینداری کے زمانہ میں بڑے بڑے زمیندار لوگ حکم فرماتے تھے کہ فلاں فلاں سے کہدو کہ وہ نماز تراویح پڑھ لیں گویا یہ بھی ایک فرض کفایہ تھا جس کا بوجھ وہ للو اور بدھو کے ذریعہ اتارتے تھے۔

جہاد کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک دفاعی جہاد دوسرے اقدامی جہاد دفاعی جہاد کے لئے کوئی شرط نہیں ہے جب بھی اس کے اسباب پیدا ہو جائیں وہ ہر شخص پر فرض ہے اقدامی جہاد کے لئے کچھ شرائط ہیں اس پر ہم اس وقت گفتگو کو چھوڑ رہے ہیں لیکن اتنی بات ذہن میں ضرور بٹھالیں کہ فرض کفایہ کی بات اسی اقدامی جہاد کے لئے ہے دفاعی جہاد کسی صورت میں فرض کفایہ نہیں ہوتا اگر قدرت کے باوجود کوئی اسے انجام نہیں دیتا تو وہ گنہگار ہوگا کیا آپ کی اٹیچی کوئی لے کر بھاگے تو آپ خاموشی سے دیکھتے رہیں گے یا اس سے چھین لینے کی کوشش کریں گے آپ کے گھر پر ڈاکہ پڑ جائے تو آپ دم سادھ کر چارپائی پر پڑے رہیں گے یا دوڑ کر مقابلہ کریں گے اور اگر خود نہیں کر سکتے تو پاس پڑوس کو آواز دیکر بلائیں گے اور اپنی جان ومال کی حفاظت کریں گے ایسے مواقع پر ہم سب یہی کرتے ہیں اور ایسا کرنا نہ صرف ضروری بلکہ یہ ایک دینی فریضہ ہے اب چند آیتیں اور احادیث نبوی ملاحظہ ہوں جن سے اندازہ ہوگا کہ موجودہ حالات میں اقدامی جہاد کے بارے میں تو دو رائیں ہو سکتی ہیں مگر دفاعی جہاد کے بارے میں کسی تاویل وتوجیہ کی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن میں دفاع کا حکم

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ	اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو طاقت استعمال کرنے کی جن کے خلاف جنگ کی جارہی کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قادر ہے یہ وہ لوگ ہیں

(الحج)

جو ناحق اپنے گھروں سے نکال دئے گئے ہیں صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا
(النساء)

آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف ہمارا کوئی حامی اور مددگار پیدا کر دے۔

حدیث نبوی میں دفاع کا حکم

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت میں ہے کہ حضورؐ کو جب کسی قوم سے اندیشہ ہوتا تو دعا کرتے۔

اللّٰهم انا نجعلك في نحورهم ونعوذبك من شرورهم

یعنی اے اللہ ہم ان کے مقابلہ میں تجھ کو کرتے ہیں اور ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا ۔

لا تتمنوا لقاء العدو واسئلوا الله العافيه فاذا لقيتموهم فاصبروا

دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو اللہ سے عافیت مانگو لیکن مڈبھیڑ ہو جائے تو جم جاؤ

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے اور ابو داؤد و ترمذی میں حضرت ابو الاعور سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔

من قتل دون ماله فهو شهيد — جو مارا گیا اپنے مال کی حفاظت میں وہ شہید ہے

ومن قتل دون دمه فهو شهيد — اور جو مارا گیا اپنے جان کی حفاظت میں وہ شہید ہے

ومن قتل دون اهله (دینه) فهو شهيد — اور جو مارا گیا اپنے دین کی حفاظت میں وہ شہید ہے

ومن قتل دون اھلہ فھو شہید — اور جو مارا گیا اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں وہ شہید ہے۔

مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا ایک آدمی حضور کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کا کیا خیال ہے اگر ایک آدمی آئے میرا مال چھیننے لگے تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو اپنا مال نہ دے، سائل نے عرض کیا اگر وہ مجھ سے جنگ کرے فرمایا تو تو اس سے جنگ کر سائل نے دریافت کیا اگر مجھ کو قتل کردے تو آپ نے فرمایا تو شہید ہوگا پھر سائل بولا اگر میں اس کو قتل کردوں تو آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے آپؐ نے فرمایا۔

من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا او رفقد عصیٰ	جس کو تیر اندازی سکھائی گئی پھر اس نے تیر اندازی چھوڑ دی وہ ہم سے نہیں یا اس نے نا فرمانی کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ترک جہاد کی ایک وعید اور سن لیجئے،

عن ابی بکرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ترک قوم الجھاد الاعمھم اللہ بالعذاب	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی کوئی قوم جہاد (یعنی دین کے لئے جان مال کی قربانی دینا) چھوڑ دے گی تو اللہ ان پر عمومی عذاب مسلط کردے گا۔

اوپر ہندوستان اور دنیا کے حالات کی جو مختصر وضاحت کی گئی ہے اور جہاد کے سلسلہ میں شریعت کے احکام کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے ان کی روشنی میں آپ بتائیں کہ کیا حالات دفاعی جہاد سے آگے بڑھ کر اقدامی جہاد کا اشارہ نہیں دے رہے ہیں؟

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہر طرح کی کشمکش سے دور رہنا چاہئے اس لئے کہ کشمکش دعوت کے راستہ میں سنگ گراں ثابت ہوتی ہے یہ بات یہ فرض کر کے کہی جاتی ہے کہ گویا مسلمان ہر وقت کشمکش کے لئے تیار رہتا ہے یہ حضرات گویا ہندو پریس اور حکومت کے اس پروپیگنڈے کا شکار ہیں جو آئے دن مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ کر انھیں

کو ظالم بھی ٹھہراتے ہیں۔

یہ حضرات اس سلسلہ میں صلح حدیبیہ کی مثال پیش کرتے ہیں کہ کشمکش کی حالت میں ۱۸ برس تک جتنے مسلمان ہوتے تھے اس سے زیادہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ہوئے لیکن یہ حضرات یہ بھول جاتے ہیں کہ ۱۸ برس کی کشمکش کے نتیجہ ہی میں جن کے دلوں میں اسلام کی روشنی پہونچ چکی تھی مگر ڈر اور خوف کے ماحول کی وجہ سے اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکے تھے اور اب جب یہ کیفیت دور ہوئی تو انہوں نے اپنا ایمان ظاہر کیا ایسا نہیں ہے کہ صلح کا اعلان ہوتے ہی لوگ نئے سرے سے مسلمان ہونا شروع ہوگئے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ صلح کے ماحول میں تیزی سے اسلام پھیل رہا تھا تو صلح حدیبیہ کے بعد ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر اقدام کیوں فرمایا؟ اور دو سال بعد آپ نے مکہ پر حملہ فرمایا آپ بتائیں کہ ان اقدامات کی توجیہہ آپ کیا کریں گے؟ حضور کے اقدام کو آپ نعوذ باللہ غلط قرار دیں گے؟ پھر صلح حدیبیہ کے درمیان بیعت رضوان بھی لی گئی تھی اسے کیوں بھلا دیا جاتا ہے؟ اور پھر فتح مکہ کے بعد ہی تو پورا جزیرۂ عرب مسلمان ہوا۔

غرض یہ ہے کہ ہندوستان میں کشمکش ایک سوچی اسکیم کے تحت پیدا کی جارہی ہے یہ کشمکش ایک منصوبہ کے تحت آپ کے دین کے خلاف آپ کے تہذیبی امتیازات کے خلاف کی جارہی ہے اسے عام قسم کی کشمکش نہ سمجھنا چاہیئے۔ یکطرفہ طور پر اگر ہم اسے ختم کرنا چاہیں بھی تو یہ ختم ہونے والی نہیں ہے اب آخر میں ہم چند باتیں اپنے نوجوان عزیزوں سے کہنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

عزیزان گرامی! سب سے پہلی بات تو آپ یہ ذہن نشین کرلیں کہ روس کی شکست و ریخت کے بعد دنیا میں اس وقت سیاسی خلا کے ساتھ ایک بڑا نظریاتی خلا بھی پیدا ہوگیا ہے کیمونزم برا یا بھلا ایک نظریہ تھا اور اس نے اس نظریہ کی قوت سے آدھی دنیا کو متاثر کیا تھا مگر کیمونزم اب تار عنکبوت کی طرح بکھر رہا ہے اور پھر دوبارہ اس کو اپنی پچھلی حیثیت حاصل کرلینا بظاہر ممکن نہیں معلوم ہوتا اب سیاسی اور نظریاتی خلا کو کون پورا کرسکتا ہے؟ اسے نہ تو معاشی دباؤ پورا کرسکتا ہے اور نہ فوجی طاقت بلکہ اس نظریاتی خلا کو اس وقت

صرف اسلام پورا کرسکتا ہے۔ اور اسلام کی اس نظریاتی دولت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا ہے آپ ہی اپنے اقدام سے اس نظریاتی اور سیاسی خلا کو پورا کرسکتے ہیں اس وقت دنیا کی ایک بڑی آبادی جو نصف صدی سے ایک خوشنما نظریہ کے سہارے جی رہی تھی اب وہ ذہنی طور پر ایک عجیب مخمصے اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا ہے۔ آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ ان حالات سے پورا فائدہ اٹھائیں اور اسلام کی نظریاتی روشنی سے لوگوں کے دلوں کو منور کردیں اور ان کی بے یقینی کی کیفیت کو اپنے یقین کی دولت سے پُر کردیں۔

آپ یقین کریں حالات ظاہری طور پر ناسازگار ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے سازگاری کے بے شمار سامان بھی مہیا کر رکھے ہیں بس آپ کے عزم جواں کی ضرورت ہے ؎

دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لئے تنگ ۔۔۔ چیتے کا جگر چاہئے شاہین کا تجسس

آزادی کے بعد ہندوستان کے رہنماؤں نے ہندوستان کو سیکولر ڈیموکریٹک سوشلسٹ اسٹیٹ اس لئے قرار دیا تھا کہ ہندوستان کے متضاد عناصر کو اس کے تحت جوڑا جاسکے مگر اب پیٹرن بدل رہا ہے اب ہندو اسٹیٹ کی آواز نے اس کو دبا دیا ہے اس سے آپ گھبرائیں نہیں یہ منفی نظریہ کسی مثبت نظریہ کی جگہ نہیں لے سکتا اور نہ اس کے اندر ہندوستان کے مختلف سماجی عناصر کو جوڑنے کی کوئی مؤثر صلاحیت ہے بلکہ انشاء اللہ یہ ایک بڑے انتشار کا سبب بنے گا اس لئے یہاں اسلام کا مستقبل روشن ہے صرف ضرورت ہے کہ ہم اسے صحیح طور پر پیش کرسکیں۔

دوسری بات آپ سے یہ کہنی ہے کہ آپ اپنے اقدام کے لئے کوئی بندھا ٹکا طریقہ نہ استعمال کریں بلکہ اپنی طاقت و وقت کے بقدر اسے زندگی کے سارے عملی میدانوں میں پھیلائیں خواہ یہ کام براہ راست دعوت دین کا ہو یا اصلاح معاشرہ کا یا عام انسانی اخلاقی سدھار کا ہو یا مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کا ہو یا معاشی بہتری کا ہو یا ملی و سیاسی وقار کا یا دفاعی محاذ کا مگر یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دوسرے جو حضرات جن میدانوں میں کام کر رہے ہیں اس سلسلہ میں آپ ان کا تعاون کریں اور اپنے تعاون سے ان کے کام کو مزید آگے بڑھانے کی کوشش کریں اور جو کام ہو رہا ہو اس کو براہ راست اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔

مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس وقت شادی بیاہ کی فضول خرچیوں اور نکاح و طلاق کی بے اعتدالیوں کی اصلاح کی ایک مہم چلا رکھی ہے اگر آپ اپنے اقدام سے دو چار ہزار نوجوانوں کو اس پر آمادہ کر دیں کہ وہ اپنی شادی میں رسم و رواج سے اوپر اٹھ کر غیر شرعی بات نہ ہونے دیں گے تو اس سے پورے مسلم معاشرے میں ایک انقلاب آجائے گا اگر والدین اس پر راضی نہ ہوں تو آپ ان سے بغاوت کر کے ایسا کرنے پر مجبور کر دیں اور جو کام نہیں ہو رہا ہے اسے براہ راست اپنے ہاتھ میں لیں مثلاً نوجوانوں کے دینی و سیاسی بیداری کا جو کام آپ کر رہے ہیں موجودہ حالات میں وہ سب سے اہم کام ہے اس کو اپنا بنیادی کام سمجھیں۔

بعض حضرات اسلام کی دعوت اور مسلمانوں کی خدمت اور ان کے تحفظ اور ان کے مسائل کے حل کے کام میں فرق کرتے ہیں پہلے کام کو دین کا کام کہتے ہیں اور دوسرے کاموں کو دنیا کا کام سمجھتے ہیں بعض حضرات اسے اس طرح کہتے ہیں کہ مسلمان ایک اصولی جماعت ہے کوئی قومی جماعت نہیں ہے اس لئے قومی سطح سے کوئی کام نہ کیا جائے بلکہ براہ راست اصولی کام کیا جائے اس سلسلہ میں دو باتیں عرض کرنی ہیں ایک یہ آپ اسلام اور مسلمان کے کاموں میں جتنا چاہیں فلسفیانہ فرق کریں مگر دنیا اسلام اور مسلمان میں فرق نہیں کرتی اور وہ اسلام اور اہل اسلام دونوں سے یکساں سلوک کر رہی ہے اسی لئے ہر کلمہ گو کو قابل قدر سمجھیں اور ان کے ہر جائز کام کو دین کا کام سمجھیں ورنہ بہت سے آزمائش کے موقع پر ہم کو یہ شعر پڑھنا پڑے گا ؎

کام اس فرق زباد سے اٹھا نہ کوئی　　　　کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ (ہم نے دین نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے) آپ بتائیں کہ اس کی حفاظت کون کرے گا کیا فرشتے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حفاظت کرائے گا یا مسلمانوں کے ذریعہ اس کی حفاظت ہوگی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت ہمارے ذریعہ ہی سے کرائے گا اب آپ بتائیں جو لوگ دین کی حفاظت کا سبب نہیں ان کی حفاظت یا ان کے مسائل کے حل کا کام

دنیاداری اور غیر اصولی کام کیسے ہو گیا؟ شاید یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ہماری بے عملی کے لئے شیطان نے ہمیں یہ ایک خوشنما فلسفہ دے دیا ہے۔ اس آیت سے یہ بات بھی نکلی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی

حفاظت کرے گی مسلمانوں کو بھی قیامت تک باقی رکھے گا۔

عزیزانِ گرامی! ایک بات اور آپ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اس وقت اسلحہ کی قوت سے زیادہ ذرائع ابلاغ کی قوت سے کام لیا جا رہا ہے آپ بھی اخلاقی قدروں کے اندر زیادہ سے زیادہ اس قوت سے کام لینے کی کوشش کریں مگر اسی کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ آپ کی باکردار عملی جدوجہد کا عوام پر جو اثر پڑے گا وہ دوسری کسی چیز کا نہیں پڑے گا آپ بہت زیادہ کاغذی اور دفتری کاموں پر تکیہ نہ کریں بلکہ معاشرہ کے افراد میں آپ کی واقعی جو تصویر ابھرے اسی کو اپنا کام تصور کریں یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب آپ آرام و آسائش کے بجائے سخت کوشی اور سادگی کو اپنے اوپر لازم کرلیں ایک بڑے عالم نے مسلمانوں کو خطاب کرکے ایک بار یہ بات کہی جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ انہوں نے کہا "اگر کسی شخص کو سانپ کاٹ لے یا کوئی شخص زہر پی لے تو اس کو زندہ بچا لے جانے کی امید ہو سکتی ہے مگر جو افراد اور قومیں عیش و عشرت اور آرام و آسائش کی عادی ہو جائیں ان کو زوال اور ذلت و رسوائی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

تیسری اور آخری بات اچھی طرح آپ یہ ذہن نشین کرلیں کہ آپ نے رجوع الی اللہ کی جو بات کہی ہے اگر آپ اسی پورے شعور کے ساتھ کوئی اقدام کریں گے تو ان شاء اللہ وہ تصور سے زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہو گا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک طرف ساری مادی تدبیریں اختیار کرنے کا حکم دیا تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (دشمنوں پر آپ نے تیر نہیں چلایا بلکہ ہم نے ان پر تیر چلایا ہے) ایک غزوہ کی کامیابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو خطاب کرکے فرمایا۔ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ۔ تم نے ان پر گھوڑے اور سواریاں نہیں دوڑائیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے فتح دے دیتا ہے۔

مسلمانوں کے دل میں جب بھی اپنی قوت و کثرت کا غرور پیدا ہوتا ہے تو ان کو ناکامی

کا سامنا دیکھنا پڑتا ہے اور جب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر یقین کے ساتھ کوئی اقدام کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ غیب سے مدد کرتا ہے قرآن پاک نے غزوۂ حنین کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچا ہے اسے آپ بغور پڑھیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ کے دست مبارک میں ایک معمولی عربی کمان تھی اور ایک صحابی کے ہاتھ میں مضبوط ایرانی کمان تھی غالباً ان کے دل میں اس کی وجہ سے کچھ غرور پیدا ہو گیا تھا آپ نے فرمایا اس کو پھینکو اس پر بھروسہ نہ کرو بلکہ اپنے معمولی اسلحہ کے ساتھ اس ذات پر اعتماد کر کے آگے بڑھو جس کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات ہے پھر آپ نے فرمایا۔

فانہا یوید اللہ لکم بہا فی الدین ویمکن لکم فی البلاد (ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ) اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ملکوں میں غلبہ دے گا۔

اس لئے آپ اپنے اقدام کی ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی رجوع الی اللہ کی یہ کیفیت باقی رکھیں ان شاء اللہ آپ کی تھوڑی سی کوشش کو اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ بارآور کرے گا جتنا کہ آپ سمجھتے ہیں۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں۔

محترم حاضرین مجلس! اور عزیزان گرامی!

مجھے احساس ہے کہ میں نے آپ کا بہت قیمتی وقت لیا ہے مگر میں ان باتوں کو اگر آپ کے گوش گزار نہ کرتا تو میں اس امانت میں خیانت کرتا جو اللہ تعالیٰ نے دین اور علم دین کی برکت سے ہم جیسے کمزوروں کے سپرد کی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ ۝ اللھم ان نواصینا وجوارحنا بیدک لم تملکنا منہا شیئاً فاذا فعلت ذالک بنا فکن انت ولینا واھدنا الی سواء السبیل۔ اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم ۝

میں ایس آئی ایم کے ذمہ داروں اور کارکنوں کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھ جیسے کمزور ضعیف آدمی کو جہاد فی سبیل اللہ جیسے پر عزیمت موضوع پر کچھ کہنے کا موقع دیا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے عزم وارادہ میں حرارت پیدا کرے اور آپ کے عزم واقدام کے راستے کی دشواریوں کو دور فرمائے اور ناسازگار حالات کو سازگار بنائے اور ہمیں آپ کی ہمت افزائی اور تائید کے صلہ میں اپنی بے عملی کی مسئولیت سے بچائے۔ آمین

دس ہفتہ

مہاراشٹر اور گجرات کے سفر کے واقعات اور تاثرات

از: مجیب اللہ ندوی

نوجوانوں کی تنظیم ایس آئی ایم کے ذمہ داروں کی مخلصانہ خواہش اور ان کے دینی جذبات کے بنا پر راقم الحروف نے ان کی "اقدام امت کانفرنس" میں شرکت کا وعدہ کر لیا تھا چنانچہ وعدہ کے مطابق ۲۱ ردسمبر ۱۹۸۱ء کو اعظم گڑھ سے برادرم عالم بدیع اعظمی اور عزیزی حاجی محمد یونس اور مولوی عقیل احمد صاحب کے ساتھ روانہ ہو کر ۲۲ ردسمبر کی رات میں بمبئی پہونچا اسٹیشن پر ایس آئی ایم کے کئی نوجوان موجود تھے انھوں نے "ہوٹل ساحل" چلنے کے لئے کہا مگر برادرم ابو صالح انصاری عرف بابو میاں صدر شبلی کالج کو قیام کے لئے لکھ چکا تھا اور ان کا آدمی بھی اسٹیشن پر لینے کے لئے موجود تھا۔ اس لئے ہوٹل جس سے مجھے سخت وحشت ہوتی ہے نہ جا کر ان کے مکان بھائی کلہ مع رفقاء چلا گیا۔ اور پھر چار دن وہیں قیام رہا اس چار دن کے قیام کا ذکر آگے آئے گا۔

"اقدام امت کانفرنس" میں شرکت کے لئے جو چیزیں میرے کشش کا سبب بنیں وہ دو تھیں ایک تو وہ عنوانات جو انہوں نے اقدام کے لئے مقرر کئے تھے جس کا ذکر میں نے اپنے افتتاحی خطبہ میں کیا ہے دوسری چیز جو باعث کشش ہوئی وہ یہ کہ یہ نوجوان جماعتی عصبیت اور طبقاتی تنگ نظریوں سے اوپر اٹھ کر دین و ملت کے کام کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں، جماعتی، مسلکی اور طبقاتی عصبیت جس نے ملت کو نہ جانے کتنے خانوں میں بانٹ دیا ہے اس سے وہ اپنا دامن پاک رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس جماعت نے بھی ان کی شدید مخالفت کی جس سے ان کا بڑی حد تک فکری رشتہ اب بھی قائم ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان کو کچھ ایسے لوگوں کی رہنمائی کی ضرورت تھی جنہیں وہ اپنے نزدیک دین و ملت کے کاموں میں اعتدال پسند جماعتی عصبیت سے بلند اور وسیع النظر پاتے ہیں، افسوس ہے کہ

بعض ممتاز حضرات بعض مجبوریوں کی وجہ سے اسمیں شریک نہ ہو سکے مگر ان کے دلوں میں بھی ان نوجوانوں کی اعتدال پسندی اور وسیع النظری کی قدر ہے البتہ ہم جیسے کچھ دوسرے تیسرے درجہ کے لوگوں نے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کی۔

یہ کانفرنس اس صورت حال میں منعقد ہوئی کہ ایک طرف ہمارے دینی طبقہ کے بہت سے حضرات ایس آئی ایم کے جماعت اسلامی کے پچھلے تعلق کی بنا پر اس سے قدرے بدگمان تھے۔ دوسری طرف جماعت اسلامی انقلاب امامت کا دعویٰ کرنے کے باوجود "اقدام" اور "جہاد" کے لفظ سے ایسی لرزہ براندام ہوئی کہ اپنے حلقہ کے افراد کو حکماً شرکت سے روکدیا۔ جماعت اسلامی نے دو وجہ سے اس کی مخالفت کی ایک تو یہ کہ وہ فرقہ پرستی کا داغ دھونے کے لئے اب سیکولر پالیسی پر گامزن ہونے کی کوشش کر رہی ہے* دوسرے وہ کسی دوسری کسی ایسی مسلم تنظیم کا بہت زیادہ مضبوط اور متحرک ہونا پسند نہیں کرتی جو بالکلیہ اس کی گرفت میں نہ ہو چنانچہ ادھر تیس بتیس برس کے اندر اس نے جس جماعت میں شرکت کی اس نے ملت میں اپنا اعتماد بحال کرنے اور اپنی مقبولیت میں اضافہ کی کوشش تو کی مگر اس جماعت کو اس نے کوئی فائدہ نہیں پہونچایا البتہ اس کو کمزور اور بے اثر کرنے کی کوشش ضرور کی اتنی بات زبان قلم پر اس لئے لائی گئی ہے کہ شاید وہ اپنے طرز عمل کا جائزہ لے سکیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ ایس آئی ایم نے اقدام امت کے لئے جو رجوع الی اللہ، دعوت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے عنوانات نشان راہ کے طور پر مقرر کر دیئے تھے کیا اس سے کسی مسلمان کو اختلاف ہو سکتا ہے؟ کیا ہماری تاریخ ان مراحل سے نہیں گذری ہے؟ پھر مخالفت کے کیا معنی؟ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عام طور پر اس وقت مسلم جماعتیں دعوت دین اور دعوت توحید اور اتحاد ملت کے بجائے اقامت جماعت اور دعوت مسلک میں لگی ہوئی ہیں ان کے پیچھے اور سائل سب اس کا شکار ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کو اپنے اپنے حلقہ سے باہر کوئی خیر نظر ہی نہیں آرہا ہے۔

بہر حال یہ کانفرنس ہوئی اور کامیاب ہوئی ۲۵، ۳۰ ہزار نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے شرکت کی جو ایس۔ آئی۔ ایم کے کارکنوں کے لئے نیک فال ہے

* ہمارا اس نقطے سے ظاہر مطلب ہے جو اس نے اپنے رفقاء کو اس وقت لکھا ہے۔

بشرطیکہ وہ جماعتی عصبیت سے بلند ہوکر وسیع النظری اور رجوع الی اللہ کے جذبہ کے ساتھ دعوت کا کام کرتے رہیں اور مسلمان نوجوانوں میں جذبۂ جہاد پیدا کرنے کا فریضہ انجام دیتے رہیں، اس کانفرنس کے درمیان ، جو بے شمار ایمان افروز مناظر اور قلب و دماغ کو جلا بخشنے والے واقعات پیش آئے وہ ہم سب کے لئے باعث فخر اور قابل ستائش ہیں اس کی تفصیل ان کے پرچوں میں آئے گی۔

اقدام امت کانفرنس میں جو افتتاحی خطبہ راقم الحروف نے دیا تھا وہ اسی اشاعت میں شامل ہے اسمیں اور باتوں کے ساتھ ہم نے نوجوانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ ہر طرح کی طبقاتی مسلکی اور جماعتی عصبیتوں سے اوپر اٹھ کر دین وملت کا کام کریں یہی دین کی روح بھی ہے اور یہی حالات کا تقاضہ بھی ہے۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کر رہے ہیں وہ ملت کو کمزور کر رہے ہیں۔

بہت سے مفید پہلوؤں کے ساتھ اس کانفرنس کے نظم وانتظام میں کچھ کمیاں بھی تھیں جن کا ذکر ذمہ داران سے کر دیا گیا ہے انھیں خود بھی اس کا احساس ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے بمبئی میں قیام برادرم ابوصالح انصاری عرف بابو بھائی کے مکان پر رہا انھوں نے نہ صرف میزبانی کا حق مہمان نوازی ادا کیا بلکہ اتنا اخلاق صرف کیا کہ ہم لوگوں کو شرمندگی محسوس ہونے لگی تھی۔ کانفرنس کے اختتام کے دوسرے دن انھوں نے ایک گاڑی کا انتظام کر دیا کہ آپ لوگوں کو جن لوگوں سے ملنا چاہیں جا کر ملاقات کرلیں غرض یہ کہ انھوں نے مہمان نوازی سے بھی آگے بڑھ کر انسانی شرافت کا پورا ثبوت دیا۔ قیام کے درمیان اپنے والد محترم منشی عبدالعزیز مرحوم کے بہت سے قابل تقلید واقعات سنائے ان میں ایک واقعہ جو بلنگ بلڈنگ کے مارے ہوئے معاشرہ کی عبرت کے لئے کافی ہے وہ یہاں لکھا جارہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ایک دن دس بجے رات میں میں نے والد صاحب سے کہا کہ آپ بمبئی میں ۴۰، ۵۰ برس سے رہتے ہیں اور آپ نے یہاں کروڑوں روپے کا کاروبار کیا مگر کوئی بڑا مکان آپ نے نہیں بنایا یہی تین کمرے کے مکان میں رہے۔ انھوں نے کہا کہ جاؤ اس وقت سو جاؤ صبح بات کریں گے۔ میں اپنے کمرے میں چلا گیا صبح کو ناشتہ پر انھوں نے پوچھا کہ رات میں نیند آئی یا نہیں؟ میں نے کہا کہ نیند پوری آئی تو بولے مکان اسی لئے تو ہوتا ہے کہ آدمی اس میں آرام سے سو سکے جب یہ ضرورت پوری ہو جائے تو پھر زیادہ بڑے مکان کی کیا ضرورت

ہے؟ پیسے میں نہائے ہوئے ایک آدمی کی زبان سے یہ بات سُن کر وہ حدیث یاد آئی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم کو تین چیزوں کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے بیت یسکنہ وثوب یواری عورتہ وجلف الخبز والماء رہنے کے لئے ایک کمرہ، ستر چھپانے کے لئے کپڑا اور روٹی، سالن اور پانی گھر کے بارے میں ان کی بات آپ نے سن لی۔ ابو صالح صاحب نے بتایا کہ والد صاحب کے انتقال کے وقت ان کے پاس دو جوڑے کپڑے اور رفو کی ہوئی شیروانی اور ایک معمولی جوتے کے علاوہ کچھ نہیں تھا، کپڑے کے لئے کوئی بکس انہوں نے نہیں رکھا صابن کبھی استعمال نہیں کیا، وغیرہ وغیرہ۔

یہاں رضوان احمد فاروقی صاحب کا بھی ذکر جذبۂ شکر کے ساتھ ضروری معلوم ہوتا ہے جو جلسہ کے اجلاس ختم ہونے کے بعد اصرار سے ہمارے تمام رفقائے سفر کو اپنی گاڑی سے اپنے گھر لے گئے اور پوری عزت افزائی اور مدارات کی دوسرے تیسرے دن بھی انہوں نے ایسی عزت افزائی کی کوشش کی مگر دوسرے دن دوپہر کو بمبئی کی ویلفیئر سوسائٹی کے ذمہ داروں نے اصرار سے روک لیا یہ سوسائٹی بہت سے رفاہی کام کرتی ہے کانفرنس کے شرکاء کے لئے پینے کے پانی کا ٹنکر بھیجنے کا انتظام تو رضوان صاحب نے کیا مگر پانی پلانے کا انتظام اسی سوسائٹی نے کیا۔ تیسرے دن عبدالعزیز کوتوال صاحب نے بڑی محبت سے ہم تمام لوگوں کو دوپہر کے کھانے پر بلایا یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ کانفرنس کے اختتام کے بعد بمبئی کے وہ حضرات جو مجلس استقبالیہ کے ممبر تھے جن کے صدر یوسف مٹھا صاحب تھے انھوں نے   شہر کے قلب میں آنے والے علماء اور خصوصی مہمانوں کو ایک استقبالیہ دیا اور اس میں اپنے تشکر کے جذبات کا اظہار کیا کانفرنس کے بعد جو جمعہ پڑا اس کے لئے ارادہ کر لیا گیا تھا کہ محترم قاری علی قمر صاحب کی نور مسجد میں ادا کیا جائے جب جمعہ سے پہلے ہم لوگ وہاں پہونچے تو انھوں نے بڑی بے تکلفی سے فرمایا کہ آج آپ کو دو کام کرنا ہے ایک یہ کہ جمعہ سے پہلے آدھ گھنٹہ بیان کرنا ہے دوسرے جمعہ کے بعد میرے ساتھ سب لوگوں کو کھانا کھانا ہے، میں نے بھی بے تکلفی سے کہا کہ دونوں کام منظور ہیں بحمداللہ جمعہ سے پہلے بیان بھی ہوا اور جمعہ بعد قاری صاحب کا پُر تکلف کھانا بھی کھایا گیا قاری صاحب ہمارے اور مدرسے کے پرانے کرم فرما ہیں چھٹی گلی کی مسجد کے

۱۱م مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی بلند شہری ہیں ایک دن دوپہر کو انھوں نے بھی بڑی محبت سے کھانے پر مدعو کیا اور مدرسہ کو ایک رقم بھی پیش کی اس سفر میں دو بار حاجی شمس الدین صاحب سے بھی ملاقات ہوئی انھوں نے بھی پورا اخلاق صرف کیا یہاں مولانا مستقیم صاحب کا ذکر نہ کرنا بھی بڑی ناسپاسی ہوگی بحمد اللہ وہ کانفرنس کے پورے پروگرام میں پوری دلچسپی سے شریک رہے افتتاحی خطبہ کو یوں تو ہر شخص نے پسند کیا مگر سب سے زیادہ پرتپاک انداز میں اس کا خیر مقدم مولانا مستقیم صاحب اور سلیمان سیٹھ صاحب وغیرہ نے کیا انھوں نے ایک دن ناشتہ کی دعوت دی اور کئی دن صبح کی چائے پلائی ۔

۲۸ر دسمبر کو ایک دن کے لئے بھیونڈی بھی جانا ہوا وہاں عالم بدیع صاحب کے بھائی تنویر صاحب رہتے ہیں، ان کے واسطے سے ہم لوگ محمد علی خانصاحب کے مہمان ہوئے وہ نہ صرف وہاں کی میونسپلٹی کے وائس چیرمین ہیں بلکہ ان کے گروپ کا میونسپل بورڈ پر پورا ہولڈ ہے انہوں نے بڑے خلوص و محبت سے ضیافت کی اور ایک رقم پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ سیمنار کے سلسلہ میں جو کہا جائے گا اسے پورا کروں گا۔ بھیونڈی پہونچکر محمد علی خاں کے یہاں سے چائے پی کر ہم لوگ مرتضیٰ کمپاؤنڈ مولانا فیاض صاحب سے ملاقات کے لئے گئے وہ نہ صرف مرتضیٰ کمپاؤنڈ کی مسجد کے امام ہیں بلکہ بھیونڈی کے اکثر خواص و عوام پر ان کا ایک اخلاقی اثر بھی ہے ہم لوگ جب تک وہاں رہے وہ ساتھ ساتھ رہے اور بہت سے خاص لوگوں سے ملاقاتیں کرائیں انشاءاللہ سیمنار کی بہت سی ذمہ داریاں ان کے حوالہ ہوں گی نماز ظہر ہندستانی مسجد میں ادا کی گئی جہاں مولانا شہاب الدین صاحب اور نیاز احمد صدیقی صاحب سے ملاقات ہوئی اور بہت سی مفید باتیں ہوئی بھیونڈی سے مغرب بعد روانہ ہو کر ہم لوگ ممبرا چلے گئے جہاں عزیزی کاعام سلمہٗ نے فلیٹ لیا ہے اور رات وہیں گذاری عزیزی شاہد بمبئی میٹنگ کے لئے بمبئی میں موجود نہیں تھے مگر ان کے چھوٹے بھائی انوں میاں نے ان کی کمی پوری کی اور بڑی محبت سے تمام رفقاء کو گھر لے جاکر ذرا پرتکلف کھانا کھلایا اور کچھ ہدیہ بھی دیا ۔

اقوام امت کانفرنس کے ختم ہونے کے ساتھ ہی گجرات کے سفر کا ارادہ تھا مگر مولانا محمد یونس صاحب جو مدرسہ کے بنیادی لوگوں میں ہیں بعض ڈاکٹروں نے ان کے گردے میں

کینسر کا شبہ ظاہر کیا تھا اسی شبہ کے ازالہ کے لئے ڈاکٹر سلطان نے تین مہینے پہلے دیکھا تھا اور پھر ان کو بلایا تھا ۔ مگر کسی نتیجہ پر نہیں پہونچے اس لئے انھوں نے بامبے ہاسپٹل کے ڈاکٹر شمشیوس کے پاس اس کیس کو بھیج دیا اسی سلسلہ میں تقریباً دو دن ہم لوگ بمبئی میں رکے رہے کہ معلوم ہو جائے کہ ڈاکٹر کیا فیصلہ کرتے ہیں، الحمد اللہ اس طرف سے اطمینان ہونے کے بعد راقم الحروف مولوی عقیل صاحب ٹانڈوی کے ساتھ گجرات کے سفر پر روانہ ہوا گجرات میں پہلی منزل دولپا ہوئی وہاں ہم لوگ رات میں جناب اسرار حسین خانصاحب کے مہمان رہے صبح کو وہاں سے بھلاڈ جانا تھا بھلاڈ تک اسرار صاحب نے اپنی گاڑی سے پہونچایا، بھلاڈ میں اصلاً نبی حسن خانصاحب سے ملاقات کرنی تھی جو غائبانہ راقم الحروف سے اپنے باغ کا آم وغیرہ تحفتہً بھیج کر محبت کا اظہار کرتے رہے ہیں، اور پھر آگے بڑھ جانا تھا مگر ازراہ محبت انھوں نے ۲۴ گھنٹے روک لیا انہوں نے وہاں کئی حضرات سے ملاقات کرائی اور رات میں تقریر کا ایک پروگرام بھی رکھا۔ دوسرے دن وہاں سے ہم لوگ اسرار حسین صاحب سے ملتے ہوئے ڈابھیل کے لئے روانہ ہوئے۔ ڈابھیل کا مدرسہ بڑی بڑی شخصیتوں کا شلاً مولانا انور شاہ صاحب کشمیری مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی اور مولانا یوسف صاحب بنوری رحمہم اللہ وغیرہ کا گہوارۂ علم رہ چکا ہے۔ اس لئے اس کے دیکھنے کا بہت دنوں سے اشتیاق تھا۔ ۱۹۴۲ء میں حضرت الاستاذ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک خادم کی حیثیت سے سورت اور راندیر جانے کا اتفاق ہوا تھا اس وقت مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں شیخ الحدیث تھے حضرت سید صاحب کی آمد سن کر ایک ہفتہ کے لیے سورت اور راندیر آگئے تھے وہاں سے ایک دن کے لئے ڈابھیل جانے کا ارادہ تھا مگر سید صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی اور وہاں جانے کا پروگرام ملتوی ہوگیا بہرحال ایک مدت کی خواہش پوری ہوئی ظہر کی نماز کے وقت وہاں ہم لوگ پہونچے پہلے سے وہاں پر کسی سے تعارف نہیں تھا اس لئے ہم لوگ سیدھے مولانا علاؤ الدین صاحب ندوی کے مکان پر گئے ان سے ملاقات ہوئی اور پھر نماز ظہر کے لئے مسجد چلے گئے۔ نماز کے بعد راقم الحروف کی طبیعت خراب ہوگئی: مولانا علاؤ الدین صاحب عقیل صاحب کو لے ڈاکٹر

کے پاس گئے میری حالت بیان کرکے دوا لائے خدا کا شکر دوا کھانے کے ایک گھنٹہ بعد افاقہ ہوا اور پھر عصر کی نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد ہم لوگوں نے مدرسہ کے شیخ الحدیث محترم مولانا اکرام علی صاحب سے اس پرانی عمارت میں ملاقات کی جس میں ایک مدت تک حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا چشمہ فیض جاری رہا تھا ان سے ایک مدت کے بعد ملاقات ہوئی تھی اس لئے ان کو بھی بے حد خوشی ہوئی مغرب بعد ہم لوگوں کو مولانا علاء الدین صاحب کے مکان سے مدرسہ کے مہمان خانہ میں منتقل کر دیا گیا اور پھر مہمان نوازی کی ذمہ داری مولانا احمد صاحب خانپوری نے اپنے ذمہ لے لی اور پورا حق مہمانی ادا کرنے کی کوشش کی راقم الحروف کی ایک عادت بہت دنوں سے فجر کی نماز سے کچھ دیر پہلے چائے پینے کی ہے بحمد اللہ مولانا خانپوری موصوف نے بذات خود اس کا اہتمام کیا جس سے قلب بہت متاثر ہوا فجر کی نماز کے بعد مولانا موصوف کی خواہش پر طلبہ کے سامنے کچھ باتیں بھی کی گئیں اس کے بعد مولانا خانپوری نے مدرسہ کے ہر شعبہ کا معائنہ کرایا اور پھر ناشتہ سے فارغ ہو کر دار اہتمام میں کچھ دیر رک کر پھر سملک میں بچیوں کے مدرسہ کو دیکھنے کا پروگرام تھا مہتمم مدرسہ مولانا احمد صاحب نے اپنی گاڑی سے سملک بھیجا۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے علمی معیار کا قریب سے جائزہ تو نہ لے سکا مگر طلبہ کے ملنے ملانے اور نماز کے اوقات میں مسجد میں حاضری وغیرہ سے اندازہ ہوا کہ تربیت کا انتظام بہت اچھا ہے دوسری نمازوں کے علاوہ فجر کی نماز میں بھی بہت کم ہی لڑکوں کو مسبوق پایا تکبیر اولیٰ تو بڑی بات ہے جماعت کا ایسا اہتمام بھی کم جگہ نظر آیا طلبہ کے لباس وضع قطع سے ظاہری دینداری کا احساس ہو رہا تھا۔ راقم الحروف عرض کیا کرتا ہے کہ جتنے طلباء پڑھتے ہیں علم سب کو نہیں آتا اسلئے کہ کسب سے زیادہ اس میں موہبت الٰہی کو بڑا دخل ہوتا ہے مگر عمل کا تعلق سراسر کسب و اختیار سے ہے اس لئے اگر اختیار کی چیز بھی مدرسوں کے ذریعہ حاصل ہو جائے تو بڑی غنیمت ہے اس سے کم از کم اپنی ذات کے ساتھ دوسروں کے لئے بھی ایسے شخص کا علم نہ سہی عمل تو ضرور نافع بن جاتا ہے اور علم نافع کی حدیث میں جو دعا سکھائی گئی ہے اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ علم کے ساتھ عمل بھی آ جائے اور وہ نافع ہو، بغیر عمل کے جو علم آتا ہے اسے

نہ ہو وہ حقیقت میں علم نافع نہیں کہا جا سکتا ۔

چونکہ کہا جا چکا ہے کہ مدرسہ کے مہتمم صاحب نے اپنی گاڑی سے ہمیں بچیوں کا مدرسہ دیکھنے کے لئے بھیجا تھا کہ وہاں سے تین چار کلومیٹر دور ہے مولانا احمد صاحب نے مولانا عبد الحی صاحب کو پہلے سے اطلاع دے دی تھی اس لئے وہ سراپا انتظار تھے انھوں نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پوری تفصیل سے ہر شعبہ کا معائنہ کرایا۔ تعلیمی نظام کے دیکھنے کا موقع تو نہیں ملا مگر انھوں نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی جو تفصیل بتائی اور پوری عمارت اور صحن وغیرہ ہر چیز میں جو سلیقہ مندی دکھائی دی اس کی روشنی میں یہ کہنے میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں ہے کہ وہ بچیوں کا مثالی ادارہ ہے، معاشرتی زندگی کی ہر ضرورت سکھانے کا انتظام دیکھنے میں آیا ۔ ٹائپنگ ۔ کٹنگ ۔ سلائی ۔ بنائی اور تمام امور خانہ داری اور باورچی خانہ کی عملی مشق ان سب کا عملاً انتظام ہے کئی ایکڑ میں پھیلی ہوئی اس درسگاہ کی کوئی چیز بے سلیقہ نظر نہیں آئی جن مضامین کو مرد پڑھاتے ہیں ان کے لئے پردہ سے پڑھانے کا مثالی انتظام نظر آیا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ۔

مدرسۃ البنات دیکھنے کے بعد ہم لوگ ڈابھیل واپس آئے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر راندیر کے لئے روانہ ہوگئے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے نوجوان صالح مہتمم صاحب کے ہم مشکور ہیں کہ انہوں نے راندیر تک اپنی گاڑی سے بھیجا یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب میں مدرسہ کا کتب خانہ دیکھنے میں مشغول تھا تو مدرسہ کے نمائندے عقیل صاحب نے مہتمم صاحب سے نہ جانے کیا بات کی جب میں واپس ان کے کمرے میں آیا تو وہ جامعۃ الرشید کی رسید لئے اس کے کاٹنے میں مصروف تھے یعنی انھوں نے اپنے مخصوص فنڈ سے ایک معتد بہ رقم جامعہ کو عنایت کی ۔

راندیر میں ہم لوگ سب سے پہلے محترم مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب مدظلہ کے مکان پہنچ گئے محترم مفتی صاحب سے سب سے پہلی ملاقات ۱۹۵۱ء میں پہلے حج کے موقع پر ہوئی تھی جس جہاز سے محترم مفتی صاحب سفر کر رہے تھے اسی سے راقم الحروف بھی جا رہا تھا حدیث میں آتا ہے ائتلاف اور اختلاف عالم ارواح ہی سے شروع ہو جاتا ہے پہلی ملاقات میں ایسا محسوس ہوا کہ برسوں کا تعارف ہے بحمد اللہ وہ ائتلاف کی کیفیت آج بھی باقی ہے عمر

سے تاہم محترم مفتی صاحب کی طرف سے اس التفات کا بہت زیادہ مظاہرہ ہوتا رہا ہے ان سے مل کر جو مسرت ہوئی اس کی کیفیت سے اب تک لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ مفتی صاحب بے حد کمزور ہو گئے ہیں اور ان کے داہنے ہاتھ میں چوٹ آ گئی تھی اور پلاسٹر بندھا ہوا تھا مگر اسی حالت میں مہمان نوازی سے زیادہ مشفقانہ حقوق ادا کرنے کی فکر میں رہے دوپہر کا کھانا ان کے ساتھ کھایا گیا اور کھانے کے بعد حسب معمول مفتی صاحب نے ازراہ شفقت کچھ قیمتی ہدایات سے نوازا۔ مفتی صاحب کے یہاں کثرت سے حاضری دینے والوں میں ایک عبدالغفار صاحب بھی ہیں جو اپنے حسن ظن کی بنا پر دعا و برکت کے لئے اپنے گھر لے گئے اور چائے پلائی اور پھر ایک جوڑی موزے کا ہدیہ بھی پیش کیا۔ مفتی صاحب نے اس وقت مولانا اکرام الحق صاحب کو افتاء کے لئے اپنا نائب مقرر کر رکھا ہے جب تک وہاں قیام رہا ان کی بھی نوازش رہی جو وہ بنے رہے خدا کرے وہ مفتی صاحب کے نقش ثانی ثابت ہوں۔

راندیر میں دو بڑے مدرسوں میں مدرسہ حسینیہ اور مدرسہ اشرفیہ میں بھی جانے کا اتفاق ہوا اور ثانی الذکر کی دعوت ہی پر حضرت سید صاحب وہاں تشریف لے گئے تھے اور میں ایک خادم کی حیثیت سے ساتھ تھا بحمداللہ دونوں مدرسے اپنی قدیم روایت کو باقی رکھے ہوئے ہیں ان مدرسوں میں تو زیادہ دیر ٹھہرنے کا موقع تو نہ مل سکا مگر جتنی دیر رہا ایسا محسوس ہوا کہ جیسے اپنے ہی گھر میں ہوں افسوس ہے کہ ذمہ داروں کے نام محفوظ نہ رکھ سکا مگر میں ان سب حضرات کا شکرگذار ہوں جنہوں نے پورے اخلاق کا مظاہرہ کیا اور مدرسہ کو دیکھنے کا موقع عنایت کیا۔

شام کو راندیر سے سورت واپسی ہوئی سورت میں پہلے مرزا عزیز صاحب کے گھر پر حاضر ہوئی مگر وہ موجود نہیں تھے اس لئے ملاقات نہ ہو سکی پھر مرزا اشتیاق صاحب کے یہاں کیلا دروازہ آنا ہوا، مرزا صاحب سے کوئی تعارف نہیں تھا اس لئے کچھ دیر اجنبیت رہی پھر تعارف کے بعد ان کا اصرار ہوا کہ رات ان کے مکان پر گذاروں مگر ان کا مکان سورت سے چالیس کلو میٹر دور ہے چونکہ سات بجے صبح کی گاڑی سے واپسی کا ارادہ تھا اس لئے ان سے معذرت کر کے ہم مدرسہ صوفی باغ آ گئے اور رات گذار کر صبح سات بجے کی گاڑی سے بمبئی واپسی ہوئی جس وقت ہم ڈابھیل سے روانہ ہوئے تو مدرسہ کے ذمہ داروں نے مولوی محمود صاحب

جو شعبۂ افتا، طالب علم ہی کو راہنمائی کے لئے ساتھ کر دیا تھا اس لئے کہ بھڑوچ تک جانے کا ارادہ تھا مگر طبیعت سفر سے اکتا گئی اور سورت ہی سے ممبئی واپسی ہو گئی اس پورے سفر میں مولوی محمود صاحب نے جس سعادتمندی اور جذبۂ خدمت سے راہنمائی کی اس کا قلب پر بہت اثر ہے اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں اپنے بہترین انعامات سے نوازے اثنائے سفر میں میں نے ان سے پوچھا کہ آپ عام گجراتی عالموں کی طرح مادی کاروبار میں لگیں گے یا علمی کاروبار میں؟ انہوں نے جواب دیا علمی کاروبار میں لگے رہنے کا شوق ہے جس کی وجہ سے طبیعت میں مزید انشراح پیدا ہوا میں نے ان کے جواب کے بعد عرض کیا کہ افسوس ہے کہ روپے پیسے کو ہم لوگ عام طور اللہ کی سب سے بڑی نعمت سمجھتے ہیں مگر علم دین کو کوئی بڑی نعمت نہیں سمجھتے حالانکہ اس عالم آب و گل میں یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

گجرات کے سفر سے ممبئی واپسی پر واپسی ملاقات کے لئے اپنے کئی کرم فرماؤں کے یہاں حاضری ہوئی ممبئی میں حاضری کے وقت عزیزم ارشد ملک سے باہر تھے۔ واپسی کے بعد آگئے تھے انہوں نے دوپہر کے کھانے پر بلایا اور باتوں کے ساتھ ہی فقہی سیمنار کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ آپ جو حکم دے دیں گے وہ پورا کیا جائے گا ان کی اس سعادتمندی سے طبیعت بہت خوش ہوئی، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔

واپسی پر مہاراشٹر اسمبلی کے وزیر تعلیم و تعمیرات جاوید خاں صاحب سے بھی ملاقات ہوئی ان سے پہلے کوئی معرفت نہیں تھی مگر بھلاؤ میں نبی حسن خاں صاحب جو ان کے خالو ہوتے ہیں انھوں نے تاکید سے کہا تھا کہ آپ ان سے ضرور ملاقات کیجئے گا ان میں ملی جذبہ بھی ہے اور کام کے آدمی بھی ہیں چنانچہ عزیزی عمر سلمہ کے آفس سے ان کو فون کیا وہ کسی میٹنگ میں تھے انھوں نے بڑے اخلاق سے پوچھا کہ آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں میں خود آجاؤں میں نے ان سے کہا کہ آپ بتائیے کہ آپ سے کب ملاقات ہو سکتی ہے انھوں نے کہا کہ میٹنگ چل رہی ہے آپ دو بجے سکریٹریٹ میں آجائیں دفتر سے سکریٹریٹ قریب ہی تھا چنانچہ راقم الحروف عبدالعزیز کوتوال صاحب، عامر میاں اور عقیل صاحب کے ساتھ وہاں ۲ بجے پہونچا ان کے یہاں ملاقاتیوں کا ہجوم تھا مگر انھوں نے اطلاع ملتے ہی فوراً بلا لیا اور بڑے اخلاق سے

تقریباً ۴۰ منٹ تک باتیں کرتے رہے انھوں نے اپنے کاموں کی جو تفصیل بتائی اس سے طبیعت بہت خوش ہوئی شاید یہ ہندوستان کے پہلے وزیر ہیں جو جرأت کے ساتھ خالص مسلمانوں کے مفاد کے بہت سے کام کر ڈالے ہیں مثلاً انھوں نے بتایا کہ ایک سال کے اندر ۸ اردو میڈیم ڈگری کالج اور دس بی ایڈ اردو میڈیم کالج اور تیس ہائر سکنڈری اردو میڈیم اسکولوں کو منظوری دی ہے نیز پرائمری ٹیچروں کی ٹریننگ کے بھی کئی سنٹروں کی بھی اجازت دی ہے۔ اس کے علاوہ جھگی جھونپڑی والوں کے نئے مکانوں کی تعمیر کے لئے سابق گورنمنٹ نے جو پلان دیا تھا اس میں ۴½ انچ موٹی دیوار اور ۸ فٹ اونچائی کی منظوری دی تھی۔ انہوں نے اسے ۹ رفٹ موٹی دیوار اور ۱۴ رفٹ اونچی کی منظوری دے دی ہے تاکہ بسنے والے ۸ رفٹ پر ایک ہلکی چھت ڈال کر اسے دو منزلہ کر سکیں اسکیم کی افادیت کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ان جھونپڑیوں میں رہتے ہیں، یہ اتفاق کی بات ہے کہ ان میں ۷۰ رفیصد مسلمان ہی رہتے ہیں۔

اوپر ذکر آچکا ہے کہ چار دن برادرم ابوصالح صاحب کے یہاں قیام رہا پھر کچھ مصالح کے تحت ہم لوگ مدرسہ رحمانیہ عمر رجب روڈ آ گئے، مدرسہ رحمانیہ کے ناظم مولانا محمد عمر صاحب ندوی اور اس کے مسجد کے امام صاحب نے پورا حقِ میزبانی ادا کیا، سورت کے سفر کا ارادہ کرنے کے بعد پھر طبیعت میں ایسی گرانی پیدا ہوئی کہ میں نے ارادہ ملتوی کر دیا اور سامان وغیرہ قیام گاہ پر واپس منگوا لیا مگر مولانا محمد عمر صاحب نے پھر اس کے لئے آمادہ کیا اور ایک صاحب کو ساتھ کر دیا کہ وہ اسٹیشن لے جا کر گاڑی پر سوار کر دیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے کہ وہ سورت کے سفر کی سعادتوں کا ذریعہ بنے،

مہاراشٹر اور سورت کے واقعات کا مختصراً ذکر آچکا ہے اس سفر میں قلب و دماغ پر تاثرات کے جو نقوش ثبت ہوئے ان کا کچھ ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ ہندستان میں مہاراشٹر تنہا ایسا صوبہ ہے جہاں اردو زبان پرائمری درجہ سے لے کر کالج کی سطح تک ایک زندہ زبان کی حیثیت سے رائج ہے دوسرے مہاراشٹر میں بمبئی کے ساتھ وہاں کے درجنوں شہروں اور قصبات میں

مسلمان دینی و سیاسی اعتبار سے نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔ تیسرے یہ صوبہ خاص طور پر بمبئی، بھیونڈی اور مالیگاؤں وغیرہ پورے ہندوستان کے مدارس، مساجد اور رفاہی کاموں کو جتنی مالی اعانت بہم پہونچاتے ہیں، شاید پورے ہندوستان سے اتنی مالی اعانت ان کو نہیں ملتی، چوتھے یہ کہ عام طور پر یہاں کے لوگ کار خیر میں کسی فخر وغرور و نمود و نمائش کے جذبہ سے نہیں کرتے بلکہ اس میں جذبۂ خیر ہی نمایاں رہتا ہے۔ پانچویں یہ بات بھی بڑی خوش آئند ہے کہ بمبئی کے اطراف میں مسلمانوں نے کئی کئی بڑی شاندار کالونیاں بسا رکھی ہیں، جنمیں ۹۹ فیصدی مسلمان آباد ہیں، ہر جگہ کئی مسجدیں ہیں اور مدرسہ کا نظام بھی قائم ہے، مگر ابھی تعلیمی نظام میں وہاں مزید اضافہ کی ضرورت ہے، بمبئی کی جس مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا، مسجدیں نمازیوں سے بھری نظر آئیں۔

گجرات کے مسلمانوں نے عام طور پر کاروباری زندگی اختیار کر رکھی ہے اس لئے وہاں کی مسلمان آبادیوں میں عام طور پر خوش حالی نظر آتی ہے، تجارت و کاروبار سے ان کی دلچسپی کی وجہ غالباً یہ رہی کہ بمبئی سے پہلے سورت ہی مغرب سے آنے والے خاص طور پر مسلمان تاجروں کے لئے سب سے بڑی بندرگاہ تھا، اس لئے وہاں زمینداری اور کھیتی باڑی کے بجائے مسلمانوں نے تجارتی زندگی زیادہ اختیار کی، غالباً ان کے پیش نظر یہ حدیث نبوی تھی کہ ۹/۱۰ تسعۃ اعشار رزق تجارت میں ہے، یہی وجہ ہے کہ وہاں کی معاشرتی زندگی میں آج بھی بہت سی عربی خصوصیات موجود ہیں، مثلاً مساوات، سادگی اور اجتماعی کھانے کا رواج وغیرہ، خوشحالی کے ساتھ ان میں عمومی طور پر دینداری نظر آئی، ادھر تبلیغی جماعت کے کاموں نے اس میں مزید استحکام پیدا کر دیا ہے۔

وہاں کے مدارس اور مساجد کا مالی اور انتظامی نظام اتنا اچھا اور مستحکم ہے کہ ہم لوگ اس کا تصور نہیں کر سکتے، وہاں کے بہت کم مدارس میں مستقل سفراء کے ذریعہ چندہ کی وصولی کا کام ہوتا ہے، زیادہ تر مدارس کو چند ممتاز افراد چلاتے ہیں۔

عام طور پر گجرات کے مسلم اور غیر مسلم عوام و خواص دیکھنے میں مہذب اور نیک نظر آئے اس سفر میں عملاً بھی کئی تجربے ہوئے، نوساری بس اسٹیشن پر ایک طرف دیکھا کہ قریب

خالی جگہ دیکھکر میں پیشاب کے لئے بیٹھ گیا کئی کنڈکٹر اور کچھ ملازمین دور سے مجھے حیرت اور کچھ ناگواری سے دیکھ رہے تھے میرے رفیق سفر مولوی عقیل صاحب نے محسوس کیا تو ان لوگوں سے کہا کہ وہ آدمی ہیں اس لئے یہاں بیٹھ گئے تھے جب واپس آیا تو سب میری طرف دیکھتے رہے مگر کسی نے کچھ کہا نہیں، وہاں پیشاب خانوں سے باہر پیشاب وغیرہ کرنے کو برا سمجھا جاتا ہے ہم پورب لوگ چونکہ اس طرح کی بے اصولی کے عادی ہیں اس لئے ان کو تعجب ہوا مگر اس کے باوجود کسی نے زبان سے کچھ کہا نہیں ریل میں ہم لوگ عام ڈبہ سے سفر کررہے تھے۔ ڈبہ بھرا ہوا تھا ایک سیٹ پر کچھ جگہ خالی تھی میں بیٹھ گیا، ایک غیر مسلم نوجوان کا رنر کی سنگل سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا وہ اٹھا اور مجھے اپنی سیٹ پر بٹھا دیا اور خود میری تنگ جگہ پر بیٹھ گیا اس طرح کے اور کئی واقعے پیش آئے۔

وہاں کے عام اہل ثروت میں دینداری اور سادگی اور علماء میں خاکساری وانکساری نظر آئی مال و دولت کا پندار اور نمود و نمائش اور علم و دینداری کا غرہ جیسا کہ ہمارے اطراف میں نظر آتا ہے، وہاں نظر نہیں آیا، اللہ تعالیٰ کو یہ ادا پسند ہے اسی لئے ان کو بہت سی نعمتوں کے ساتھ اطمینان قلب سے بھی نواز رکھا ہے، کیوں نہ ہو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان وحی سے یہ فرمادیا ہے۔

من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ، جو اللہ کے ساتھ خاکساری اختیار کریگا اللہ تعالیٰ اسے بلند کردیں گے۔ بحمد اللہ ۴ رجنوری ۱۹۹۲ء کو یہ سفر ختم ہوا اور ۵ رجنوری کو بخیریت اعظم گڑھ واپسی ہوئی۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ؕ

ناظرین الرشاد کی خدمت میں

کاغذ و طباعت وغیرہ کی شدید گرانی کی وجہ سے جنوری ۱۹۹۲ء سے الرشاد کا سالانہ چندہ پچاس روپے کیا جارہا ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام اس تھوڑے سے اضافہ کو ضرور منظور کریں گے۔

الرشاد کی ڈاک

محترمی و کرمی جناب مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب (مدیر الرشاد، اعظم گڑھ)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۲۵؍۱۲؍۹۱ء

خدا کرے آپ بخیر و عافیت ہوں۔ مولانا فراہی سیمینار کے موقع پر آپ سے ملاقات تشنہ رہی۔ اللہ کرے جلد آپ سے تفصیلی ملاقات نصیب ہو۔ دسمبر ۱۹۹۱ء کا الرشاد نظر سے گذرا۔ اس بار کا اداریہ بھی ہندوستانی مسلمانوں کے بعض اہم مسائل سے تعلق رکھتا ہے اور قارئین کو ان مسائل میں سنجیدگی سے غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ ان مسائل میں ایک اہم مسئلہ ہندوستان میں قانون شریعت کے تحفظ اور مسلمانوں کے معاملات میں عدالتی سطح پر ان کے اطلاق کا ہے۔ اس ضمن میں مسلمانوں کی کوششوں و سرگرمیوں کا محور و مرکز مسلم پرسنل لا بورڈ ہے جس کے دو روزہ اجلاس (منعقدہ ۲۳-۲۴؍نومبر ۱۹۹۱ء) کی کارروائی پر آپ نے جامع انداز میں اس اداریہ میں روشنی ڈالی ہے۔ موجودہ حالت میں جب کہ مسلم امت بالخصوص علماء اور پڑھے لکھے لوگوں کا طبقہ باہمی اختلاف و افتراق کا شکار ہے اور جماعتی و گروہی عصبیت سے دوچار ہے مسلم پرسنل لا بورڈ اس اعتبار سے کافی اہمیت رکھتا ہے کہ اسے مختلف مسلم جماعتوں، تنظیموں اور تعلیمی اداروں کی نمائندگی حاصل ہے اور یہی ایک ایسا مشترک پلیٹ فارم ہے جس کے ذریعہ علما اور دانشوروں کو مسلم پرسنل لا سے متعلق اٹھنے والے مسائل اور بعض دوسرے اہم اجتماعی امور پر مل بیٹھ کر غور و فکر کرنے اور اپنا متفقہ فیصلہ ظاہر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس بورڈ کی کارکردگی کی جو تفصیلات سامنے آتی رہتی ہیں ان سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ یہ بورڈ ہندوستان میں قانون شریعت کے تحفظ کے لئے مسلسل کوشش کرتا رہتا ہے اور بعض سیاسی پارٹیوں کی جانب سے اس میں ترمیم و تبدیلی کے لئے جو ریشہ دوانیاں ہوتی رہتی ہیں یا حکومت و عدلیہ کی جانب سے اس میں مداخلت کے جو اقدامات سامنے آتے ہیں ان کے تئیں وہ بہت حساس و فکرمند نظر آتا ہے اور ان کے ازالہ و سدباب کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرتا ہے۔ اس بورڈ کے حالیہ

اجلاس کی کارروائی کی تفصیلات سے ایک اور اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ اس نے اپنے دائرۂ کار کو وسیع کرتے ہوئے مسلم معاشرہ کی اصلاح کو بھی اپنے پروگرام میں شامل کرلیا ہے اور اس سلسلہ میں بورڈ نے نہ صرف یہ کہ ایک تجویز پاس کی ہے بلکہ اسے عملی شکل دینے کے لئے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی ہے۔ یقیناً یہ ایک خوش آیند قدم ہے اور وقت کی ایک اہم ضرورت ہے مسلم پرسنل لا بورڈ کی توجہ و دلچسپی کا مظہر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے روگردانی کے نتیجہ میں مسلم معاشرہ میں جو خرابیاں آگئی ہیں اور ان کے رہن سہن اور شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں جو بہت سی غیر اسلامی رسوم وروایات جگہ پاگئی ہیں انھیں دور کرنے کے لئے اگر منظم طور پر مہم نہ چلائی گئی تو ایک عام وغریب آدمی کی زندگی اور دوبھر ہو جائے گی اور مسلم وغیر مسلم معاشرہ میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا جس کی جانب آپ نے بھی واضح انداز میں توجہ دلائی ہے۔ آپ کا یہ احساس بھی بجا ہے کہ اصلاح معاشرہ کا کام انتہائی جدوجہد اور محنت ومشقت کا طالب ہے اور اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ خلوصِ نیت و دینی جذبہ کے ساتھ وسیع پیمانہ پر اس تحریک کو چلایا جائے اور شہر شہر، قریہ قریہ مسلم عوام سے رابطہ قائم کرکے قرآن وسنت کی روشنی میں انھیں معاشرتی زندگی کی اصلاح کی دعوت دی جائے اور انھیں ان غیر اسلامی رسوم ورواج کے ترک کرنے پر آمادہ کیا جائے جو شادی بیاہ اور بعض دوسرے معاملات میں بھی ان کی عملی زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس سے شاید ہی کسی کو انکار ہو کہ قانونِ شریعت کے تحفظ اور مسلم پرسنل لا میں ترمیم وتبدیلی کے لئے کسی پارٹی یا حکومت کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے انفرادی واجتماعی طور پر ہر ممکن جدوجہد کے ساتھ یہ بھی اشد ضروری ہے کہ مسلمان خود قانون شریعت کا احترام کریں، روزمرہ کی زندگی میں اس پر عمل پیرا ہوں اور ذاتی غرض، مالی منفعت یا کسی اور مقصد سے اس سے انحراف وگریز کا رویہ نہ اختیار کریں۔ نیک نیتی سے قانون شریعت کی پیروی سے نہ صرف مسلمانوں کی زندگی سنورے گی بلکہ ان تمام کوششوں اور تحریکوں کو تقویت بھی حاصل ہوگی جو موجودہ ہندستان میں قانون شریعت کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کی جانب سے جاری وساری ہیں۔ حکومت سے مسلم پرسنل لا کے تقدس کے پاس ولحاظ اور اس کے تحفظ کے مطالبہ کو بامعنی و پرزور بنانے کے لئے یہ لازمی ہے کہ ہم خود اپنے مسائل ومعاملات میں اس قانون کے تقاضوں کو پورا کریں۔

طالبِ دعا ڈاکٹر ظفر الاسلام (صاحب)
اسلامک اسٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکرمی جناب مجیب اللہ ندوی صاحب حفظہ اللہ وتولاہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا! یہ بات بہت شدت کے ساتھ محسوس کر رہا ہوں آج مسلمان ارض ہند میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے گوشے گوشے میں جن جن مصائب وآلام میں مبتلا ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہے لیکن آج سے ۴۵ رسال قبل ایک درویش کی پیشین گوئی تھی لوگو! وہ دور قریب آنے والا ہے کہ کفر کو خود صنم کدوں اور کفر کے گہواروں میں پناہ نہیں ملے گی چنانچہ آج ہر آنکھ یہ دیکھ رہی ہے کہ ماسکو کے اندر کمیونزم کا بت پاش پاش ہوگیا ہے لیکن آپ ہی بتائیے کہ ہندوستان کس صنم کدہ سے کم ہے؟ میرے نزدیک تو ہندوستان میں قلت تعلیم کی بنا پر جو مصائب وآلام جھیلنے پڑ رہے ہیں اس کی مثال فلسطین وافغانستان وغیرہ چاہے پیش کرسکے آپ ہی بتائیے کہ کیا اسلام کس سے دبنے کے لئے آیا ہے؟ کسی ظالم وجابر بادشاہ کے آگے یا کسی سپر طاقت کے آگے گھٹنہ ٹیکنے والا ہے؟ کیا ان تکلیفوں سے شریعت محمدی میں کوئی تبدیلی وترمیم گوارہ کرسکتا ہے؟ کیا کسی کے غلامی میں رہ کر عبادات الٰہی کو ترک کرسکتا ہے؟ کیا دھن ودولت کے لالچ میں اپنے ایمان کو بگاڑ سکتا ہے؟ کیا عبادت گاہوں کو اسے ضعیف بن کر دوسروں کے حوالے کرسکتا ہے؟ اس کے بتائے ہوئے زمین میں ہم نہیں رہ سکتے! وہی رہ سکتا ہے جو اس کے گھر میں رہتا ہو اسی کا کھاتا ہو اسی کا سب کچھ ہو۔ اور پھر وہ اسی کو برا بھلا کہے؟ نہیں ہم ایسا ہرگز نہیں ہونے دیں گے۔ ہم ابھی ایک نوعمر طلبہ میں ہیں بچپن ہی سے مطالعہ کا شوق ہے اور اچھے ساتھیوں کے ساتھ رفاقت ہے جس طرح ہمیں اسلامی تعلیم کی جانکاری ہوئی ہمارے اندر جو اسلامی تڑپ پیدا ہوئی خود میں ہی دیکھ کر کشمکش کر رہا ہوں آج ملت اسلامیہ کا زوال ہمارے سروں پر منڈلاتا نظر آرہا ہے۔ یہ سب دیکھ کر ہمارے اندر ایک نئی لہر دوڑی اور ہم نے اسی وقت سے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم اسلامی سربلندی کے لئے ہر طرح کی مصیبت گوارہ کرسکتے ہیں۔ ایک ٹکڑا روٹی اور ایک گلاس پانی پر زندگی گذارنا گوارہ کرسکتے ہیں لیکن شریعت محمدیؐ میں کوئی تبدیلی گوارہ نہیں کرسکتے

ہیں یہ ہمارا اٹل فیصلہ ہے کہ ہم نے بچپن ہی سے صالح بچوں کی صحبت اپنائی کہ ہیں وقت کا ایک اچھے سے اچھا داعی بن سکوں اور ماشاءاللہ ہم نے اتنے ساتھیوں کو منظم کر لیا ہے کہ کسی جگہ پر ٹھیک طاقت سے اور اللہ اکبر کا نعرہ سے آسانی سے چھاپہ مار سکتے ہیں۔

گرامی قدر! ابھی ہم نوعمر جوان ہیں ابھی ہم اتنے جانکار نہیں ہوئے ہیں جتنے کہ آپ ہیں آپ بزرگ آدمی ہیں آپ بہرحال لازمی طور پر بہت زیادہ عقل وفہم والے ہیں آپ کے آگے ہم تعلیم وتربیت کے اعتبار سے عمر کے لحاظ سے اخلاق وعادات کے اعتبار سے بہت ہی کم ہیں۔ کیونکہ آپ معلوم نہیں کب سے امر بالمعروف والنھی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے چلے آرہے ہیں ماشاءاللہ آپ لوگ فریضہ کا جو انجام دیتے چلے آرہے ہیں خدانخواستہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو ہم نونہالان ملت کا کیا ہوگا۔ (اے اللہ ہمارے بزرگوں کی عمر دراز کر) آپ بھی دعا کیجئے کہ ہم وقت کے ایک اچھے سے اچھا داعی بن سکیں آج ہندوستان کے اس جنگل میں طرح طرح کے شیر چیتے ہم کو نگلنے کے لئے دھاڑیں مار رہے ہیں اس کی دفاع کے لئے ہم بچوں کو بہت احساس ہے۔ آپ کو یہ بخوبی معلوم ہوگا کہ ایک ساتھی دوسرے ساتھی سے جو بات کہے وہ جتنی جلدی مان لے گا وہ کسی دوسرے کی بات پر بہت کم توجہ دے گا اسی لئے ہم نے اپنے ساتھیوں کو سمجھانے بجھانے کا کام بہت دنوں سے انجام دیتے چلا آرہا ہوں اسی کے پیش نظر ہم نے سوچا کہ ایک ایسی تنظیم قائم کرنی چاہیے جو نوجوانوں کی اپنی مثال آپ ہو۔ اور ماشاءاللہ ہمارے ساتھیوں نے اس پر خوب جذبہ خلوص کے ساتھ لبیک کہی ہمارا مقصد یہ ہے کہ المنتدی الاسلامی ملت اسلامیہ کا قافلہ سخت جان بن کر ابھرے اور پورے عالم پر چھا جائے بھلے ہی ہم دبلے پتلے ہیں لیکن ہمارے اندر اسلام کا وہ جوش وولولہ ہے وہ ہم جانتے ہیں ہم آپ سے المنتدی الاسلامی کے بارے میں کچھ مشورہ چاہتے ہیں آپ اپنے تاثرات کو جلد پیش کیجئے گا بہت مہربانی ہوگی ہمیں آپ سے بھرپور امید ہے کہ آپ اس کو ہرگز نہیں رد کریں گے اور اپنا ایک لاڈلا بچہ جان کر ہمارے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیریں گے ہمیں آپ کے مشورہ کا بے چینی سے انتظار کریں گے۔

گرامی قدر! ہماری تحریک کا مطمح نظر غریب طلبہ کے لئے حسب ضرورت وظائف مقرر

کرتا ہے ان کے مابین کتابیں، کاپیاں کپڑے وغیرہ تقسیم کرتا ہے طلبہ کے ذہنوں کی بالیدگی کے لئے کانفرنس وغیرہ منعقد کرتا ہے نیز ہندستان کے گوشہ گوشہ میں یہ آواز بلند کرتا ہے۔ (الاسلام یعلو ولا یعلی) (بخاری) کا اعلان کرتا ہے اب مدنہیں لے سے اپنے قلم کو روک رہا ہوں (اے اللہ تو ہماری خواہش کو پوری کر آمین) والسلام

عبد التواب بن عبد الوہاب۔ الہندی۔ گونڈہ

مخدوم گرامی جناب محترم مولانا حبیب اللہ ندوی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے سفر سے بخیر و عافیت واپسی ہوئی ہو۔ دہلی سے واپسی میں الرشاد کے تازہ شمارہ پر رشحات اور مولانا محمد احمد صاحب پر آپ کا مضمون پڑھا۔ دونوں بہت پسند آئے۔ کاش کہ مدارس دینیہ عام طور پر اپنی مکتبی مصروفیات کے ساتھ دینی و ملی ذمہ داریوں کا بھی اسی طرح احساس کرتے۔ آپ کی ذات گرامی اور خود جامعۃ الرشاد جس کا ایک اچھا نمونہ پیش کرتا ہے۔ مولانا پرتاب گڈھی کے تذکرہ میں آپ کے نقل کردہ مرحوم کے تمام اشعار پڑھ ڈالے۔ "عرفان محبت" کو اس سے پہلے جستہ جستہ دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ یہ کہاں سے مل سکتا ہے۔ اسے مستقل اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ الرشاد میں آپ کی مرتب کردہ مرحوم کی مجلسیں پابندی سے پڑھتا رہا ہوں۔ دور آخر میں مولانا کی ذات بسا غنیمت تھی۔ خدا تعالیٰ ان کا نعم البدل پیدا فرمائیں۔ بقیہ احوال لائق شکر۔ دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست کیساتھ۔

خاکسار سلطان احمد اصلاحی ــــ علی گڑھ

بخدمت مولانا حبیب اللہ صاحب زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضل خدا امید کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔ دیگر گذارشات یہ ہیں کہ حضرت والا سے اس وقت ملاقات ہوئی، جبکہ ہم متعارف نہیں تھے تیرا فقہی سمینار جب منعقد ہوا تھا، دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور میں، آپ کی شخصیت اس حیثیت سے ذہن نشین ہوگئی کہ ہم یہاں سمینار میں بحیثیت خدمت گار کے چائے کے انتظام میں تھے حضرت والا نے کہا تھا کہ ایسی چائے دو جو لب سوز ہو۔ آج بھی حضرت والا کو اس جملے کے ساتھ یاد کرتے ہیں لیکن بعد میں آپ کی تصانیف دیکھی تو ہمیں حیرت ہوئی اور عقیدت میں اضافہ ہوا۔

بقیہ: ص ۱۴۳

تنقید و تبصرہ

• محمد رضی الاسلام ندوی

نئی کتابیں

تحفۃ النساء | مصنف : ذبیح اللہ تسنیم قاسمی - ایم اے - علیگ

ناشر: جامعہ اسلامیہ فضل المعارف وصی آباد، الہ آباد، صفحات ۴۰، قیمت: آٹھ روپے

سن طباعت درج نہیں۔

زیر تبصرہ رسالہ اصلاح نسواں کے موضوع پر ایک مختصر اور مفید رسالہ ہے شروع میں مولانا محمد سالم مہتمم وقف دارالعلوم دیو بند کے قلم سے تقریظ اور ڈاکٹر محمد اعظم قاسمی لکچرر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قلم سے تعارف ہے۔ پھر چند عناوین پر مختصر مقالے ہیں۔ مثلاً ہمارا مقصد حیات، اسلام میں عورتوں کا مقام، اسلام اور ہماری تقریبات، معیار انتخاب، نیک عورت کے اوصاف، عورتوں کا میدان جہاد وغیرہ تقریظ نگار نے اس رسالہ کا تعارف یوں کرایا ہے" یہ رسالہ عورتوں کی اصلاح کے نقطۂ نظر سے تحریر کیا گیا ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ معاشرتی اصلاح کا حقیقی اور صحیح آغاز خواتین ہی سے ہوتا ہے۔ امید ہے کہ یہ رسالہ خواتین کی معاشرتی اصلاح میں انشاء اللہ اہم کردار ادا کرے گا ص۱ اور ڈاکٹر اعظم قاسمی صاحب نے لکھا ہے کہ" یہ رسالہ ہماری گھریلو معاشرت اور اس کے مسائل کے لحاظ سے بالخصوص خواتین کے لئے بہترین اصلاح کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ص۲

فاضل مصنف نے ہر جگہ آیتوں اور حدیثوں کے حوالوں کا اہتمام نہیں کیا ہے۔ ایک جگہ مشکوٰۃ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے" لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ اور اس کا ترجمہ یہ کیا ہے" اس شخص پر اللہ کی لعنت برستی ہے جو غیر محرمات کی طرف دیکھتا ہے اور اس عورت پر جو غیر محرموں کی طرف دیکھتی ہے" ص۱۹ المنظور الیہ کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ" وہ عورت جس کی بے پردگی کی وجہ سے لوگ اس کی طرف دیکھتے ہیں۔

بحیثیت مجموعی یہ ایک مفید اور قابل استفادہ رسالہ ہے۔

۱۔ عقیدۂ ختم نبوت اور تقاضے	صفحات ۲۴، طباعت آفسیٹ سن طباعت ۱۹۹۱ء، قیمت: تین روپے
۲۔ ختم نبوت قرآن کی روشنی میں	صفحات ۶۴، طباعت آفسیٹ سن طباعت ۱۹۹۱ء، قیمت: چھ روپے

مصنف:- محمد یوسف اصلاحی ٭ ناشر:- مکتبہ ذکریٰ —— دہلی

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اس کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب دنیا میں علماء۔ جو وارثین انبیاء ہیں۔ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی کوشش کریں۔

امت مسلمہ کی تاریخ میں جب بھی کسی نے دعویٰ نبوت پیش کیا۔ پوری امت نے بالاتفاق اسے کافر اور اسلام سے خارج قرار دیا۔ اسی طرح ماضی قریب میں برصغیر میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو تمام علماء نے بالاتفاق بلا تفریق فرقہ و مسلک اس کا پرزور رد کیا۔ اور ختم نبوت کے دلائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے کذب و افتراء اور جعلسازی کا پردہ فاش کیا۔ پاکستان میں اس کا زور کچھ زیادہ ہی تھا۔ اسی بنیاد پر انھیں ارباب حکومت نے پھانسی کی سزا سنائی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ہندوستان میں مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہٗ کی تصنیف "فتنۂ قادیانیت" بھی اپنے موضوع پر ایک دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔

قادیانیت کے ماننے والے اب بھی مختلف ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ اور امت کے بعض لوگ انھیں مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں۔ اس لئے عقیدۂ ختم نبوت کی ترویج اور فتنۂ قادیانیت سے آگاہی کے لئے ملت کے درد مند حضرات مختلف ممالک میں کانفرنسیں اور سیمینار منعقد کرتے رہتے ہیں۔

محترم محمد یوسف اصلاحی مدیر ماہنامہ ذکریٰ جو جماعت اسلامی ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن بھی ہیں۔ کے دونوں زیر تبصرہ کتابچے اسی مناسبت سے تحریر کئے گئے ہیں۔ پہلا کتابچہ دراصل ماہنامہ "ذکریٰ" کا ایک اداریہ ہے جسے جزوی ترمیم اور کچھ اضافوں کے ساتھ شائع

٭ چنانچہ مولانا مودودی نے خاص اس سلسلہ میں "قادیانی مسئلہ" نامی ایک معرکۃ الآراء تصنیف پیش کی اور

کیا گیا ہے۔ اس میں مصنف نے شروع میں ہدایت الٰہی اور نبوت کی تشریح کرتے ہوئے نبوت محمدی پر بحث کی ہے۔ پھر اتباع رسول کا مطلب سمجھاتے ہوئے ختم نبوت پر گفتگو کی ہے اور آخر میں اس عقیدہ کے تقاضوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے داعیانِ اسلام کے فرض و منصب پر روشنی ڈالی ہے۔

اور مؤخر الذکر کتابچہ درحقیقت وہ مقالہ ہے۔ جسے فاضل مصنف نے ۱۸ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو شکاگو امریکہ میں "عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت" کی جانب سے منعقدہ "عالمی ختم نبوت اور حجیت حدیث کانفرنس" میں پیش کیا تھا۔ اور جسے اب نظرثانی ترمیم اور اضافوں کے بعد کتابچہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس کے شروع میں مصنف نے قرآن اور حدیث کی روشنی میں ختم نبوت کو ثابت کیا ہے اور تمام امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ پھر نبوت محمدی کی عالمیت اور ابدیت پر بحث کی ہے اس کے بعد حفاظتِ قرآن و سیرت پر گفتگو کی ہے۔ اور آخر میں عقیدۂ ختم نبوت کے تقاضوں کو بیان کیا ہے۔

دونوں کتابچے اپنے موضوع پر مفید معلومات فراہم کرتے ہیں۔

کتابیات فراہی

مصنف : ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی

ادارہ علوم القرآن۔ پوسٹ بکس نمبر ۹۹ سرسید نگر۔ علی گڑھ

طبع اول سنہ ۱۹۹۱ء، طباعت آفسیٹ، صفحات ۸۰، قیمت : پندرہ روپے

مولانا حمید الدین فراہی موجودہ صدی کے اوائل میں برصغیر کے عظیم مفسرین اور ماہرین علوم قرآن میں سے ہیں جنہوں نے قرآنیات پر گرانقدر کام کیا ہے۔ لیکن ایک تلخ حقیقت ہے کہ نصف صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کی تحقیقات و تصنیفات کو جتنا قبولِ عام حاصل ہونا چاہیئے تھا، وہ حاصل نہ ہوسکا۔ اگرچہ مدرسۃ الاصلاح کے فارغین۔ جو ان کی فکر کے امین ہیں۔ برصغیر ہند و پاک میں کثرت سے ہیں۔ مگر ان کی تحقیقات کا تعارف و تجزیہ تو دور کی بات ہے اب تک ان کی تمام تصنیفات بھی منظر عام پر نہ آسکی ہیں۔ اور جو شائع ہوچکی ہیں ان سب کا اردو زبان میں ترجمہ نہیں ہوسکا ہے۔ صرف ان کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہ نے ان کے بعض تفسیری اجزاء اور کچھ رسائل کا ترجمہ کیا ہے۔

مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ مولانا فراہی کی شخصیت گمنام رہی ہو۔ آپ کی حیات و خدمات پر اب تک گرچہ مبسوط کتاب شائع نہیں ہوئی ہے مگر مقالات و مضامین کا سلسلہ وفات کے

صدی ہی شروع ہوگیا تھا جو کسی نہ کسی اعتبار سے اب تک جاری ہے۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام صاحب فراہیات سے دلچسپی رکھنے والوں کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے کافی محنت اور تلاش و جستجو کرکے مولانا فراہی کی حیات و خدمات سے متعلق تمام مطبوعہ سرمایہ کا انڈکس تیار کردیا ہے۔

کتابچے کے شروع میں ادارۂ علوم القرآن کے رکن ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی ریڈر شعبۂ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قلم سے تقدیم ہے جس میں انھوں نے کتابیات سازی کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر مولانا فراہی کی شخصیت پر ایک تعارفی مقالہ ہے۔ اس کے بعد "کتابیات فراہی" کے عنوان سے کتابچے کے مندرجات کا تعارف کرایا گیا ہے۔

یہ کتاب چار حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں مولانا فراہی کی مطبوعہ کتب، عربی تفاسیر و کتب کے اردو تراجم، مضامین یا مضامین کی صورت میں ان کی عربی تحریروں کے اردو تراجم، افاداتِ فراہی کے تحت شائع ہونے والے مضامین، خطوط اور عربی و فارسی کلام کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ دوسرے حصہ کے اندراجات مولانا فراہی کی حیات و خدمات پر پیش کردہ مطبوعہ کتب و مضامین، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالات اور مراثی سے تعلق رکھتے ہیں۔ تیسرے حصے میں مولانا فراہی کی مطبوعہ کتب پر مختلف رسائل و مجلات میں شائع شدہ تبصروں کے بارے میں ضروری معلومات جمع کی گئی ہیں اور چوتھے حصے میں ان معلومات کی نشاندہی کی گئی ہے جو مولانا فراہی کی حیات و خدمات سے متعلق مختلف کتب و رسائل میں بکھری ہوئی ملتی ہیں۔

مؤلف نے "کتابیات" کو مفید بنانے کے لئے اس میں حواشی اور ذیلی تشریحات کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک غلطی کی طرف اشارہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ص ۳۰ پر برادر محترم مولانا نسیم ظہیر اصلاحی کے مضمون "مولانا فراہی کا طریقۂ تفسیر" پر مؤلف نے یہ حاشیہ لگایا ہے کہ "اس میں مولانا محمد رضی الاسلام ندوی کے مضمون "مولانا فراہی کی ایک تصنیف احکام الاصول باحکام الرسول کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔" لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلکہ یہ مضمون دراصل اس نوٹ کا جواب ہے جو محترم مولانا حبیب اللہ ندوی مدظلہ نے راقم کے مذکورہ بالا مضمون (شائع شدہ ماہنامہ الرشاد اپریل تا جون ۱۹۸۶ء) کے شروع میں تحریر فرمایا تھا۔

اس کتاب سے متعلق راقم ڈاکٹر عبد العظیم صاحب کے اس بیان سے متفق ہے کہ "ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی نے "کتابیات فراہی" پیش کرکے درحقیقت ایک علمی فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ انھوں نے اس کام کو جس عرق ریزی سے کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اب تک مطبوعہ فراہیات کے ماعلیہ میں سے شاید ہی کوئی چیز درج ہونے سے رہ گئی ہو۔"

کوائف جامعۃ الرشاد

بحمداللہ جامعۃ الرشاد کے تمام شعبے بحسن وخوبی اپنا کام انجام دے رہے ہیں عربی درجات میں ۱۰ رجب سے تعلیم کا کام ختم ہو جائے گا، دس دن طلبہ کو امتحان کی تیاری کا موقع دیا جائے گا — اور ۱۱ رشعبان سے سالانہ امتحان شروع ہو کر ۲۲ رشعبان تک ختم ہو گا۔ اور پھر دس شوال کو کھلے گا۔ مکتب نرسری اسکول اور شعبہ نسواں جامعۃ الطیبات وغیرہ کا سالانہ امتحان حسب دستور مئی میں ہوگا حفظ کا درجہ ۱۵ رمضان کے بعد بند ہوگا شعبۂ کتابت کا امتحان اپریل کے وسط میں ہوگا۔

لڑکیوں کا الگ شعبہ

بہت دنوں سے لڑکیوں کا الگ شعبہ قائم کرنے کا ارادہ تھا بحمداللہ اس کی ابتدا کر دی گئی ہے اس وقت اسمیں چار ابتدائی درجے سوم، چہارم، پنجم، ششم چل رہے ہیں ششم میں ابتدائی عربی وفارسی کی ابتدا کر دی گئی ہے اگلے سال عربی اول شروع ہوگا۔ عربی نصاب شروع ہونے کے بعد اس کا نظام بھی عربی درجات کے ساتھ رہے گا۔ جگہ کی تنگی کی وجہ سے اس سال ان درجوں میں صرف پچاس بچیوں کا داخلہ لیا گیا ہے اگر آئندہ کچھ کشادگی ہوئی تو انشاءاللہ یہ تعداد سو تک پہنچا دی جائے گی۔ درجہ سوم سے پہلے بچیاں مکتب میں بچوں کے ساتھ پڑھتی ہیں

فقہی سیمینار

ہندستان میں کئی برس سے اسلامی فقہ اکیڈمی کی طرف سے جدید مسائل پر غور کرنے کے لئے فقہی سیمینار کا انعقاد ہو رہا ہے۔ اس سلسلہ کا پانچواں سیمینار ۲۴ تا ۲۷ راپریل ۹۲ء کو جامعۃ الرشاد میں ہونے والا تھا مگر بعض وجوہ سے اس کی تاریخیں بڑھادی گئی ہیں انشاءاللہ اب یہ اکتوبر کے شروع میں ہوسکے گا باقاعدہ تاریخوں کا اعلان جلد ہی کر دیا جائے گا۔

مدرسہ میں حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کی آمد

بحمداللہ ہندوستان کے بہت سے ممتاز علماء کی مدرسہ میں آمد ہوتی رہی ہے جن کے معائنے کتابی شکل میں شائع کر دیئے گئے ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ اس سال پاکستان کے مشہور عالم اور شیخ وقت محترم حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ تشریف لائے اور اساتذہ وطلبہ اور شہر کے خواص کے سامنے ان کا ایمان افروز بیان ہوا جس سے سب نے پورا فائدہ اٹھایا بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان کے دلکش بیان کی لذت اب بھی قلب میں محسوس ہو رہی ہے۔ یہاں تقریباً دن بھر ان کا بابرکت قیام رہا اس سے پہلے بھی حضرت مولانا تشریف لا چکے ہیں اور ان کے تاثرات بھی "جامعۃ الرشاد اکابرین کی نظر میں" والے پمفلٹ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس ذرہ نوازی کے لئے ہم صمیم قلب سے ان کے ممنون ومشکور ہیں۔

محترم مرتب الرشاد مدظلہ کی وہ کتابیں جو دارالتالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ سے شائع ہوئی ہیں

(۱) **اہل دل کی باتیں** یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی مدظلہ کے ان ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کے پڑھنے سے ایمان میں تازگی، آخرت کی یاد اور عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، قیمت ۵/ر

(۲) **اسلامی تعلیم حصہ اول، دوم، سوم، چہارم** اس میں اسلامی مسائل کو بڑے سلیس اور دلچسپ انداز میں بچوں کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے یہ سیکڑوں مکاتب کے نصاب میں داخل ہے پورے سٹ کی قیمت ۶/ر

(۳) **قرآن پاک کی تعلیم اور اسکی عظمت** اس میں قرآن پاک کی تعلیم اور اسکی عظمت کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ساری مثالیں قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبوی سے دی گئی ہیں۔ قیمت صرف ۵/ر

۴۔ **خطبۂ نکاح** جو خطبہ نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے وہ ایک زبردست معاشرتی ہدایت ہے، مصنف نے اس کی بڑی موثر تشریح کی ہے یہ ہر نکاح کے وقت تقسیم کرنے کے قابل ہے، قیمت صرف ۱/ر ہے،

(۵) **مسئلہ کفاءت** شادی بیاہ میں برابری کا خیال کرنا صحیح ہے مگر یہ برابری دین و تقویٰ میں ہونی چاہئے، مسلمانوں میں جو پیشہ کے اعتبار سے مستقل طور پر برادریاں قائم ہوگئی ہیں ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ ہندو تہذیب کے اثر سے ہے، اس مسئلہ پر مصنف نے بسیر حاصل بحث کی ہے۔ قیمت ۵/ر ہے۔

(۶) **جہیز کی شرعی حیثیت** اس وقت شادی بیاہ میں جہیز کے مطالبہ نے ایک فتنہ کی صورت اختیار کرلی ہے جس سے لڑکیوں کی شادی عام آدمیوں کے لئے ایک مصیبت بن گئی ہے، اس پر ایک عالم نے بہت تحقیقی بحث کی ہے جس پر مولانا ندوی کے قلم سے ایک دیباچہ بھی ہے، قیمت صرف ۵/ر ہے۔ تینوں کتابیں اصلاح معاشرہ کے لئے بہترین تحفہ ہیں۔

۷۔ دینی مدارس اور ان کی ذمہ داریاں

اس میں دینی مدارس کی ذمہ داریوں کو بڑے پُر اثر اور پُر سوز انداز میں بیان کیا گیا ہے اس کے بعض مضامین کو شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے کئی سو کے مجمع میں پڑھ کر سنوایا اور فرمایا کہ اس کو ہر استاذ اور طالب علم کو پڑھنا چاہیئے۔ قیمت صرف عـہ

۸۔ عبادت و خدمت

اس میں خدمت خلق پر اس نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے کہ خدمت خلق بھی عبادت ہے اس کا انگریزی اور عربی ترجمہ بھی ہو چکا ہے قیمت آٹھ پیسے

۹۔ سرمد اور ان کی رباعیاں

اس میں سرمد کے حالات زندگی اور ان کی رباعی گوئی اور ان کے قتل کے اسباب پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں اُن کی رباعیاں ترجمہ کے ساتھ شامل کر دی گئی ہیں اس سے پہلے کسی نے اتنی تفصیل سے اس موضوع پر کوئی چیز نہیں لکھی ہے۔ یہ کتاب اردو اکیڈمی یوپی کی مدد سے شائع ہو گئی ہے۔

۱۰۔ خواجہ میر درد اور ان کی شاعری

عام طور پر خواجہ میر درد کو ایک شاعر سمجھا جاتا ہے لیکن شاعری میں بلند مقام رکھتے ہوئے ان کی یہ ثانوی حیثیت ہے وہ ایک زبردست عالم اور صاحب سلسلہ شیخ اور صاحب دل بزرگ تھے، مصنف نے ان کی کتابوں کی روشنی میں اُن کی زندگی اور شاعری کی والہانہ انداز میں تفصیل کی ہے، کتاب زیر ترتیب ہے، اس کا کچھ حصہ الرشاد میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۱ فقہ اسلامی کا دائرہ کار اور اسمیں اجتہاد کی حیثیت

یہ ایک طویل مقالہ ہے جو خدابخش خاں لائبریری پٹنہ میں پڑھا گیا تھا اب اس میں مزید اضافہ کے بعد اُسے کتابی شکل دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ ابھی مصنف مدظلہ کے درجنوں مضامین ہیں جن کو کتابی شکل دینے کی کوشش کی جا رہی ہے مثلاً خدمت حدیث میں عورتوں کا حصہ قرآن پاک میں آیت رجم نماز اور خشوع ، تواضع مسلمان بادشاہوں کی تصانیف، ذرائع آمدنی، اور تقسیم ملکیت کا مسئلہ، وقت ایک دولت ہے۔ قیمت عـہ

یہ آخری کتابچہ اور ریاض الحدیث کے نام سے حدیث کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ قیمت ۲۰ روپئے

شکیل احمد مہتمم مکتبۂ دار التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد: رشاد نگر، اعظم گڑھ

محترم مرتب الرشاد مدظلہٗ کی وہ کتابیں جو دوسرے مکتبوں سے شائع ہوئی ہیں

۱۔ اسلامی فقہ حصہ اول و دوم کئی برس سے اصلی اسلامی فقہ بازار سے غائب تھی بحمد للہ اب اسلامی فقہ کا شاندار حصہ اول کا چھٹا اور حصہ دوم کا پانچواں اڈیشن تاج کمپنی نئی دلی سے شائع ہو کر بازار میں آگیا ہے۔

مصنف موصوف نے اس میں غیر معمولی اضافہ کردیا ہے جس سے اب یہ بالکل نئی کتاب بن گئی ہے شروع میں اسلامی عقائد کے باب کا اضافہ کردیا گیا ہے اسی طرح معاشرتی معاملاتی مسائل والے حصہ میں سیکڑوں جدید مسائل، مثلاً خون چڑھانا، پوسٹ مارٹم، نسبندی اور زندگی زادہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری وغیرہ کے احکام کا اضافہ کردیا گیا ہے گویا شریعت اسلامی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر اس کتاب میں روشنی نہ پڑگئی ہو۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلامی فقہ کے موضوع پر اردو زبان میں اس سے زیادہ مفصل کوئی کتاب موجود نہیں ہے، تمام اہم مسائل میں ائمہ اربعہ کے مسلک کا متن یا حاشیہ میں ذکر کردیا گیا ہے تاکہ شریعت اسلامی کی وسعت کا پورا اندازہ ہوسکے اب اس کی ضخامت ایک ہزار صفحات سے زیادہ ہوگئی ہے۔ اس لئے دو حصوں میں کردی گئی ہے، یہ کتاب نہ صرف عام پڑھے لکھے لوگوں کے لئے مفید ہے بلکہ عربی مدارس کے طلبہ و اساتذہ کے لئے بھی ایک نادر تحفہ ہے یہ کتاب ہر گھر اور ہر لائبریری میں رکھے جانے کے قابل ہے۔ قیمت حصہ اول ؏۵۵ دوم ؏۶۵

۲۔ اسلامی قانون اجرت اس کتاب میں مزدوروں کے مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے اس کا ملیالم میں ترجمہ بھی ہوچکا ہے اس کا پہلا اڈیشن لاہور سے شائع ہوا ہے۔ اب یہ دونوں کتابیں تاج کمپنی دلی سے شائع ہوئی ہیں۔

پتہ :۔ تاج کمپنی ۳۱۵۱ ترکمان گیٹ نئی دلی، ۱۱۰۰۰۶

۳۔ تبع تابعین اس کتاب میں انیس۱۹ اکابر تبع تابعین کے علم و فضل کا مفصل ذکر ہے جس میں امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ بھی شامل ہیں۔

قیمت : ؏۲۵

MAR.
1992

ماہنامہ

جامعہ

الرشاد

مرتبہ

مجیب اللہ ندوی

دار التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ یوپی

سالانہ چندہ
غیر ممالک سے
پندرہ ڈالر امریکی
15/=

جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ کا ترجمان
ماہنامہ

الرشاد

جامعۃ

سالانہ چندہ
ہندوستان سے 50/=
خصوصی معاون 100/=
قیمت فی پرچہ 5/=

جلد ۱۹ | مارچ سنہ ۱۹۹۲ء مطابق رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۲ھ | شمارہ ۴۳۹

فہرست مضامین

مجلس ادارت

• مجیب اللہ ندوی (مرتب)
• ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی (علیگ)
• ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی، مقیم ابوظبی

منیجر توسیع و اشاعت
مولوی عقیل احمد صاحب ٹانڈوی

کتابت :- عبد القادر بستوی و خورشید اکرم

مجیب اللہ ندوی پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر نے نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ سے چھپوا کر دفتر جامعۃ الرشاد، اعظم گڈھ سے شائع کیا۔

رشحات

پچھلے مہینہ کے رشحات میں راقم الحروف نے ملکی اور بین الاقوامی حالات کی طرف کچھ اشارات کیے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ واقعات کی روشنی میں اس کی مزید وضاحت کردی جائے۔ تاکہ بدلتے ہوئے حالات کی صحیح تصویر ہمارے سامنے آجائے۔ اس وقت بین الاقوامی حالات وہ باقی نہیں رہ گئے ہیں جو روس کی شکست و ریخت اور خلیجی جنگ سے پہلے تھے۔

اس وقت امریکہ اور اس کے حواری یہودی لابی کے ذریعہ پوری دنیا کو، اور خاص طور پر مسلمان ملکوں کو پورے طور پر اپنے سیاسی اور فوجی گھیرے میں لینے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اور جہاں بھی ان کو اس سلسلہ میں اسلامی طاقتوں کے ابھرنے کے آثار دکھائی دے رہے ہیں، وہ ان کے سلسلہ میں "گربہ کشتن روز اول" پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس کی سب سے واضح مثال الجزائر کا موجودہ الکشن ہے۔ الجزائر میں بالکل جمہوری طریقہ سے اسلام پسند پارٹی کامیابی حاصل کرتی ہے۔ مگر الکشن کا دوسرا دور شروع ہونے سے پہلے ہی فوجی انقلاب کرا کے اس کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔ الجزائر تقریبًا ایک صدی تک فرانس کی نوآبادی بنا رہا۔ بڑی زبردست قربانی کے بعد آج سے ۲۵ برس پہلے اس کو آزادی ملی۔ گو ملک کو سیاسی طور پر آزادی ضرور مل گئی، مگر فرانس نے تہذیبی اور ثقافتی جو اثرات وہاں چھوڑے تھے وہ باقی تھے اور بڑی اہم جگہوں پر اور فوج میں ایک بڑا عنصر اس کا پروردہ موجود تھا۔ چنانچہ امریکہ، فرانس اور اسرائیل کی مشترکہ سازش سے اسلامی تحریک کو غیر موثر بنانے کے لیے یہ انقلاب لایا گیا کہ کہیں مغربی افریقہ میں الجزائر، الجیریا، مراکش اور نائیجیریا وغیرہ کا کوئی نیا اسلامی بلاک نہ بن جائے۔ دوسری طرف امریکہ اور مغربی طاقتوں اور یہودی لابی کو یہ خطرہ ہے کہ روس کی چھ سات آزاد مسلم ریاستیں افغانستان، ایران اور پاکستان وغیرہ سے مل کر مشرق میں ایک دوسرا بلاک نہ بنالیں۔ خاص طور پر کئی آزاد روسی جمہوریتوں میں ایٹمی پلانٹ کی موجودگی اور پاکستان کی ایٹمی صلاحیت نے ان کو اور زیادہ خوف زدہ کر رکھا ہے۔

ایک طرف امریکیان کو رام کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ دوسری طرف ترکی کی سیکولر حکومت کو ان ملکوں کا مرکز بنانے کی فکر میں ہے تاکہ ان ملکوں کے بڑھتے ہوئے اسلامی رجحان پر کوئی روک لگائی جاسکے۔ ترکی کو مصطفےٰ کمال نے جس رُخ پر ڈالا تھا سیاسی سطح پر ابھی تک وہ مغرب یا دوسرے الفاظ میں یہودیوں کے فریب سے باہر نہیں نکل سکا ہے۔ اس لیے امریکہ اور اس کے ہمنواؤں کے لیے وہ سیاسی استحصال کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

عرب ملکوں میں مصر اپنی سیکولر سیاسی پالیسی سے شاید ہی ہٹ سکے۔ سوڈان سے کچھ توقع کی جاسکتی ہے مگر اس کو داخلی مسائل میں الجھا دیا گیا ہے اور عراق کا اب کوئی وزن نہیں رہ گیا ہے۔ اور یہ خبر صحیح ہے کہ امریکہ کویت کی ایک نئی سرحد بنانے کی فکر میں ہے تو خلیج میں اسکی فوجی گرفت اور زیادہ مضبوط ہو جائے گی۔ شام پہلے ہی سپر ڈال چکا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے چھوٹے چھوٹے نام کے عرب ممالک کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں، صرف ایک ایران دوسرے سعودی عرب کی ایسی پوزیشن ہے کہ وہ اسلامی تحریکات کو مدد پہونچا سکتے ہیں اور خود بھی اسلامی افکار کے حامل ہیں۔ مگر ایران اپنی شیعیت کی وجہ سے پورے طور پر اسلامی ملکوں میں اسلامی طرز فکر کے حاملوں کے لیے نہ قابل قبول ہو سکتا ہے اور نہ اس کی قیادت کو سب قبول کر سکتے ہیں۔ اب رہا سعودی عرب تو وہ اسلامی جذبات اور اسلامی طرز فکر کو اپنے ملک میں تو ضرور کسی حد تک فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور دوسرے ملکوں کی اسلامی تحریکات کی کسی حد تک مالی اعانت بھی کرتا ہے اور کر سکتا ہے۔ مگر موجودہ حال میں اس سے کوئی سیاسی خطرہ مول لینے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ غرض یہ کہ اسلامی ملکوں کے کسی سیاسی یا فوجی بلاک بننے کی کوئی عملی صورت دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ مگر اس کے امکانات کے پیش نظر امریکہ اور مغربی ممالک اور یہودی لابی اسلامی جذبات کو دبانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے لیے انھوں نے ایک گالی فنڈا لسٹ (FUNDAMENTALIST) یعنی بنیاد پرست کی ایجاد کر رکھی ہے۔ کاش مسلمان ممالک یہ گالی سننے کے لیے عملاً تیار ہو جاتے تو یہ چیز ان کے اعزاز اور سیاسی وقار کا سبب بنتی۔

پچھلے چند بین الاقوامی ساز شوں اور سیاسی حالات کے ساتھ مسلمانوں کے سلسلہ میں

ملک کے اندر ہونے والی سازشوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا تھا۔ اس مہینہ میں ہم اس کی مزید وضاحت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ ہم کو اندازہ ہو جائے کہ ان سازشوں کی جڑیں کتنی مضبوط ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کے خلاف جو پروگرام بھی بروئے کار لانے کی کوشش ہو رہی ہے ان سب کی پشت پر آر۔ ایس۔ ایس کا دماغ کام کر رہا ہے۔ بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی آر۔ ایس۔ ایس کی ملک اور ملک سے باہر ۲۷ تنظیمیں مختلف شعبوں میں کل ہند پیمانے پر کام کر رہی ہیں۔ مثلاً سیاسی، اقتصادی اور مختلف تعلیمی شعبوں اور طلبہ میں کام کرنے کے لیے الگ الگ ان کی تنظیمیں ہیں۔ اس وقت ان کے ہیڈ کوارٹر ناگپور میں چھ سو اسکالر اس تحقیق اور غور و فکر میں لگے ہوئے ہیں کہ یہاں پر برہمنزم کو کس طرح باقی رکھا جائے۔ اور تاریخ میں ایسی تبدیلی کی جائے کہ اکبر اور اشوک وغیرہ کی شخصیت دب جائے۔ اب اس ہندوستانی برہمنزم کے ساتھ ایک انٹرنیشنل برہمنزم اسرائیل بھی اس میں شامل ہو گیا ہے۔ جس کی شرکت کے لیے ملکی برہمنزم ایک مدت سے بے چین تھا۔ اس لیے مزید سنگین صورت حال پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ جیسا کہ کہا جا رہا ہے اسرائیل سے دہشت کے ختم کرنے میں مدد لی جائے گی۔ اس صورت حال میں مزید سنگینی اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت کانگریس بغیر کسی ظاہری اعلان کے بی جے۔ پی کا آلہ کار بنی ہوئی ہے۔

ان حقائق کو آپ سرسری انداز میں پڑھ کر اس سے نہ گذر جائیں۔ بلکہ ضرورت ہے کہ ہم ان حالات کی نزاکت کا پورا جائزہ لینے کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنے تحفظات اور دفاع کی تدبیریں اختیار کریں۔ آر۔ ایس۔ ایس کے پیش نظر ایک ہی مقصد ہے کہ پورے ہندوستان سے تمام اکائیوں کے فکری اور تہذیبی امتیازات کو مٹا کر انھیں ہندوتو میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر منظور عالم صاحب نے بزرگان ملت کے نام جو خط بھیجا ہے اس کو یہاں اس لیے نقل کیا جاتا ہے کہ اس سے اس صورت حال کی مزید وضاحت ہو جائے گی جس کا ذکر رشحات میں کیا جاتا رہا ہے۔

" معظمی و محترمی! حفظکم اللہ سبحانہ و اطال بقاءکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ امید کہ آپ بصحت و عافیت ہوں گے۔ پوری دنیا میں، بالخصوص عالم اسلام کے

سیاسی واقتصادی حالات اور وہاں کے مدوجزر کو دیکھتے ہوئے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آپ کی خدمت میں ہندوستان میں ملت اسلامیہ کو درپیش نئے خطرات کے سلسلہ میں اپنے احساسات واندیشے پیش کروں۔

یوں تو تاریخ کے ہر دور میں امت اسلامیہ نے یہودیوں، عیسائیوں اور ہوس پرستوں کے ہاتھوں نقصانات اٹھائے ہیں۔ کبھی استعماری تسلط کی صورت میں، کبھی صلیبی جنگوں کی شکل میں، کبھی ملی انتشار وخلفشار کے انداز میں، کبھی خلفاء، حکام اور قائدین کے قتل وہلاکت کے اسباب میں، کبھی خفیہ ریشہ دوانیوں کے ذریعہ، تو کبھی باہمی کشمکش اور خوں ریزیوں کو ہوا دے کر یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور امت آپسی اختلافات میں الجھی رہی۔ ایک تاریخی تسلسل کے ساتھ ہر عہد میں امت اسلامیہ کو سیاسی واقتصادی محاذ پر شکست وریخت سے دوچار کرنے کے لیے خدا کے دشمنوں نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اور امت کو زبان ونسل، رنگ، علاقہ، قبیلہ اور علم وتحقیق کے نام پر خانوں میں بانٹنے اور ان کو کمزور کرنے کی تدبیریں کیں۔ چنانچہ ان عناصر کے کردار کو اندلس میں مسلمانوں کے زوال وخاتمہ اور خلافت عثمانیہ کے زوال وخاتمہ میں صاف دیکھا جا سکتا ہے۔

لیکن اس وقت سب سے سنگین بات بین الاقوامی حالات کی تبدیلی اور مغربی طاقتوں سے بعض اہم اور نئے معاہدات، نیز دشمنان خاص سے تعلق وقربت کے تناظر میں ملت اسلامیہ ہند ایک سرخ دائرے میں آجاتا ہے۔ اس سیاق میں خود ملک میں تیزی سے آنے والی تبدیلیوں کے نتیجہ میں ملت اسلامیہ پر جو اثرات مرتب ہوں گے اس کا اندازہ آپ بخوبی کر سکتے ہیں۔ ان ظواہر کی روشنی میں میں پوری دردمندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں:

(الف) آئندہ ملک میں ایسے واقعات رونما ہو سکتے ہیں کہ جن کے نتیجہ میں ملی قیادت اور دینی قیادت نیز روحانی قیادت مزید انتشار اور باہمی اختلافات کا شکار ہو اور اس طرح ان کی قیادت مشکوک ومشتبہ کر دی جائے۔ بلکہ اس کو بے وزن بنانے کی بھی کوشش ہو سکتی ہے۔ تاکہ بتدریج پوری ملت خلاء میں بھٹکتی نظر آئے۔

(ب) اخبارات ورسائل میں ملی شخصیات وقیادت کے بارے میں ایسی کہانیاں شائع کی جائیں جس سے عوام کی توجہ اصل حقیقت سے ہٹ جائے اور بدگمانیوں کا دور دورہ ہو

(ج) پوری ملت کو ایک خاص قسم کے نفسیاتی واعصابی تناؤ میں مبتلا کردیا جائے جس کے باعث وہ سنجیدہ اور ٹھوس کاموں کے کرنے کے بجائے جذباتی وہنگامی مسائل میں الجھ جائے۔

(د) ملت کا اتحاد بین الاقوامی طاقتوں، ایجنسیوں، جدید ذرائع ووسائل کے مالکوں، دفاعی کام کی نگرانی کرنے والوں کے ذریعہ پارہ پارہ کردیا جائے۔

آج ملت میں جس قدر بھی شعور ذاتی پیدا ہوا ہے اس میں اسلام کی سرمدی اور ابدی قوت کے ساتھ بزرگوں کی توجہات اور آپ حضرات کی خدمات کا بڑا دخل ہے۔ اس شخصی شعور اور بیداری کو اگر مزید ترقی دی جائے تو ملت تہذیبی اور تمدنی قیادت کی راہ پر چل کر اپنا مقام پاسکتی ہے۔ بشرطیکہ ملت کی قیادت اپنے فرائض کی ادائیگی میں فعالیت وتیزی لاکر (۱) اس بیداری کو باقی رکھنے اور اسے دور ترقی میں بدلنے کی ضرور تدبیریں کرے ورنہ خدا نہ کرے اس کا امکان ہے کہ (۲) آئندہ پیش آنے والے خطرات وواقعات کے نتیجہ میں پوری ملت دوبارہ غفلت وبے شعوری کا شکار ہوجائے اور اس پر یہ کیفیت اتنی طاری ہو جتنی کہ بیداری سے پہلے تھی۔

اس لیے ان حالات میں آپ سے حالات کا گہرائی سے مشاہدہ وتجزیہ کرنے نیز درپیش مسائل وخطرات سے ملت کو بروقت خبردار وآگاہ کرنے نیز سخت حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے حکمت عملی تیار کرنے کی مخلصانہ گذارش کرتا ہوں تاکہ ملت کی وحدت محفوظ رہ سکے اور وہ دشمنوں کی چالوں اور نرغہ میں آکر انتشار وافتراق کا شکار ہونے سے بچ سکے۔

امید ہے کہ جناب والا مخلصانہ گذارشات پر توجہ فرمائیں گے۔ آخرت میں اپنے رب کے حضور یہ رکھ سکوں گا کہ ایک مشکل گھڑی میں اپنے ملک کے تجربہ کار، شناس، خداترس رہنماؤں اور بزرگوں کے سامنے ملت کو درپیش خطرات کے متعلق میں نے رکھنے کی کوشش کی تھی۔ خصوصی دعاؤں کی گذارش کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ والسلام مع الاکرام

اکبر شمس الدین عالم

ناظرین کی معلومات میں اضافہ کے لئے آر۔ ایس۔ ایس کے کاموں کے پھیلاؤ کے سلسلہ میں ان کی کچھ علاقائی تنظیموں اور ان کے پروگرام کی کچھ مزید تفصیل دی جا رہی ہے۔

آر۔ ایس۔ ایس کی ضمنی ۲۷ سے زیادہ قومی سطح کی تنظیموں کے علاوہ بے شمار علاقائی تنظیمیں ہیں جو آفیسر گریڈ یا زیادہ سے زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کو Educate کرنے کی غرض سے اپنے پروگرام چلاتی ہیں، مثلاً لکھنؤ میں پرگیا بھارتی (प्रज्ञा भारती) کا گذشتہ سے پیوستہ سال خصوصی پروگرام سہکاری تا ہال لکھنؤ میں ہوا تھا، اس میں پروفیسر بلراج مدھوک نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسلمانوں کی نفسیات ہمیشہ یہ رہی ہے کہ طاقت حاصل کر کے حکومت کرنا، انھوں نے امریکہ کے نیگرو مسلمانوں کے ساتھ اپنی گفتگو نقل کرتے ہوئے پروفیسر صاحب نے کہا کہ میں نے کچھ نیگرو مسلمانوں سے پوچھا کہ آپ لوگ اتنی بڑی تعداد میں مسلمان کیوں ہو رہے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ ہم آئندہ امریکہ کی حکومت پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ یہ مثال دے کر انھوں نے حکومت کو تنبیہ کی کہ اقلیتوں کی منہ بھرائی کے رویہ کو اسے تبدیل کر دینا چاہیے ورنہ اس کے نتائج ملک کے خطرناک ہوں گے۔

ان کی تقریر کے بعد ڈاکٹر ہرش نارائن (پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے تقریر کی، انھوں نے کہا کہ "پروفیسر مدھوک نے مسلمانوں کو اقلیت کہا ہے یہ صحیح نہیں ہے، انھوں نے کہا کہ مسلمانوں کے لئے (Minority) اقلیت کہنا ہندوؤں کو دھوکہ میں رکھنا ہے۔ ۱۲ کروڑ کی آبادی (Minority) اقلیت نہیں کہی جا سکتی۔ جب مسلمان ۱۲ کروڑ ہوں تو ہرگز وہ اقلیت نہیں کہے جا سکتے۔ جب مسلمان یہاں معمولی اقلیت (Micro Minority) میں تھے اس وقت انھوں نے حکومت شروع کی تھی۔

گویا ہرش نارائن نے پروفیسر مدھوک کی بات سے بھی آگے بڑھ کر مسلمانوں کی خطرناک حیثیت کو ہندوؤں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی۔

ان باتوں کے ساتھ اس خبر کو بھی نوٹ کر لینا چاہیے کہ ناگپور کے علاوہ اب اتر پردیش میں بھی آر۔ ایس۔ ایس کا دوسرا ہیڈ کوارٹر بننے جا رہا ہے۔

لقطہ کے احکام و مسائل

محمد خالد سیف، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم = نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لُقْطَہ (قاف کے سکون کے ساتھ) یا لُقَطَہ (قاف کے فتحہ کیساتھ) لقط سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی گری پڑی چیز کے اٹھا لینے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ۔ (سورۂ یوسف: ١٠)

"ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی راہ گیر اسے پکڑ کر لے جائے گا اگر تم کو کرنا ہے (تو یوں کرو)"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ۔

(سورۂ القصص: ٨)

"تو فرعون کے لوگوں نے اس کو (موسیٰؑ) اٹھا لیا اس لئے کہ (نتیجہ یہ ہونا تھا کہ) وہ ان کا دشمن اور (ان کے لئے موجب) غم ہو۔ بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر چوک گئے تھے"

ہماری معلومات کے مطابق "لقط" مصدر سے صرف یہی دو لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں تیسرا کوئی لفظ نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

اس لغوی معنی کے اعتبار سے انسان جس بھی گری پڑی چیز کو اٹھاتے اسے

لقطہ کہا جاتا ہے خواہ وہ انسان ہو، حیوان ہو یا مال وغیرہ ہاں البتہ بعض فقہا نے لقطہ اور ضالہ میں فرق کیا ہے، ہم ان شاء تعالیٰ سطورِ ذیل میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ موضوع زیرِ بحث پر اس طرح روشنی ڈالیں گے کہ اس موضوع سے متعلق تمام گوشے قارئین کرام کے محوِ نظر کے سامنے آجائیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہ!

لَقِیْط کے معنی اور احکام

از روئے لغت لَقِیْط ہر اُس چیز کو کہا جاسکتا ہے جسے زمین سے اُٹھایا جائے مگر عرف و عادت میں لَقِیْط اس طفلِ مفقود کو کہتے ہیں جسے اس کی کفالت کی ذمہ داری کے خوف سے، یا بدکاری کے الزام کے ڈر کی وجہ سے یا کسی بھی اور سبب کی وجہ سے زمین پر پھینک دیا جائے تاکہ اس کے والدین کا علم نہ ہو سکے۔

حنفیہ کے نزدیک ایسے بچے کو زمین سے اُٹھا لینا نہ صرف یہ کہ مستحب ہے بلکہ یہ عمل بہت ہی افضل و اشرف ہے کیونکہ اس طرح ایک انسانی جان کی زندگی محفوظ ہو جاتی ہے اور اگر اس طرح گرے ہوئے بچے کو نہ اُٹھانے کی صورت میں ظنِ غالب یہ ہو کہ اس کی موت واقع ہو جائے تو پھر اسے اُٹھا لینا فرض کفایہ ہے۔

فقہاء احناف کے علاوہ دیگر ائمہ کرام کے نزدیک گرے ہوئے بچے کو اُٹھا لینا فرض کفایہ ہے اور اگر نہ اُٹھانے کی صورت میں موت کا خدشہ ہو تو پھر اُٹھا لینا فرضِ عین ہے۔

لقیط کی پرورش کون کرے؟

لقیط کی تربیت اور پرورش کا زیادہ حق دار تو مُلْتَقِط (اٹھانے والا) ہی ہے لہذا اگر وہ چاہے تو اس بچے کو خود پالے پوسے اور اس کی تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دے اور اگر وہ چاہے تو اس معاملہ کو حکومت کے سپرد کر سکتا ہے تاکہ حکومت اس معاملہ کو کسی کے سپرد کر دے اور اس کے اخراجات بیت المال سے ادا کرے، بیت المال تمام ضرورت مند مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہی ہوتا ہے مگر یہ اس صورت میں ہے جب لقیط کا اپنا کوئی مال نہ ہو اور اگر اس کے پاس اپنا مال بھی ہو یعنی مُلْتَقِط کو لقیط کے ساتھ کچھ مال بھی ملا ہو تو پھر اس کے اخراجات اس کے اپنے مال سے پورے کئے

جائیں گے کیونکہ اس صورت میں وہ بیت المال کا محتاج نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر قریباً قریباً فقہاء کا اجماع ہے[1]۔

اگر مُلتقِط خود خرچ کر رہا ہو تو وہ لقیط کے بالغ ہونے پر اس سے یہ اخراجات واپس لے سکتا ہے اور اگر وہ قاضی کے حکم کے بغیر از خود خرچ کر رہا ہو تو پھر یہ صدقہ و خیرات کے حکم میں ہوگا اور اسے لقیط کی بلوغت کے بعد اس سے یہ خرچہ واپس نہیں لینا چاہیئے۔

یاد رہے جس طرح لقطہ مُلتقِط کے پاس امانت ہوتا ہے اسی طرح لَقِیط بھی امانت ہی ہوتا ہے۔

لَقِیط کے جان و مال کا ولی کون ہے؟

لقیط کی حفاظت، تعلیم و تربیت، کفالت و نگہداشت اور اس کے مال میں تصرف کے اعتبار سے حقِ ولایت مسلمان قاضی یا حاکم کو حاصل ہے، ملتقِط کو اس کے مال میں تصرف یا اس کے بیاہ شادی کے سلسلہ میں حقِ تصرف حاصل نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اَلسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَّا وَلِیَّ لَہٗ[2] "جس کا ولی نہ ہو، حاکم (وقت) اس کا ولی ہے"

---

[1] المغنی لابن قدامہ ج ۵ ص ۶۸۳، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۵، مغنی المحتاج ج ۲ ص ۴۲۱

[2] یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات صحابہ کرام سے مروی ہے، حضرت عائشہ کی روایت کو امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین نے ان الفاظ کے ساتھ روایت فرمایا ہے کہ:

"لَانِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ وَاَیُّمَا امْرَأَۃٍ نَکَحَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّھَا فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ لَھَا وَلِیٌّ فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَہٗ۔"

"ابوداؤد ۲۰۸۳، ترمذی ج ۱ ص ۲۰۴، ابن ماجہ ۱۸۷۹، احمد ج ۶ ص ۴۷، ۱۶۵، شافعی ۱۵۴۳، سنن الدارمی ج ۲ ص ۱۳۷، ابن ابی شیبہ ۲/۴/۱، طحاوی، ابن الجارود ۷۰۰، ابن حبان ۱۲۴۸، دارقطنی ۳۸۱، حاکم ج ۲ ص ۱۶۸، بیہقی ج ۷ ص ۱۰۵۔"

جب حاکم لقیط کی شادی کا انتظام کرے گا تو حق مہر اور شادی کے دیگر تمام اخراجات بیت المال سے ادا کرے گا بشرطیکہ لقیط کے پاس اپنا ذاتی مال نہ ہو اور اگر وہ خود مالدار ہو تو پھر تمام اخراجات اس کے اپنے مال سے ہوں گے۔ علیٰ ھذا القیاس نان ونفقہ، لباس، علاج اور رہائش وغیرہ کے جملہ اخراجات بھی بوقت ضرورت وحاجت بیت المال سے ادا ہوں گے، جیسا کہ ہم نے قبل ازیں بھی یہ عرض کیا ہے، بیت المال مسلم معاشرے کے مفلوک الحال لوگوں کی ضروریات ہی کے لئے ہوتا ہے، لقیط کے پاس اگر اپنا ذاتی مال ہو اور وہ فوت ہو جائے تو اس کا وارث بھی بیت المال ہوگا الغرض بیت المال ہی اس کے نفع ونقصان کا مالک ہے۔

لقیط کو آزاد اور مسلمان تصور کیا جائے گا

لقیط کے دین وشریعت اور اس کی معاشرتی حیثیت کے بارہ میں اگرچہ کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر اسے آزاد اور مسلمان تصوّر کیا جائے گا کیونکہ اصل اور حقیقت کے اعتبار سے ہر انسان آزاد ہے اور اصول یہ ہے کہ اصلیت وحقیقت ہی کو معیار قرار دیا جاتا ہے الّا یہ کہ اس میں تبدیلی آ جانے کی کوئی دلیل موجود ہو لہٰذا دارِ اسلام اور دارِ حربیت سے ملنے والے ہر لقیط کو آزاد تصور کیا جائے گا۔ اسی اصول کے مطابق جب کوئی مسلمان کسی اسلامی ملک میں لقیط کو پائے تو اسے مسلمان تصور کیا جائے گا۔ لہٰذا اگر وہ فوت ہو جائے تو مسلمانوں کے رسم ورواج کے مطابق اسے غسل دیا جائے گا، تجہیز وتکفین کی جائے گی، نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ اگر لقیط کو کوئی ذمی شخص اٹھائے یا اسے مسلمان عیسائیوں کے چرچ، یہودیوں کے کلیسا یا کسی ایسی بستی سے اٹھائے جہاں کوئی مسلمان نہ بستا ہو تو اسے بظاہر حالات پر قیاس کرتے ہوئے ذمی تصور کیا جائے گا۔

ابن سماعہ کی "روایت النوادر" میں ہے کہ اس سلسلہ میں یہ دیکھا جائے گا۔

بقیہ حاشیہ:

حدیث ابن عباسؓ سنن ابن ماجہ میں بایں الفاظ ہے۔

"لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ وَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ"

کی تفصیل تخریج کے لئے ملاحظہ فرمایئے التلخیص الحبیر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ حدیث نمبر [illegible]

ملا کس نے مسلمان کو یا ذمی کو، جگہ کا کوئی اعتبار نہ ہوگا بلکہ اعتبار اس بات کا کیا جائے گا کہ اگر لقیط کسی مسلمان کو ملا ہے تو وہ مسلمان ہے اور اگر کسی ذمی کو ملا ہے تو وہ ذمی ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ لقیط کو حسبِ حالِ واجد یا مکان، مسلمان تصور کیا جائے گا۔ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"والصحیح هذه الروایة، فاذا وجده مسلم فی بلد اسلامی کان مسلماً تبعاً للدار، واذا وجده کافر فی دار الاسلام کان مسلماً واذا وجده ذمی أو مسلم فی کنیسة کان ذمیاً" ۱؎

یہی روایت صحیح ہے کہ جب کوئی مسلمان لقیط کو کسی اسلامی شہر میں پائے تو دارالاسلام کے بالتبع لقیط کو بھی مسلمان تصور کیا جائے گا، اسی طرح کسی کافر کو اگر دارالاسلام سے کوئی لقیط ملتا ہے تو اسے بھی مسلمان سمجھا جائے گا لیکن اگر کسی ذمی یا مسلمان کو کسی چرچ یا گرجا گھر سے کوئی لقیط ملتا ہے تو اُسے ذمی گردانا جائے گا۔"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں (۱) اعتبار مکان کا ہوگا (۲) اعتبار اس شخص کا ہوگا جس نے لقیط کو پایا ہے (۳) معیار مکان یا واجد ہوگا۔ یہ تیسرا قول فقہاء احناف کے نزدیک صحیح ترین قول قرار دیا گیا ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ و حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ لقیط اگر دارالاسلام سے ملا ہو تو وہ مسلمان ہوگا اور اگر دارالکفر سے ملا ہو تو اسے کافر تصور کیا جائے گا بشرطیکہ وہاں کوئی ایک بھی مسلمان رہائش پذیر نہ ہو اور اگر وہاں مسلمان بھی بستے ہوں تو پھر اصح قول کے مطابق تغلیبًا للاسلام اسے مسلمان تصور کیا جائے گا ۲؎ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

۱؎ بدائع الصنائع ج ۶ ص ۱۹۸

۲؎ مغنی المحتاج ج ۲ ص ۴۲۳، المغنی لابن قدامہ ج ۵ ص ۶۸۱

"اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی عَلَیْہِ" "اسلام ہی سربلند ہے اسے مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔"

حسب و نسب

لقیط کو مجہول النسب تصور کیا جائے ہاں البتہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ لقیط اس کا ہے تو اس کے دعویٰ کو درست تسلیم کیا جائے گا اور لقیط کو اس کی طرف منسوب کیا جائے گا، اسی طرح اگر خود مُلتقِط یا کوئی بھی دوسرا شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ لقیط اس کا بیٹا ہے تو اس دعویٰ کو بغیر دلیل ہی کے درست تسلیم کر لیا جائے گا۔ اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس دعویٰ کو بلا دلیل صحیح تسلیم نہ کیا جائے کیونکہ احتمال تو دونوں باتوں کا ہے، ممکن ہے کہ یہ اسی کا بیٹا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اس کا بیٹا نہ ہو لہٰذا اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ دلیل کے ساتھ ان میں سے ایک احتمال کو ترجیح دی جائے مگر اس مسئلہ میں جو دعویٰ کو بغیر دلیل ہی کے درست تسلیم کیا جاتا ہے تو یہ اس لئے کہ یہ دعویٰ ایسے اقرار پر مشتمل ہے جو لقیط کے لئے منفعت بخش اور اس بچے کے حق میں بہت بہتر ہے۔ پہلے ہی قدم پر اسے یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ وہ کسی نسب کے ساتھ منسلک ہو جائے گا، کسی بھی نسب کی طرف منسوب نہ ہونا، زندگی بھر اس کے لئے عار اور عیب تصور ہوگا لہٰذا اس نوعیت کے کیس میں انسانیت کے وسیع تر مفاد میں مدعی کے دعویٰ کی تصدیق میں دلیل طلب کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس دعویٰ کو بلا دلیل ہی درست تسلیم کر لیا جائے گا۔

لقیط کے بارہ میں اگر کوئی ذمی دعویٰ کرے کہ یہ اس کا ہے، تو ذمی کے دعویٰ کو بھی درست تسلیم کیا جائے گا اور اس کا دعویٰ بھی ثبوت نسب کے لئے کافی ہوگا البتہ اس صورت میں لقیط کو مسلمان تصور کیا جائے گا کیونکہ ادعائے نسب ان امور میں مقبول ہے جو لقیط کے لئے منفعت بخش ہوں، ان امور میں قابل قبول نہیں ہے، جو اس کے لئے ضرر رساں ہوں۔ ذمی کا بیٹا ہونے سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ وہ کافر بھی ہے، ممکن ہے کہ اس کی ماں مسلم ہو لہٰذا

---

۱ مسند احمد۔ سنن الدارقطنی بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۵ ص ۷۶۶

بچے کو ماں باپ میں سے اس کے دین کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جس کا دین بہتر ہو جیسا کہ معروف ہے۔

اسی طرح اگر لقیط کے بارے میں دو شخص مدعی ہوں اور ان میں سے کسی کے پاس بھی کوئی دلیل نہ ہو اور ان میں سے ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو لقیط کو مسلمان کی طرف منسوب کیا جائے گا کیونکہ لقیط کے لئے یہی بہتر ہے کہ اسے مسلمان کی طرف منسوب کیا جائے۔

اگر دونوں مدعی مسلمان اور آزاد ہوں اور ان میں سے کوئی بچے کے جسم میں کسی علامت یا مخصوص نشانی وغیرہ کو بیان کردے اور اس کا یہ بیان درست ہو تو حنفیہ کے نزدیک یہ شخص دوسرے کی نسبت زیادہ حق دار ہوگا کیونکہ کسی علامت یا شناخت کا صحیح صحیح بیان کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ لقیط اس کا ہے لہذا اسے ترجیح دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عزیز مصر کی بیوی کے خاندان کے ایک فرد کی یہ بات جو نقل فرمائی ہے:

إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۔

اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہو تو یہ سچی اور یوسفؑ جھوٹا ہے اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچا ہے۔

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کسی علامت، شناخت یا قرینہ کو بھی دلیل تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کوئی علامت یا شناخت بیان نہ کر سکے یا دونوں ہی ایسے دلائل پیش کریں جو صحیح ہوں تو اس صورت میں فیصلہ یہ کیا جائے گا کہ یہ لقیط ان دونوں کا بیٹا ہے کیوں یہاں کسی ایک کو بلا دلیل ترجیح نہیں دی جا سکتی، چنانچہ اس طرح کے کیس میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح کا فیصلہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں کا بیٹا ہوگا، دونوں کا وارث ہوگا اور یہ دونوں اس کے وارث ہوں گے۔

اگر دونوں میں سے ایک دلیل پیش کرے اور دوسرا کوئی علامت بیان کرے تو اس صورت میں دلیل کو ترجیح دی جائے گی۔

فقہائے شافعیہ کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ جب ایک لقیط کے بارے میں دو شخص مدعی ہوں اور ان میں سے کسی کے پاس بھی اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہ ہو تو اس صورت

میں لقیط کا قیافہ شناسوں سے معائنہ کرایا جائے گا۔[1] قیافہ شناس معائنہ کے بعد لقیط کو جس شخص سے منسوب کریں تو ان کے اس انتساب کو درست تسلیم کر لیا جائے گا۔ آج کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور میں خون کے کلینکل تجزیہ سے بھی اس طرح کے مسائل میں مدد لی جا سکتی ہے بلکہ قیافہ شناسی کی نسبت، ہماری رائے میں یہ جدید سائنسی طریقہ زیادہ مفید، مؤثر اور نتیجہ خیز ہے ویسے بھی خاندانوں کے باہم دگر اختلاط کے باعث وہ نمایاں امتیازات و خصوصیات ناپید ہو گئے ہیں، جو کبھی خاندانوں کا طرۂ امتیاز ہوتے تھے اور پھر اس طرح کے ماہر قیافہ شناس بھی آج موجود نہیں ہیں، جس طرح ماضی میں ہوا کرتے تھے، لہٰذا ہماری دانست میں قیافہ شناسی کے بجائے اس طرح کے مسائل میں کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے خون کا کلینکل تجزیہ زیادہ ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

---

[1] قیافہ شناسی کی مشروعیت کی دلیل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کاشانۂ نبوت میں ایک بار اس طرح شاداں و فرحاں تشریف لائے کہ خوشی و مسرت کے باعث چہرۂ اقدس جگمگا رہا تھا۔ آپ نے تشریف لاتے ہی فرمایا:

"اَلَمْ تَرَیْ اَنَّ مُجَزِّزًا نِ الْمُدْ لِجِیَّ نَظَرَ اٰنِفًا اِلٰی زَیْدٍ وَاُسَامَةَ وَقَدْ غَطَّیَا رُءُوْسَهُمَا وَبَدَتْ اَقْدَامُهُمَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔"

اخرجہ البخاری (۲/۳۹۳، ۴/۲۹۲) ومسلم (۴/۱۷۲) وکذا ابوداؤد (۲۲۶۷، ۲۲۶۸) والنسائی (۲/۱۰۸) والترمذی (۳/۱۸) والطحاوی (۲/۲۹۱) والبیہقی (۱۰/۲۶۲) واحمد (۶/۸۲، ۲۲۶)

بحوالہ ارواء الغلیل ج ۶ ص ۲۲-۲۵۔

عائشہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مُجَزِّز مُدلجی (ایک مشہور قیافہ شناس) نے ابھی ابھی زید اور اسامہ کو دیکھا ہے، جب کہ وہ دونوں اکٹھے لیٹے ہوئے تھے، انہوں نے اپنے سروں کو کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا مگر ان کے پاؤں کھلے ہوئے تھے تو اس نے انہیں دیکھ کر کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

اگر لقیط کے بارہ میں کوئی خاتون یہ دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے مگر اس خاتون کا خاوند نہ ہو تو اس کے دعویٰ کو درست تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اگر اس کا خاوند ہو تو پھر اس دعویٰ کو درست تسلیم کر لیا جائے گا یا پھر اس کے دعویٰ کو اس صورت میں صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ کوئی دایہ یا دو گواہ شہادت دے دیں کہ یہ اس کا بچہ ہے، اس صورت میں خاتون سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔

اگر کسی لقیط کے بارہ میں دو عورتیں دعوے دار ہوں اور ان میں سے ایک عورت اپنے دعویٰ کی تصدیق میں کوئی دلیل بھی پیش کر دے تو وہ اس لقیط کی زیادہ حق دار ہوگی اور اگر دونوں عورتیں ہی اپنے اپنے دلائل پیش کریں تو امام ابو حنیفہؒ اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ کسی ایک کا نہیں بلکہ دونوں کا بیٹا سمجھا جائے گا۔ امام محمدؒ سے دونوں روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق وہ اسے دونوں عورتوں کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق وہ یہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہ دیا جائے ہماری دانست میں اس قسم کے مسائل میں حاکم یا قاضی کو فہم و ذکاء اور بصیرت و فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس طرح فیصلہ کرنا چاہیئے جس طرح ایک کیس کا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا تھا۔ کیس یہ تھا کہ دو عورتیں حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ دونوں ایک بچے کے بارہ میں دعوے دار تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دونوں کے بیانات سن کر بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ یہ بچہ اس کا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اس فیصلہ کے وقت وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ اس کیس کا فیصلہ میں کرتا ہوں اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ

اِیْتُوْنِیْ بِالسِّکِّیْنِ اَشُقُّہٗ بَیْنَکُمَا "تم میرے پاس چھری لاؤ میں اس بچے کو کاٹ کر تم دونوں کو آدھا آدھا دے دیتا ہوں۔"

یہ سن کر بڑی خاتون نے تو حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی مگر چھوٹی عورت نے چیخ کر کہا:

لَا تَفْعَلْ، يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، هُوَ ابْنُهَا۔ "اے اللہ کے نبی! آپ ایسا ہرگز نہیں کیجئے اللہ آپ کے حال پر رحم فرمائے یہ بچہ اسی عورت کا ہے، اسے دے دیجئے!"

ممتا کی ماری ہوئی اس چھوٹی خاتون کی چیخ کو جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنا تو بچہ اسے دے دیا اور فرمایا کہ یہ بچہ درحقیقت اسی خاتون کا ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اپنی "سنن" کے تین مختلف ابواب میں ذکر فرما کر درحقیقت اس حدیث سے تین مختلف مسائل کا استدلال فرمایا ہے، چنانچہ پہلے باب کا عنوان یہ ہے:

"اَلتَّوْسِعَةُ لِلْحَاكِمِ فِي اَنْ يَّقُوْلَ لِلشَّيْءِ الَّذِيْ لَا يَفْعَلُهُ اَفْعَلُ كَذَا لِيَتَبَيَّنَ بِهِ الْحَقُّ" "حاکم کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ جو چیز کو وہ نہ کرنا چاہتا ہو، اس کے بارہ میں یہ کہے کہ میں اس طرح کرتا ہوں، جب کہ مقصود یہ ہو کہ حق واضح ہو جائے۔"

پھر آپ نے اسی حدیث پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے، جو پہلے عنوان سے یقیناً زیادہ بہتر ہے:

اَلْحُكْمُ بِخِلَافِ مَا يَعْتَرِفُ بِهِ الْمَحْكُوْمُ عَلَيْهِ اِذَا تَبَيَّنَ لِلْحَاكِمِ اَنَّ الْحَقَّ غَيْرُ مَا اعْتَرَفَ بِهِ۔" "محکوم علیہ کے اعتراف کے خلاف فیصلہ کرنا، جب کہ حاکم کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ حق وہ نہیں ہے جس کا محکوم علیہ نے اعتراف کیا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے اسی حدیث پر ایک تیسرا عنوان قائم فرمایا ہے، جو کہ حسب ذیل ہے:

نَقْضُ الْحَاكِمِ مَا حَكَمَ بِهِ غَيْرُهُ مِمَّنْ هُوَ مِثْلُهُ اَوْ اَجَلُّ مِنْهُ۔" "ایک حاکم کا اپنے جیسے یا اپنے سے بڑے کسی دوسرے حاکم کے فیصلے کے خلاف فیصلہ کرنا۔"

اس حدیث سے حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مذکورہ بالا تین مسائل کا استدلال فرمایا ہے۔

اسی حدیث سے یہ چوتھا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے، جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے کہ قرائن اور شواہد کی روشنی میں بھی کسی تنازعے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ بعد اسی طرح اس

حدیث شریف سے ہم اس پانچویں مسئلہ کا استدلال بھی کر سکتے ہیں کہ اگر زیر بحث میں ایک عورت کے حق میں فیصلہ کرنا ہوگا، دونوں کو بچہ دینا تو دونوں کے لئے فتنہ و فساد کا مستقل دروازہ کھول دینے کے مترادف ہے۔

اسلامی نظامِ عدل و قضاء میں فراست اور قرائن و شواہد کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی اہمیت و حیثیت کے موضوع پر ہمارے اسلامی لٹریچر میں ایک بہت ہی بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ کتاب موجود ہے، جس کے مطالعہ کی ہم اپنے قارئین کرام سے بطورِ خاص سفارش کریں گے، یہ کتاب "اَلطُّرُقُ الحُکمِیَّۃُ فِی السِّیَاسَۃِ الشَّرعِیَّۃِ" ہے، جس کے مصنف حضرت امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مصر کے مطبعۃ المدنی، القاہرہ کے زیر اہتمام اس کتاب کا ایک بہت اچھا ایڈیشن طبع ہوا ہے، جسے ڈاکٹر احمد جمیل غازی نے ایڈٹ کیا ہے۔

لَقِیط سے متعلق ان ضروری احکام کے تذکرہ کے بعد اب ہم لُقطَہ سے متعلق ضروری احکام و مسائل کو بیان کرتے ہیں۔

لُقَطَہ کے معنی

لُقطَہ کو قاف کے فتحہ اور سکون کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے، لقطہ کے معنی اس مال کے ہوتے ہیں، جو گرا پڑا ملے۔ اصطلاحِ شریعت میں جیسا کہ امام ابن قُدامَہ حنبلیؒ نے بیان فرمایا ہے:

"لقطہ اس مال کو کہتے ہیں، جو مالک سے گر جائے اور اُسے کوئی دوسرا شخص اٹھالے"[۱]

کتب فقہ حنفیہ میں بھی اس کی تعریف اسی طرح کی گئی ہے، مثلاً "فتاویٰ تاتارخانیہ" میں ہے کہ لقطہ سے مراد وہ مال ہے، جو کسی کو ملے مگر اس کے مالک کا اس کا علم نہ ہو کہ وہ کون ہے، مالِ حربی کی طرح لقطہ مباح نہیں ہوتا[۲]

کیا لُقطَہ کو اُٹھا لینا چاہئے؟

اس مسئلہ میں فقہائے کرام کے مابین اختلاف ہے کہ لقطہ کو اٹھا لینا چاہئے یا نہیں؟ امام

---

۱ المغنی لابن قدامہ ج ۶ ص ۳۰۰، کتاب اللقطۃ ۲ الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۵ ص ۷۶۹

حنفیہ و شافعیہ فرماتے ہیں کہ افضل اور بہتر یہ ہے کہ لقطہ کو اُٹھا لیا جائے کیونکہ یہ ایک مسلمان کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے مال کی حفاظت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ — اللہ تعالیٰ اس وقت بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

فقہائے مالکیہ اور حنبلیہ کی حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی بنیاد پر یہ رائے ہے کہ لقطہ کو اٹھانا مکروہ ہے کیونکہ اس طرح مالِ حرام کھانے کا اندیشہ ہے اور اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ شاید وہ ان واجبات کو پورا نہ کر سکے جو لقطہ اُٹھا لینے کی صورت میں اس پر عائد ہوتے ہیں مثلاً لقطہ کا اعلان کرنا، اس پر کوئی دست درازی نہ کرنا اور مالک کے مل جانے کی صورت میں بلاکم و کاست اسے دے دینا[1] وغیرہ

یہ تو لقطہ سے متعلق ایک عام حکم ہے، جہاں تک اس موضوع سے متعلق تفصیلات کا تعلق ہے، تو ہر فقہی مکتبِ فکر کے فقہاء و علماء نے اپنے اپنے نقطۂ نظر سے اس کی الگ الگ تفصیلات بیان کی ہیں مثلاً علماء حنفیہ نے فرمایا ہے۔ شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کہ جس شخص کو اپنے امانت دار ہونے کا یقین ہو اور اسے اس بات کا بھی اندیشہ ہو کہ اگر اس نے لقطہ نہ اُٹھایا تو اسے کوئی فاسق و فاجر شخص اُٹھا لے گا اور اس طرح یہ ضائع ہو جائے گا، تو اس صورت میں لقطہ کو اٹھا لینا مستحب ہے، اگر ضیاع کا اندیشہ نہ ہو تو پھر اسے اُٹھا لینا مُباح ہے اور اگر اسے یہ علم ہو کہ اگر اس نے اُٹھا لیا تو اس سے امانت کے تقاضے پورے نہ ہو سکیں گے بلکہ وہ خیانت کا مرتکب ہو جائے گا اور اسے یہ بھی علم ہو کہ وہ لقطہ کو اپنی ذات کے لئے اٹھا رہا ہے، نہ کہ اصل مالک کو لوٹانے کے لئے تو اس صورت میں لقطہ کو اٹھا لینا حرام ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے، بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۰۰، فتح القدیر ۵ ص ۳۴۲، الشرح الصغیر ج ۴ ص ۱۷۰، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ج ۲ ص ۲۹۹، مغنی المحتاج ج ۲ ص ۴۰۶، المغنی ج ۵ ص ۶۳۰

لَا يَأْوِي الضَّالَّةَ إِلَّا ضَالٌّ [1] کھوئی ہوئی چیز کو گمراہ شخص ہی جگہ دیتا ہے۔

لقطہ امانت ہے

فقہائے احناف نے یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ لقطہ ملتقط کے پاس امانت ہے اس میں نقصان کا یہ صرف اسی صورت میں ضامن ہوگا جب یہ خود دست درازی کرے یا بوقت طلب اصل مالک کو لوٹانے سے انکار کرے اور یہ اس صورت میں ہوگا جب ملتقط اس بات پر کسی کو شاہد بنالے کہ وہ یہ لقطہ اس لئے اٹھا رہا ہے تاکہ وہ اسے حفاظت سے رکھ سکے اور اصل مالک کے مل جانے کی صورت میں اسے واپس لوٹا سکے اس طریقہ سے لقطہ کو اٹھا لینا شرعاً جائز بھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَوَيْ عَدْلٍ" [2] جو شخص کوئی لقطہ پائے، اسے چاہیئے کہ وہ اس پر دو عادل گواہ قائم کرے۔

اس ارشاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے اور مشہور اصول ہے کہ امر وجوب کا مقتضی ہوتا ہے۔ جب کوئی لقطہ اٹھاتے وقت گواہ نہ بنائے تو اس کے یہ معنی سمجھے جائیں گے کہ وہ لقطہ کو اپنی ذات کے لئے اٹھا رہا ہے۔ لقطہ پر گواہ بنانے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ لقطہ اٹھانے والا یہ اعلان کردے کہ اگر تم کسی شخص کو اپنے لقطہ کی بابت اعلان کرتے ہوئے سنو تو اسے میرا پتہ بتا دو یا اسے میرے پاس بھیج دو۔

اسی طرح اس وقت بھی لقطہ کو امانت تصور کیا جائے، جب صاحب لقطہ اور ملتقط اس بات پر متفق ہو جائیں کہ ملتقط نے اسے واقعی اس لئے اٹھایا ہے کہ وہ اس

---

[1] مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۰، ۳۶۲۔ السنن الکبریٰ بیہقی ج ۶ ص ۱۹۰، سنن ابی داؤد (۱۷۲۰)، سنن ابن ماجہ (۲۵۰۳)

بعض روایات میں یاوی کے بجائے "یؤوی" کا لفظ ہے۔

[2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۶۶ بروایت عیاض بن حمار، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۰، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۱۹۹۔

کی حفاظت کرے اور اسے بحفاظت مالک کو لوٹا دے۔

اگر ملتقط نے کسی کو گواہ بھی نہ بنایا ہو اور صاحب لقطہ ملتقط سے متفق بھی نہ ہو مثلاً ملتقط یہ کہے کہ میں نے تو اسے مالک کے پاس پہنچا دینے کے لئے اٹھایا تھا مگر مالک اس کی تصدیق نہ کرے بلکہ اس کی تکذیب کرے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک لقطہ میں کمی بیشی ہونے کی صورت میں ملتقط ضامن ہوگا کیونکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے لقطہ کو اپنی ذات کے لئے اٹھایا ہے، مالک کو واپس دے دینے کے لئے نہیں اٹھایا۔

فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ لقطہ امانت ہے مگر اس کے لئے گواہ بنانا شرط نہیں ہے بلکہ صرف مستحب ہے لہٰذا جب کوئی ملتقط گواہ نہ بنائے تو ان کے نزدیک وہ ضامن نہ ہوگا، فقہائے احناف میں سے قاضی ابو یوسفؒ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ لقطہ تو ودیعت ہے لہٰذا یہ محض ترک شہادت کی بنیاد پر امانت سے ضمانت کی طرف منتقل نہ ہوگا۔ ان حضرات کی دلیل سلمان بن بلال سے مروی یہ حدیث ہے۔

"اِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا، وَاِلَّا فَلْتَكُنْ وَدِيْعَةً عِنْدَكَ۔"[1] "اگر اس کا مالک آجائے تو (اسے دے دو) ورنہ یہ تمہارے پاس ودیعت ہوگا"۔

انہوں نے جو یہ فرمایا ہے کہ گواہ بنانا بھی شرط نہیں ہے تو اس کی دلیل انہوں نے یہ بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن خالد اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کو صرف لقطہ کے اعلان کرنے کا حکم دیا تھا، اس پر گواہ بنانے کا حکم نہیں دیا تھا[2] اور اصول یہ ہے کہ بوقت حاجت و ضرورت بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے، اگر گواہ

---

[1] - صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۲ ص ۲۵ - کتاب اللقطہ -

[2] - حدیث زید کے لئے ملاحظہ فرمایئے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲-۹۳ و صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۳۵ ابوداؤد (۱۷۰۴) ترمذی ج ۱ ص ۱۷۵، ابن ماجہ (۲۵۰۴) طحاوی ج ۲ ص ۲۷۰ ابن الجارود (۶۶۶) دارقطنی (۵۲۵) اور حدیث ابی بن کعب کیلئے ملاحظہ فرمایئے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳-۹۴ صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۳۵-۱۳۶ [illegible]

بنانا واجب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اسے ضرور بیان فرماتے، جب آپ سے لقطہ کے حکم کی بابت دریافت کیا گیا تھا جب آپ نے اسے بیان نہیں فرمایا تو اس حدیثِ عیاض کو جس سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے اور جس میں گواہ بنانے کا حکم مذکور ہے صرف استحباب پر محمول کیا جائے گا۔[1]

حضرت الامام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کی رائے کے مطابق اگر کوئی شخص لقطہ کو اٹھالے اور پھر اسے اسی جگہ لوٹا دے جہاں سے اس نے اٹھایا ہو تو ظاہر روایت کے مطابق وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ اس نے صرف حصولِ ثواب کی نیت سے محض تبرعاً اُسے اٹھایا تھا تاکہ اسے بحفاظت مالک تک پہنچا دے لہذا جب وہ اُسے اس جگہ لوٹا دیتا ہے، جہاں سے اس نے اٹھایا تھا تو اس کا تبرع فسخ ہو جاتا ہے اور اس کی مثال اس طرح ہوتی ہے جس طرح اس نے اسے اٹھایا ہی نہ تھا۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جب مالک بھی ملتقط کی تصدیق کر دے کہ اس نے واقعی مال کو حفاظت کے نقطۂ نگاہ سے اٹھایا تھا یا ملتقط نے گواہ تو بنایا ہو مگر لقطہ ضائع ہو گیا ہو اور اگر گواہ نہ بنایا ہو تو پھر حضرت الامام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک ضمان واجب ہوگا۔ قاضی ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ گواہ بنائے یا نہ بنائے ضمان واجب نہ ہوگا مگر اس سلسلہ میں قول ملتقط کا مقبول ہوگا کہ اس نے سے اسی لیے اٹھایا تھا تاکہ وہ اسے حفاظت سے مالک تک پہنچا دے۔

حضرت الامام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لقطہ کو وہاں پہنچا دے جہاں سے اس نے اٹھایا تھا تو وہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس شخص سے فرمایا تھا جس نے ایک گمشدہ اونٹ کو پکڑ لیا تھا:

---

[1] المبسوط ج ۱۱ ص ۱۲، فتح القدیر ج ۴ ص ۴۲۳، بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۰۱، تبیین الحقائق ج ۳ ص ۳۰۱۔ بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۲، الشرح الکبیر ج ۴ ص ۱۲۱، القواعد لابن رجب ج ۱ ص ۵۲، المغنی ج ۵ ص ۶۳۰-۶۳۵، مغنی المحتاج ج ۲ ص ۴۰۷۔

أَرْسِلْهُ حَيْثُ وَجَدْتَهُ "اسے وہاں چھوڑ دو، جہاں اسے پایا تھا"
مگر مالکی مذہب میں مشہور قول یہ ہے کہ ملتقط جب لقطہ کو اسی جگہ لوٹا دے جہاں سے اس نے اٹھایا تھا یا کسی اور کو دے دے تو وہ ضامن ہوگا۔

فقہائے شافعیہ وحنابلہ کی رائے یہ ہے کہ جب کوئی انسان لقطہ اٹھالے اور پھر اسے وہاں پہنچا دے جہاں سے اس نے اٹھایا تھا، تو اس صورت میں وہ ضامن ہوگا کیونکہ لقطہ اس کے ہاتھ میں امانت ہے' اس پر اس کی حفاظت لازم ہے اگر وہ اسے ضائع کردے تو وہ ضامن ہوگا' جیسے ودیعت ضائع کرنے کی صورت میں وہ ضامن ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ گویا جمہور کی رائے یہ ہے کہ لقطہ اٹھاکر اسے وہاں پہنچا دینے کی صورت میں' جہاں سے اٹھایا تھا، ضمان واجب ہوگا۔

قاضی کی اجازت کے بغیر اگر مُلْتَقِطْ مالک کے علاوہ کسی اور کو لقطہ دے دیتا ہے' تو اس صورت میں وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس پر واجب یہ تھا کہ وہ خود اس کی حفاظت کرتا، اس لیے کہ لقطہ کو اٹھانے کی صورت میں اس نے اس کی حفاظت کو اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے۔

اگر لقطہ مُلْتَقِطْ کے پاس ضائع ہو جائے اور اس نے اس پر گواہ بھی بنائے ہوں یعنی لوگوں کے سامنے اس طرح کا کوئی اعلان کیا ہو کہ "مجھے لقطہ ملا ہے، جو شخص اس کی تلاش میں ہو' اسے میرے پاس بھیج دو" تو اس صورت میں وہ ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس نے گواہ نہ بنائے ہوں تو پھر وہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ضامن ہوگا۔ جب کہ امام قاضی ابو یوسفؒ کی رائے کے مطابق ضامن نہ ہوگا بشرطیکہ اس نے لقطہ اس نیت سے اٹھایا ہو کہ اسے وہ مالک کو لوٹا دے گا اور اگر مالک اس کو سچا نہ مانے تو پھر ملتقط سے حلف لیا جائے گا۔

اگر ملتقط یہ اقرار کرے کہ اس نے لقطہ کو اس لئے اٹھایا تھا کہ وہ اسے اپنی ملکیت قرار دے لے' تو وہ ضمان سے بری نہ ہوگا اِلّا یہ کہ مالک کے پاس سے لوٹا دے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اس نے اسے غصب کرنے کی نیت سے اٹھایا ہے جب کہ اس

پر واجب یہ تھا کہ اسے مالکِ مال کے پاس لوٹا دیتا [1] چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :

عَلَى الْيَدِ مَا اَخَذَتْ حَتّٰى تُؤَدِّيَهٗ [2] — اس چیز کی ذمہ داری اس ہاتھ پر ہے جسے اس نے اٹھایا ہے تاوقتیکہ یہ اسے مالک کو ادا نہیں کر دیتا "

لقطہ کی اقسام

لقطہ کی مشہور دو قسمیں (۱) یا تو وہ گرا پڑا ہوا مال ہوگا جس کے مالک کے بارہ میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کون ہے اور (۲) حیوان ہوگا مثلاً گمشدہ اونٹ، گائے یا بھیڑ بکری وغیرہ۔

لقطہ کے احکام

لقطہ حیوان کا حکم یہ ہے کہ فقہائے حنفیہ و شافعیہ کے اصح قول کے مطابق اسے اٹھا لینا جائز ہے تاکہ بحفاظت مالک تک پہنچا دیا جائے اور اٹھا لینے کی صورت ہی میں لوگوں کے مال کا تحفظ اور اسے ضیاع سے بچانا ہے کیوں کہ نہ اٹھانے کی صورت میں یہ بھی خدشہ ہے کہ اسے خائن لوگ اٹھا کر لے جائیں گے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ گمشدہ حیوان یا لقطہ مال کو بھی اٹھانا مکروہ ہے [3] آپ کی دلیل وہ مشہور و معروف حدیث ہے، جسے اصحابِ کتبِ ستہ نے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ :

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وَسَلَّمَ عَنْ لُقْطَةِ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرے پڑے سونے چاندی کے اٹھانے کے بارے میں

---

[1] مغنی المحتاج ج ۲، المغنی لابن قدامہ ج ۵ ص ۶۹۴، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۰۴، المبسوط ج ۱۱ ص ۱۱-۱۳، بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۰۲ [2] - مسند احمد ج ۵ ص ۸، ۱۳۔

[3] - تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے المغنی لابن قدامہ ج ۵ ص ۶۳۱، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۹۹، مغنی المحتاج ج ۲ ص ۴۰۹، المبسوط ج ۱۱ ص ۱۱، بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۰۰، فتح القدیر ج ۴ ص ۴۲۸۔

فَقَالَ: اَعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ لَمْ تُعْرَفْ فَاسْتَنْفِقْهَا وَلْتَكُنْ وَدِيْعَةً عِنْدَكَ فَاِذَا جَاءَ طَالِبُهَا يَوْمًا مِّنَ الدَّهْرِ فَادْفَعْهَا اِلَيْهِ وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ فَقَالَ مَالَكَ وَلَهَا؛ فَاِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَجِدَهَا رَبُّهَا وَسَأَلَهُ عَنِ الشَّاةِ فَقَالَ خُذْهَا فَاِنَّمَا هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ۔[1]

پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس کے بندھن اور بَن کی سال بھر تک پہچان کراؤ اگر وہ نہ پہچانا جا سکے تو اسے خرچ کرو مگر وہ تمہارے پاس امانت ہے اگر کسی وقت اس کا مالک آجائے تو اسے ادا کر دو' آپ سے کھوئے اونٹ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تمہیں اس سے کیا؟ اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کے پاس اس کا جوتا اور مشکیزہ ہے وہ پانی تک خود پہنچ جاتا ہے اور درخت کے پتے کھائے گا یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالے پھر آپ سے کھوئی ہوئی بکری کے بارے میں پوچھا گیا' تو آپ نے فرمایا بکری کو لے لو کیونکہ وہ تمہارے لئے ہے یا تمہارے بھائی کے لئے یا بھیڑیے کے لئے "

اسی طرح حضرت منذر بن جریرؓ سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ میں اپنے والد گرامی جریر کے ساتھ بوازیج کے کسی گاؤں میں تھا' شام کو جو گائیں چر چگ کر واپس آئیں' تو ان میں ایک گائے اجنبی بھی تھی۔ انھوں نے فرمایا یہ کیسی گائے ہے؟ لوگوں نے کہا کسی کی گائے' ہماری گائیوں کے ساتھ آگئی ہے' چنانچہ ان کے حکم سے اس کو وہاں سے ہنکا دیا گیا' یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئی پھر انہوں نے فرمایا' میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا' آپ نے فرمایا تھا:

لَا يَأْوِي الضَّالَّةَ اِلَّا ضَالٌّ[2] کھوئی ہوئی چیز کو گمراہ شخص ہی جگہ دیتا ہے۔

---

[1] ۔ التلخیص الحبیر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ج ۳ ص ۴' حدیث ۱۳۳۱ (کتاب اللقطہ) صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۲ ص ۲۰ (کتاب اللقطہ کی پہلی حدیث) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۲۰۰۔ جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۰۸۔ [2] مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۰' ۳۶۲' سنن ابن ماجہ حدیث ۲۵۰۳' السنن الکبریٰ بیہقی ج ۶ ص ۱۹۰ الطحاوی ج ۲ ص ۳۰۲' مگر یہ حدیث ضعیف ہے ملاحظہ فرمایئے ارواء الغلیل ج ۶ ص ۱۷ — ۱۸'

اسی طرح امام مالکؒ نے اس حدیث سے بھی استدلال فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :

إِنَّ ضَالَّةَ الْمُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ — مسلمانوں کی کھوئی ہوئی چیز آگ کا ایندھن ہے۔

اسی طرح امام مالکؒ نے لقطہ کے بارہ میں حضرت ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَرِّفْهَا فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعِدَّتِهَا وَوِعَائِهَا وَوِكَائِهَا فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا۔ [۱]

اس کا اعلان کرو اگر کوئی آکر تمہیں اس کی تعداد اس کا برتن اور اس کا بندھن بتادے تو اسے دے دو ورنہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

بہر آئینہ یہ ہیں وہ احادیث مبارکہ جن سے حضرت الامام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ ضالہ حیوان ہو یا لقطہ مال سب کا اٹھانا مکروہ ہے!

فقہائے حنفیہ و شافعیہ نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کا تعلق دورِ ماضی سے ہے جب اہل خیر و صلاح اصحاب امانت و دیانت کا غلبہ تھا، اس وقت اس بات کا کم امکان تھا کہ لقطہ کو خائن لوگ اٹھالیں گے مگر آج کل چونکہ ہر طرف خیانت اور بددیانتی کا دور دورہ ہے لہٰذا لقطہ کے اٹھا لینے ہی میں بہتری ہے تاکہ اسے حفاظت و صیانت کے ساتھ اصل مالک تک پہنچا دیا جائے؟

لقطۂ مکۃ المکرمۃ

یاد رہے لقطہ اٹھا لینے کے بارہ میں مذکورہ بالا احکام کا تعلق حج سے نہیں ہے کیونکہ اس بات پر تمام فقہی مکاتبِ فکر کے علماء و فقہاء کا اجماع ہے کہ حج کے لقطہ کو اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ :

---

[۱] ۔ صحیح البخاری (۲/۹۲، ۱۴۱) صحیح مسلم (۵/۱۳۵-۱۳۶) سنن ابی داؤد (حدیث ۱۷۰۱) سنن ترمذی (۱/۲۵۸) سنن ابن ماجہ (حدیث ۲۵۰۶) طحاوی (۲/۲۰۶) المنتقیٰ لابن الجارود (حدیث ۶۶۹) السنن الکبریٰ للبیہقی (۶/۱۸۶) مسند احمد (۵/۱۲۶) بحوالہ ارواء الغلیل ج ۶ ص ۱۹۔

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ لُقَطَۃِ الْحَجِّ۔ [1] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لقطے کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے"

اسی طرح مکۃ المکرمہ کے لقطہ کو اٹھانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنے مشہور و معروف خطبہ میں اس سے بھی منع فرما دیا تھا۔ چنانچہ آپ کا ارشادِ گرامی تھا:

وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ "اس کی گری ہوئی چیز حلال نہیں مگر اعلان کرنے والے کے لئے۔"

امام عبد السلام بن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "یہ دونوں حدیثیں اس شخص کی دلیل ہیں جو یہ کہتا ہے کہ حرم کی گری ہوئی چیز کسی حال میں بھی اٹھانے والے کی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ اس کا متواتر اعلان کرتے رہنا واجب ہے۔" [2]

---

[1] منتقی الاخبار از امام عبد السلام بن تیمیہ ج ۲ ص ۱۹۳ دار الدعوۃ السلفیہ لاہور۔ [2] ایضاً

اعلانِ ملکیت

فارم نمبر ۴ تحت ضابطہ نمبر ۸

(۱) مقام اشاعت۔ جامعۃ الرشاد نگر اعظم گڑھ۔

(۲) اوقات اشاعت .... ماہنامہ۔

(۳) پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر .... مجیب اللہ ندوی۔

(۴) قومیت .... ہندوستانی۔

(۵) مالک .... جامعۃ الرشاد ایجوکیشنل سوسائٹی۔

میں مجیب اللہ ندوی تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا معلومات میرے علم و یقین میں صحیح اور درست ہیں۔

حدیث ذباب ایک مطالعہ

مولانا محمد شعیب اللہ مفتاحی صاحب، مدرسہ مسیح العلوم ــــ بنگلور

حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے برتن یعنی کھانے پینے کی کسی چیز میں مکھی گر پڑے تو اس کو پوری طرح غوطہ دیکر پھینک دو۔ کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہے۔

حدیث کی تخریج

یہ حدیث امام بخاری نے ایک سے زائد مقامات پر درج کی ہیں۔ کتاب الطب میں برتن میں مکھی پڑ جانے کا ذکر ہے اور کتاب بدء الخلق میں برتن کی جگہ شراب یعنی پینے کی چیز میں مکھی پڑ جانے کا ذکر ہے، اور ان دونوں جگہ یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آئی ہے۔ اور اس کو انہی سے ابو داؤد ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے، اور ابن حبان نے اس طریق کو صحیح قرار دیا ہے، اور نسائی ابن ماجہ و ابن حبان نے اس کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں شراب کی جگہ طعام کے الفاظ ہیں، اور ابن حبان نے اس کو بھی صحیح قرار دیا ہے، اور امام بزار نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ اور اس کے راویوں کو علامہ ابن حجر عسقلانی نے قابل اعتماد و ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھو فتح الباری ۱۰/۲۵۰) ابن طولون نے اس روایت کو امام مسلم کی طرف بھی منسوب کیا ہے جیسا کہ ان کی کتاب المنہل الروی فی

الطب النبوی (ص۲۱۹) سے ظاہر ہے۔

حدیث کا مفہوم و منشاء اس حدیث سے جو کہ صحیح و صریح ہے معلوم ہوا کہ اگر کسی کھانے پینے کی چیز میں مکھی گر پڑے تو اس کو استعمال میں لانے سے قبل اس کو پوری طرح اس کھانے میں غوطہ دیدینا چاہیئے، اور اس کی حکمت یہ ہے کہ مکھی کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے، اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے۔ تو اس کو غوطہ دیدینے سے اس زہر کے ازالہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کے دوسرے پر کی شفاء زہر کو ختم کر دیتی ہے۔ اور بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مکھی پہلے اپنا زہر والا پر ڈالتی ہے " اَنَّهُ یقدم السم ویؤخر الشفاء" (ابن ماجہ، ابوداؤد بحوالہ المنہل الروی ص۲۱۹)

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکھی کی اس سمیت کے ازالہ یا اس سے حفاظت کے لئے خدا کی عظیم قدرت کے انمول خزانے سے یہ تدبیر فراہم کی کہ اس کے دوسرے پر کو بھی ڈبو دیا جائے کہ اس میں شفاء ہے جس سے زہر و بیماری کا اثر زائل ہوگا۔

دلیل نبوی اور معجزہ یہ حدیث نبوت کی ایک دلیل اور بڑا عظیم معجزہ ہے، جس کی توضیح یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے کوئی علم و فن حاصل نہیں فرمایا، اس کے باوجود آپ کی زبان مبارک سے ایک خالص طبی حقیقت کا اظہار ہوا جس کی تحقیق کے لئے بلاشبہ مدتوں کی جستجو و تلاش درکار رہی، پھر اس حقیقت کو اطباء زمانہ نے اپنی مدتوں کی تحقیق کے بعد صحیح قرار دیا۔

چنانچہ علامہ محمد بن طولون جو عالم و فقیہ اور محدث ہونے کے ساتھ، خود بھی ایک زبردست ماہر طب اور اپنے زمانہ کے اساطین طب مثلاً رئیس الاطباء شمس بن مکی اور جمال بن المبرد اور شہاب القرعونی وغیرہ سے شرف تلمذ رکھتے ہیں، انھوں نے اپنی کتاب "المنہل الروی فی الطب النبوی" میں لکھا ہے:

"وقد نقل الاطباء ان الذباب الذی یسمّی الذراریح فی احد جناحیه داء وفی الاخری شفاء" (المنہل الروی ص ۲۱۹)

یعنی اطبا نے نقل کیا ہے کہ وہ مکھیاں جن کو ذراریح کہا جاتا ہے، ان کے ایک پر میں بیماری اور ایک میں شفا ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی حقیقت کو جو آپ کے موضوع سے خارج اور خالص طبی اور جو مدتوں کی تحقیق و جستجو کی طالب تھی، بڑی صفائی کے ساتھ پیش فرمایا اور اس کی اطباء کے اقوال نے تصدیق کردی' جبکہ اللہ کے رسول نے کبھی اس فن و علم سے کوئی چیز حاصل نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ یہ دراصل آپ کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا تھا' لہذا اس سے آپ کی نبوت اور رسالت کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ حدیث نبوت کی ایک بین دلیل اور ایک بڑا معجزہ ہے۔

حدیث کا طبی پہلو

اب ہم اس حدیث پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں' اس حدیث کا ایک پہلو اور زاویہ وہ ہے جو طب سے تعلق رکھتا ہے۔

قدیم و جدید اطباء اور ڈاکٹر اس بات پر متفق ہیں کہ مکھی مختلف قسم کی گندگیوں اور نجاستوں میں ملوث رہنے کی وجہ سے ناپاک و مہلک جراثیم لئے پھرتی ہے۔ جن سے بیماریوں کے پھیلنے کی راہ ہموار ہوتی ہے' نیز اس میں ایک سمیت ہوتی ہے جس سے بسا اوقات اس کے کاٹے ہوئے کو ورم اور کھجلی ہونے لگتی ہے۔ یہ سب باتیں حذاق اطباء کے اقوال سے ثابت ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں رقم کیا ہے کہ:

وذکر بعض حذاق الاطباء ان فی الذباب قوۃ سمیۃ یدل علیہا الورم والحکۃ العارضۃ عن لسعہ	بعض حاذق اطباء نے ذکر کیا ہے کہ مکھی میں ایک زہریلا مادہ ہوتا ہے جس پر اس کے ڈسنے سے ہونے والا ورم اور کھجلی دلالت کرتی ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۲۵۲)

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اطباء کی تحقیق کے علاوہ مکھی میں سمیت کا ہونا خود ہر شخص کے لئے ایک محسوس و مشاہد بات ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "حجۃ اللہ البالغۃ"

میں لکھتے ہیں :

مکھی کے ڈسنے کا زہر بسا اوقات اور بعض غذاؤں کے تناول کے وقت محسوس و معلوم ہو جاتا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۸۶/ج ۲)

غرض یہ کہ مکھی میں مضر و مہلک مادہ اور زہریلی قوت کا ہونا طبی نقطۂ نظر سے ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جو بعض علامات سے محسوس و مشاہد بھی ہو جاتی ہے۔

پھر جس طرح مکھی کا مضر و مہلک مادہ اور زہریلی قوت کا حامل ہونا ثابت شدہ بات ہے اسی طرح مکھی میں شفاء و نفع کا ہونا بھی طبی نقطۂ نظر سے مسلم ہے۔ ہم نے اوپر محمد بن طولون کے حوالے سے اطباء کا قول نقل کر دیا ہے جس میں مکھی کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں شفا کا ہونا مذکور ہے۔

یہی محمد بن طولون لکھتے ہیں کہ :

"اطباء نے مکھی کے متعلق اتنی بات ذکر کی ہے کہ بچھو اور بھڑ کے ڈسے ہوئے کو اس سے ملنا بہت زیادہ نفع دیتا ہے، اور آنکھوں کے پپوٹے کے ورم پر اس کو ملا جائے تو اس کو بھی دور کر دیتا ہے۔ (المنہل الروی ص ۲۱۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ابو محمد المالقی کے حوالے سے مکھی میں رکھے ہوئے نفع کا ذکر کیا ہے، اور وہ بتاتے ہیں کہ :

"اگر بڑی مکھی کو لے کر اس کا سر کاٹ دیا جائے اور اس کے جسم کو ان بالوں پر جو پلکوں میں ہوتے ہیں، شدت سے ملیں تو ان کو یہ ٹھیک کر دیتی ہے۔"

"(فتح الباری ۱۰/۲۵۰)

داء الثعلب ایک بیماری ہے جس میں سر کے بال گرنے لگتے ہیں، ابو محمد المالقی فرماتے ہیں کہ مکھی کا لیپ اس بیماری کے لئے بھی مفید ہے : نیز بھڑ کے ڈسے ہوئے کو مکھی کا لیپ کریں تو فوراً درد کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۲۵)

ان تفاصیل سے معلوم ہوا کہ مکھی میں بعض امراض کے لئے شفا بھی ہے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکھی میں موجود اسی زہر و شفا کو اس حدیث میں بیان فرمایا ہے اور

اسی کے ساتھ یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ اس کے زہر کا تریاق اس میں رکھے ہوئے مادۂ شفار میں ہے اور یاد رہے کہ اللہ کے رسولؐ نے مکھی کے اندر موجود زہر و شفا میں سے صرف اس چیز کو بیان کیا ہے جو اس کے پروں میں موجود ہے۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ہر کوئی سمجھ سکتا اور سمجھتا ہے۔ اور باقی اجزار بدن میں موجود شفار و زہر سے حدیث ساکت ہے

پروں میں زہر و شفاء کی طبی توجیہ
اب رہی یہ بحث کہ زہر و شفا کا پروں میں ہونا بطور خاص کس بات پر مبنی ہے؛ حضرت حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس کی طبی توجیہ یہ بیان فرمائی ہے کہ:

" حیوان کی طبیعت دراصل اس کے بدن کی تدبیر کرتی ہے، اسی تدبیر بدن میں سے یہ بھی ہے کہ طبیعت اکثر اوقات موذی مواد کو جو جزو بدن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے اعماق بدن سے اطراف بدن کی طرف پھینک دیتی ہے، اسی وجہ سے اطبار نے جانوروں کی دم کھانے سے منع فرمایا ہے، اور مکھی اکثر اوقات خراب غذا کھاتی رہتی ہے جو جزو بدن بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اور اس کی طبیعت اسی فاسد مادہ کو اس کے خسیس عضو جیسے پر کی طرف پھینکتی رہتی ہے (اس طرح اس کے پر میں گندہ مادہ جمع ہوتا ہے) پھر خدا کی حکمت یہ ہے کہ جس چیز میں زہر رکھا ہے اسی میں اس کا تریاق بھی رکھا ہے تاکہ حیوان اپنا بچاؤ کرسکے۔ (اس طرح دوسرے پر میں شفار رکھی گئی ہے) (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۹۲)

ایک اور توجیہ
یہ سب اس صورت پر کلام ہے جب کہ حدیث میں موجود لفظ جناح (پَر) کو مشہور معنی میں مستعمل مانا جائے اور جمہور نے اسی کے مطابق حدیث کی تشریح و توجیہ کی ہے لیکن اگر اس لفظ کے ایک دوسرے معنی یہاں مراد لئے جائیں تو حدیث کے معنی بلا تکلف طبی تحقیقات پر منطبق ہو جاتے ہیں۔ لفظ جناح کے ایک معنی "کسی چیز کے ایک " کے بھی آتے ہیں (دیکھو المنجد)

اس معنی کے لحاظ سے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مکھی کے ایک حصہ میں زہر اور ایک حصہ میں شفار ہے اس صورت پر پروں کی زہر و شفا کے لئے تخصیص نہ ہوگی اور

اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ معنے زیادہ مناسب ہیں اگرچہ پہلا معنی بھی صحیح ہے وجہ یہ ہے کہ طبی تحقیقات سے جہاں یہ بات ثابت ہے کہ مکھی کے پروں میں زہر و شفا ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ مطلق مکھی میں بھی زہریلا مادہ اور شفاء ہے، لہذا پروں کی تخصیص نہ کی جائے اور جناح کو "حصہ شیٔ" کے معنے میں لیا جائے تو احقر کا خیال ہے کہ زیادہ مناسب ہوگا (واللہ اعلم)

الغرض اللہ کے رسول علیہ السلام نے اسی مکھی کے زہر و شفا کو بیان فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس کے زہر سے بچنے کی تدبیر بھی بتائی ہے کہ دوسرے مادۂ شفاء میں اللہ نے اس کے زہر کا تریاق رکھا ہوا ہے لہذا اس کو استعمال کر کے شفاء حاصل کی جائے۔

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

"مکھی میں ایک زہریلا مادہ ہوتا ہے، لہذا شارع علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس زہریلے مادہ کا اس مادۂ شفا سے مقابلہ کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے دوسرے پر (یا دوسرے حصہ) میں ودیعت فرمایا ہے، پس جب دونوں (مادۂ شفاء و مادۂ زہر) مقابل ہوں گے تو ضرور نقصان اللہ کے حکم سے زائل ہو جائے گا۔

(نقلہ فی فتح الباری ۱۰/۲۵۲)

ظاہر ہے کہ یہ بات قواعد طبیہ سے کسی طرح بھی متناقص نہیں ہے بلکہ طویل اور مدید تجربات نے اس کی ہزاروں مثالیں اور نظریے قائم کر رکھی ہیں کہ مضر اشیاء کا وہ مادہ جو ضرر رساں ہوتا ہے، اسی کے اندر رکھے ہوئے دوسرے نفع بخش مادے سے مغلوب ہو جاتا ہے، اور نفع بخش مادہ اپنا اثر دکھاتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی مثال پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ بات بالکل کھلی ہوئی اور مشاہد ہے۔

حدیث کا عقلی پہلو

اس حدیث کا ایک پہلو جس پر بحث کی ضرورت ہے وہ اس کا عقلی پہلو ہے، اور بعض لوگوں نے اس پر کلام بھی کیا ہے، وہ یہ کہ بعض مدعیان عقل نے کہا ہے کہ زیر بحث حدیث عقل کے مطابق نہیں ہے بلکہ عقل اس کا رد کرتی ہے کیونکہ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مکھی میں زہر

بھی ہوتا ہے اور شفا بھی یہ ضدین کا اجتماع ہے جو کہ عقل کی نظر میں غیر ممکن اور محال ہے،
پھر اس حدیث کے بعض طرق میں جو یہ کہا گیا کہ مکھی پہلے اپنا وہ پر ڈالتی ہے جو زہریلے
مادہ کا حامل ہوتا ہے یہ بھی عقل باور نہیں کرتی کیونکہ مکھی ایک ایسا جانور ہے جس کو عقل و
فہم حاصل نہیں، پھر اس کو یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ میرے فلاں پر میں زہر اور فلاں میں شفا
ہے اور پہلے یہ پر ڈالنا چاہئے؟

میں سمجھتا ہوں کہ اعتراض کرنے والے مدعیان عقل نے اس اعتراض کے وقت اپنی
عقل کو کہیں محفوظ کر دیا ہوگا۔ ورنہ ایک معمولی عقل وخرد کے مالک سے بھی یہ اُمید نہیں
رکھ سکتا کہ وہ اس قدر لچر اور بے عقلی کی بات کہہ سکتا ہے۔

یہ لوگ اگر غور کرتے تو ان کو ایسی بے شمار مثالیں مل سکتی تھیں جن میں متضاد چیزوں
کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، خود انسان اور دیگر حیوانات میں کتنے متضاد مادے جمع
ہیں؟ حرارت، برودت، رطوبت و یبوست، نرمی و سختی، وغیرہ اگر یہ متضاد مادے
انسان اور دیگر حیوانات میں جمع ہوسکتے ہیں تو پھر مکھی میں زہر و شفا کے متضاد مادوں کا
اجتماع آخر کیوں ناممکن ہے؟

شہد کی مکھی کو دیکھو کہ اس میں ایک طرف ایسا زہریلا مادہ رکھا ہوا ہے کہ اس کا کاٹا ہوا
بسا اوقات جانبر نہیں ہوتا، مگر اسی کے ساتھ اس میں شہد کا مادہ بھی ہے جو سراسر شفا
و مفید ہے۔

سانپ کا زہر کس سے پوشیدہ ہے؟ مگر دیکھو اس کے سر میں اس کا تریاق رکھا ہوا ہے
جس سے اس کا زہر زائل ہو جاتا ہے۔

یہ اور اس جیسی ہزاروں نہیں کروڑوں مثالیں ہیں جن میں متضاد مادوں کو مجتمع دیکھا
جاسکتا ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ جس قدرت قاہرہ نے ان متضادوں کو جمع فرما دیا ہے۔ اسی
نے مکھی میں زہر و شفا کو رکھا ہوا ہے۔

اب اس بات کی جوابدہی انہی عقل کے دعویداروں کی ذمہ داری ہے کہ مذکورہ بالا
امثلہ میں متضاد مادوں کا پایا جانا، آیا "اجتماع الضدین" کا مصداق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو

اس کا وقوع کیونکر ہوا؟ اور اگر نہیں تو مکھی میں زہر و شفا کا پایا جانا "اجتماع الضدین" کیسے کہلائے گا؟

حدیث کا طبعی پہلو

اب اس کا ایک اور پہلو لیجئے۔ بعض لوگ زیر بحث حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ مکھی کو غوطہ دیکر پھینک دو اور کھاؤ، یہ نفاست پسند طبیعتوں کے لئے بڑا گراں ہے۔ ایک نفیس مزاج کا مالک کس طرح اس کھانے پینے کو گوارا کرسکتا ہے جس میں مکھی نہ صرف یہ کہ پڑ گئی بلکہ اس کو اس میں غوطہ دیا گیا ہو؟ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج لطیف و نفیس مذکورہ بات سے ہم آہنگ نظر نہیں آتا۔

اس کا جواب دینے سے قبل یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اوامر (جن کا حکم دیا گیا ہے) کی دو قسمیں ہیں، ایک اوامر تعبدی جو بطور عبادت مشروع ہوتے ہیں۔ دوسرے اوامر غیر تعبدی جن میں عبادت کی شان نہیں ہوتی بلکہ کسی ضرورت یا مصلحت کے طور پر ان کا حکم دیا جاتا ہے۔ ایسے اوامر جب اس ضرورت و مصلحت کے پس منظر میں سمجھے جاتے ہیں تو ان پر کچھ بھی اشکال نہیں ہوتا، اور ان کی ضرورت و مصلحت کو ہٹا کر صرف اس حکم کو دیکھا جائے گا تو ممکن ہے کہ سوالات و اشکالات کا سلسلہ قائم ہو جائے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ امر تعبدی میں بھی یہی بات ہے کہ اس کو اس کی ضرورت علت و مصلحت سے جدا کرکے دیکھا جائے تو خواہ مخواہ کے سوالات دامن گیر ہوتے اور پریشان کرتے ہیں، مثلاً جہاد ہی کو دیکھ لیں کہ اس پر سرسری نظر ڈالنے والوں نے کیا کیا اعتراضات نہیں کئے ہیں، اور حد یہ کہ اس حکم کی وجہ سے اسلام جیسے سلامت پسند امن دوست مذہب کو خونخوار کہہ جاتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ یا تو یہ لوگ عناد و تعصب کے شکار ہوتے ہیں یا یہ کہ حقائق اور ان کے مصالح و علل سے ناواقف ہوتے ہیں۔

اسی طرح زیر بحث حدیث میں سمجھنا چاہئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ حدیث کا حکم کہ مکھی کو کھانے میں غوطہ دے کر پھینک دو اور کھانا کھاؤ، یہ امر تعبدی نہیں کہ واجب و ضروری ہو بلکہ امر ارشادی ہے جو محض مکھی کے زہر کو زائل کرنے کی ایک تدبیر کے طور پر فرمایا گیا ہے کہ اگر مکھی گر پڑے اور اس کا زہر زائل کرنا ہو تو اس کی تدبیر کیا ہے؟ یہ بتایا گیا ہے چنانچہ

علماء نے اس کو امر ارشاد قرار دیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں اسی کو اختیار کیا ہے (دیکھو فتح الباری ۱۰/۲۵۰)

اور مشہور و معروف درسی کتاب "اصول الشاشی" میں ہے کہ:

"اللہ کے رسول کا یہ قول کہ "جب کھانے میں مکھی گر پڑے تو اس کو غوطہ دو پھر اس کو پھینک دو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہے۔" اس کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ غوطہ دینے کا حکم ہم سے تکلیف (بیماری) دور کرنے کے لئے ہے۔ نہ کہ کسی عبادتی امر کے لئے، جو شریعت کا حق ہے۔ لہٰذا یہ واجب نہ ہوگا۔

(اصول الشاشی ص ۲۷ بحث ترک حقیقت)

خلاصہ یہ کہ یہ امر تعبدی نہیں بلکہ امر ارشادی ہے اور اس کی مصلحت و ضرورت یہ ہے کہ لوگ مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض نفیس الطبع اور بعض کثیف الطبع لوگ اس کھانے سے کراہت محسوس نہ کرتے اور پھینکنے کیلئے تیار نہ ہوتے، اس لئے امت کے رسول علیہ السلام نے ان لوگوں کی رعایت سے فرمایا کہ اگر اس کھانے کو کھانا چاہتے ہو اور تمہاری طبیعت اس سے گرانی و کراہت محسوس نہ کرے تو کھالو مگر اس میں چونکہ زہر ہے لہٰذا اس کو غوطہ دیدو تاکہ شفا کا پر بھی اس میں ڈوب کر زہر کو زائل کردے، بس شرعی کراہت تو نہ تھی، جو کچھ تھی وہ طبعی کراہت اور طبی نقصان تھا اور ان لوگوں کو جب طبعی کراہت نہیں تو وہ رخصت ہوئی اور طبی نقصان کے ازالہ کے لئے تدبیر بتادی گئی، بتائیے اس میں کیا اشکال ہے؟

دوسرے یہ کہ مکھی پڑا ہوا کھانا، پانی وغیرہ کا پھینک دینا کبھی بڑی مشکل بات ہوتی ہے، حتیٰ کہ نفیس الطبع و لطیف المزاج لوگ بھی اس جگہ ہار جاتے ہیں، مثلاً شادی بیاہ اور کسی تقریب میں بڑے بڑے دیگوں میں کھانا وغیرہ پک رہا ہے اور اس میں مکھی گر پڑے، تو کیا اس کھانے کو پھینک دینے پر نفاست پسند طبیعتیں تیار ہوں گی؟ ظاہر ہے کہ یہاں اس نفاست پسندی کو بالائے طاق رکھ کر ہر آدمی اس کھانے کو تیار ہو جاتا ہے ایسے مواقع کے لئے اللہ کے رسول علیہ السلام نے اپنی خداداد حکمت سے بتایا کہ مکھی کو غوطہ دیدو کہ اس سے زہر زائل ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر یہ نفیس طبیعت بھی اس ارشاد کی قدر و قیمت کے ماننے پر مجبور ہوتی ہے۔ بقیہ صفحہ ۴۸ پر

الرشاد کی ڈاک

حضرت المحترم سیدنا مولانا زید مجدکم و فضلکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یکم شعبان ۱۴۱۲ھ ہجر

ایک عرصہ سے الرشاد پابندی سے پہنچتا ہے، اور پابندی سے اور بعض مضامین کو بار بار پڑھنے کا موقع ملتا ہے، ایسے مضامین جن میں دردمندی اور شعور ہو کمیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مند رکھے، اچھی جزا دے۔ جو تحقیق آپ کے قلم سے نکلتی ہے دل کی آواز لگتی ہے مسائل اور وقتی حالات پر آپ بے نظیر تحقیق اور بے مثال حل پیش کرتے ہیں میں دل سے آپ کی ہر نوع کی ترقی اور عافیت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ سیدنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، سیدنا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ سب کی جھلک آپ کے مضامین میں ملتی ہے۔ جو بزرگوں نوجوانوں عالموں دانشوروں خواتین سب کے لئے نافع ترین ہیں مجھے آپ سے انس ان سبکی وجہ سے بھی ہے اور شاید ایک مرتبہ حضرت اقدس مولانا محمد احمد پھولپوریؒ کے یہاں بھی شرف ملاقات حاصل ہوا تھا۔ تب سے برابر دل چاہتا ہے کہ تحریر کی ملاقات سے بڑھ کر حاضری بھی دوں لیکن اسباق حدیث اور مدرسۃ البنات اور ایم پبلک اسکول کی ذمہ داریوں کے علاوہ پروگرام رہتے ہیں کوئی موقع ذہنی سکون کا نہیں مل پا رہا انشاء اللہ کبھی حاضری دونگا۔ اب جب حضرت مولانا پھولپوریؒ نہیں رہے تو طبیعت آپ کی طرف اور حضرت مولانا قمر الزماں صاحب مدظلہ کی طرف ہی مائل رہتی ہے یہ اپنی طبعی مناسبت کی بات ہے کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے اللہ تعالیٰ اس فتنے سے محفوظ رکھے یعنی میں آپ دونوں کی طرف اپنی طبیعت مانوس پاتا ہوں۔

محسن ملت! جناب نے جو مقالہ بمبئی میں پیش کیا ہے اور اس کے شروع میں ملک اور بیرون کے حالات کے تجزیہ کے بعد جو روشنی دی ہے۔

وہ واقعی انوکھی اور نادر ہے۔ آپ نے اپنے تاریخی نادر مقالے میں جو جواہرات اور انمول ہیرے قوم کو دئے ہیں وقت کا عظیم تحفہ ہے اور بھٹکتی قوم کے لئے بیش بہا عطیہ ہے بارک اللہ وجزاک اللہ۔ مقالے کے اعتبار سے رجوع الی اللہ اور دعوت الی اللہ پر اچھا لکھا ہے لیکن اس کو ایک مستقل کتاب کی شکل میں لائیے اور ما بقیہ تشنگی کو دور فرمائے میں یقین سے عرض کرتا ہوں کہ آج کی بھٹکتی دنیا کے ہندوستان اور بیرون ہند پر بہت بڑی خدمت ہوگی اور آپ کی تمام تحقیقات پر یہ کاوش بھاری ہوگی جہاد فی سبیل اللہ پر آپ نے خوب لکھا خوب لکھا بہت لکھا فجزاکم اللہ ہم قاسمی ہم دیوبندی۔ حضرت سید احمد شہیدؒ۔ حضرت مولانا شہید۔ جہاد شاملی۔ حضرت حافظ ضامن شہید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی میدان جہاد کی جراحتوں اور حضرت گنگوہی کی اسیری۔ حضرت شیخ الہند، حضرت مدنی کی اسارت کو بھول گئے دانشور قوم۔ آواز لگاتے رہے ان کو بھولا سبق یاد دلاتے رہے۔ اس دور میں انہی تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ رجوع الی اللہ مثل روح کے ہے۔ دعوت الی اللہ مثل بدن کے ہے۔ اور جہاد ہمارا لباس ہے۔ اس کے بغیر ہم برہنہ ہیں۔ اور جب سے ہم نے بامقصد عزت کی موت سے ڈرنا شروع کیا ہے۔ سارے ہی عزت مہنہ پھاڑے کھڑے ہیں۔ صفحہ ۴۸ پر۔

وَمَنۡ قُتِلَ دُوۡنَ اَهۡلِهٖ فَهُوَ شَهِيۡدٌ۔ مکرر ہوگیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی بات ہے اس لئے پورے احترام سے عرض ہے میں حضرت والا سے پھر عرض کرونگا کہ اس کو مستقل کتاب کی شکل میں لایا جائے اور اس کا بہت مناسب نام تجویز فرمایا جائے اس بارے میں بندہ ہمہ وقت حاضر ہے۔ شعبان کے مہینہ میں بھوپال، الہ آباد، کان پور، لکھنؤ۔ مغربی بنگال، اور بہار کے مدرسوں میں جلسے ہیں جن میں شرکت کی اصرار سے دعوت ہے، ادھر مراد آباد، بجنور، میرٹھ سہارنپور میں بھی جلسے رہے۔ آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ قبول ومقبول فرمائے لغزشوں کو معاف فرمائے۔ حضرت مولانا پھولپوری حیات تھے ان سے درخواست کرتا تھا اب آپ

سے دعا کے لئے کہہ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہو جائے اور ہم سب سے اپنی مرضی کے مطابق دین کا کام لے لے۔
دعا اور خصوصی توجہ کی پھر درخواست کرتا ہوں۔ اللہ کرے مزاج گرامی بخیر ہوں۔

والسلام خادم حدیث نبوی

(مولانا) محمد واصف استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند وقف از دیوبند
یکم شعبان ۱۴۱۲ھ مطابق ۶/ فروری ۹۲ء
پتہ۔ محلہ شیخ ضیاء الحق دیوبند

باسمہٖ تعالیٰ

مرجع الخلائق معدن الحقائق کاشف المغلقات والدقائق

السلام علیکم

معروض اینکہ ایک فارغ التحصیل مظاہر العلوم سہارنپور سند یافتہ مولوی صاحب ہیں۔ جن کا کہنا ہے کہ بفحوائے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

وبتقاضائے حدیث نَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ۔ فساق و فجار یعنی بے نمازی حالق لحیہ۔ پتلون پہننے والے، زردہ خور، تمباکو نوش غرض جن میں کسی بھی قسم کا فسق پایا جائے تو ایسے لوگوں کا بائیکاٹ ضروری ہے جبکہ آج پورا معاشرہ اسی طرح کے لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور بائیکاٹ کرنے کی صورت میں، بجائے تارک النّاس کے متروک النّاس ہو کر رہ جائے گا۔ کہ بستی میں ایسے ہی لوگوں کی کثرت ہے دیندار تو قال قال ہی نظر آتے ہیں۔ پھر بائیکاٹ کی صورت بھی بتاتا ہے کہ زندگی میں ان سے سلام و کلام نہ کرو، نہ سلام کا جواب دو، دعوت نہ دو، اور نہ انکی طرف سے دعوت قبول کرو، حتیٰ کی جس مجلس میں ڈاڑھی چھانٹنے والے رہتے ہیں اس میں بھی شرکت نہ کرو۔ اور مرنے کے بعد اس پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھو۔ ورنہ معیت فساق لازم آئے گی جو ممنوع ہے۔ اور اسی طرح کرنے کی سب کو دعوت دیتا ہے کہ سب اسی طرح کرو۔

معاشرہ میں جب بھی لوگ رہتے ہیں تو یہ کرے گا کون ؟

اور استدلال انہی مذکورہ بالا آیت و حدیث سے کرتا ہے، یہ استدلال کہاں تک صحیح ہے ؟ اور یہ بھی کہتا ہے کہ ایسا نہ کرنے کے لئے آیت و حدیث کی مخالفت لازم آتی ہے۔ کہ ہم ترک دیگران کا خدا کے سامنے اقرار کرتے ہیں اور ان کا ساتھ دیکر مخالفت کرتے ہیں۔

باسمہ تعالیٰ

مخدوم معظم و محترم

حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب مدت فیوضہم

وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون و نیاز مقرون مکرمت نامۂ شرف صدور لاکر موجب برکت و مسرت ہوا بعافیت تمام اپنے مقام پر پہنچ گئے یہ معلوم ہو کر مزید مسرت ہوئی۔ اکابر کی تشریف آوری ہمارے لئے باعث عزت و مسرت اور مقدور بھر ان کی خدمت باعث سعادت ہے۔ ہم نے اپنا فریضہ ادا کیا ہم نے کوئی احسان نہیں کیا جو مستحق شکریہ قرار پائیں آپکا شکریہ ادا کرنا مزید عنایت ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً۔

آپ یہاں سے مسرور تشریف لے گئے یہ ہم لوگوں کے لئے عین سعادت ہے قیام مختصر رہا اس لئے پیاس باقی رہی اللہ تعالیٰ مستقبل میں مزید قیام کا موقعہ میسر فرمائے۔ کتابوں کا سٹ بھی ملا۔ جو حضرت مہتمم صاحب کی خدمت میں بھیجدیا اور آپکا سلام و پیام بھی۔ بعد میں یہ معلوم ہو کر افسوس ہوا کہ آپ سورت سے آگے تشریف نہ لے جاسکے اتر کیسر، بوریچ کنتھاریہ بھی جانا ہوتا تو اچھا ہوتا مگر تجری الریاح بما لا تشتہی السفن۔ آخر میں اپنی گستاخی و جرأت پر معذرت خواہ ہوں اور آپ کی خصوصی دعاؤں کا امیدوار بھی۔

احمد خانپوری جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

۱۴ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمی و مکرمی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔

میں بمبئی سے ایک ہفتہ قبل آیا ہوں۔ کچھ ضروری مصروفیات کی وجہ سے آپکو خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ اللہ رب العزت کا شکر و احسان ہے کہ اقدام امت کانفرنس توقع سے زیادہ کامیاب رہی۔ بظاہر اسباب و حالات ایسے نہ تھے محض اللہ کا فضل و کرم اور آپ حضرات کی دعاؤں کا نتیجہ تھا جس کا مشاہدہ ہماری نظروں نے کیا۔

مولانا! کانفرنس میں آپ کی آمد، افتتاحی تقریر اور مستقل موجودگی ہمارے لئے، دیگر طلبہ نوجوانوں کے لئے اور امت کے مختلف افراد کے لئے اور گروہوں کے لئے حوصلہ، اعتماد اور اتحاد کا باعث ثابت ہوئی۔ اس کانفرنس میں علماء، دانشوروں اور نوجوانوں کی شرکت نے کافی وزن پیدا کر دیا تھا جس کو امت کے دینی عناصر، صالح طلبہ و نوجوانوں اور مختلف گروہوں نے محسوس کیا اور سراہا، نیز حکومت کے ایوانوں، پریس اور ملک کے باشعور افراد نے بھی اس کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ اس کا نوٹس لیا۔ اردو، ہندی، انگلش اخبارات اور جریدوں میں جو تبصرے اور تجزئے شائع ہو رہے ہیں وہ اس کی غمازی کرتے ہیں۔

مولانا! اگر علماء اپنی عافیت گاہوں سے نکل آئیں، دانشور اپنی دانش گاہوں سے حصار کو توڑ دیں، اور نوجوان اپنی جواں عزمی اور خدا کی بخشی ہوئی توانائی کو بروئے کار لائیں تو امت مسلمہ کی یہ کسمپرسی، جمود، اور مایوسی کافور ہو سکتی ہے۔ اور غلامی و محکومی کی یہ سیاہ رات عزم و حوصلہ اور حریت و اقدام کو صبح نو اور روشن فضائے بسیط میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

آج علماء اور اہل دانش اپنے خوردوں اور نوعمروں سے ظاہر دارانہ احترام، نیازمندانہ انداز تکلم اور گراں القاب و آداب کے طالب نظر آتے ہیں، لیکن آپکی

شخصیت کے اس پہلو سے نوجوان بہت متاثر ہوئے کہ معاصر علماء میں آپ جیسے لوگ شاید ہی ہوں جن کا دامن ان ظاہر داریوں یا الفاظ کی گرانباری سے تہی ہو۔ میرے خیال میں کانفرنس میں موجود طلبہ نوجوانوں نے آپ سے جو ربط و تعلق اور اپنائیت محسوس کی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ آپ کی سادگی اور بے نیاز طبیعت میں ہم نوجوانوں کے لئے بھی ایک نمونہ ہے۔

آپ کی اس کانفرنس میں شرکت اور مستقل موجودگی پر سب سے پہلے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور ساتھ ہی آپ کا شکر ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ہم کما حقہٗ آپ کا خیال نہیں رکھ سکے۔ آپ نے اپنی کبر سنی اور ضعف کے باوجود بڑی زحمت برداشت کی۔ اس کا صلہ بندوں کی طرف سے تو صرف قدردانی کی صورت میں مل سکتا ہے کہ اپنائیت اور قلب کے تعلق خاطر سب کچھ اضافہ ہی ہو۔ البتہ کانفرنس کے دوران ظاہری ناقدری پر ہمیں افسوس ہے اور اس پر ہم معذرت خواہ ہیں۔

لیکن ہمیں قوی امید ہے کہ بارگاہ رب العزت کی جناب سے اس کا بھرپور صلہ انشاء اللہ آپ کو حاصل ہوگا کیونکہ بندوں کے اخلاص اور سرگرمی عمل کا اصل قدردان وہی ہے۔ اسی لئے تو اس نے اپنی صفت کا قرآن پاک میں بارہا ذکر کیا ہے کہ وہ شکور اور قدردان ہے۔

آپ کی افتتاحی تقریر کی کتابت ہو رہی ہے انشاء اللہ چند دنوں میں وہ چھپ کر وہ منظر عام پر آجائے گی۔

آپ سے درخواست ہے کہ ہم لوگوں کو مشوروں اور خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

فقط والسلام

محمد محفوظ
۱۱-۱-۹۲

تعارف وتبصرہ

نئی کتابیں

سیرت خاتم النبیینؐ

مصنف :- ڈاکٹر ماجد علی خاں

ناشر :- اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن ۔ ۷۳ - ۲ ذاکر نگر - نئی دہلی - ۲۵
طباعت آفسٹ طبع اول ۱۹۸۹ء صفحات ۵۶۰ قیمت سو روپیے ۔

سیرت کے موضوع پر کچھ لکھنا جہاں باعث سعادت ہے وہیں یہ موضوع اپنے اندر اتنی جاذبیت ، کشش اور دلکشی رکھتا ہے کہ اس پر جتنا بھی لکھا اور پڑھا جائے کم ہے ۔ لٹریچر کی دنیا میں کسی شخصیت پر اتنا نہیں لکھا گیا جتنا رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر لکھا گیا ہو ۔ پھر بھی اس موضوع میں پرانا پن نہیں آیا ۔ اس وقت میرے پیش نظر ڈاکٹر ماجد علی خاں ریڈر اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تصنیف " سیرت خاتم النبیین " ہے جس کے انگریزی نسخہ پر انھیں رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے منعقدہ سیرت نبوی کے عالمی مقابلہ میں دوسرا انعام مل چکا ہے ۔ احباب کے شدید اصرار پر فاضل مصنف نے خود ہی اس کا ترجمہ کیا ہے ۔

کتاب کی ابتدا میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے قلم سے ایک مختصر پیش لفظ اور مصنف کے قلم سے انگریزی ایڈیشن کے دیباچہ کا ترجمہ اور اردو ایڈیشن کا دیباچہ ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ کی حالاتِ زندگی شروع کرنے سے قبل انھوں نے سیرت کی دوسری کتابوں کی طرح جزیرۃ العرب کے جغرافیائی اور تاریخی حالات سے بحث کی ہے ۔ پھر تاریخی ترتیب سے سیرت بیان کی ہے ۔ اور آخر میں ازواج و اولاد کا مختصر تذکرہ الگ سے بھی کیا ہے ۔

مصنف کے بقول "اس کتاب میں ختم نبوت پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے موضوع پر اردو عربی اور دیگر زبانوں میں مستقل تصانیف تو بہت مل جائیں گی لیکن سیرت کی کتاب کے اندر اس موضوع پر تفصیلی گفتگو خال خال ہی ملے گی۔ اس مناسبت سے کتاب کا نام بھی رکھا گیا ہے (صفحہ ۲۰۹)

مصنف نے کتاب کے آخری صفحہ پر اس کے مقصد تصنیف کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "سیرت طیبہ تاریخی حقائق کی روشنی میں اس طرح بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مستشرقین کے عائد کردہ الزامات واعتراضات کا جواب خود بخود عیاں ہو جائے" اس مقصد تصنیف کو پوری کتاب میں ملحوظ رکھا گیا ہے چنانچہ جا بجا سیرت کے موضوع پر مستشرقین کی انگریزی کتابوں کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں انکے شبہات واعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ اور بعض مباحث میں مستشرقین کے تحسین وتائید کے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں۔

مصنف نے اس کتاب کی تصنیف میں عربی اردو اور انگریزی میں سیرت کے تقریباً تمام ہی مراجع سے استفادہ کیا ہے۔ اور باضابطہ ان کے حوالوں کا بھی اہتمام کیا ہے جس سے کتاب کی قدر وقیمت میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد تبصرہ نگار کے ذہن میں چند ملاحظات آئے ہیں جنھیں وہ سطور ذیل میں پیش کر دیا ہے۔

۱۔ مصنف نے حضرت ہاجرہ اور حضرت سارہ کے تعلق کے سلسلہ میں وہی بات لکھی ہے جو عام مصنفین اب تک لکھتے آئے ہیں کہ حضرت اسماعیل کی پیدائش کے بعد" حضرت سارہ کے دل میں ہاجرہ اور ان کے لڑکے سے رقابت پیدا ہو گئی۔ انھوں نے حضرت ابراہیم سے حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو گھر نکال دینے کا مطالبہ کیا۔ (صفحہ ۴۷)

یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ ہم تصور نہیں کر سکتے کہ ایک نبی کی بیوی اور نبی کی ماں کے دل میں ایسے جذبات پیدا ہوں قرآن پاک کے بیان معلوم ہوتا ہے۔

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں جو واقعات پیش آئے وہ حکم الٰہی کے تحت تھے اس لئے حضرت اسماعیل کو ان کی ماں کے ساتھ بے آب وگیاہ وادی میں لا بسانا بھی حکم الٰہی کے تحت تھا۔

۲۔ مصنف نے واقعۂ ذبح کا زمانہ تعمیر کعبہ کے بعد کا متعین کیا ہے۔ صفحہ ۴۸ یہ صحیح نہیں ہے واقعۂ ذبح کا تذکرہ قرآن میں یوں کیا گیا ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اسماعیل کی نوعمری کا ہے جبکہ وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تھے اور کعبہ کی تعمیر میں حضرت اسماعیل کا حضرت ابراہیم کا تعاون کرنا اور اس کے بعد دونوں کا مل کر دعا کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ بڑی عمر کو پہنچ گئے تھے۔

۳۔ حضور کے بچپن میں شق صدر کا واقعہ کب پیش آیا؟ اس سلسلے میں مصنف کے بیانات میں کچھ سہو محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ ص ۹۹ انھوں نے چوتھا سال لکھا ہے اور صفحہ ایضاً پانچواں سال لکھا ہے۔

۴۔ فاضل مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعداد ازدواج کے جو وجوہات بیان کئے ہیں ان میں سے ایک وجہ "مسلم مردوں کی کمی" بھی بیان کی ہے (صفحہ ۵۰۳) یہ بات تاریخی اعتبار سے ثابت نہیں کہ عہد نبوی میں مردوں کی تعداد میں کمی آگئی تھی اور نہ ہی علمائے اسلام میں سے کسی نے اس وجہ کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے زمانے میں بھی مسلم مردوں کی کمی کا مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ مصنف نے اپنے مقدمہ برائے اردو ایڈیشن میں خود کو جماعتیت سے محفوظ ظاہر کرتے ہوئے بعض ان مصنفین پر تنقید کی ہے۔ جنھوں نے سیرت کے موضوع پر اس انداز سے قلم اٹھایا ہے "گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخصوص تحریک کو چلانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے حالانکہ آپ

دیگر انبیا و رسل کی طرح ایک نبی اور رسول تھے اور آخری نبی و رسول تھے اور آپ کا مشن پوری کی پوری انسانیت کو اللہ واحد کی عبادت اور اس کے احکامات کی تعلیم دینا تھا نہ کی کسی مخصوص تحریک کا رکن یا کارکن بننا (صفحہ ۲۹) تبصرہ نگار کے نزدیک اس نقد و رد کی ضرورت نہ تھی۔ یہ ان مصنفین کا ایک مخصوص انداز بیان ہے۔ اور محض تعبیر کا فرق۔

۱۴۔ مصنف کے بقول انھوں نے یہ کتاب اس انداز میں لکھی ہے کہ مستشرقین کے اعتراضات خود بخود رفع ہو جائیں۔ اس کا تقاضہ تھا کہ غزوات نبوی کے محرکات پر تفصیلی گفتگو کی جاتی کیونکہ مستشرقین غزوات نبوی کو "معاشی خوشحالی کی برآوری کی کوشش" قرار دیتے ہیں۔ لیکن مصنف نے اس موضوع پر کوئی بحث نہیں کی ہے۔

بہرحال یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک اچھی اور قابل قدر کوشش ہے جو مصنف کے لئے باعث سعادت بھی ہے اور قارئین کے لئے قابل استفادہ بھی۔

(محمد رضی الاسلام ندوی)

رمضان اور جدید مسائل

مصنف: محمد شعیب اللہ خان مفتاحی

ناشر: حبیب اللہ خاں سکریٹری مسجد بیدا اہل سنت والجماعت بنگلور

ملنے کا پتہ

مدرسہ عربیہ مسیح العلوم ۸۴ آرمسٹرانگ روڈ، بنگلور - ۱

صفحات: ۴۲، طباعت: لیتھو، قیمت اور سن طباعت درج نہیں۔

اسلام ایک ابدی اور آفاقی شریعت کا حامل ہے، اور روئے زمین کے تمام انسانوں کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ اس کے بنیادی اصول اور عقائد جہاں بے لوچ صریح اور دوٹوک ہیں وہیں اس کی شریعت میں حالات اور زمانہ کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اور وہ بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ اسی لئے ہر زمانے کے علماء نے اپنے نت نئے جدید مسائل کے سلسلہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کرکے احکام بیان کئے۔

سائنس وٹکنالوجی کے میدان میں عصر حاضر کی ترقیات کے نتیجے میں زندگی کے مختلف پہلوؤں میں نت نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے علماء نے ان کے سلسلہ میں اسلامی احکام کی وضاحت کی غرض سے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اردو زبان میں بھی ایسی تصنیفات ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی کی تصنیف اسلامی فقہ جو عرصہ پہلے شائع ہوئی ہے کافی شہرت رکھتی ہے اور اہل علم کے حلقہ میں اسے قبول عام حاصل ہوا ہے۔ مولانا نے اس میں عبادات، معاشرت معاملات وغیرہ سے متعلق فقہی مسائل بیان کئے ہیں۔ اسلام کا معتد بہ حصہ میں جدید مسائل سے بھی بحث کی ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی تصنیف جدید فقہی مسائل بھی اس سلسلہ میں ایک اچھی پیشکش ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "رمضان اور جدید مسائل" جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے رمضان کے متعدد پیش آمدہ جدید مسائل سے اسلامی اور فقہی نقطہ نظر سے بحث کرتی ہے۔ اس میں رویت ہلال، روزہ، اعتکاف، تراویح اور صدقۂ فطر سے متعلق جدید مسائل کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف نے اپنی طرف سے جواب دینے کے بجائے اکثر مسائل میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مفتی محمد شفیع اور مفتی عزیز الرحمن جیسے اکابر علماء کی تحقیقی آراء، حوالوں کے ساتھ درج کی ہیں۔ اور مستند فقہی کتب سے بھی رجوع کیا ہے۔

اگرچہ کہیں کہیں زبان و بیان میں کچھ سقم نظر آتے ہیں کتابت کی تصحیح میں بھی کچھ خامیاں رہ گئی ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی کتاب اپنے موضوع پر ایک اچھی کوشش ہے۔ جس سے عام لوگ بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ اور اہل علم کے لئے بھی جدید مسائل سے متعلق مستند فتاوی کے سلسلہ میں حوالہ کا کام دے سکتی ہے۔

(محمد رضی الاسلام ندوی)

بقیہ : حدیث ذباب

تیسرے بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس کھانے کے لئے سوائے اس مکھی زدہ کھانے کے کچھ نہیں ہوتا۔ اب اگر صرف اس وجہ سے کہ مکھی گر پڑی انھیں اس کھانے سے روک دیا جاتا ہے جبکہ اس کھانے میں کوئی شرعی قباحت نہیں تو ان کے لئے کتنی تنگی ہوتی؟ حاصل یہ کہ ضرورت و مصلحت سے یہ کہا گیا ہے کوئی اپنی طبیعت کی بنا پر استعمال نہ کرے تو وہ مورد الزام نہیں۔ اور اسی طرح شریعت بھی اس حکم سے مورد الزام نہیں ٹھہرتی کیونکہ اس نے بڑی دوررس نگاہوں سے ان مصالح اور ضرورتوں کو دیکھ کر یہ حکم دیا ہے جس کو بہت سی نفاست پسند طبیعتیں ملاحظہ نہیں کر سکتیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وفیات

بزم علم وفضل کی ایک شمع فروزاں گل ہوگئی

یہ غم انگیز خبر ناظرین الرشاد کو مل چکی ہوگی کہ نادرۂ روزگار عالم، منبع علم وفضل اور محدث وقت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی نے ۱۰ر رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۹۲ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا کی ذات نہ صرف علوم دینیہ اور فن حدیث میں سند کی حیثیت رکھتی تھی بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کی ذات گرامی سے ہندوستان میں بزم علم وفضل کی آبرو قائم تھی، کسی عربی شاعر نے اپنے قبیلے کے سردار کی موت پر یہ شعر کہا تھا ؎

وما کان قیسٌ هلکه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

یہ شعر ممکن ہے کہ اس کے قبیلہ کے لئے صحیح رہا ہو مگر مولانا کی ذات واقعی ملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے واقعی اس کا مصداق ہے۔

ہندوستان میں علوم دینیہ اور خاص طور پر فن حدیث کی علمی، تحقیقی اور تدریسی خدمات اس وقت سے انجام پا رہی تھی جب پورے عالم اسلام پر علم وتحقیق کے اعتبار سے بڑی حد تک سکوت طاری تھا۔ افسوس ہے کہ اس وقت ہندوستان میں اس سلسلۃ الذہب کی ایک ایک کڑی یکے بعد دیگرے ٹوٹتی جا رہی ہے اور ان کی جگہ پر نہیں ہو پا رہی ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی اس سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی تھی جو ان کی وفات سے ٹوٹ گئی، مولانا مرحوم کی ذات سے اس وقت ہندوستان میں علم حدیث کا فنی اور تحقیقی جو ذوق قائم تھا اب ہم اس سے محروم ہوگئے ہیں۔ خدا کرے مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مدظلہ تادیر سلامت رہیں جو اس سلسلہ کی شاید آخری کڑی ہیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ کے علمی و تحقیقی کاموں کا وزن ان کی کمیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ ان کی کیفیت کے اعتبار سے ہے، مصنف عبدالرزاق جس سے استفادہ بلکہ اسکی دید کے لئے ایک مدت سے اہل علم کی آنکھیں ترس رہی تھیں مولانا کی علمی و تحقیقی کاوش سے وہ منظر عام پر آگئی اور اس سے عام اہل علم کے لئے استفادہ ممکن ہو سکا، افسوس ہے کہ مولانا نے اس پر جو قیمتی مقدمہ لکھا تھا وہ کتاب کا جز نہ بن سکا۔ علم نہیں کہ وہ اب کس مرحلہ میں ہے۔ اس سے پہلے مسند حمیدی بھی مولانا کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ پر بھی غالباً ان کی تحقیق ختم ہو چکی تھی جس کی کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں اس کے علاوہ اردو زبان میں بھی مولانا کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں جنھیں رکعات تراویح اور اعیان الحجاج کافی مشہور ہیں۔

مدرسہ مفتاح العلوم کی داغ بیل جن تین حضرات نے ڈالی ان میں ایک مولانا مرحوم بھی تھے، ایک مدت تک انھوں نے اس میں درس بھی دیا مولانا عبداللطیف صاحب نعمانی مرحوم کے انتقال کے بعد وہ کئی سال اس کے ناظم بھی رہے مگر ان کے مزاج کے خلاف کچھ ایسی باتیں پیش آئیں جس سے وہ کنارہ کش ہو گئے اور ایک علحدہ مدرسہ مرقاۃ العلوم کے نام سے قائم کیا جس کے احاطہ ہی میں مولانا کی تدفین عمل میں آئی۔

مولانا سے راقم الحروف کو اس وقت سے تعلق خاطر ہے جب وہ حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لایا کرتے تھے، بسا اوقات وہ دارالمصنفین میں کئی کئی دن قیام کرتے تھے اور بیشتر وقت ان کا کتب خانہ میں گزرتا تھا حضرت سید صاحب ان سے بڑی محبت فرماتے تھے اور ان کے لئے کتبخانہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رکھنے کا حکم فرماتے بحمد اللہ ان کی مطلوبہ کتابوں کے نکالنے میں اکثر راقم الحروف معاون رہتا تھا اور اس سلسلہ میں کچھ استفادہ کا موقع بھی ملا اس تعلق کی بنا پر جامعۃ الرشاد کی نئی عمارت کے سنگ بنیاد کے موقع پر ان کو دعوت نامہ بھیجا تو کئی علماء کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور متعدد دیگر علماء کے ساتھ سنگ بنیاد میں شریک رہے۔ اس کے بعد بھی کئی بار ان کی تشریف آوری ہوئی اور انھوں نے اپنے تاثرات بھی لکھے اور زبانی بھی ہدایات دیتے رہے۔

مولانا نے علم حدیث میں حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا تھا اور انھیں کا تحقیقی رنگ ان پر غالب رہا اس بنا پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو دارالعلوم میں بحیثیت استاذ حدیث کئی بار لانے کی کوشش کی مگر وہ اس کے لئے آمادہ نہیں ہوئے البتہ اس کی مجلس شوریٰ کے ممبر زندگی بھر رہے۔

عموماً علم کا پندار اپنی باطنی اصلاح سے غافل کر دیتا ہے۔ مگر غیر معمولی علم وفضل کے باوجود مولانا نے ہمیشہ اپنے تزکیۂ باطن کی بھی فکر رکھی، یہ تو علم نہیں ہے کہ وہ کس سے بیعت تھے مگر حضرت مولانا وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو خاص تعلق تھا اور ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ مولانا جب فتحپور سے الہ آباد منتقل ہو گئے تو مولانا اعظمیؒ کے اصرار پر ہر تیسرے مہینے دس دن مئو تشریف لایا کرتے تھے یہ سلسلہ کئی مہینے چلتا رہا۔ میں نے خط کے ذریعہ مولانا فتحپوری سے بیعت کی درخواست کی تو جواب میں فرمایا کہ جب میں مئو آؤں تو ملو چنانچہ وہ مئو تشریف لائے مگر مجھے اسکا علم نہیں ہو سکا۔ ایک دن قیام کے بعد حضرت مولانا اعظمیؒ سے فرمایا کہ کسی آدمی کے ذریعہ مجیب اللہ کو اعظم گڈھ سے بلوائیے چنانچہ مولانا نے ایک خصوصی آدمی بھیجکر مجھے بلوایا اور مولانا فتحپوری نے مولانا اعظمی کی موجودگی میں تہجد کے بعد راقم الحروف کو بیعت فرمایا۔

مولانا فتحپوری کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آمد و رفت رکھی وہ الہ آباد میں کئی کئی دن حضرت پرتاب گڈھی کی خدمت میں مدرسہ بیت المعارف میں قیام فرمایا کرتے تھے حضرت مولانا پرتاب گڈھی بھی مولانا اعظمی کی حد درجہ قدر دانی اور ان کی مہمان نوازی کا اہتمام فرمایا کرتے تھے ان دنوں راقم الحروف کو مولانا اعظمی کو بہت قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ حضرت الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مولانا اعظمی کی دوسری شخصیت تھی کہ اپنے غیر معمولی علم وفضل اور بین الاقوامی شہرت کے باوجود کسی وقت بھی اصلاح باطن سے اپنے کو بے نیاز نہیں سمجھا۔ واقعہ ہے کہ یہ رتبۂ بلند ہر صاحب علم کو نہیں ملتا۔ ان کی وفات سے ہندوستان میں جو علمی و دینی خلا پیدا ہوا ہے شاید وہ ایک مدت تک پورا نہ ہو سکے یوں اللہ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

مولانا محمد نعیم صدیقی ندوی کے والد محترم منشی عطاء اللہ صاحب کا انتقال پر ملال

مولانا نعیم صاحب ندوی کا خاندان کیرانہ ضلع مظفر نگر کا رہنے والا تھا، ان کے ناہنال اور دادیہال دونوں میں ہمیشہ دین کا چرچا رہا، خاص طور پر ان کے ناہنال میں تو دین کے ساتھ علم و فضل بھی رہا ان کے نانا خود صاحب علم تھے اور انکے ماموں مولانا محبوب الرحمٰن صاحب ازہری علمی حیثیت سے اہل علم واقف ہیں ان کے دادیہال میں بھی بڑی حد تک علم و دین اب تک باقی ہے، ان کے بڑے والد منشی عبدالحفیظ صاحب کو مولانا مسعود علی صاحب نے معارف پریس کی ذمہ داری سونپی اور انھوں نے آہستہ آہستہ اپنے خاندان کے دوسرے افراد کو بھی اعظم گڈھ بلالیا، انہی عبدالحفیظ صاحب کے چھوٹے بھائی منشی عطاء اللہ صاحب مرحوم تھے، یہ بھی پریس سے وابستہ ہوگئے اور انتقال سے چند سال پہلے تک اس سے وابستہ رہے۔

ان کا یہ دینی جذبہ تھا کہ مولانا نعیم کو مکتب کی ابتدائی تعلیم کے بعد حفظ کرایا جب ان کا حفظ ختم ہوا تو راقم الحروف کے پاس ان کو لے کر آئے اور مشورہ کیا کہ اب ان کو کیا تعلیم دیجائے میں نے ندوہ میں داخلہ کا مشورہ دیا چنانچہ کئی مہینے وہ میرے گھر آکر ابتدائی عربی تعلیم حاصل کرتے رہے اور بعد میں ان کا داخلہ ندوہ میں کرادیا گیا۔ بحمد اللہ وہاں سے فراغت کے بعد دارالمصنفین میں بحیثیت رفیق ان کا تقرر ہوا اور اب وہ ابوظبی کے محکمۂ شرعیہ سے وابستہ ہیں ان کے والد حد درجہ خلیق اور دیندار آدمی تھے ہر کام میں عموماً راقم الحروف سے مشورہ کرتے تھے۔

افسوس ہے کہ ان کے انتقال کے وقت میں موجود نہیں تھا اور ان کی خواہش کے مطابق انکے جنازہ کی نماز نہ پڑھا سکا، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ اتفاق کی بات ہے مولانا نعیم صاحب اپنی والدہ کے انتقال کے وقت بھی موجود نہیں تھے اور والد کے انتقال کے ایک دن بعد وہ ابوظبی سے یہاں پہنچ سکے جس کا ان کو بیحد قلق ہے۔ ہم سب ان کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ ان کے والد مرحوم اور والدہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے قلب کو تسلی دے۔ آمین۔

Tata Consulting Engineers
A division of Tata Sons

اہنامہ

جامعة

APRIL
1992

الرشاد

مرتبہ

مجیب اللہ ندوی

دار التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد۔ اعظم گڈھ یوپی

سالانہ چندہ
ہندوستان سے ۵۰/-
خصوصی معاون ۱۰۰/-
قیمت فی پرچہ ۵/-

جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ کا ترجمان
ماہنامہ
جامعۃ الرشاد

سالانہ چندہ
غیر ممالک سے
پندرہ ڈالر امریکی
15/- $

جلد نمبر ۱۹ — اپریل ۱۹۹۲ء مطابق شوال ۱۴۱۲ھ — شمارہ ۴

فہرست مضامین

مجلس ادارت

مجیب اللہ ندوی پرنٹر پبلشر اڈیٹر نے نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ سے چھپوا کر دفتر جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رشحات

روس کی پانچ آزاد مسلم جمہوریتوں نے اپنے یہاں سرکاری زبان فارسی قرار دیا ہے اس فیصلہ کے دو خوش آئندہ اور ناخوش آئندہ پہلو ہیں اسکا خوش آئندہ پہلو یہ ہے کہ اس سے فارسی زبان کا پھیلاؤ ہوگا جس میں بے شمار لٹریچر پہلے سے موجود ہے اور جو ایک مدت تک کئی ملکوں کی سرکاری زبان رہ چکی ہے اور جسکا رشتہ بڑی حد تک عربی زبان سے بھی قائم ہے مگر اسکا دوسرا ناخوش آئندہ پہلو یہ ہے کہ موجودہ فارسی زبان سے اسلامی اور عربی محاورات اور اصطلاحات کا رشتہ بڑی حد تک ٹوٹ گیا ہے اور اس کی جگہ قدیم جاہلی (پہلوی) نے لے لی ہے یا پھر اسے مغربی انداز بیان کا جامہ پہنا دیا گیا ہے اس لئے اِس بات کا امکان ہے کہ قرآن پاک کی زبان سے اسکا رشتہ کمزور پڑ جائے اور یہ چیز اسلام اور اسلامی ملکوں کے مزید بعد کا سبب نہ بن جائے۔

اِس لئے اس وقت اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ قدیم اور جدید اسلامی لٹریچر وہاں پہونچایا جائے انسٹی ٹیوٹ آف ابجیکٹو اسٹڈیز نے اپنے کاموں کی جو منصوبہ بندی کی ہے اِس سلسلہ میں اسنے دو پروگرام بنایا ہے، ایک یہ کہ فارسی قدیم اسلامی کتابیں شائع کرکے زیادہ سے زیادہ وہاں پہونچائی جائیں، دوسرے کچھ عربی داں حضرات اس پر تیار کئے جائیں جو تقریر و تحریر کے ذریعہ اچھی طرح فارسی میں صحیح اسلامی

خیالات وہاں پہونچائیں، ادارہ اس کیلئے ہوشیار طلبہ کو اچھے سے اچھا وظیفہ دینے کے لئے تیار ہے۔

راقم الحروف کے خیال میں اِس وقت مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب اور ڈاکٹر کبیر احمد جائسی جیسے اسلام دوست حضرات موجود ہیں جو قدیم وجدید فارسی زبان کے رمز شناس ہیں اس لئے اِس کام میں مسلم یونیورسٹی کو مرکز بنایا جائے تو بہتر ہے۔ راقم الحروف نے ڈاکٹر صاحب موصوف کو امام غزالی کی کیمیائے سعادت اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ازالۃ الخفار کا اچھا سے اچھا ایڈیشن شائع کرنے کا مشورہ دیا ہے اور اس کام کے لئے مسلم یونیورسٹی کو مرکز بنانے کا بھی، خدا کرے یہ کام جلد سے جلد شروع ہو جائے۔ اِس وقت جو بین الاقوامی سیاسی تبدیلیاں ہو رہی ہیں اس کے نتیجہ میں زبان وتہذیب کی تبدیلیاں ہو رہی ہیں اس لئے صحیح اسلامی فکر رکھنے والوں کیلئے اسکی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے

اس وقت جو بین الاقوامی سیاسی تبدیلیاں ہو رہی ہیں پچھلے مہینے ان کی طرف کچھ اشارات کئے گئے تھے اِس وقت ناظرین کی توجہ ہم لیبیا اور افغانستان کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

آج سے تین چار سال قبل امریکہ کا ایک جہاز اسکاٹ لینڈ پر پرواز کرتے ہوئے تباہ ہو گیا تھا جسکی ذمہ داری امریکہ، فرانس اور برطانیہ نے بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے لیبیا کے دو افسران پر ڈال دی، لیبیا نے اسے تسلیم نہ کرتے ہوئے غیر جانب دارانہ تحقیق کی پیشکش کی مگر طاقت کے نشہ میں چور بڑی طاقتیں غیر جانبدارانہ تحقیق پر راضی نہیں ہوئیں اور زبردستی لیبیا پر اسکا الزام رکھکر ان دونوں افسروں کو ان کے حوالہ کرنے پر اصرار کیا اور نہ حوالہ کرنے کی صورت میں سلامتی کونسل سے لیبیا پر معاشی اور اسلحہ سازی وغیرہ کی پابندی عائد

کرنے کا ریزولیشن پاس کرالیا اور جو ۱۵ اپریل ۱۹۹۲ء سے نافذ ہے۔

اس ظالمانہ فیصلہ سے نہ صرف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی فرعونیت کا اظہار ہوتا ہے بلکہ انصاف کے بین الاقوامی ادارہ یو، این، او کی حیثیت بھی واضح ہوگئی کہ یہ امریکہ اور مغربی ملکوں کے سیاسی مفادات کی تکمیل کا آلۂ کار بن کر رہ گیا ہے، غور کیجیے کہ امریکہ ہیروشیما اور ناگاساکی سے لیکر ویٹ نام تک برسوں جس بربریت کا مظاہرہ کرتا رہا اس پر نہ تو یو، این، او میں کوئی حرکت ہوئی اور نہ سیکورٹی کونسل نے کسی پابندی کا کوئی ریزولیشن پاس کیا۔ یو، این، او کے بننے کے بعد الجزائر میں فرانس نے برسوں جنگل کا قانون نافذ رکھا مگر سلامتی کونسل نے کوئی نوٹس نہیں لیا ان سب کا پروردہ بین الاقوامی دہشت گرد اسرائیل جو چالیس بیالیس برس سے جو کچھ کر رہا ہے اس کے بارے میں کوئی اقدام کی بات تو دور کی رہی امریکہ نے ویٹو کر کے مذمت کا ریزولیشن بھی پاس نہیں ہونے دیا جسکی دہشت گردی کا سلسلہ آج بھی جاری ہے، وہ اٹیمی پلانٹ لگائے تو کسی کو درد سر نہیں ہوتا، وہ غزہ پٹی میں اپنی بستیاں بنا رہا ہے گولان کی پہاڑی پر وہ قبضہ کئے ہوئے بیٹھا ہے مگر ان ممالک کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی مگر عراق کو پاش پاش کر دینے کی پوری کوشش ہو رہی ہے اور قذافی پر نگاہ کرم پڑ رہی ہے اور سلامتی کونسل کو استعمال کر کے لیبیا پر بھی وہی پابندیاں لگانے کی فکر ہو رہی ہے جو اس سے پہلے عراق پر لگائی جا چکی ہیں۔

علامہ اقبال نے آج سے ۶۰ برس پہلے اس وقت مشرقی اقوام کو ایک دوسری لیگ آف نیشن بنانے کے لئے آواز دی تھی جب حالات اتنے خراب نہیں تھے مگر اس وقت تو حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں اس سے پہلے راقم الحروف عرض کر چکا ہے کہ امریکہ اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر پوری دنیا اور خاص طور پر مسلمان ملکوں کی گردنوں میں سیاسی و معاشی

غلامی کا طوق ڈال دینا چاہتا ہے اور افسوس ہے کہ اس کے خلاف کوئی متحد آواز نہیں اٹھ رہی ہے جس ملک سے بھی اسکو کچھ خطرہ محسوس ہوتا ہے وہ "گربہ کشتن روز اول" پر عمل کر کے ان کو ختم کر دے رہا ہے اگر اسلامی ممالک نے اس کی اس عالمگیر دہشت گردی کے ختم کرنے کے لئے کوئی اقدام نہ کیا تو پورا عالم اسلام دوبارہ سیاسی ہی نہیں بلکہ معاشی اور تہذیبی غلامی میں ایسا جکڑ دیا جائیگا کہ کسی کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوگی ۔ کاش اسلامی ملکوں کے سربراہ اس عالم گیر سازش کے خلاف عملی اقدام کی صورتوں پر غور کرتے ۔

افغانستان ایک مذہبی ملک ہے مگر ۱۹۲۸ء/۲۹ء سے امان اللہ خاں کے ذریعہ جدت پسندی کی جو تحریک شروع ہوئی تو اسکا سلسلہ بڑھتا ہی گیا ، ناظرین میں بہت سے لوگوں کو یاد ہوگا یا انھوں نے پڑھا یا سنا ہوگا کہ پہلی بار رجب ۱۹۲۸ء میں امان اللہ خاں لندن سے اپنی بیوی اور لڑکی کو بے پردہ لیکر واپس آئے تو وہاں کے عوام کی دینی حمیت اُسے برداشت نہ کر سکی اور ان کو تخت و تاج چھوڑنا پڑا مگر انھوں نے تجدد پسندی بلکہ اسلامی تہذیب سے بیزاری کا جو بیج بو دیا تھا وہ آہستہ آہستہ اپنی جڑیں مضبوط کرتا رہا یہاں تک کہ برطانیہ کے زوال پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ وہاں کمیونزم کے اثرات پڑنے شروع ہو گئے یہاں تک کہ ظاہر شاہ کو ملک بدر کر کے وہاں ایک کمیونسٹ حکومت قائم ہو گئی جس کے خلاف ایک زبردست اسلامی تحریک شروع ہوئی جس کے نتیجہ میں ۱۹۸۰ء/۸۱ء کے درمیان روس نے وہاں اپنی فوجیں اتار دیں روس کو تو اس فوجی مداخلت کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے پاش پاش کر دیا مگر اسکی جگہ اب امریکہ نے لے لی ہے اور اسنے وہاں سرد و گرم دونوں طرح جنگ چھیڑ رکھی ہے ۔

روس اور امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک اس تصوراتی خوف میں مبتلا تھے کہ یہاں سیاسی طور پر کہیں اسلامی نقطہ نظر رکھنے والے اقتدار

پہ قابض نہ ہوجائیں مگر ۱۲ برس کی جدوجہد کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے تصورات
خوف کو عملی صورت دے دی مگر امریکہ اور اس کے حواریوں کی آنکھیں نہیں
کھلیں اور اب بھی اس سازش میں لگے ہوئے ہیں کہ مجاہدین کے وہ عناصر اقتدار
پہ نہ آنے پائیں جو اسلامی نظام کے قیام کا نام لے رہے ہیں بلکہ یہ سب
ان گروپوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں جو کسی حد تک سیکولر مزاج ہیں، یا جنکی
روس میں کسی قدر برین واشنگ (Brain washing) ہوچکی ہے٭۔ خدا کرے
ان کے درمیان مفاہمت کی کوئی صورت نکل آئے اور امریکہ اور اس کے حواریوں کو یہ
موقع نہ مل سکے کہ وہ وہاں کوئی نیا فتنہ کھڑا کر سکیں امید ہے کہ مجاہدین اس پہلو سے
غافل نہ ہوں گے، خدائے بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ اے مالک الملک تو نے جسطرح
بے سروسامانی کے باوجود اپنی بے پایاں قدرت سے کمزوروں کو اقتدار کی سرحد
تک پہونچایا ہے اسی طرح اس کے باقی رکھنے میں بھی تو ان کے دلوں میں مفاہمت
کی صورت پیدا فرما دے۔ انشاء اللہ اس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک
نئی اسلامی زندگی ملے گی۔

افغانستان کے موجودہ انقلاب میں ہمارے لئے بعض روشن اور بعض
قابلِ غور پہلو ہیں۔

اسکا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ ایک مومن کے یہاں مادی وسائل سے
زیادہ اہمیت ایمانی غیرت و حمیت اور جرأت کی ہوتی ہے جسکا زندہ ثبوت افغانستانی
مجاہدین نے دیا ہے۔ روس جو آج سے ۱۰۔۱۲ برس پہلے دنیا کی دوسری طاقت
سمجھا جا رہا تھا جس کی چار لاکھ فوجیں پورے جدید جنگی اسلحوں اور سازوسامان
سے لیس ہو کر افغانستان میں ۱۹۷۹ء سے لیکر ۱۹۸۹ء تک وہاں کی کمیونسٹ
حکومت کی مدد کیلئے اس غرور سے داخل ہوئی تھیں کہ چند دن میں وہ مجاہدین
کا قلع قمع کر دیں گی، مگر دنیا نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ نہ صرف معمولی اسلحوں
سے لڑنے والے مجاہدین کے جذبۂ جہاد کو سرد نہ کر سکیں بلکہ روس کی وہی

٭ رشید دوستم کی فوج کی شکست سے اس خیال کو اور زیادہ تقویت مل رہی ہے جیسا کہ حکمت یار کا خیال ہے۔

غلطی اسکی شکست وریخت کا سبب بن گئی اور "الاسلام یعلو ولا یعلیٰ" کا منظر سامنے آگیا۔ علامہ اقبال نے صحیح کہا تھا۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ — مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا — آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

انگریزوں کے زمانہ تک ہمارے علماء اور ان کے ساتھ بے شمار عوام و خواص جذبۂ جہاد سے سرشار تھے اور انگریزوں کو ملک سے نکالنے اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے بے شمار قربانیاں دیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آزادی کے بعد سیکولرزم کا جادو ہم پر ایسا چلا کہ راہِ حق کی کسی بھی کشمکش اور جد وجہد کے نام سے ہم پر لرزہ طاری ہونے لگتا ہے اور مصلحتوں کے اتنے دبیز غلاف میں ہم لپٹ گئے ہیں کہ ہماری اسلامی صورت پہچانی نہ شکل ہوگئی ہے۔ خواص اور علماء اپنے راحت کدوں اور مدرسوں کی بظاہر خاموش اور پرسکون فضاء میں خوش ہیں اور جدید تعلیم یافتہ حضرات دو چار ہزار کی ملازمتوں کو اپنے لئے آخری معراج سمجھے ہوئے ہیں اور عوام دنیا کے پیچھے بگٹٹ بھاگ رہے ہیں، نماز و روزہ کی بری بھلی پابندی اور حج و زکوٰۃ کی الٹی سیدھی ادائیگی کو پورا دین سمجھکر ہم آخرت کی کامیابی کے امیدوار ہی نہیں بلکہ اس کے دعویدار ہیں شاید ایسی ہی صورتِ حال میں علامہ اقبال نے بڑے دل جلے انداز میں کہا تھا۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت — ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

علماء، دانشور اور ملت کے خواص میں جو لوگ شدت کے ساتھ مسلمانوں کو ہر طرح کی کشمکش اور مقابلہ آرائی سے دور رہنے کا مشورہ دیتے رہتے ہیں ان کے لئے اس انقلاب میں بڑی عبرت ہے، آپ بتائیں کہ افغانستان کی کمیونسٹ حکومت نے مسلمانوں کو نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ سے نہیں روکا تھا

رو ہاں کا پورا نظام کمیونزم کے مطابق بنانے کی کوشش کی تھی آپ بتائیں کہ عبادات کی آزادی کے باوجود مجاہدین نے جوان سے پنجہ آمائی کی تو یہ ان کا اقدام صحیح تھا یا غلط؟ اگر صحیح تھا تو پھر ہمکو نماز و روزے اور حج و زکوٰۃ کی آزادی کے باوجود اسلام کی معاشرتی، تہذیبی اور دینی قدروں کو جا بے جسطرح سے پامال کیا جاتا رہے ہمیں اطمینان سے اس کے برداشت کرتے رہنے کا کوئی جواز ہے؟ کیا اُن کے لئے کوئی کشمکش نہ کرنا دینی حمیت اور ملی غیرت کے خلاف نہیں ہے؟ اگر آپ یہ کہیں کہ اُن کی کشمکش غلط تھی پھر قرآن پاک کی ان آیات کا جس میں باطل سے مسلسل کشمکش کرنے کے صریح احکام دیئے گئے ہیں نعوذ باللہ وہ غلط ہیں، پھر اگر ہم اس اقدام کو غلط کہتے ہیں تو ہمکو اسلامی تاریخ کے ایک بہت بڑے حصہ سے نہ صرف دست بردار ہونا پڑے گا بلکہ جن حضرات نے اپنے جذبۂ جہاد سے سرشار ہوکر اپنی جان و مال عزت و آبرو کی غیر معمولی قربانیاں دی ہیں ان سب کی مذمت کرنی پڑے گی کیا آپ اس کے لئے تیار ہیں؟ ہندوستان میں اسوقت باغیرت لوگوں کا ایک گروہ موجود ہے جو سید احمد شہید سے لیکر موجودہ دور کی ہر کوشش کو غیر دانشمندانہ بلکہ برملا پاگل پن کہہ رہا ہے اگر آپ بھی اس زمرہ میں ہیں تو ہمیں کچھ کہنا نہیں ہے لیکن قرآن و سنت کی واضح تعلیمات اور پوری اسلامی تاریخ آپ کو عزیز ہے تو پھر آپ افغانی مجاہدین کو ہدیۂ تبریک پیش کیجئے اور اپنے آپ کو دینی قدروں کے تحفظ کیلئے متحد ہوکر جد وجہد اور جان و مال کی قربانی کے لئے تیار کیجئے اگر آپ ایسا نہیں کرتے ہیں تو پھر اس سے بھی بُرے وقت کا انتظار کیجئے۔ آپ کے دین آپ کی زبان اور تہذیب کے خلاف زبردست سازشیں ہی نہیں ہو رہی ہیں بلکہ دستور کے بنیادی حقوق میں تبدیلی کی بھی تیاری ہو رہی ہے۔

اٹھو ورنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی ؛ دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا۔

مسلم پرسنل لانے جو اصلاح معاشرہ کا پروگرام بنایا ہے وہ بہت مفید کام ہے ہم سب اس جد وجہد میں عملاً شریک ہیں مگر ایک بات بڑے احترام کے ساتھ مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ذمہ داروں سے عرض کرنے کی جرأت کروں گا کہیں اِس داخلی اصلاح کی جد وجہد میں ہمارے خارجی مسائل پس پشت نہ پڑ جائیں اور اسکو اپنا مطمح نظر بنا کر ہم مطمئن نہ ہو جائیں یہ بات اِس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آزادی کے بعد سے مسلم پرسنل لا میں جس پہلو سے مداخلت ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے اسکی طرف سے ہماری نظریں ہٹتی جا رہی ہیں، اِس سے پہلے اتر پردیش اور دوسرے صوبوں کی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کے اندر مسلم پرسنل لا کے خلاف بنے ہوئے اُن قوانین کی ہم کو تو نہ کوئی فکر دکھائی دیتی ہے اور نہ عملاً اسکا کوئی واضح پروگرام ہمارے پاس ہے اب رسمی طور پر ہم اپنے اجلاسوں میں مسلم پرسنل لا میں عدم مداخلت اور دفعہ ۴۴ کے خلاف تجویز پاس کر دیتے ہیں حالانکہ آہستہ آہستہ مسلم پرسنل لا مجروح ہو چکا ہے اور عملاً یکساں سول کوڈ کی دفعہ ۴۴ ملک میں نافذ ہوتی جا رہی ہے جو انتہائی تشویش کی بات ہے۔

اسی طرح تعلیمی، معاشی، اور سیاسی شعبوں میں اسلامی قدروں کے صریح خلاف جو اقدامات ہوتے رہتے ہیں ان کے خلاف اقدام کی بات تو دور کی ہے ہم اس کے خلاف واضح بیان دینے سے بھی گھبراتے ہیں کہ کہیں فرقہ پرستی کا داغ ہمارے دامن پر نہ آجائے لیکن اگر واقعی ہم کو مسلم پرسنل لا عزیز ہے؟ تو فرقہ پرستی کا الزام اپنے سر لینا ہی ہوگا، ضرورت تو یہ تھی کہ ہم نہ صرف پورے مسلم پرسنل لاء کی حفاظت کی تحریک چلاتے بلکہ بنیادی حقوق کی روشنی میں امارتِ شرعیہ اور اپنے دارالقضاء کے فیصلوں کی قانونی حیثیت تسلیم کرانے کی جد وجہد کرتے۔

اس سے قبل کئی بار راقم الحروف عرض کر چکا ہے ۱۹۴۶ء میں مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم نے لکھنؤ کی مسلم کانفرنس میں مسلمانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی سیاسی

تنظیمیں ختم کر کے سیکولر جماعتوں میں شریک ہو جائیں اسوقت کے حالات کے لحاظ سے ممکن ہے کہ ان کا یہ مشورہ صحیح رہا ہو مگر مولانا مرحوم نے غالباً اس مصلحت کے پیش نظر مشورہ دیا تھا کہ اکثریت کی فرقہ پرستی کو اس سے شہ ملے گی مگر چالیس پچاس برس کے تجربہ نے یہ بات واضح کردی کہ مسلمانوں کے سیکولر مزاج بن جانے کے باوجود اکثریت کی فرقہ پرستی میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ وہ اگر ۱۹۴۷ء میں بچہ تھی تو اب وہ جوان ہو گئی ہے اور مسلمان ملی احساس اور سیاسی شعور سے بہت دور ہوتا چلا گیا ہے، اتر پردیش کی اسمبلی میں ہمیشہ ۵۲-۵۰ ایم، ایل، اے اور پالیمنٹ میں ۵۵-۶۰ ایم پی رہے مگر دو چار کو چھوڑ کر مسلمانوں کے کسی مسئلہ پر ان کو کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور جن لوگوں کو یہ جرأت ہوئی اُن کو فرقہ پرست کہہ کر اُن کی بات کو بے وزن کردیا گیا، اس لئے راقم الحروف کے خیال میں تعلیمی، معاشی اور رفاہی اور اصلاحی تنظیموں کے ساتھ ایک مسلمانوں کو ایک مضبوط سیاسی تنظیم بھی ضرور بنا لینی چاہیئے، دنیا طاقت کی پجاری ہے کمزوروں کے لئے "مرگ مفاجات" کے علاوہ زندہ رہنے کی کوئی اور صورت نہیں ہے اس بنا پر ہم کو جرأت کرکے یہ اقدام کر ڈالنا چاہیئے اگر ہم نے پچاس، ساٹھ فیصد ووٹ بھی اپنے جھنڈے کے نیچے اکھا کر لیا تو انشاء اللہ سیکولر جماعتیں آپ کے در کی جبہ سائی کرنے پر مجبور ہونگی اور ایسی صورت میں جو مسلمان منتخب ہو کر اسمبلی اور پارلیمنٹ میں جائیں گے وہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والے اقدام کی کھل کر مخالفت کرنے پر مجبور ہوں گے اس لئے کہ ان کو یہ خطرہ ہو گا کہ ہم نے اگر کمزوری دکھائی تو آئندہ کبھی بھی منتخب نہ ہو سکیں گے۔ کیرل، حیدرآباد اور آسام کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے، کاش ہم سنجیدگی سے اس پہلو پر غور کرتے۔

یہ بات تو ہم سب جانتے ہیں کہ سیکولر سیاسی جماعتوں کے افراد آپ کے مسائل میں وہیں تک آپکا ساتھ دے سکتے ہیں جہاں تک اُن کی پارٹی کا دستور اجازت دے یا اکثریت کے ووٹ کے کٹنے کا خطرہ نہ ہو اور جہاں ان کو یہ خطرہ ہو گا خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے، چالیس برس میں بار بار اسکا تجربہ ہو چکا ہے۔

اسلامی شریعت کی معقولیت
اور اس پر تحقیقی کام کی ضرورت

از مولانا محمد شہاب الدین ندوی۔ ناظم فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ۔ بنگلور ۵۷

قانون صرف خدا کا کیوں؟

اللہ تعالیٰ اس دنیا کا خالق و پروردگار ہے۔ اُسی نے تمام انسانوں کو پیدا کیا اور ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے چند مخصوص بندوں (رسولوں) کو خصوصی دلائل و براہین دے کر بھیجا تاکہ لوگ سچائی کا راستہ اختیار کریں اور گمراہی سے بچیں۔ اس اعتبار سے تمام انبیاء کرام کی مشترکہ دعوت یہ تھی کہ لوگ ایک خدا کو مانیں اور اُس کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ احکام الٰہی کے اسی ضابطہ و مجموعہ کا نام دین و شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ تمام انسانوں کا خالق اور پروردگار (ربّ) ہے اس لئے حکم چلانا اور قانون سازی کرنا بھی اُسی کے لئے سزاوار ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔	ہاں دیکھو پیدا کرنا اور حکم چلانا اُسی کا کام ہے۔ اللہ بڑی خوبیوں والا ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔ (اعراف: ۵۴)
اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ	حکم کرنا اللہ ہی کو زیب دیتا ہے۔ اُسی نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اُسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھا طریقہ ہے۔ (یوسف: ۴۰)

کیا اسلامی قانون فرسودہ ہے

موجودہ دور میں عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ دین و شریعت پرانے دور کی باتیں ہیں جن پر آج عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ اور اس قسم کے خیالات کا اظہار زیادہ تر "روشن فکر" حلقوں میں کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آج کل جدید علوم نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ اب ہر چیز فرسودہ اور آؤٹ

آف ڈیٹ ہوتی جارہی ہے۔ لہٰذا موجودہ "ترقی یافتہ" دور میں "پُرانی" چیزوں کو چھوڑ کر "نئی" چیزوں کو اپنانا چاہیئے۔ اور اس قسم کی دعوت وہ لوگ دیتے ہیں جو یا تو دین و شریعت کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور ان کے ذہنوں میں دین و شریعت کا ایک تنگ سا مفہوم ہوتا ہے، جس کی بنا پر وہ سمجھتے ہیں کہ احکام الٰہی غیر معقول و غیر متوازن ہیں اور وہ موجودہ دور کے تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتے۔ یا وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اسلامی قانون سے بغض و عداوت رکھتے ہیں اور محض تعصب یا سیاست کاری کی بنا پر اُس کی مخالفت کرنا ضروری سمجھتے ہوئے اس کے نام ہی سے چڑھتے اور ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔

اسلامی قانون کا سرچشمہ

تو جہاں تک اسلامی قانون یا احکام خداوندی کے غیر معقول و غیر موزوں ہونے کا تعلق ہے تو یہ ایک بے بنیادی دعویٰ ہے جو قانونِ خداوندی سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی قانون ہر دور کے لئے موزوں اور قابلِ عمل ہے۔ اور وہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ چودہ سو سال پہلے تھا۔ اور یہ کوئی خوش فہمی یا شاعری نہیں بلکہ حقیقت واقعہ ہے۔ کیونکہ یہ احکام و قوانین اس خدائے عظیم کی جانب سے نازل کئے گئے ہیں جو نہ صرف اس کائنات کا خالق و ربّ ہے بلکہ وہ ازل تا ابد ہر دور کی ضرورتوں اور اُس کے تقاضوں سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔

حٰمٓ۔ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ:	یہ کتاب اللہ کی جانب سے اتاری ہوئی ہے جو (سب پر) غالب اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ (مومن: ۱-۲)
الٓر۔ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ:	یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں (علمی اعتبار سے) مضبوط و مستحکم کردی گئی ہیں پھر اُن کی تفصیل خدائے دانا و باخبر کی جانب سے کی گئی ہے: (ھود: ۱)

قرآنی آیتوں اور اُس کے احکام کو مضبوط و مستحکم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عصری علوم و فنون کے ارتقا کے باعث علمی اعتبار سے انہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا اور فلسفہ و منطق کی رُو سے ان کی معقولیت و برتری کو چیلنج کرکے انہیں ناکارہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ آیات

واحکام ہر دور کے عقلی وعلمی معیاروں پر پورے اُترتے اور عصری علوم و فنون کی کسوٹی میں کھرے ثابت ہوتے رہیں گے۔ اس اعتبار سے خدائی احکام و اوامر اہل ایمان کے لئے ہر دور میں باعث ہدایت و رحمت رہیں گے اور ان کی جدت و تازگی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ؛	اور ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جسے ہم نے اپنے علم (کامل) کے ذریعہ (ہر چیز کی) تفصیل کردی ہے جو اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت ہے (اعراف : ۵۲)

ان آیتوں کی تصریح کے مطابق قرآن حکیم کے مضامین و مندرجات علم و حکمت پر مبنی ہیں اور وہ خدائی علم و حکمت کے مظاہرہ کا ایک واضح نمونہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ سیکڑوں ہزاروں سال کوئی ایسا ضابطۂ حیات اس دعوے کے ساتھ پیش کرنا کہ اس کے احکام و اوامر کبھی ناکارہ اور فرسودہ نہیں ہوں گے، کسی بھی انسان کی طاقت و وسعت سے باہر ہے۔ انسانی لٹریچر کی تاریخ میں اس قسم کا دعویٰ نہ تو اب تک کسی نے کیا ہے اور نہ کسی قانون وضابطہ کو کبھی دوام حاصل ہوسکا ہے۔ اور پھر قانون بھی کیسا ؟ وہ جو ہر اعتبار سے کامل اور بے عیب ہو اور جس میں ترمیم واضافہ کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی ہو۔ یقیناً قانون و شریعت کی تاریخ میں یہ پہلی اور آخری مثال ہے ۔ اور اس بے مثال مظاہرہ سے اسلامی قانون و شریعت کا معجزہ اور خدائی رہنمائی کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔

اسلامی قانون میں علم و حکمت کا مظاہرہ

اسلامی قانون جہاں ایک طرف کامل اور بے عیب ہے، یعنی اس میں اس قدر جامعیت پائی جاتی ہے کہ اس میں ہر دور کی رعایت کرتے ہوئے اسے ایک تحقیقاتی شکل میں وضع کیا گیا ہے تو دوسری طرف اسے علمی و عقلی بنیادوں پر بھی مضبوط و مستحکم کردیا گیا ہے تاکہ وہ ہر دور کی عقلی موجوں اور فلسفوں کا بخوبی مقابلہ کرسکے۔ اس اعتبار سے جس دور میں بھی انسان اس قانون کو علم و عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کے لئے بیٹھے گا تو وہ خدائی علم و دانش اور اس کے بے مثال مظاہرہ کو دیکھ کر مبہوت و ششدر رہ جائے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں جہاں جہاں شرعی اُمور و مسائل کا تذکرہ ہے ان میں سے بعض مقامات پر خصوصیت کے ساتھ اہل

اہلِ علم کو ان پہلوؤں پر غور کرنے اور خدائے علیم و خبیر کی حکمت و دانائی کا حال آشکارا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے سورۂ بقرہ میں جہاں پر نکاح، طلاق، خلع اور عدت وغیرہ کے متعدد احکام بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ؕ	اور یہ اللہ کی حدود ہیں جنہیں وہ علم رکھنے والوں کے لئے وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے (بقرہ: ۲۳۰)

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اہلِ علم کو ان احکام و مسائل میں غور و خوض کرکے خدائی حکمت و دانش اور قانون سازی میں اس کی دقت آفرینی کا پتہ چلانا چاہیئے، جس کے باعث خدائی قانون و شریعت کا معجزہ ظاہر ہوسکتا ہے۔ اور پھر چونکہ یہ عمل کسی مذہب کی صداقت ثابت کرنے کا ایک فطری اور سائنٹفک طریقہ بھی ہے اس لئے اس فطری طریقے سے اسلام کی حقانیت و برتری بھی ثابت ہوسکتی ہے۔

اس سلسلے کی چند مزید آیات ملاحظہ ہوں جو مختلف شرعی احکام و مسائل کے بعد خاص طور پر بطور تنبیہ وارد ہوئی ہیں:۔

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ؕ	اسی طرح اہلِ علم کے لئے ہم (اپنے) احکام تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ (اعراف: ۳۲)
وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ؕ	جاننے والوں کے لئے ہم اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ (توبہ: ۱۱)
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ؕ	اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (نور: ۵۹)

اس اعتبار سے اسلامی قوانین انتہائی معقول اور مدلل ہیں جن میں بے عقلی اور فرسودگی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور ان پر دقیانوسیت کی چھاپ کبھی نہیں لگ سکتی۔ کیونکہ وہ خدائے علیم و خبیر کی جانب سے نازل شدہ ہونے کی بنا پر کبھی متزلزل نہیں ہوسکتے۔ بلکہ علمی اعتبار سے وہ ہمیشہ مستحکم رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرعی احکام و مسائل کے تذکرے کے بعد عموماً بطور تذکیر و یاددہانی اپنے علم و دانائی کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرائی ہے۔

ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ؕ
پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اور وہ بڑا ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (حج: ۵۲)

عقل سے کام نہ لینے والوں کی مذمت

دنیا میں بہت سے مذاہب ایسے ہیں جن میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ ان میں عقل کا نام لینا بھی گناہ اور جرم تصور کیا جاتا ہے۔ اور ہر چیز پر آنکھ بند کر کے عمل کرنا پڑتا ہے۔ اگر کسی نے ذرا سا بھی احتجاج کیا تو اس پر بے دینی کا فتویٰ لگا کر اسے دین سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ مگر دنیا میں صرف ایک ہی مذہب ایسا ہے جس میں علم و عقل کی آزادی ہے اور وہ ہے اسلام۔ چنانچہ اسلام علم و عقل کی آزادی ہی عطا نہیں کرتا بلکہ وہ بے عقلی، جمود اور اندھے عقیدوں کی سخت مذمت کرتے ہوئے اور نوعِ انسانی کو عقل سے کام لینے اور حقائق کا گلا نہ گھونٹنے کی پرزور اپیل کرتے ہوئے یہاں تک کہتا ہے کہ عقل و دانش سے کام نہ لینے والے اندھے، بہرے اور گونگے ہیں!

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ :
(اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کرنے والے) بہرے، گونگے اور اندھے ہیں جو کچھ بھی نہیں سمجھتے (بقرہ: ۱۷۱)

بلکہ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو جانوروں اور چوپاؤں سے بدتر قرار دیا گیا ہے:-

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ :
یقیناً جانوروں میں سب سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ (انسان نما جانور) ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ (انفال: ۲۲)

اسلام میں عقل کا درجہ

اس لحاظ سے اسلام اور اسلامی قوانین پر جمود، بے عقلی اور اندھے پن کی پھبتی کبھی کسی نہیں جا سکتی۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے علم و عقل، غور و فکر اور تحقیق و جستجو پر جتنا زور دیا ہے اتنا دنیا کے کسی بھی مذہب نے نہیں دیا۔ چنانچہ وہ جس طرح مظاہرِ کائنات میں غور و فکر کر کے نئے نئے علوم و مسائل کی تدوین کرنے پر زور دیتا ہے۔ بالکل اسی انداز میں خالص دینی و شرعی احکام و مسائل میں بھی غور و خوض کر کے ان میں ودیعت شدہ حکمتیں، مصلحتیں اور عقلی محاسن تلاش کرنے کی پرزور تاکید کرتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے کی چند آیات ملاحظہ ہوں جو خصوصاً شرعی احکام و مسائل کے تذکرہ کے بعد خصوصیت کے ساتھ مذکور ہیں اور ان

میں لفظ عقل (تَعْقِلُوْنَ کی شکل میں) خاص طور سے لایا گیا ہے۔ اور یہ آیات بطور تنبیہ اسلوب بدل بدل کر پیش کی گئی ہیں:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ؛	اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام کی وضاحت کرتا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔ (البقرہ: ۲۴۲)
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ؛	ہم نے تمہارے لئے احکام کی وضاحت (اچھی طرح) کردی ہے اگر تم سمجھ سے کام لے سکو۔ (آل عمران: ۱۱۸)
ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ؛	وہ تمہیں اس بات کی تلقین کرتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔ (انعام: ۱۵۱)
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ؛	اسی طرح اللہ تمہارے لئے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم (اچھی طرح) سمجھ جاؤ۔ (نور: ۶۱)
قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ؛	ہم نے تمہارے لئے احکام کی وضاحت کردی ہے تاکہ تم سمجھ سے کام لو۔ (حدید: ۱۷)

مسلمانوں کے ذمہ ایک فرض کنایہ

اس موقع پر ایک علمی حقیقت یہ بھی پیش نظر رہے کہ مذکورۂ بالا تمام آیات میں خطاب اہل ایمان سے ہے جو "مخاطب" کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ اس کے برعکس قرآن حکیم کی وہ آیات جو نظام فطرت سے متعلق ہیں اُن کی رُو سے مظاہر کائنات میں غور و فکر کرنے اور ان میں ودلیعت شدہ حقائق و معارف کو اجاگر کرنے کے لئے جو خطاب "اہل عقل و دانش" سے کیا گیا ہے وہ "غائب" کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ مثلاً:۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ؛	اس باب میں سمجھنے والوں کے لئے چند نشانیاں (دلائل ربوبیت) موجود ہیں۔ (رعد: ۴)
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ؛	اسی طرح ہم (نظام فطرت سے متعلق اپنی) نشانیاں سمجھ رکھنے والوں کو کھول کھول کر بیان کر دیتا (روم: ۲۸)

واضح رہے قرآن مجید میں مخاطب کا صیغہ زیادہ تر اپنوں (اہل اسلام) کے لئے اور غائب ک

صیغۂ عموماً غیروں کے لئے لایا گیا ہے ۔ اس اعتبار سے مذکورۂ بالا آیات کا مطلب یہ ہوا کہ نظامِ فطرت سے متعلق حقائق کا انکشاف غیر مسلموں کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے اور اس علم کا صرف اہلِ اسلام کے ساتھ مخصوص رہنا ضروری نہیں ہے، جیسا کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے ۔ مگر جہاں تک نظامِ شریعت کے حقائق و معارف کا تعلق ہے تو ان کا انکشاف صرف اہلِ اسلام ہی کر سکتے ہیں ۔ کیونکہ اہلِ اسلام کو اپنے دین و شریعت سے جو جذباتی لگاؤ ہوتا ہے وہ دوسروں کو نہیں ہو سکتا ۔ لہٰذا یہ اہلِ اسلام کے ذمہ ایک فرض کفایہ ہے کہ وہ اپنے دین و شریعت کے محاسن، اس کی عقلی خوبیاں اور احکامِ الٰہی کی حکمتیں منظرِ عام پر لائیں اور اپنے دینی اقدار کی صداقت و حقانیت سے نوعِ انسانی کو روشناس کرائیں ۔ تاکہ اُس کے ذہن و فکر کی تعمیر ہو اور وہ دینِ الٰہی کا روشن و تابناک چہرہ دیکھ سکے ۔

قانونِ فطرت و قانونِ شریعت

حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ ابدی میں مسلمانوں کی توجہ خصوصی طور پر علم و عقل کی طرف مبذول کراتے ہوئے انہیں روشن فکری اور روشن خیالی سے روشناس کرایا ہے اور ہر چیز کا حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے جائزہ لینے کی دعوت دی ہے ۔ چنانچہ وہ ایک طرف نظامِ فطرت کے اسباق و بصائر کو منظرِ عام لانے کی تاکید کرتا ہے تو ساتھ ہی دوسری طرف نظامِ شریعت میں ودیعت شدہ رموز و اسرار بھی بے نقاب کرنے پر زور دیتا ہے ۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ نظامِ فطرت یا انکشافات جدیدہ کسی بھی طرح نظامِ شریعت یا احکامِ خداوندی کے خلاف نہیں ہیں ۔ بالفاظِ دیگر جدید سائنسی تحقیقات کسی بھی لحاظ سے دین و شریعت کی ضد نہیں ہو سکتی، جیسا کہ بعض لوگوں کا غلط نظریہ ہے ۔ بلکہ اس کے برعکس جدید تحقیقات و انکشافات کے ذریعہ دین و شریعت کے بہت سے اسرار حقائق منظرِ عام پر آ رہے ہیں جن کے ملاحظہ سے اسلامی عقیدہ اور اسلامی تعلیمات کا ایک نیا اعجاز سامنے آتا ہے ۔ لہٰذا اہلِ اسلام کو جدید علوم و مسائل اور جدید تحقیقات و انکشافات سے گھبرانے یا ان سے خطرہ محسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ بلکہ جدید علوم و فنون کی روشنی میں اسلامی عقیدہ و شریعت کی صداقت و برتری کا اثبات کرکے عالمِ انسانی کی صحیح رہنمائی کرنے کی ضرورت ہے ۔ اور آج عالمِ انسانی اس باب میں ہماری راہ دیکھ رہا ہے اور وہ انتظار میں ہے ۔

واقعہ یہ ہے کہ نظامِ فطرت اور نظامِ شریعت کی تطبیق و ہمنوائی سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جس ہستی نے اس رنگا رنگ کائناتِ مادی کی تخلیق کی ہے اُسی نے انسان کی رہنمائی

سے لئے ایک ابدی اور دائمی قانون بھی وضع کیا ہے جس طرح فطرت کے اصولوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہو رہی ہے بالکل اسی طرح خدائے ذوالجلال کے وضع کردہ قوانین میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ قانون فطرت جس طرح اپنی جگہ ایک سائنٹفک اور بے عیب قانون ہے بالکل اسی طرح قانون شریعت بھی اپنی جگہ ایک سائنٹفک اور بے عیب قانون ہے۔ اس کائنات مادی کے ملاحظہ سے نقاش فطرت کا تخلیقی کارنامہ ظاہر ہوتا ہے تو نظام شریعت کے جائزہ سے ایک تشریعی معجزہ سامنے آتا ہے۔ اور یہ دونوں انسانی عقل و دانش کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کرنے کے لئے کافی ہیں کیونکہ ان دونوں نظاموں میں انسانی کوششوں کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ ورنہ ان میں تغیر و تبدل اور ترمیم و اضافہ لازمی ہو جاتا۔

اہل علم کی ایک مخصوص جماعت

اس اعتبار سے اہل اسلام کے درمیان ایک ایسی مخصوص جماعت کا وجود ضروری ہے جو روشن فکر، صائب اور پختہ کار علماء پر مشتمل ہو۔ اور اس جماعت کا کام خاص کر جدید علوم و فنون کی روشنی میں دین و شریعت کے حقائق و معارف اور اس کے رموز و اسرار کی وضاحت کرنا اور علمی و عقلی اعتبار سے نظام شریعت کی حقانیت و برتری ثابت کرنا ہے۔ تاکہ وہ ایک طرف جدید اُمور و مسائل میں اہل اسلام کی صحیح رہنمائی کرے تو دوسری طرف اقوام عالم کو اسلامی نظام حیات سے صحیح طور پر متعارف کراتے ہوئے ان پر اتمام حجت کر سکے۔ چنانچہ حسب ذیل آیات میں اہل ایمان کے درمیان ایک ایسی جماعت تشکیل دینے کی دعوت دی گئی ہے جو خاص کر عالم انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ہو:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ :

اور تم مسلمانوں میں ایک (مخصوص) جماعت ایسی ہو جو (لوگوں کو) خیر کی طرف بلانے والی، انہیں معروف کا حکم کرنے والی اور منکر سے روکنے والی ہو۔
(آل عمران : ۱۰۴)

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ :

تم بہترین امت ہو جو دنیا کے تمام لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے (اور تمہارا منصب یہ ہے کہ) تم انہیں معروف (بھلائی اور حقیقت) کا حکم کرو اور منکر (نا پسندیدہ باتوں اور ناقابل التفات) سے روکو۔
(آل عمران : ۱۱۰)

معروف و منکر کیا ہے؟

اس موقع پر معروف اور منکر دو الفاظ بہت زیادہ قابل غور ہیں اور ان میں وسیع مفہوم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ لفظ معروف میں صرف دینی و شرعی اعتبار ہی سے نہیں بلکہ علمی و عقلی اعتبار سے بھی جو بات یا جو حقیقت انسان کے لئے مفید اور کارآمد ہو سکتی ہو وہ بھی اس کے تحت آسکتی ہے۔ اسی طرح منکر میں دینی و شرعی اور عقلی اعتبار سے بھی ہر وہ چیز آسکتی ہے جو انسانی معاشرہ کے لئے نقصان دہ اور مضرت رساں ہو۔ اس اعتبار سے جدید علوم و فنون کی روشنی میں دین و شریعت کی خوبیوں کو اُجاگر کرنا گویا کہ نوع انسانی کے سامنے "معروف" کو پیش کرنا ہے۔ اسی طرح دین و شریعت میں جن اُمور کی قباحت بیان کی گئی ہے انہیں جدید علوم و فنون کی روشنی میں بھی قبیح ثابت کرنا نوع انسانی کو منکرات سے رُکنے کی دعوت دینا ہے۔ لہٰذا اگر دینی اقدار (VALUES) کو جدید علوم و فنون کی روشنی میں بھی "معروف" اور "منکر" ثابت کر دیا جائے تو یہ موجودہ دور کا سب سے بڑا اور تجدیدی کارنامہ ہوگا۔ اور ہر دور کے مسلمانوں سے قرآن عظیم کا یہی مطالبہ ہے کہ وہ اپنے اپنے دور کے علوم و مسائل کی روشنی میں معروف اور منکر کی صحیح معنی میں وضاحت کرتے عالم انسانی کو دینی اقدار سے روشناس کرائیں تاکہ وہ حیات جاودانی سے ہمکنار ہو سکے۔

ظاہر ہے کہ یہ وقت کی ایک اہم ترین ضرورت ہے جو مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ ہے۔ اگر اس فرض کی ادائیگی میں تمام مسلمان ناکام ہو جائیں تو پھر سب کے سب گنہگار ہو جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین متین کا غلبہ تلوار اور توپ کے ذریعہ نہیں بلکہ دلیل و استدلال کے میدان میں کرنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ؛	وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔ (توبہ : ۳۳)
لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ	تاکہ لوگوں کا اللہ پر الزام نہ رہے۔ (نساء : ۱۶۵)
قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ؛	کہدو کہ اللہ ہی کی حجت (ہمیشہ) غالب رہے گی۔ (انعام : ۱۴۹)

تو اللہ کی یہ حجت ہمیشہ علم و عقل اور دلیل و استدلال ہی کے میدان میں پوری ہو سکتی ہے۔ ایک فلسفہ کا مقابلہ فلسفہ ہی کر سکتا ہے اور عقل کا مقابلہ عقل ہی کر سکتی ہے۔ اگر کسی نے عقلی دلیل کے جواب میں پتھر استعمال کیا تو ممکن ہے کہ وہ شخص اپنے مخالف کا سر توڑ ڈالے لیکن عقل اسے جائز قرار نہیں دے سکتی اور دنیا کبھی اس کی بڑائی تسلیم نہیں کر سکتی بلکہ اس فعل کو عقل کے مقابلے میں اس شخص کی ہار قرار دی جائے گی۔

●●●

"تصوف ــــــ شریعت کی روشنی میں"

از:۔ ڈاکٹر ماجد علی خاں جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

تصوف کا لفظ آج کل ہر پڑھے لکھے مسلمانوں تو کیا عام مسلمانوں میں بھی اتنا رائج ہے کہ فرائض اور واجبات کے بعد شاید ہی اسلامیات کے لٹریچر میں کوئی دوسرا لفظ اتنا عام ہو۔ لیکن اس کی حقیقت سے ناواقفیت کی وجہ سے اکثر لوگوں میں تصوف کے بارے میں غلط تصورات قائم ہیں۔ جو لوگ تصوف کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ گروہ ہے جو محض نادانی کی وجہ سے تصوف کا منکر ہے اور اس کو بدعت سمجھتا ہے جبکہ دوسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو گو کہ تصوف کے حامی ہیں اور ان میں سے بعض اس پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں لیکن اُس کو شریعت کے تابع رکھنا نہیں چاہتے ایسے لوگوں کے مطابق گویا کہ شریعت اور تصوف دو الگ الگ راستے ہیں۔ میں اپنے اس مختصر مقالہ میں اس حقیقت کو واضح کرنے کی سعی کروں گا کہ تصوف شریعت سے جدا کوئی راستہ نہیں ہے بلکہ یہ شریعت کا ہی ایک جزء ہے قرآن میں جس کے "تزکیہ" کا نام اور حدیث میں جس کے لئے "احسان" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

تصوف یا "احسان"

حقیقی تصوف کو جس کا دوسرا نام "احسان" ہے حدیث میں اس طرح واضح کیا گیا ہے:۔

قال فاخبرنی عن الاحسان	حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ
قال ان تعبد اللہ کانک	علیہ وسلم سے) کہا احسان کے متعلق کچھ فرمائیے تو آپ
تراہ فان لم تکن تراہ	نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اسطرح (یعنی یہ سمجھ کر)
فانہ یراک الخبیر	کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ
(بخاری و مسلم)	رہا ہے تو وہ تو تجھے (یقیناً) دیکھ ہی رہا ہے:

یہ ایک صحیح حدیث کا حصہ ہے جسے امام بخاری و امام مسلم دونوں حضرات نے روایت کیا ہے۔ اس کی

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اس سوال کے جواب میں کہ احسان کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی۔ دراصل تصوف کا بنیادی مقصد عبادت کے اندر اسی کیفیت کو پیدا کرنا ہے۔ رہے اذکار و اشغال، مجاہدات و ریاضت تو وہ بطور علاج ہیں اور ان کا مقصد نفس کو پاک و صاف کرنا ہے کیونکہ بغیر تزکیہ نفس کے انسان کے اندر سے امراض باطنہ نہیں نکلتے اور بغیر امراض باطنہ سے چھٹکارا پائے انسان کا اللہ سے صحیح تعلق قائم نہیں ہو سکتا اور بغیر تعلق باللہ کے عبادت کے اندر مندرجہ بالا کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت میں سے ایک اہم منصب تزکیہ کا تھا۔

تزکیہ نفس

قرآن کریم میں ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ (الجمعة ۲)	"وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور (ان کو عقائد باطلہ و اخلاق ذمیمہ سے پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔

تزکیہ نفس کی اہمیت کو قرآن کریم میں مختلف جگہ واضح کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۪ۙ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ؕ	"بیشک جس نے نفس کو صاف کیا کامیاب رہا اور جس نے اس کو میلا کیا ناکام رہا...."

اسی طرح ارشاد ہے

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ۙ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ؕ	"اُس دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس سلامت قلب لے کر آیا"

ایمان و عقائد جن پر سارے اعمال کی مقبولیت منحصر ہے قلب ہی کا فعل ہے اور ظاہر ہے کہ جتنے اعمال ہیں سب ایمان ہی کی تکمیل کے لئے ہیں۔ اس لئے اصل مقصود اصلاح قلب ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

الا ان فی الجسد مضغۃ	بیشک آدمی کے بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے
اذا صلحت صلح الجسد	جب وہ درست ہو جاتا ہے تو تمام بدن درست
کلہٗ و اذا فسدت فسد	ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تمام بدن
الجسد کلہٗ الا وھی القلب	بگڑ جاتا ہے۔ سُن لو وہ دل ہے ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے صحابہؓ کا تزکیۂ نفس اور اصلاحِ قلب بھی ہوتی تھی آپؐ کے بعد کچھ عرصہ تک تو ایسے علماء کاملین و ائمہ پیدا ہوتے رہے جو وراثت نبویؐ کے چاروں حصّے بیک وقت طالبین کو تقسیم کرتے رہے۔ صحابہؓ نہ صرف تلاوت آیات کر کے غیر مسلموں کو دعوت اسلام اور مسلمانوں کو دعوت قرب دیتے، احکام الٰہیہ حکمت ایمانی کی تعلیم دیتے بلکہ تابعین نفوس کو مہذب و مزکّی بھی بناتے تھے۔ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں بھی اسی طرح خدمات دین کا دائرہ وسیع رہا لیکن اسلامی معاشرہ کی وسعت کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل سامنے آئے گئے، خدمات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ چنانچہ کثرت جزئیات اور وسعت علم کی وجہ سے علماء دین تقسیم عمل پر مجبور ہو گئے تاہم ایسے علماء کاملین بھی موجود رہے جو بیک وقت وراثت نبوی کے چاروں فرائض کو انجام دیتے رہے۔ چنانچہ متقدمین ائمہ فقہا کے یہاں علم الذہد کے عنوان سے تزکیۂ نفس کا علم بھی ملتا ہے۔ خود امام ابو یوسفؒ کی "کتاب الخراج" میں فقہی احکام کے پہلو بہ پہلو تزکیۂ باطن کی ہدایات بھی موجود ہیں۔ علم الفقہ کی تعریف معرفۃ النفس مالہا وعلیہا (یعنی نفس کا اپنے منافع ومفاسد کو جاننا) سے کی گئی ہے۔ اسی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ ائمہ فقہاء یعنی امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل نیز سفیان، سفیان بن عینیہ وغیرہ جہاں علم الاحکام میں درجۂ اجتہاد و امامت پر فائز تھے وہاں وہ علم تزکیۂ باطن بھی اونچے مقامات پر فائز تھے۔ لیکن بعد میں ایسے علماء کاملین کی قلت ہوتی گئی اس لئے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اعمال باطنہ کی تعلیم اور تزکیۂ نفس کی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے کچھ لوگ آگے بڑھیں۔ اس وجہ سے متاخرین نے شریعت کو دو حصّوں میں منقسم کیا۔

"شریعت کا جزو متعلق باعمال ظاہرہ کا نام فقہ ہو گیا اور دوسرے جزو باعمال باطنہ کا نام "تصوف" ہو گیا"۔ [۱]

---

[۱] "شریعت و طریقت" (از افادات مولانا اشرف علی تھانویؒ) ص ۲۵

امام غزالیؒ اور تصوف

امام ابوحامد محمد غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء) نے تصوف اور اصلاح نفس کو تہذیب اخلاق کے ساتھ وابستہ کیا جہاں وہ علم کلام کے مجدد ہیں وہاں وہ اس موضوع کے بھی مجدد سمجھے جاتے ہیں۔ گو ان سے پہلے شیخ ابوالقاسم قشیریؒ نے "رسالۃ القشیریہ" میں اور شیخ ابوطالب مکیؒ نے "قوت القلوب" میں اس موضوع پر گفتگو کی ہے لیکن امام غزالیؒ نے جس انداز پر اس کو پیش کیا ہے وہ بالکل اچھوتا ہے چنانچہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم لکھتے ہیں۔

"امام صاحب پہلے شخص ہیں جنھوں نے فلسفۂ اخلاق کے مسائل اس طرح ادا کیے کہ دقیق سے دقیق نکتے، افسانہ اور لطائف بن گئے"۔ [۱]

امام غزالی کے نزدیک انسان کی قوت علم، قوت غضب اور قوت شہوت کے اعتدال کا نام ہی حسن خلق ہے۔ علم کی قوت کے اعتدال کا نام حکمت ہے، غضب کی قوت کے اعتدال کا نام شجاعت ہے جس کے مظاہر خودداری، دلیری، آزادی، حلم، استقلال، ثبات اور وقار وغیرہ ہیں۔ اور شہوت کی قوت کے کامل اعتدال کا نام عفت ہے۔ حیاء، صبر، درگزر، قناعت، پرہیزگاری، لطیف مزاجی، خوش طبعی، بے طمعی وغیرہ عفت ہی کے مختلف مظاہر ہیں۔ چنانچہ امام صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"مختصر یہ کہ محاسن اخلاق کے ارکان اصل تین ہیں: حکمت، شجاعت اور عفت۔ جس قدر اور اخلاق حسنہ ہیں سب انہی کے مختلف قالب اور مختلف مظاہر ہیں"۔ [۲]

ایک دوسری جگہ پر امام صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"علم اخلاق کا مقصود یہ ہے کہ یہ تمام قویٰ باقی رہیں لیکن ان میں اعتدال آجائے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں وَالکاظمینَ الغَیظَ (غصے کو دبانے والے) کہا ہے یہ نہیں کہا گیا کہ وَالفاقدِینَ الغَیظَ (جن میں سرے سے غصہ ہی نہ ہو)"۔ [۳]

امام غزالیؒ نے تہذیب اخلاق کے چند قاعدے لکھے ہیں۔ لیکن چونکہ اخلاق کی اصلاح اس بات پر موقوف

---

[۱] الغزالی ص ۲۸

[۲] ایضاً ص ۸۴

[۳] ایضاً ص ۸۴

ہے کہ پہلے انسان اپنے عیوب پر مطلع ہو اس لئے احیاء العلوم میں اس کا ایک خاص باب باندھا ہے اس سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ "شیخ طریقت سے اس بات کی درخواست کرنا چاہیئے کہ عیوب پر مطلع کرتا رہے" امام صاحبؒ کی اس موضوع پر کئی مشہور تصانیف میں اُن سب میں احیاء العلوم، کیمیائے سعادت اور اربعین بہت مقبول ہوئیں۔

علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں تحریر کرتے ہیں۔

"امام غزالی نے احیاء العلوم میں دونوں طریقوں کو جمع کیا۔ چنانچہ ورع اور اقتداء کے احکام لکھنے کے ساتھ ارباب حال کے آداب اور طریقے بتلائے اور ان کے مصطلحات کی شرح کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تصوف بھی ایک باقاعدہ علم بن گیا حالانکہ پہلے اس کا طریقہ صرف عبادت کرنا تھا" لہ

حقیقت یہ ہے کہ تصوف ابتداء میں صرف زہد وعبادت کا نام تھا۔ ابتدائی زمانہ میں مجاہدات کے ذریعہ آسانی سے تزکیۂ نفس ہو جاتا تھا۔ اور اخلاق پر مستقل محنت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ زہد جس قدر بڑھتا جاتا تھا روحانی اوصاف یعنی صبر وشکر، توکل ورضا۔ اُنس ومحبت وغیرہ خود بخود پیدا ہوتے جاتے لیکن جب عبادت میں توجہ الی اللہ کا زور بڑھا تو مجاہدین اور مجاہدہ سے کشف والہام اور بعض قسم کے خرق عادت کا ظہور ہوا۔ غرض رفتہ رفتہ تصوف بہت سی چیزوں کا مجموعہ بن گیا۔ لیکن یہ امر صاف طور پر طے نہ ہوا کہ ان میں سے تصوف کا اصلی حصہ کس قدر ہے۔ اس بناء پر متقدین صوفیاء میں سے ہر ایک نے تصوف کی نئی تعریف بیان کی۔ یعنی مجموعے میں سے صرف ایک حصے کو لے لیا امام غزالیؒ سے پہلے تصوف میں بہت سے زیادہ جامع اور علمی پیرائے میں جو کتاب لکھی گئی تھی وہ امام قشیریؒ کا رسالہ تھا۔ تاہم اس رسالے میں صرف ورع، تقویٰ، صبر وشکر وغیرہ کے عنوان قائم کئے گئے ہیں اور ہر عنوان کے تحت قرآن مجید کی آیتیں اور بزرگوں کی حکائتیں لکھ دی گئی ہیں۔ کسی چیز کی حد اور حقیقت نہیں کی گئی ہے اور مکاشفات اور روحانی ادراکات کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں۔ اُسی دور کی ایک دوسری عظیم المرتبت کتاب "کشف المحجوب" میں اخلاقیات کے اوپر سرسری روشنی ڈالی گئی ہے اور زیادہ زور عبادات اور تصوف کے مصطلحات پر دیا گیا ہے۔ امام غزالیؒ پہلے شخص ہیں جنھوں نے علمی طور پر اس فن کو مرتب کیا۔

لہ مقدمۂ ابن خلدون

حضرت پیران پیر شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے تصوف در سلسلے میں ارشادات

چھٹی صدی ہجری (بارویں صدی عیسوی) کی ایک دوسری عظیم المرتبت شخصیت حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ (المتوفی ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء) ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے عملی اعتبار سے تصوف کو ایک زبردست تحریک کی شکل میں پیش کیا۔ آپ کے ارشاد تلقین سے نہ صرف عراق وعرب متاثر ہوا بلکہ ان تعلیمات کا اثر غور، غرجستان بامیان اور افغانستان تک پہونچا۔ بقول مولانا ضیاء الدین برنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تصوف کے اندر پہلی بار "فن شیخی" کو اجاگر کیا۔ [۶] پیران پیر کے مواعظ بہت پرتاثیر ہوئے تھے۔ آپ کے مواعظ کے دو مجموعے "فتوح الغیب" اور "فتح ربانی" اب بھی دستیاب ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تصوف کو خالص شرعی بنیادوں پر قائم کیا۔ آپ کی تعلیمات خالص قرآن وسنت کی بنیاد پر تھیں۔ آپ میرے ہر تاثیر اور انقلاب آفریں مواعظ سے ہزار ہا انسانوں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں۔ آپ نے ایک ہمہ گیر دعوتِ اصلاح، مستقل تربیت اور مسلمانوں کی دینی و اجتماعی زندگی میں نظم وضبط پیدا کرنے کی خاطر تصوف کے اندر بیعت کے مجموعی نظام کو پیش کیا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تصوف کو ایمان وعمل کو درست کرنے اور مومن کامل بننے کا ذریعہ بنایا چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

ہر مومن کے لئے تمام اعمال میں تین چیزیں ضروری ہیں۔ (یہ کہ)
حکم خداؐ بجالائے، ممنوعاتؐ سے بچے، اور تقدیرؐ پر راضی رہے۔ پس مومن کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ وہ کسی وقت ان تینوں چیزوں میں سے کسی سے خالی نہ ہو۔ اور مومن کو سزاوار ہے کہ اُس کا دل ان چیزوں کے ارادے کو لازم کرلے اور نفس ان ہی کی بات کرے اور تمام احوال میں اپنے اعضاء کو ان ہی میں لگائے رکھے۔" [۷]

ایک اور جگہ آپ نے فرمایا۔
"سنت کی پیروی کرو، بدعت نہ کرو، اللہ ورسولؐ کی فرماں برداری کرو، ان کے حکم سے باہر نہ جاؤ اللہ کو یکتا جانو اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔" [۸]

---

۶ تاریخ مشائخ چشت (از پروفیسر خلیق احمد نظامی) ص ۱۰۸

۷ فتوح الغیب (مطبوعہ رحیمیہ دہلی ۱۹۶۰ء)، ص ۱۸

۸ ایضاً

کچھ لوگوں نے مدت سے ساری توجہ کا مرکز اوراد و اشغال یا نوافل کو بنا رکھا ہے اور فرائض و واجبات کو گویا بھلا دیا ہے، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے زمانے میں بھی ایسے کم فہم لوگوں کی کمی معلوم نہیں ہوئی۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

"مومن کو چاہیئے کہ سب سے پہلے فرائض پر توجہ کرے، جب یہ ادا کر چکے تب سنتوں کو اختیار کرے اس کے بعد نوافل پر متوجہ ہو۔ لیکن جو شخص ابھی فرائض ہی سے فارغ نہیں ہوا ہے۔ اس کے لئے سنتوں میں مشغول ہو جانا حماقت و نادانی ہے، اس لئے کہ ادائے فرض کے بغیر سنن اور نوافل غیر مقبول رہیں گے اور جو شخص ایسا کریگا خوار ہوگا۔" [۹]

طریق تصوف کی تحصیل کے لئے آپ نے فرمایا:

"تصوف قیل وقال، بحث و گفتگو سے نہیں بلکہ گرسنگی (بھوک) سے اور دنیا کی خوشگوار و محبوب اشیاء کے ترک سے حاصل ہوتا ہے۔" [۱۰]

آپ نے تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر بتائی۔ اُن میں ہر خصلت کا مظہر ایک نبی ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے۔ سخاوت ابراہیمؑ پر، رضا اسحٰقؑ پر، صبر ایوبؑ پر، مناجات زکریاؑ پر، تجرد یحییٰؑ پر، صوف پوشی موسیٰؑ پر، سیاحت عیسیٰ پر اور فقر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔" [۱۱]

پابندی شریعت پر زور دیتے ہوئے ایک اور موقعہ پر ارشاد فرماتے ہیں:

"میں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اور طاعت اختیار کرو۔ اور احکام شریعت کی پابندی لازم رکھو اور سینہ کو (خباثت نفس سے) صاف رکھو۔ اور نفس میں جوانمردی رکھو اور ہو" [۱۲]

غرض حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تصوف کو شریعت کے دائرے میں رکھا اور تصوف و شریعت کو ایک دوسرے سے جدا کر کے نہیں رکھا ان حضرات کے بعد بھی اکابر صوفیا کے نزدیک تصوف کا موضوع

---

[۹] فتوح الغیب ص ۲۷۴

[۱۰] فتوح الغیب ص ۳۹۶

[۱۱] فتوح الغیب ص ۳۹۶

[۱۲] فتوح الغیب ص ۳۹۵-۳۹۶

تہذیب اخلاق، اس کی غرض رضائے الٰہی اور اس کے حصول کا ذریعہ شریعت احکامات پر پورے طور سے چلنا ہی رہا ذیل میں چند اکابر صوفیا کے نظریات محض تائید کی غرض سے مختصراً پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی نگاہ میں تصوف

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے نزدیک ۱۳ "تصوف نام ہے تولاً، فعلاً، حالاً ہر حیثیت سے اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اسی پر مداومت سے جب اہل تصوف کے نفوس مقدس ہو جاتے ہیں حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ہر شے میں اتباع رسولؐ ہونے لگتا ہے تو اب حق تعالیٰ اُن سے محبت کرنے لگتا ہے اس لیے کہ وعدہ الٰہی موجود ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (البقرہ)	اے پیغمبر! آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اپنی مشہور کتاب "عوارف المعارف میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں:۔

"پس جو شخص جتنا زیادہ متبع رسولؐ ہے، اسی قدر وہ محبت الٰہی کا بھی حصہ دار ہے۔ اور صوفیہ نے اسلامی گروہوں میں سب سے بڑھ کر اتباع رسولؐ کیا ہے۔" ۱۴

اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔

"ابو محمد حریریؒ سے سوال کیا گیا کہ تصوف کیا ہے۔ فرمایا اخلاق حسنہ کو اختیار کرنا اور اخلاق رذیلہ کو ترک کرنا۔" ۱۵

اُن لوگوں کی تردید میں جو تصوف کو شریعت سے جدا ایک راستہ خیال کرتے ہیں، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں۔

"جب ہم کسی کو دیکھیں کہ شریعت کے احکام و حدود کے بارے میں بے فکر اور فرض نماز سے غافل اور یہ کہ وہ تلاوت قرآن اور روزہ و نماز سے لذت حاصل کرنے کا اہتمام نہیں کرتا اور وہ حرام و مکروہ مقامات میں آتا جاتا ہے تو ہم اس سے انکار کریں گے اور اُسکے

۱۳ تصوف اسلام (از مولانا عبدالماجد دریاآبادی) ص ۱۲۳، ۱۲۴

۱۴ عوارف المعارف، ص ۲۴ ۔ ۱۵ عوارف المعارف، ص ۲۵

اس دعوی کو قبول نہیں کریں گے کہ اس کا باطن اچھا ہے"۔ [16]

مشائخ چشت کے نزدیک تصوف کا مطلب

حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے نزدیک اہل سلوک کے لئے ہر قسم صوری و معنوی اخلاق و محاسن کا حامل ہونا ضروری ہے، کیونکہ ان کے نزدیک تصوف نہ علم ہے اور نہ رسم بلکہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا ایک خاص اخلاق ہے"۔ [17] (دلیل العارفین ص ۴۷) یہ صوری حیثیت سے اس اخلاق کی تکمیل یہ ہے کہ سالک اپنے ہر کردار میں شریعت کا پابند ہو، جب اس سے کوئی بات خلاف شریعت سرزد نہ ہوگی تو وہ دوسرے مقام پر پہنچے گا جس کا نام طریقت ہے، اور جب اس میں بھی ثابت قدم رہے گا تو معرفت کا درجہ حاصل کریگا اور جب اس میں بھی پورا اتریگا تو حقیقت کا رتبہ پائے گا جس کے بعد وہ جو کچھ مانگے گا اس کو ملے گا"۔ [18]

آپ نے سلوک کے مراتب میں اہل طریقت کے لئے مندرجہ ذیل دس[10] شرطیں ضروری قرار دی ہیں:- (۱) طلب حق، (۲) طلب مرشد کامل، (۳) ادب (۴) رضا، (۵) محبت و ترک فضول (۶) تقویٰ (۷) استقامت شریعت (۸) کم کھانا اور کم سونا (۹) لوگوں سے کنارہ کش ہونا (۱۰) صوم و صلوٰۃ کا پابند ہونا [19]

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے شریعت کی پابندی سالک کے لئے لازمی قرار دی ہے۔ سالک سکر یا کسی حال میں ہو اس کا کوئی فعل شریعت کے خلاف نہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ وہ خود جب کبھی عالم سکر میں بیہوش ہوئے تو نماز کے وقت ہوش میں آجاتے، اور نماز ادا کر کے بیہوش ہوجاتے ایک موقع پر فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم اور اولیاء کرام محفوظ اس لئے ہوتے ہیں کہ اُن سے عالم سکر میں بھی کوئی فعل خلاف شریعت سرزد نہیں ہوتا" (دیکھئے فوائد السالکین مجلس دوم) [20]

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ خود بھی اتباع سنت کا اہتمام بلیغ رکھتے تھے اور اپنے اصحاب

---

[16] تصوف اسلام، ص ۱۳۰

[17] بزم صوفیہ (از صباح الدین عبدالرحمٰن)، ص ۷۵، ۷۶

[18] ایضاً

[19] ایضاً ص ۸۱، ۸۲

[20] ایضاً ص ۱۰۷

وخدام کو بھی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ سنن کے علاوہ تاکید تھی کہ مستحبات وآداب تک فوت نہ ہوں۔ سیر الاولیاء میں آپ کا ارشاد منقول ہے ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی واتباع پر مضبوطی وثابت قدمی دکھانی چاہیئے اور کوئی مستحب اور ادب بھی فوت نہ ہونے پائے" ۲۱

مشائخ کے لئے اور جس کو پیری مریدی کرنا ہو اس کے لئے شریعت کا علم ضروری سمجھتے تھے تاکہ اس سے کوئی عمل خلاف شریعت صادر نہ ہو نہ دوسرے کو کسی خلاف شرع امر کی تلقین کرے فرماتے ہیں۔

"پیر ایسا (ہونا) چاہیئے کہ احکام شریعت وطریقت وحقیقت کا (ضروری) علم رکھتا ہو، اور جب ایسا ہو گا تو وہ کسی خلاف شرع کام کے لئے نہیں کہیگا"

(فوائد الفواد صد ۱۴۷) ۲۲

آپ کی نظر میں فقر و تصوف صرف وجد وحال، ذوق وکیف کا نام نہ تھا۔ بلکہ ظاہر و باطن دونوں کی آراستگی کا نام تھا۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں یہی لوگ مشائخ وصوفیا ہیں" ۲۳

حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلی اپنی مجلسوں میں زیادہ تر کلام پاک اور احادیث نبوی کی تعلیمات پر گفتگو فرماتے، ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ لوگوں نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا ہے اس پر عمل نہیں کرتے اس لئے خراب وپریشان ہیں ۲۴ اور اس کا اعادہ بار بار کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قول اور فعل صادر ہوا وہ سزاوار متابعت ہے. فرمایا ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد صرف دو چیزوں پر ہے، جو خدا اور رسول نے فرمایا ہے، اس کی متابعت کرے اور جس سے ممانعت کی ہے اس کو ترک کر دے ۲۵

۲۱ سیر الاولیاء، صد ۳۱۸ ۲۲ تاریخ دعوت وعزیمت (از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)، حصہ سوم، صد ۱۲۴

۲۳ فوائد الفواد صد ۱۲۲

۲۴ خیر المجالس مجلس سی ودایم فارسی صد ۱۳۲ ۲۵ خیر المجالس مجلس ہشتاد ویکم فارسی، صد ۲۱۳

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی تجدید تصوف :

اس مختصر سے مضمون میں حضرت مجدد صاحب کے کارناموں اور تصوف کے اندر اصلاحات پر پوری طرح روشنی ڈالنے کی گنجائش نہیں یہاں آپ کے چند احوال نقل کئے جاتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصوف دراصل پوری طرح شریعت کا پابند رہنے کا نام ہے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ ان کا حصول اللہ کی رضا کا حصول ہے اور یہی رضا دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے، کوئی ایسا مطلب نہیں جس کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت پڑے۔ طریقت اور حقیقت شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کے خادم ہیں۔ یعنی ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے کوئی اور امر اس کے علاوہ مطلوب نہیں۔ احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیا راستائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں اصل مقصود نہیں ہیں۔ بلکہ "خیالات" ہیں جن سے "اطفال" کی تربیت کی جاتی ہے۔ ان سب سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا ہے جو جذبہ سلوک کا انتہا ہے تاکہ اخلاص حاصل ہو جائے۔ اخلاص مقام رضا کا آخری نتیجہ ہے"۔[۲۶]

حضرت مجدد صاحب نے طریقت یا اصلاح باطن (یعنی تصوف) کو شریعت کا ایک اہم جزو اور خادم بتایا ہے اور طریقت کو شریعت سے الگ کرنا الحاد اور زندقہ قرار دیا ہے۔ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت اور اپنے باطن کو باطن شریعت یعنی حقیقت سے آراستہ پیراستہ رکھیں کیونکہ "حقیقت" اور طریقت دونوں شریعت ہی کی حقیقت ہیں۔ نہ یہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و "حقیقت" کچھ اور۔ انھیں علاحدہ علاحدہ کرنا الحاد اور زندقہ ہے"۔[۲۷]

ایک اور مکتوب میں تحریر کرتے ہیں۔

"شریعت اور "حقیقت" ایک دوسرے کا عین ہیں۔ اور حقیقت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل، کشف و استدلال، غیبت و حضوری، تعمل و عدل تعمل کا ہے

[۲۶] مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۳۶ بنام حاجی محمد لاہوری

[۲۷] مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۹۱ بنام شیخ محمد یوسف

وہ احکام و علوم جو شریعت روشن کے موافق ظاہر اور معلوم ہوئے ہیں حق الیقین کی حقیقت ثابت ہونے کے بعد یہی احکام و علوم بعینہٖ تفصیلی طور پر منکشف ہو جاتے ہیں اور غیبت سے حضوری (وشہادت) میں آجاتے ہیں اور کتب کا تکلف اور عمل کی بناوٹ درمیان سے اٹھ جاتی ہے ...... مشائخ طریقت میں جس کسی سے (بالفرض) علم و عمل میں خلاف شریعت صادر ہوا ہے وہ سکر ہے جو اثناء راہ میں واقع ہو اکرتا ہے۔ نہایت انسانیت کے منتہیوں کو سب صحو اور ہوشیاری ہے اور وقت ان کا مغلوب ہے اور حاصل مقام ان کے کمال کے تابع ......" [۲۸]

حضرت مجدد صاحب ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں۔

"شریعت کے اعمال اور طریقت و حقیقت کے احوال سے مقصود نفس کا پاک کرنا اور دل کا صاف کرنا ہے جب تک نفس پاک اور دل تندرست نہ ہو جائے، ایمان (فقہی) جس پر نجات کا مدار ہے حاصل نہیں ہوتا۔" [۲۹]

ایک اور جگہ تحریر فرمایا۔

"طریق صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی ہو جائے اور وہ مشکل اور ہو جائے جو نفس کی امارگی سے پیدا ہوتی ہے اور اس فقیر کا یہ یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے نہ کہ شریعت کے مخالف کوئی اور امر ...." [۳۰]

غرض تمام مشائخ طریقت نے تصوف کو شریعت کا پابند رکھا ہے اور ہر اُس عمل کی نکیر کی ہے جو شریعت کے خلاف ہے حضرت مجدد صاحب کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نیز ان اکابر کے خلفاء و مریدین نے تصوف کو شریعت کے دائرہ میں رکھتے ہوئے تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کی زبردست خدمت انجام دی اور لاکھوں افراد کا تعلق اللہ سے وابستہ کرنے کا ذریعہ بنے۔

---

[۲۸] مکتوبات دفتر اول، مکتوب ۸۴ بنام سید احمد قادری
[۲۹] مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۹۱ بنام شیخ کہر
[۳۰] مکتوبات، دفتر اول، مکتوب ۲۱۰ بنام ملا شکیبی اصفہانی

امام حمزہ الزیات کوفی

محمد الیاس اعظمی ایم۔اے

امام حمزہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ قرار سبعہ میں داخل ہیں جمہور علماء نے قرآن پاک کی جن سات قراتوں کو صحیح اور مستند قرار دیا ہے ان میں آپ کی بھی قرأت شامل ہے اور دنیا میں جہاں بھی قرآن پاک پڑھا جاتا ہے وہاں پڑھی پڑھائی جاتی ہے انھوں نے صحابۂ کرام کا آخری زمانہ پایا تھا ممکن ہے بعض صحابہ کو دیکھا بھی ہو علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وحمزۃ ما ازکاہ من متورع　　اماما صبوراً للقرآن مرتلاً

ترجمہ: "امام حمزہ پاکیزہ پرہیزگار اور بہت صابر ہیں، قرآن پاک کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے والے ہیں۔

نام ونسب حمزہ نام، ابو عمارہ کنیت اور الزیات لقب تھا۔ معلوم نسب نامہ یہ ہے۔ ابو عمارہ حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسماعیل الزیات کوفی۔[۱]

ولادت ووطن امام حمزہ کوفی کی ولادت خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے دور خلافت ۸۰ھ میں بمقام کوفہ ہوئی اور یہی آپ کا وطن بھی ہے۔[۲]

نسبت وطن کی نسبت سے کوفی اور کوفہ کے مشہور خاندان آل عکرمہ بن ابی کے غلام تھے جس کا تعلق قبیلہ تیم اللہ سے تھا اس لئے تیمی کہے جانے

---

[۱] [illegible] ص ۱۲۰ [۲] شرح سبعہ قرأت ص ۳۹ [۳] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۸۴

ہیں لیکن ایک روایت کے مطابق خالص تیمی ہیں[۱] اور ایک دوسری روایت کے مطابق فارسی النسل ہیں اور فارسی قیدیوں کی اولاد میں سے ہیں۔

الزیات حمزہ کا لقب تھا اور اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ آپ زیتون وغیرہ کی تجارت کرتے تھے علامہ ابن قتیبہ کا بیان ہے۔

كان يجلب الزيت من الكوفة	وہ کوفہ[۲] سے زیتون لے جا کر حلوان میں
الى حلوان ويجلب الجبين	فروخت کرتے تھے اور وہاں سے پنیر و
والجوز الى الكوفة۔[۳]	اخروٹ کوفہ لایا کرتے تھے۔

علم فرائض میں غیر معمولی مہارت حاصل تھی جس کی بنا پر فرضی بھی کہے جاتے ہیں۔

تحصیل علم اور اساتذہ

امام حمزہ نے تابعین کے ایک سرکردہ جماعت سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی اور اس میں اس قدر مہارت و صلاحیت پیدا کی کہ خود ان کی شخصیت مرجع انام بن گئی علامہ ذہبی رقمطراز ہیں:۔

قراء على التابعين وتصدالاقراء	انھوں نے تابعین سے قرأت کی تعلیم حاصل کی اور
فقرأعليه جل اهل الكوفة۔[۴]	اس کے مدرس قرار پائے پھر اکثر اہل کوفہ نے
	ان سے اس فن کو حاصل کیا۔

امام حمزہ کوفی نے جن ائمہ قرأت سے قرأت کے رموز و نکات سمجھے ان میں چند کے نام یہ ہیں:۔

سلیمان بن مہران الاعمش، حمران بن اعین شیبانی، محمد بن عبدالرحمان بن لیلیٰ، ابو عبداللہ جعفر الصادق وغیرہم[۵]

---

۱ ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۱۹۶۰ء، ص ۲۸ ۔ ۲ المعارف لابن قتیبہ ص ۲۳۰

۳ ایک روایت میں کوفہ کے بجائے عراق لکھا ہے ماہنامہ معارف لاہور مارچ ۱۹۶۰ء ص ۲۸۔

۴ مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۲۳۲ و تہذیب ج ۳، صفحہ ۲۸۔

۵ میزان الاعتدال ج ۱، ص ۲۲۸

مذکورہ ائمہ قرأت نے ان صحابہ کرام سے تعلیم قرآن حاصل کی تھی جن سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

امام حمزہ کوفی نے جن ائمہ حدیث سے حصول حدیث کی اور اس کے رموز و نکات سمجھے ان کے نام یہ ہیں :۔ حکم بن عتیبہ، حبیب بن ابی ثابت، عمرو بن مرہ، ابو محمد طلحہ بن مصرف، عدی بن ثابت، حماد بن اعین، ابو اسحاق السبیعی، ابو اسحاق شیبانی، اعمش، عاصم کوفی، منصور بن المعتمر سلمی وغیرہ[1]

سلسلہ قرأت

امام حمزہ کوفی نے سلیمان بن مہران الاعمش سے پڑھا اور الاعمش نے ابو محمد یحییٰ بن وثاب اسدی سے پڑھا اور یحییٰ نے ابو شبل علقمہ بن قیس سے پڑھا اور علقمہ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے پڑھا اور ابن مسعودؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان گوہر فشاں سے سنا تھا پس اس طرح امام حمزہ کی قرأت چار واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے۔ امام حمزہ کے اساتذہ میں امام جعفر صادق بھی ہیں جس سے حمزہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ ان کی سند سلسلۂ ائمہ اہل بیت ختم ہوتی ہے۔

تلامذہ

امام حمزہ کوفی سے بے شمار لوگوں نے اپنی علمی و دینی تشنگی بجھائی ایک روایت کے مطابق جنات بھی ان کی صحبت سے مستفید ہوتے اور قرآن پاک پڑھتے تھے قرأت کے راویوں میں ابو عیسیٰ خلاد الصیرفی اور محمد بن خلف خصوصیت سے لائق ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ حمزہ سے جن لوگوں نے حدیث پاک کا سماع کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

عبداللہ ابن مبارک، حسین بن علی الجعفی، عبداللہ بن صالح عجلی، سلیم بن عیسیٰ، محمد بن فضیل، عیسیٰ بن یونس، امام وکیع، قبیصہ بن عقبہ اور یحییٰ بن یمان، ابراہیم بن ادھم، سفیان ثوری، شریک بن عبداللہ وغیرہ[1]

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۸، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۰ بحوالہ تبع تابعین ج ۲ ص ۱۴۲ مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ و ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۱۹۶۹ء ص ۲۸

فضل و کمال امام حمزہ کوفی بڑے عالم و فاضل متقی و پرہیزگار اور عابد و زاہد تھے اور قرآن و حدیث قرأت و تجوید اور ادب و فرائض وغیرہ میں غیر معمولی دسترس رکھتے تھے

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں :-

صدوق زاھد ربما وھم من الطبقة السابعة

سچے اور زاہد تھے کبھی کبھی ان کو وہم بھی ہو طبقہ سابعہ (یعنی کبار تابعین میں تھے۔

علامہ یافعی لکھتے ہیں :-

کان راسًا فی القرآن والفرائض[1]

وہ علم القرآن اور فرائض (قانون وراثت) میں بہت ماہر تھے۔

ڈاکٹر نعیم صدیقی لکھتے ہیں :-

" وہ علم و فضل کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ قرآن، حدیث، ادب اور فرائض وغیرہ علوم میں کامل دستگاہ حاصل تھی بالخصوص علوم قرآن اور فرائض میں ان کی مہارت اور دقیقہ رسی پر علماء کا اتفاق ہے[2]۔"

جن سات ائمہ قرأت میں نام پیدا کیا اور لائق اقتدار قرار پائے ان میں حمزہ کا نام بہت بلند ہے کوفہ میں امام عاصم کوفی و امام الاعمش کے بعد آپ ہی کو منصب امامت و شیخت حاصل ہے علامہ حافظ ذھبی نے آپ کو شیخ القراء احد السبعة لکھا ہے۔

امام حمزہ کے شیخ امام الاعمش جو مشہور تابعی القاری قرآن ہیں جب ان کو دیکھتے تو فرماتے انت عالم القرآن[3]

مولانا محمد اسحاق صاحب لکھتے ہیں :-

قراء کی اس جماعت (قراء سبعہ) میں سب سے زیادہ زاہد امام و متقی

---

[1] العبر فی خبر من غبر ج ا ص ۲۲۶ ، بحوالہ تبع تابعین ج ۲ ص ۱۶۲

[2] تبع تابعین ج ۲ ص ۱۶۲

[3] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۸۴

اور عاقل و فہیم تھے۔ [1]

دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

عاصم و اعمش کے بعد علم و قرأت کی قیادت انھیں کی طرف منتقل ہوئی تھی اور یہ مستند امام ثقہ ثابت قدم راضی برضائے خدا قائم بکتاب اللہ ماہر فرائض، عالم عربیت، حافظ حدیث عابد و زاہد اور خاشع تھے ان خصوصیات کی بنا پر یہ ایک عدیم النظیر اور فقید المثال شخص تھے۔ [2]

مشہور عالم مولانا قاری سید کلیم اللہ حسینی لکھتے ہیں :-

آپ بہت ثقہ اور قرآن پاک کی بین دلیل تھے بڑے مجود، عربی، علم فرائض کے ماہر حدیث کے حافظ قناعت میں بے نظیر متورع عابد، زاہد و صابر تھے۔ [3]

صاحب سوانح قراء سبعہ لکھتے ہیں :-

آپ بہت بڑے عالم مجود، عارف، علم فرائض اور ادب عربی میں ماہر، ثقہ حافظ حدیث و متورع، عابد و خاشع صادق القول اور کثرت سے دعا کرنے والے تھے۔ ان صفات میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ [4]"

قرأت میں درجہ و مرتبہ امام حمزہ کو قرآن پاک سے خاص شغف تھا اس فن کی تحصیل اس عصر کے اکابر علماء سے کی اور اتنا کمال اور جامعیت پیدا کی کہ خود ان کی ذات و قرارت لائق اقتدار و اتباع قرار پائی۔ علامہ یافعی کا قول اوپر گذرا کہ حمزہ علوم قرآن و فرائض میں بہت مہارت رکھتے تھے امام سفیان ثوری کا بیان ہے کہ :-

یا ابن عمارۃ اما القرأۃ والفرائض فلا نعرض لک فیھما [5]	اے ابن عمارہ قرأت اور علم فرائض میں ہم تم سے کوئی تعارض نہیں کریں گے۔

شعیب بن حرب امام حمزہ کی قرأت کو ہمیشہ در آبدار کہہ کر بیان فرمایا کرتے تھے۔ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ حمزہ کی فنی جلالت کا اندازہ لگانے کے لئے امام سفیان ثوری کی یہ شہادت

---

[1] ماہنامہ المعارف لاہور اپریل ۱۹۶۹ء ص ۲۸ [2] ایضاً [3] کتاب قواعد قرأت سبعہ و عشرہ ص [4] سوانح قراء سبعہ ص ۱۹

قرا حمزہ صرفاً الا باثر[۱] کافی ہے۔

بعض علماء نے آپ کی قرأت کو ناپسندیگی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور نقد و جرح بھی کی ہے لیکن علامہ ابن حجر مکی نے اس کی تردید کی ہے اور ناقدین کے کلام کو بے وزن قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"حمزہ بن حبیب الزیات کی قرأت قبول پر علماء کا اجماع ہے اور جنہوں نے اس سلسلہ میں کلام کیا ہے وہ پسندیدہ نہیں ہیں"[۲]

علم فرائض امام حمزہ کو علم فرائض یعنی قانون وراثت میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی اس وقت اس فن میں آپ کی کوئی نظیر نہ تھی دراصل یہی دونوں علوم یعنی قرأت اور فرائض آپ کی شہرت و مقبولیت کی اصل بنیاد ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے ہمعصر ہیں آپ کے امتیازات و خصوصیات کی بنیاد پر فرمایا کرتے تھے:

غلب حمزۃ الناس علی القرآن والفرائض[۳]	امام حمزہ قرآن اور فرائض میں لوگوں پر غالب تھے۔

حدیث پاک امام حمزہ کو حدیث پاک میں کوئی قابل ذکر مقام و مرتبہ حاصل نہ تھا کیونکہ آپ کی ذاتی دلچسپی قرأت قرآن اور فرائض سے تھی تاہم حدیث نبوی میں بہرہ وافر حصہ رکھتے تھے علامہ ابن سعد نے محدث کہا ہے[۴] خود امام حمزہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہزار احادیث سند کے ساتھ روایت کی ہیں[۵]

عبادت و ریاضت اور زہد و ورع امام حمزہ بڑے متقی و پرہیزگار عابد و زاہد اور کثیر الصلوٰۃ تھے کہا جاتا ہے کہ کثرت عبادت و ریاضت میں وہ صلحائے امت کا ایک اعلیٰ اور بہترین نمونہ تھے رات کا زیادہ تر حصہ عبادت میں گذارتے تھے اور بہت کم سوتے تھے علامہ سمعانی تحریر فرماتے ہیں:

---

[۱] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۸۴ [۲] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۸۔ [۳] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۸۴ [۴] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۲۱۸ [۵] شرح شاطبیہ ص ۱۵ بحوالہ علم قرأت اور قراء سبعہ ص ۱۱

كان من جل عباد الله عبادة وفضلا ونسكا[1] — وہ عبادت وفضیلت اور دیانت بے تعلق ہیں خدا کے جلیل القدر بندے تھے۔

امام سفیان ثوری اور شریک بن عبداللہ امام حمزہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں ان ان کا بیان ہے کہ آپ کو جب بھی کوئی دیکھتا درس دیتے ہوئے ملتے یا نماز پڑھتے ہوئے۔" اختتام درس پر چار رکعت نفل ادا فرماتے تھے کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کے درمیان بھی نوافل پڑھتے رہتے تھے قرآن پاک کی تلاوت بکثرت کرتے تھے ہماہ ترتیل سے کم از کم پچیس مرتبہ قرآن پاک ختم فرماتے تھے ابن فضیل کا بیان ہے کہ امام حمزہ کے تدین جلالت علم اور عبادت گذاری کی وجہ سے کوفہ کی بلا دور ہوتی ہے[2]

امام حمزہ زہد و اتقا میں بھی بے مثل تھے علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ "صدق و ورع اور تقویٰ وغیرہ جیسے اوصاف ان کی ذات پر ختم ہو گئے تھے[3] ابن عماد حنبلی زہد ورع کے اعتبار سے نمونہ عمل اور حجت راہ بنائے جانے کا مستحق قرار دیتے ہیں[4] ابن معین کا بیان ہے کہ عبادت زہد فضل دین اور تقویٰ میں بہترین بندوں میں سے تھے[5]

خواب — ایک مرتبہ حمزہ نے خواب میں اللہ جل شانہ وعم نوالہ کی زیارت کی اور مالک حقیقی نے آپ کو مرحبا فرمایا اور فرمایا کہ قرآن پاک کی تلاوت کرو اور ترتیل کے ذریعہ اس کو خوب ظاہر کر کے پڑھو چند جگہوں پر آپ نے جس طرح پڑھا تھا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے علاوہ دوسری طرح سے بھی بتایا انھیں میں وانا اخترناک بھی ہے جس کو امام حمزہ نے وانا اخترتك پڑھا تھا اور تنزيل العزيز بھی ہے جس کو امام حمزہ نے رفع کے ساتھ پڑھا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے نصب کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا تھا[6]

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور قرآن پڑھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا هكذا انزل علی ایسا ہی مجھ پر اترا ہے۔

---

[1] ایضاً ورق ۱۱۳ [2] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۸۴ [3] ایضاً [4] شذرات الذہب ج ۱ ص ۲۴۰
[5] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۸ [6] علم قرأت اور قراء سبعہ ص ۱۰۹

مناقب امام حمزہ مختلف النوع خصوصیات کے مالک تھے اور بقول مولوی نعیم صدیقی " حمزہ کی ذات میں اور بہت سی ایسی خوبیاں مجتمع تھیں جو انسان کے باطن کو ہر قسم کی آلائشوں سے صاف کر کے اسے مثل آئینہ مجلی کر دیتی ہیں۔"

حمزہ اپنا کام خود کرتے تھے کسی سے خدمت لینا گوارہ نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ شدید ترین گرمی کے موسم میں بھی دوران درس اگر کبھی پیاس محسوس ہوتی تو اپنے کسی شاگرد سے پانی مانگنا گوارا نہ کرتے بلکہ خود اٹھتے دراپنی تشنگی سیرا کرتے[1] جریر ابن عبدالحمید کا بیان ہے کہ " ایک مرتبہ شدید گرمی کے دنوں میں حمزہ کا ہمارے پاس سے گذر ہوا میں پینے کے لئے پانی پیش کیا مگر موصوف نے اسے قبول نہ کیا بس صرف اس لئے کہ میں ان سے قرآن پاک پڑھتا تھا[2]"

ذریعہ معاش امام حمزہ زندگی بھر قرآن پاک کی تعلیم بلا اجرت دیتے رہے سوال یہ اٹھتا ہے کہ ذریعہ معاش کیا تھا، اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام حمزہ کوفہ سے زیتون حلوان سے جاکر فروخت کرتے تھے اور وہاں سے پنیر وا خروٹ کوفہ لایا کرتے تھے اور یہی آپ کا ذریعہ معاش تھا لیکن تجارت اتنی محدود تھی کہ اس سے صرف کھانے وغیرہ کا انتظام ہو سکے اور جسم و روح کا رشتہ استوار رہ سکے بقیہ وقت زیادہ تر درس و تدریس میں گذرتا تھا شعیب ابن حرب فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں پہونچا تو امام سفیان ثوری اور شریک بن عبداللہ کو دیکھا کہ امام حمزہ کے پاس بیٹھے پڑھ رہے ہیں میں اپنے دل میں کہا کہ کاش ان کے ساتھ میں بھی ہوتا[3]

اصول قرأت امام حمزہ کے طرز قرأت قرآن و قواعد ان کے شاگردوں کے ضمن میں تحریر کئے جائیں گے البتہ ایک خاص اصول یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

وفات: امام حمزہ کی وفات ۱۵۶ھ میں بعہد خلافت ابو جعفر منصور عباسی حلوان میں ہوئی اور ایک روایت ۱۵۸ھ کی بھی ہے۔ آپ کی قبر حلوان میں ہے۔

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۸ [2] ابراز المعانی ص ۷ بحوالہ علم قرأت اور قراء سبعہ ص ۱۱۵۔ [3] شرح شاطبیہ ص ۱۵ بحوالہ علم قرأت اور قراء سبعہ ص ۱۱۰

نئی کتابیں

واقعہ کربلا اور اسکا پس منظر | از مولانا عتیق الرحمن سنبھلی

صفحات ۲۶۴ کتابت و طباعت معیاری ۔
ناشر :۔ الفرقان بکڈپو ۳۱ نیا گاؤں ، لکھنؤ ، قیمت : ساٹھ روپے

یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں واقعہ کربلا کی اس کے پس منظر میں وضاحت کرنیکی کوشش کی گئی ہے جو ایک مقدمہ اور نو ابواب پر مشتمل ہے واقعہ کربلا اسلامی تاریخ کا ہمیشہ ایک نازک مسئلہ بنا رہا اس لئے اس پر قلم اٹھانا بڑا نازک بلکہ تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے اس لئے کہ یہ مسئلہ دو انتہاؤں کے درمیان ایک راہ اعتدال قائم کرنے کے ہم معنی ہے اور جب کسی مسئلہ کے سلسلہ میں دو انتہاؤں کے ماننے والوں نے اپنی بات کو حقیقت سمجھ لیا ہو تو پھر درمیانی راہ اختیار کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے ۔

مولانا عتیق الرحمن صاحب نے اس کتاب میں تلوار کی دھار پر چلتے ہوئے بھی اپنے قلم کو بڑی حد تک انتہا پسندی سے بچائے رکھا ہے ۔

راقم الحروف نے اس موضوع کو نازک اس لئے کہا ہے کہ اہل بیت اور ریحانۂ جنت کا سررشتہ ایک طرف داستانِ عشق و محبت جڑا ہوا ہے تو دوسری طرف واقعات کی قبولی سے بھی اسکا بڑا گہرا تعلق ہے یعنی ایک طرف اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے تو دوسری طرف ان کی اس محبت کو ہمیشہ سیاسی استحصال کا ذریعہ بھی بنایا گیا ہے اس لئے واقعات کی اصل صورت سیاسی مفاد میں دب کر رہ گئی ہے خود مصنف کو اسکا احساس ہے ۔ وہ لکھتے ہیں

چنانچہ اس واقعے (واقعہ کربلا) اور اس کے پس منظر کے واقعات

کے سلسلے میں جہاں بظاہر صحیح اور قابلِ قبول روایات موجود ہیں وہیں نہایت منکر اور ناقابلِ قبول روایات کا بھی ڈھیر لگ گیا ہے اور فی الواقع یہ صورت پیدا ہوگئی ہے کہ کسی روایت کو صحیح مانتے ہوئے بھی یہ ڈر لگتا ہے کہ گو عقلاً صحیح نظر آتی ہے مگر ہو سکتا ہے کہ واقعہ میں یہ بھی صحیح نہ ہو۔ روایت کا اِس صورتِ حال کا اندازہ آپ کو آگے بڑھ کر کتاب میں ہوگا۔ خاص کر کربلا کے میدان والی روایات میں۔ اور اسی لئے ہم نے اگرچہ کچھ روایات کو عقل، عادت، حالات و ماحول اور دوسرے قابلِ لحاظ پہلوؤں کی روشنی میں قابلِ قبول اور کچھ ناقابلِ قبول ٹھیرایا ہے۔ کچھ کو ترجیح دی ہے اور کچھ کو رد کر دیا ہے۔ مگر جسکو صحیح ٹھیرایا اور جسکو ترجیح دی اس کو بھی فی الواقع اور سو فیصد صحیح کہنے کی ذمہ داری ہم نہیں اٹھا سکتے۔ جھوٹ اور سچ اور من گھڑت روایات کی وہ آمیزش نظر آتی ہے کہ اللہ کی پناہ۔

پھر کربلا کے واقعے میں غلط بیانی کے اسباب کے تحت لکھتے ہیں۔

اور اسکی وجہ وہی ہے کہ کربلا کا سانحہ (جیسا ہے جس شکل میں ہوا ہو) اول تو بجائے خود بہت جذبات انگیز ہے اور پھر اس کے پیچھے سیاسی صف آرائی کی ایک لمبی (کم از کم ۲۵ سالہ) تاریخ ہے جو ناگزیر طور پر دو طرفہ تعصبات کو بھی جنم دے چکی ہے اور مفادات میں دلچسپی رکھنے والے حلقے بھی بنا چکی ہے مزید کوفیوں کی جس بے وفائی اور غداری نے یہ سانحہ کرایا اس کا بھی تقاضا ہے کہ (قبائلی رقابتوں کے ماتحت) ایک دوسرے کو الزام دینے اور اپنے آپ کو اندر سے باوفا دکھانے والی روایتیں گھڑی جائیں خاص کر جب کہ واقعے کے چند سال بعد ہی یزید کی وفات سے حالات نے ایک دم پلٹا کھا لیا تھا۔ اور ان سب باتوں سے اوپر بہت سے راویوں اور مستقل نگاروں کا وہ شیعی جذبہ جو اگر اس نہایت قیمتی موقع کو ایمانداری کی نذر کر دیتا اور شیعیت کے مفاد کے لئے حسبِ ضرورت اور حسبِ استطاعت رنگ آمیزی اور روایت آفرینی کی خدمت انجام نہ دیتا تو یہ ایک غیر فطری بات ہوتی — غرض ان مختلف قسم کے محرکات و عوامل نے مل کر واقعہ کربلا اور اس کے پس منظر سے تعلق رکھنے والے واقعات کے بیان میں وہ غضب ڈھایا ہے کہ حقیقت کی یافت مشکل بن گئی۔ نہایت بے لاگ طریقے سے روایتوں کا تجزیہ کیا جائے تبھی ممکن ہے کہ صداقت تک رسائی ہو سکے۔

مصنف نے مسئلہ کی نزاکت کے باوجود اپنے قلم کو جادۂ اعتدال سے نہیں ہٹنے دیا ہے
کہیں کہیں واقعات کربلا کے تجزیہ اور رائے قائم کرنے میں اختلاف کیا جاسکتا ہے [اور کہیں کہیں روایتوں کے درمیان ترجیح دینے میں جانب داری بھی محسوس ہوتی ہے۔]
لیکن انھوں نے نہ تو حضرت حسین رضؓ کی شہادت جس کے بارے میں دو رائے دی جاتی
ہے یا دی جاتی رہی ہے اور جسے پوری اسلامی تاریخ میں بارہا سیاسی استحصال
کا ذریعہ بنایا گیا اس کے مقابلہ میں اسلامی تاریخ کی متفق علیہ شہادتوں کی اہمیت
کو کم ہونے نہیں دیا ہے اور نہ اُسے بنو امیہ اور بنو ہاشم کی کشمکش کا نتیجہ قرار دیا ہے
مگر افسوس ہے کہ سبائی فتنے نے اِس واقعہ کو ایسی شکل دے دی کہ نبی کریمؐ کے
۲۳ سالہ تعلیمات بھی بے اثر دکھائی دینے لگی اور پوری اسلامی تاریخ کو جاہلیت
کی تاریخ بنانے کی کوشش کی گئی اور اسکا شکار نہ صرف عوام ہوئے بلکہ اہل علم بھی اِس
فتنہ سامانی سے اپنا دامن نہ بچا سکے۔ حضرت حسنؓ کے مصلحانہ طرز عمل جس نے بیس
برس تک پورے عالم اسلام کو متحد رکھا پوری اہمیت نہ دینا اور حضرت حسینؓ کے
اقدام اور یزید کی امارت کو جاہلیت کی کشمکش بنا دینا کیا قرآن و سنت کی واضح
تعلیمات سے انحراف نہیں ہے؟ کیا اس سے بڑا کوئی ظلم اسلامی تاریخ میں ہو سکتا
ہے کہ کسی بھی شخصیت کی اقدام کی صفائی میں اُسے جاہلیت کی تاریخ بنا دیا جائے
پوری امت اس پر متفق ہے کہ اسرائیلی روایات اور سبائی فتنہ جس نے باطنیت
اور رافضیت کی صورت اختیار کی اس نے اپنی خود ساختہ روایات کو پورے اسلامی
علوم میں داخل کرنیکی کوشش کی اور محققین کی جانکاہ کوششوں کے باوجود اُن
کی بے سروپا روایات کو اسلامی تاریخ سے پورے طور پر نکالا نہ جاسکا ایسی صورت
میں درایت کا تقاضہ ہے کہ ان روایتوں کو ترجیح دی جائے جو کتاب وسنت کے
عمومی مزاج سے قریب تر ہیں، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنۃ میں
اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ
نے ازالۃ الخفا میں اسکی کوشش کی ہے۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ندوہ کے ترجمان "تعمیر حیات" میں اِس کتاب

پر تاریخ دانی اور ادب شناسی کے ایک مدعی صاحب نے جو تبصرہ کیا ہے وہ نہ صرف سبائی ذہنیت کا عکاس ہے بلکہ جاہلی عصبیت کے جوش میں حضور نبی کریمؐ کی تعلیمات کو بھی سبوتاژ کر دینے کی کوشش کی گئی ہے غور کیجئے کہ تبصرہ نگار کی یہ عبارت متعصب سے متعصب مستشرق کا قلم بھی لکھتے ہوئے شاید رکتا وہ لکھتے ہیں۔

درحقیقت مصنف کو بھی جو الجھن پیش آئی اس کے دو اسباب ہیں ایک یہ کہ انھوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ تاریخ کا کوئی حادثہ یا واقعہ ماضی سے جدا کر کے اکائی کی شکل میں نہیں دیکھا جا سکتا۔ کربلا کا واقعہ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ عداوتوں کا ایک منفی نتیجہ تھا وہ عداوتیں جو ظہور اسلام کے بعد بہت طاقتور شکل میں ابھر کر آئیں۔

پھر کہتے ہیں۔

مگر جس طرح صلیبی جنگوں میں شکست کا غم و غصہ آج تک موجود ہے اسی طرح اس گروہ (بنو امیہ) میں بدر کے انتقام کا جذبہ سینے میں بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح جوش مارتا رہا۔

ذرا غور کیجئے کہ قرآن پاک تو اُن کو رحماء بینہم اور رضی اللہ عنہم و رضوعنہ کے پر سعادت الفاظ سے خطاب کر رہا ہے اور ہم انہیں بغضاء بینہم قرار دے رہے ہیں اسلام کے معاندین بھی اتنی جرأت سے یہ بات نہیں کر سکتے تھے جو کہ تبصرہ نگار صاحب نے لکھ دی ہے۔ یعنی ایک حضرت حسینؓ کے اقدام کو صحیح ثابت کرنے کے لئے پوری اسلامی تاریخ کو دریا برد کر دینے کی کوشش کی ہے۔ گویا اسلام لانے کے بعد صحابہ کے درمیان جاہلی عصبیت اور زیادہ ابھر کر سامنے آئی اللہ تعالیٰ سو بار پناہ۔ حبک الشئی یعمی ویصم اسی کو کہتے ہیں۔

ایک طرف تو آپ یہ لکھتے ہیں اور دوسری جگہ خود ہی فرماتے ہیں۔

• حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خلاف حضرت علیؓ کو اکسانے کی کوشش بھی اُن سے

(ابوسفیان) سے ثابت ہے۔

یعنی ابوسفیان نے بنوامیہ اور بنوہاشم کی دشمنی کو بھلا کر حضرت علی کو خلافت کیلئے اکسایا دوسرے الفاظ میں حضرت علی کو اپنا آلۂ کار بنایا گویا آپ نے حضرت علیؓ کی شخصیت کو بھی داغدار بنانے کی کوشش کی، آپ حوالہ طٰہٰ حسین جیسے ملحد اور احمد امین جیسے سیکولر مزاج مصنف کا دیتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں سب سے پہلے یہ بات کہی کہ اسلام جاہلی عصبیت کو نہ مٹا سکا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگ پوری اسلامی تاریخ کے واقعات نظر انداز کرکے عصبیت کے پیش آنے والے دو چار واقعات کی بنا پر پوری اسلامی تاریخ کو داغدار بنا دیتے ہیں جو تاریخی بددیانتی ہے۔

اگر یہ کتاب بقول تبصرہ نگار بنوامیہ اور یزید کی صفائی کیلئے لکھی گئی ہے تو تبصرہ نگار حضرت حسین اقدام کی صفائی میں خدا بہتر جانتا ہے کہ کس جاہلیت کا شکار ہوئے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ اُسے کیا نام دیا جائے۔

ایک بار ایک غلام سے ایک صحابی نے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے ہو وہ بولا من فلاں انہوں نے سوال کیا من انفسہم او من موالیہم وہ بولا من موالیہم۔ انہوں نے تنبیہ کی کہ پھر پہلے ہی یہ کیوں نہ کہا۔ اسی طرح تبصرہ نگار بھی اپنے کو من انفسہم ثابت کرنے کیلئے اس عصبیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیا یہ بات بالکل ہی نظر انداز کر دینے کے قابل ہے کہ یزیدؒ کے انتخاب میں بہت سے ممتاز صحابہ کی رائیں شامل تھیں مگر حضرت حسینؓ کے اقدام میں اُن کے قریب سے قریب تر حضرات بھی اُن کے ہم نوا نہیں تھے

بہرحال جذباتِ محبت اپنی جگہ پر لیکن افسوس ہے کہ حضرت سمیہ، حضرت خباب بن ارت، حضرت حمزہ، حضرت مصعب ابن عمیر، احد اور بیر معونہ اور دیگر خالصتاً فی سبیل اللہ شہادتوں کی اہمیت مسلمانوں کے دلوں میں اتنی نہ بٹھائی جا سکی جو تشیع کے ذریعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دے دی گئی کیا یہ انصاف کی بات ہے؟

اس کتاب میں مصنف نے واقعات کے کنہ تک پہنچنے کی کوشش کی گئی مگر پھر بھی یزید کی صفائی میں قلم بعض جگہ اعتدال سے ہٹ گیا ہے۔ بہرحال ان کی یہ علمی کوشش قابلِ قدر ہے۔

کی بیعت کی خواہش کے باوجود اس

[illegible] ← ۴

نئی کتابیں

سیرت خاتم النبیینؐ

مصنف :- ڈاکٹر ماجد علی خاں

ناشر :- اسلامک ریسرچ فاونڈیشن ۔ ۲۷۳ - ذاکر نگر، نئی دہلی - ۲۵

طباعت آفسٹ طبع اول ۱۹۸۹ء صفحات ۵۴۰ قیمت سو روپے ۔

سیرت کے موضوع پر کچھ لکھنا جہاں باعث سعادت ہے وہیں یہ موضوع اپنے اندر اتنی جاذبیت ، کشش اور دلکشی رکھتا ہے کہ اس پر جتنا بھی لکھا اور پڑھا جائے کم ہے ۔ لٹریچر کی دنیا میں کسی شخصیت پر اتنا نہیں لکھا گیا جتنا رسول کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر لکھا گیا ہو ۔ پھر بھی اس موضوع میں پرانا پن نہیں آیا ۔ اس وقت میرے پیش نظر ڈاکٹر ماجد علی خاں ریڈر اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تصنیف "سیرت خاتم النبیین" ہے جس کے انگریزی نسخہ پر انھیں رابطہ عالم اسلامی کی جانب سے منعقدہ سیرت نبوی کے عالمی مقابلہ میں دوسرا انعام مل چکا ہے ۔ احباب کے شدید اصرار پر فاضل مصنف نے خود ہی اس کا ترجمہ کیا ہے ۔

کتاب کی ابتدا میں مولانا سعید احمد اکبر آبادی کے قلم سے ایک مختصر پیش لفظ اور مصنف کے قلم سے انگریزی ایڈیشن کے دیباچہ کا ترجمہ اور اردو ایڈیشن کا دیباچہ ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ کی حالاتِ زندگی شروع کرنے سے قبل انھوں نے سیرت کی دوسری کتابوں کی طرح جزیرۃ العرب کے جغرافیائی اور تاریخی حالات سے بحث کی ہے ۔ پھر تاریخی ترتیب سے سیرت بیان کی ہے ۔ البتہ آخر میں ازواج و اولاد کا مختصر تذکرہ الگ سے بھی کیا ہے ۔

مصنف کے بقول "اس کتاب میں ختم نبوت پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے موضوع پر اردو عربی اور دیگر زبانوں میں مستقل تصانیف تو بہت مل جائیں گی لیکن سیرت کی کتاب کے اندر اس موضوع پر تفصیلی گفتگو خال خال ہی ملے گی۔ اس مناسبت سے کتاب کا نام بھی رکھا گیا ہے (صفحہ ۲۸-۲۹)

مصنف نے کتاب کے آخری صفحہ پر اس کے مقصد تصنیف کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "سیرت طیبہ تاریخی حقائق کی روشنی میں اس طرح بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مستشرقین کے عائد کردہ الزامات واعتراضات کا جواب خود بخود عیاں ہو جائے" اس مقصد تصنیف کو پوری کتاب میں ملحوظ رکھا گیا ہے چنانچہ جا بجا سیرت کے موضوع پر مستشرقین کی انگریزی کتابوں کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں انکے شبہات واعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ اور بعض مباحث میں مستشرقین کے تحسین وتائید کے اقتباسات بھی نقل کئے ہیں۔

مصنف نے اس کتاب کی تصنیف میں عربی اردو اور انگریزی میں سیرت کے تقریباً تمام ہی مراجع سے استفادہ کیا ہے۔ اور باضابطہ ان کے حوالوں کا بھی اہتمام کیا ہے جس سے کتاب کی قدر وقیمت میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد تبصرہ نگار کے ذہن میں چند ملاحظات آئے ہیں جنھیں وہ سطور ذیل میں پیش کر دیا ہے۔

۱۔ مصنف نے حضرت ہاجرہ اور حضرت سارہ کے تعلق کے سلسلہ میں وہی بات لکھی ہے جو عام مصنفین اب تک لکھتے آئے ہیں کہ حضرت اسماعیل کی پیدائش کے بعد "حضرت سارہ کے دل میں ہاجرہ اور ان کے لڑکے سے رقابت پیدا ہو گئی۔ انھوں نے حضرت ابراہیم سے حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو گھر نکال دینے کا مطالبہ کیا۔ (صفحہ ۴۷)

یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ ہم تصور نہیں کر سکتے کہ ایک نبی کی بیوی اور نبی کی ماں کے دل میں ایسے جذبات پیدا ہوں قرآن پاک کے بیان معلوم ہوتا ہے۔

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں جو واقعات پیش آئے وہ حکم الٰہی کے تحت تھے اس لئے حضرت اسماعیل کو ان کی ماں کے ساتھ بے آب و گیاہ وادی میں لا بسانا بھی حکم الٰہی کے تحت تھا۔

۲۔ مصنف نے واقعۂ ذبح کا زمانہ تعمیر کعبہ کے بعد کا متعین کیا ہے۔ صفحہ ۴۹ یہ صحیح نہیں ہے واقعۂ ذبح کا تذکرہ قرآن میں یوں کیا گیا ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت اسماعیل کی نو عمری کا ہے جبکہ وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تھے اور کعبہ کی تعمیر میں حضرت اسماعیل کا حضرت ابراہیم کا تعاون کرنا اور اس کے بعد دونوں کا مل کر دعا کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ بڑی عمر کو پہنچ گئے تھے۔

۳۔ حضور کے بچپن میں شق صدر کا واقعہ کب پیش آیا؟ اس سلسلے میں مصنف کے بیانات میں کچھ سہو محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ ص ۹۹ انھوں نے چوتھا سال لکھا ہے اور صفحہ ۱۰۲ پر پانچواں سال لکھا ہے۔

۴۔ فاضل مصنف نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعداد ازدواج کے جو وجوہات بیان کئے ہیں ان میں سے ایک وجہ "مسلم مردوں کی کمی" بھی بیان کی ہے (صفحہ ۵۰۲) یہ بات تاریخی اعتبار سے ثابت نہیں کہ عہد نبوی میں مردوں کی تعداد میں کمی آگئی تھی اور نہ ہی علمائے اسلام میں سے کسی نے اس وجہ کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے زمانے میں بھی مسلم مردوں کی کمی کا مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ مصنف نے اپنے مقدمہ برائے اردو ایڈیشن میں خود کو جماعتیت سے محفوظ ظاہر کرتے ہوئے بعض ان مصنفین پر تنقید کی ہے۔ جنھوں نے سیرت کے موضوع پر اس انداز سے قلم اٹھایا ہے "گویا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مخصوص تحریک کو چلانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے حالانکہ آپ

دیگر انبیا و رسل کی طرح ایک نبی اور رسول تھے اور آخری نبی و رسول تھے اور آپ کا مشن پوری کی پوری انسانیت کو اللہ واحد کی عبادت اور اس کے احکامات کی تعلیم دینا تھا نہ کی کسی مخصوص تحریک کا رکن یا کارکن بننا (صفحہ ۲۹) تبصرہ نگار کے نزدیک اس تقسیم کی ضرورت نہ تھی۔ یہ ان مصنفین کا ایک مخصوص انداز بیان ہے۔ اور محض تعبیر کا فرق۔

۱۱۔ مصنف کے بقول انھوں نے یہ کتاب اس انداز میں لکھی ہے کہ مستشرقین کے اعتراضات خود بخود رفع ہو جائیں۔ اس کا تقاضہ تھا کہ غزوات نبوی کے محرکات پر تفصیلی گفتگو کی جاتی کیونکہ مستشرقین غزوات نبوی کو "معاشی خوشحالی کی برآوری کی کوشش" قرار دیتے ہیں۔ لیکن مصنف نے اس موضوع پر کوئی بحث نہیں کی ہے۔

بہر حال یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک اچھی اور قابل قدر کوشش کی ہے جو مصنف کے لئے باعث سعادت بھی ہے اور قارئین کے لئے قابل استفادہ بھی۔

(محمد رضی الاسلام ندوی)

I-2

MAY
JUNE
1992

ماہنامہ

جامعہ

الرشاد

مرتبہ

مجیب اللہ ندوی

دار التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ یوپی

M.ALI.MAU

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ کا ترجمان

ماہنامہ

جامعۃ الرشاد

جلد ۲ — مئی، جون ۱۹۹۲ء مطابق ذیقعدہ، ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ — شمارہ ۶،۷

فہرست مضامین

سالانہ چندہ

ہندوستان سے —— ۳۵/

خصوصی تعاون —— ۱۰۰/

قیمت فی پرچہ —— ۵/

سالانہ چندہ

غیر ممالک سے

پندرہ ڈالر امریکی

۱۵/

منیجر توسیع و اشاعت: مولوی عقیل احمد صاحب ٹانڈوی | کاتب: حفظ الرحمٰن عبد کپوری

محب اللہ ندوی پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر نے نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ سے چھپوا کر دفتر جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ سے شائع کیا۔

رشحات

تین ہفتے مہاراشٹر، گجرات اور راجستھان میں

ناظرین کو اخبارات کے ذریعہ یہ اطلاع مل چکی ہوگی کہ ۲۳، ۲۴ رمئی ۱۹۹۲ء کو بمبئی میں "اتحاد ملت کانفرنس" کا انعقاد ہوا جسمیں پورے ہندوستان سے ہر مسلک اور ہر مکتب فکر کے کئی سو علماء اور اصحاب فکر ونظر جمع ہوئے اور انھوں نے "آل انڈیا ملی کونسل" کے نام سے ایک نئی تنظیم کی بنیاد ڈالی، یہ تنظیم نہ تو کسی فوری جذبہ کی بناپر وجود میں آئی ہے اور نہ تو کسی ردعمل اور منفی احساس پر اس کی بنیاد ڈالی گئی ہے بلکہ دو برس کے غور وفکر کے بعد اس کی بنیاد وسیع الاطراف ضرورتوں اور ملت کے مشکل مسائل کے پیش نظر رکھی گئی ہے۔ آپ کو اس کا کچھ اندازہ محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے خطبۂ افتتاحیہ اور محترم قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی کے کلیدی خطبہ اور راقم الحروف کی اس مختصر تحریر سے جو اسی شمارے میں شامل ہے ضرور ہو جائے گا۔

اس کانفرنس کی تیاری کے لئے جن لوگوں کو کئی دن قبل بلایا گیا تھا اس میں راقم الحروف کا بھی نام تھا چنانچہ اس کے مطابق ۲۰ رمئی ۱۹۹۲ء کو بنارس ہوائی اڈہ سے ۹ ½ بجے روانہ ہوکر تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بمبئی پہنچ گیا ہوائی اڈہ سے سیدھے تامل ناڈو بیت الحجاج پہنچا جہاں پہلے سے قیام کا انتظام تھا۔ یہاں سے محترم قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی محترم عبدالرحیم صاحب قریشی حیدرآباد محترم مولانا نظام الدین صاحب ناظم امارت شرعیہ بہار، محترم امین الحسن رضوی صاحب، عزیزم شبنم سبحانی، ڈاکٹر منظور عالم صاحب وغیرہ موجود تھے۔ ہم لوگ بمبئی کے اصحاب فکر تین دن تک کانفرنس کی افادیت کے لئے فکری و عملی حدود

اور دائرہ کار اور اس کے مطابق تجویزوں کی ترتیب اور ہر شعبۂ زندگی کے ماہرین کو ملی کونسل میں شامل کرنے پر غور و فکر کرتے رہے۔ بحمد اللہ پوری منصوبہ بندی کا خاکہ کانفرنس میں پیش کیا گیا اور دو روز کی بحث اور تمحیص اور ترمیم و اضافہ کے بعد وہ منظور کیا گیا۔ انشاء اللہ جلد ہی مفصل طور پر وہ چیزیں آپکے سامنے آجائیں گی، یہ کونسل دو سو ایک افراد پر مشتمل ہوگی جنمیں ۶۰ بنیادی ارکان ہوں گے۔

کانفرنس کے ختم ہونے کے بعد ۲۵ مئی کو بنیادی ارکان کی میٹنگ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی قیام گاہ پر ان کی صدارت میں ہوئی جس میں ایک دستور ساز کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی اور مولانا مجاہد الاسلام صاحب کو کنوینر بنانے کی تصدیق ہوئی اور ساتھ ہی طے ہوا کہ دستور بنجانے کے بعد کونسل کے تمام ممبران و ارکان کی میٹنگ بلائی جائے اور اس کا دفتر دلی میں قائم ہو انشاء اللہ یہ سارا کام وسط جولائی تک پورا کر دیا جائے گا۔ بحمد اللہ کانفرنس میں شریک حضرات نے اپنے جن دردمندانہ اور فکر انگیز جذبات کا اظہار کیا اس سے اندازہ ہوا کہ اس کی ضرورت بہت دنوں سے محسوس کیجا رہی تھی اور یہ ہزاروں دلوں کی آواز اور آرزو تھی جس کی صورت گری ۲۳ ر ۲۴ ر مئی کو عمل میں آئی۔

کوپر گاؤں کے مدرسہ مفتاح العلوم کے صدر مدرس محترم مولانا منیر احمد صاحب اور ایک دوسرے اونچے استاد مولانا اقبال صاحب رحمانی کانفرنس میں شرکت کے لئے آگئے تھے ان لوگوں نے محترم قاضی مجاہد الاسلام صاحب سے درخواست کی کہ ان کے مدرسہ میں بخاری شریف کا افتتاح کر دیں قاضی صاحب نے ۲۷ ر مئی کی تاریخ مقرر کر دی محترم قاضی صاحب ہی کی ایما پر ان حضرات نے راقم الحروف سے بھی شرکت کی لئے کہا، راقم الحروف ۲۷ ر تاریخ تک اعظم گڈھ پہنچنا چاہتا تھا اس لئے کچھ تامل تھا مگر ان حضرات کی محبت کی بنا پر آمادہ ہونا پڑا۔ محترم قاضی صاحب نے فرمایا کہ اگر کوپر گاؤں چلنا ہے تو کیوں نہ ہم لوگ ۲۵ ر کی

رات میں روانہ ہو کر ۲۶ر کو ایک دن مالیگاؤں میں قیام کرلیں وہاں ملی کونسل کا تعارف بھی ہو جائے گا اور ۲۷ر کو کوپر گاؤں جو وہاں سے ۵۰ کلو میٹر ہے پہونچ جائیں گے چنانچہ مالیگاؤں معہد ملت کے ذمہ داروں کو اطلاع دیدی گئی بحمداللہ وہاں جانا بے حد مفید ہوا کئی جگہ خصوصی مجلس میں علماء اور باشعور لوگوں سے بات کرنے کا موقع ملا اور رات میں ایک زبردست جلسۂ عام راقم الحروف کی صدارت میں منعقد ہوا جسمیں سب سے پہلے محترم مولانا محمد حنیف ملی صاحب اور مولانا عبدالصمد صاحب ازہری نے عوام سے خطاب کیا اور آخر میں مولانا مجاہد الاسلام صاحب نے ڈیڑھ گھنٹے ملت کے اتحاد اور مسائل پر بڑی بصیرت افروز تقریر کی۔ آخر میں چند جملے راقم الحروف نے بھی کہے اور دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

وہاں تاجروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی گئی جو جلد ہی وہاں کی کاروباری صورت حال کے سدھار اور آئندہ بحران سے بچاؤ کے بارے میں اپنی رپورٹ دے گی، یہ معلوم کرکے افسوس ہوا کہ گورنمنٹ کی غلط تجارتی اور صنعتی پالیسی کے ساتھ اس کاروباری بحران میں خود مسلمانوں کی بے تدبیری کو بھی بڑا دخل ہے۔

مالیگاؤں میں ہم لوگوں کا قیام وہاں کی مشہور درسگاہ معہد ملت میں رہا اس سے پہلے ۱۹۸۵ء میں راقم الحروف کو وہاں کئی دن قیام کا موقع ملا تھا اور راقم الحروف نے اپنے تاثرات بھی لکھے تھے، اس پانچ برس کے اندر ظاہری طور پر اس میں کافی ترقی نظر آئی، مسجد کی تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی ہے دوسری منزل پر بھی کچھ مزید کمرے بن گئے ہیں۔ مگر ۲۴ گھنٹے کے اندر طلبہ کے برتاؤ اور نماز وغیرہ کی بے کیف حاضری سے تعلیم و تربیت کے نظام میں قدرے کمی کا احساس ہوا۔ مدرسہ کے شاید ذمہ دار ایک ڈاکٹر صاحب نے میرے سامنے دو استادوں کے ساتھ جو انداز تخاطب اختیار کیا وہ انتہائی ناپسندیدہ تھا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اہل ثروت کے عمل دخل کی وجہ سے مدرسہ پر علماء کی گرفت کمزور پڑ گئی ہے۔ اور یہ چیز کسی دینی درسگاہ کے لئے نیک فال نہیں کہی جاسکتی، مولانا عبدالحمید

کی رفاقت اور ضیافت کے لئے بھی ہم ان کے دل سے شکر گزار ہیں۔ کچھ دیر کے لئے وہاں کے بڑے مدرسہ بیت العلوم میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ افسوس ہے کہ وہاں زیادہ دیر ٹھہرنے کا موقع نہ مل سکا مغرب کی نماز میں شرکت کے بعد کچھ دیر اساتذہ اور طلبہ سے سلام و مصافحہ اور بات چیت کا موقع ملا اس سے بہت خوشی ہوئی۔

۲۷ کو ۱۱ بجے دن میں ہم لوگ مالیگاؤں سے روانہ ہو کر ظہر کے وقت کوپر گاؤں پہونچے، جس وقت ہم لوگ مدرسہ کے حدود میں پہنچے تو مدرسہ کے طلبہ اور اساتذہ استقبال کے لئے دورویہ کھڑے تھے اور ہر ایک کا نام لے کر زندہ آباد کے بجائے بعیش کا لفظ دہرا رہے تھے، ظہر بعد کھانے سے فارغ ہو کر کچھ آرام کرنے کے بعد مدرسہ کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں، یہ سنکر خوشی ہوئی کہ چند سال پہلے تک یہ آبادی دینی تعلیم سے محروم تھی بحمد اللہ مدرسہ کے ذریعہ ایسی اصلاح ہوئی ہے کہ ساری بستی صحیح الخیال اور ہم خیال بن گئی اس کے تحت لڑکیوں کا مدرسہ اور ایک ہائی اسکول بھی چلتا ہے وہاں کا ایم ایل اے انتہائی شریف ہے اور اہل مدرسہ کا تعاون ہر طرح سے کرتا ہے مغرب بعد حضرت قاضی صاحب نے طلبہ کو بخاری شریف شروع کرائی اور اس کی پہلی حدیث اور ترجمۃ الباب پر تقریباً ایک گھنٹہ تقریر کی، ۲۸ کی صبح کو ہم لوگوں کو کوپر گاؤں سے روانہ ہو کر بمبئی پہنچنا تھا مگر مولانا منیر احمد صاحب کا اصرار ہوا کہ آبادی سے دو کلومیٹر دور مدرسہ کے لئے جو وسیع زمین تقریباً ۱۰ ایکڑ خریدی گئی ہے وہاں مدرسہ کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا جائے چنانچہ وہاں جانے اور اس کا سنگ بنیاد رکھنے کی سعادت ملی جس میں تقریباً گیارہ بج گئے اس کے بعد ہم لوگ بمبئی کے لئے کار سے روانہ ہوئے، وہاں سے بمبئی تقریباً ۳۰۰ کلومیٹر ہے۔ مدرسہ کے ذمہ داروں اور خاص طور پر مولانا منیر احمد صاحب اور ان کے رفقاء کے کاموں اور عزم و حوصلہ کو دیکھکر ہم سب کو ان پر رشک آیا۔ اللہ

تعالیٰ ان کو مزید حوصلہ اور مدرسہ کو ترقی عطا فرمائے، انھوں نے بتایا کہ اس زمین میں جو سبزیاں وغیرہ بوئی گئی ہیں اس سے روزانہ کم سے کم سوسوا سو روپئے کی آمدنی ہوتی ہے۔ وہاں پانی کی سطح بہت نیچی ہے ایک طرف ٹیوب ویل بھی لگا ہوا ہے۔ اور ایک لاکھ روپئے لگا کر تقریباً سو فٹ کے مربع میں ایک کنواں بھی بنوا دیا گیا ہے، خود کنواں ایک مستقل تعمیر ہے۔ ہم اتنے لمبے چوڑے کنویں کا تصور بھی نہیں کر سکتے،

کوپرگاؤں سے ۲۸ر مئی کو ہم لوگ واپس بمبئی آئے اور وہاں کچھ ضروری کام جو باقی رہ گئے تھے انھیں پورا کر کے ۲۹ر کو صبح کو راقم الحروف براہ راست اعظم گڑھ کے لئے روانہ ہوگیا، اور حضرت قاضی صاحب دلی ہوتے ہوئے پٹنہ کے لئے روانہ ہوگئے، بمبئی جانے سے پہلے ہی ایک تربیتی پروگرام انسٹی ٹیوٹ آف ابجیکٹو اسٹڈیز اور بعض دوسرے اداروں کی طرف سے یکم جون سے ۵ر جون تک کے لئے بن گیا تھا جس میں راقم الحروف کو اور حضرت قاضی صاحب موصوف کو بھی شریک ہونا تھا چنانچہ دو دن ٹھہر کر ۳۱ر مئی کو پھر دلی روانہ ہوگیا دلی سے پھر دوسرے دن راجستھان کے ایک پہاڑی مقام ماؤنٹ آبو جانا تھا جہاں یہ پروگرام ہونا تھا۔ دلی سے راقم الحروف شاہ قادری مصطفیٰ رفاعی صاحب سجادہ نشین خانقاہ رفاعیہ بنگلور کی معیت میں ہوائی جہاز سے احمد آباد روانہ ہوا اور وہاں سے ریل کے ذریعہ ماؤنٹ آبو جانا ہوا، احمد آباد سے چھوٹی لائن جو ماؤنٹ آبو جاتی ہے، وہ انتہائی تکلیف دہ ہے مگر چونکہ اس دیار کے عوام و خواص دونوں سادہ مزاج اور نیک ہوتے ہیں اس لیے اُن کے اخلاق سے ان کی تلافی ہو گئی اگر رفاعی صاحب نہ ہوتے تو شاید راقم الحروف یہ سفر شہ کر پاتا ماؤنٹ آبو کا نشین

مظفرالدین غزالی صاحب کار لیکر موجود تھے چنانچہ ہم لوگ ۲ بجے کے قریب پہاڑی کے اوپر اپنی قیام گاہ گجرات بھون پہونچ گئے، پہاڑی کا یہ راستہ اتنا زیادہ پُر پیچ ہے اور اس میں اتنے نشیب و فراز ہیں کہ دو چار فرلانگ بھی گاڑی سیدھی نہیں چل پاتی، یہاں میرے اور محترم قاضی صاحب اور مولانا انصر صاحب کے ذمہ قرآن پاک کے کئی درس اور کچھ تذکیری پروگرام تھے بحمداللہ وہ سب پورے ہوئے اس پروگرام میں تیس، ۳۵ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات شریک ہوئے جو کوئی نہ کوئی عملی یا علمی اجتماعی کاموں میں لگے ہوئے ہیں، اسلام اور سائنس کے موضوع پر اس وقت کرمانی صاحب اور ریاض کرمانی صاحب علیگڈھ ایک مثبت کام کررہے ہیں انھوں نے اپنے کام کا تعارف کرایا جس سے اندازہ ہوا کہ انشاءاللہ سائنسی علوم سے اگر مثبت اور صحیح اندازِ فکر سے کام لیا جائے تو وہ دینی قدروں کے تحفظ کا بہت بڑا فریضہ انجام دے سکتی ہے۔

مولانا عبدالباری صاحب مرحوم جو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں فلسفہ کے استاذ تھے وہ پچاس برس پہلے یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ سارے جدید علوم مومن ہیں مگر ان کے استعمال کرنے والے لوگوں کے قلوب کافر ہیں، جنھوں نے ان علوم کو غلط رخ دے دیا ہے، اس کے بعد ڈاکٹر پروفیسر مقیم الدین صاحب علیگڈھ نے اپنے ویلفیر ادارہ کا تعارف کرایا جو بڑا قیمتی علمی اور عملی کام انجام دے رہا ہے اسی طرح ڈاکٹر رحمت اللہ صاحب بمبئی نے اپنے رفاہی ادارہ کا تعارف کرایا سب سے اخیر میں جناب الیاس رسول صاحب نے نئی قائم شدہ الامہ کے تحت نیوز ایجنسی فانا کا تعارف کرایا ان کے تعارف سے اندازہ ہوا کہ میڈیا کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف جو زہر پھیلایا جارہا ہے اس کے تلافی کے لیے یہ کام شروع کیا گیا ہے یہ کام براہ راست انسٹی ٹیوٹ ابجیکٹو اسٹڈیز کے ذریعہ انجام پارہا ہے جو کام ہم کئی اخبار نکال کر انجام نہیں دے سکتے انشاءاللہ وہ کام اس ادارہ سے پورا ہو جائے گا۔

اس میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی محترم امین الحسن رضوی، مولانا محمد انصر صاحب عمری

اور بعض دوسرے اہل علما نے حصہ لیا۔
ماونٹ آبو کے پروگرام سے ہم لوگ دوسرے شرکار کو کوئی فائدہ پہونچا سکے یا نہیں البتہ اپنے علم و فکر کو اس سے جلا ضرور ملی۔

---

۵ مئی کو جمعہ کی نماز پڑھ کر راقم الحروف کو اور محترم قاضی صاحب کو احمد آباد روانہ ہونا تھا اس لیے کہ احمد آباد کے احباب صبح ہی گاڑی لیکر پہونچ گئے تھے دامن کوہ میں مسلمانوں کی ایک اچھی آبادی ہے، پروگرام کے ذمہ دار عزیزم الیاس رسول صاحب نے دو دن سے عرض کر دیا تھا کہ مقامی آبادی سے بے خبر ہمارا یہاں سے واپس جانا مناسب نہیں ہے چنانچہ اس کے جمعہ کی نماز کا وقت انھوں نے طے کیا اس کے مطابق جمعہ کی نماز ہم لوگوں نے وہاں کی مقامی آبادی میں جاکر پڑھی جمعہ کی نماز سے پہلے حضرت قاضی صاحب نے عوام کے سامنے اتحاد ملت پر بڑی موثر تقریر فرمائی جس سے عوام پر اور شرکائے پروگرام پر بہت اچھا اثر پڑا جس کا امام صاحب وغیرہ کرتے رہے۔

ہم لوگ نماز جمعہ کے بعد احمد آباد کیلئے تقریباً ۲ بجے روانہ ہوئے اور چھ بجے تک پہونچ گئے درمیان میں ایک جگہ نماز عصر کے لیے آدھ گھنٹہ ٹھہرنا ہوا اور جب گاڑی چھاپی کے مقام پر پہونچی تو رائے ہوئی کہ یہاں کا مدرسہ بھی دیکھ لیا جائے چنانچہ وہاں سے گاڑی کا رخ چھاپی کی طرف موڑ دیا گیا جو مین سڑک سے صرف دو کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا وہاں آدھ گھنٹہ رکنا ہوا، جمعہ کا دن تھا اس لیے بہت سے اساتذہ اور طلبہ موجود نہیں تھے مگر جو حضرات موجود تھے انھوں نے پورا اخلاق صرف کیا اور اصرار ہوا کہ مغرب کی نماز یہیں پڑھی جائے اور طلبہ سے کچھ کہا جائے، خود ہم لوگوں کا دل یہی چاہتا تھا مگر جلد احمد آباد پہونچنا ضروری تھا اس لیے معذرت کر دی گئی، بحمد اللہ اساتذہ اور طلبہ سب ہی کے چہرہ اور لباس اور برتاؤں سے تواضع و دینداری نظر آئی، وہاں سے روانہ ہو کر تقریباً ۵۰ کلومیٹر

کے بعد ایک بڑا ہوٹل نظر آیا وہاں رک کر نماز پڑھی گئی پورے گجرات اور راجستھان کے بعض حصوں میں کئی خوبیاں نظر آئیں وہاں کا ہر ہوٹل بہت پھیلی اور وسیع جگہ میں ہوتا ہے اس کے ساتھ وہاں قاعدہ استنجا خانہ اور بیت الخلاء وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے دوسرے یہ کہ وہاں کے عام آدمی بھی نرم مزاج اور سادہ طبیعت ہوتے ہیں جس ہوٹل کے لان میں نماز پڑھی گئی وہ ہوٹل اتنا بڑا تھا کہ کئی سو آدمی بیک وقت بیٹھے نظر آئے اور ان کی اکثریت سفید صافہ، سفید دھوتی اور سفید قمیص میں ملبوس تھی، میں نے سمجھا کہ کوئی بارات وغیرہ ہے مگر معلوم ہوا کہ یہ لوگ گوالے (یادو) ہیں جو دن کو بڑی آبادیوں میں جاکر دودھ وغیرہ بیچتے ہیں اور شام کو رات گئے گھر واپس ہوتے ہیں، اُن کے لباس اور ہوٹل میں جس طرح وہ چائے پانی کر رہے تھے اس سے ان کی خوشحالی کا اظہار ہو رہا تھا، یہ منظر ہمارے لیے بالکل نیا اور قابلِ توجہ بنا رہا، تھوڑی دیر میں دیکھا گیا کہ دسیوں بسیں سامنے کھڑی تھیں اور پورا مجمع یکے بعد دیگرے اس میں سوار ہو رہا تھا یہ سب لوگ واپس اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔

یہاں اِس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ ماؤنٹ آبو سے جہاں تک راجستھان کا علاقہ پڑتا ہے اسکی سڑکیں بہت خراب تھی مگر جہاں سے گجرات کا علاقہ شروع ہوتا ہے وہاں سے احمد آباد تک نہایت عمدہ سڑک تھی۔ مگر عزیزم ماجد جو ڈرائیو کر رہے تھے اِن تمام تاخیر کے باوجود اسی میل کی اسپیڈ سے گاڑی چلاکر آٹھ بجے انھوں نے ہمیں احمد آباد پہونچا دیا۔

احمد آباد میں ہم لوگوں کا جناب حاجی محمد یونس صاحب کے یہاں رہا یہ لوگ سنی بوہرہ ہیں اور بڑے کاروباری ہیں مگر پورے گھرانے کی طبیعت میں دینداری ہے اس لیے یہاں اور ان کے صاحبزادے محمد ظفر صاحب نے خاکساری اور خدمت کا پورا حق ادا کر دیا، ہندوستان کے سبھی ممتاز علماء ان کے دولت کدہ پر قیام کرتے رہتے ہیں اور یہ اثر ہے علماء حق سے تعلق اور ان سے وابستگی

رات کو کوئی پروگرام نہیں تھا مگر صبح ہی سے پروگرام کا سلسلہ شروع ہوگیا ۹ رجون ۱۹۹۲ء کو نماز فجر کے کچھ دیر بعد مقامی علماء اور مسجدوں کے ائمہ کی نشست ہوئی جس میں محترم قاضی صاحب موصوف نے علماء اور ائمہ کی ذمہ داریاں یاد دلائیں اور کچھ پروگرام بھی ان کے لیے دیئے گئے اور ایک مجلس علماء احمد آباد کی تشکیل عمل میں آئی جس کے ذمہ دار حکیم مولانا شیریں صاحب مقرر ہوئے اس کے بعد قاضی صاحب نے وہاں کی مشہور خانقاہ پیر محمد علیہ الرحمہ کے کتب خانہ کے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا اور وہاں تقریباً ہم لوگ دو گھنٹے رہے، محترم قاضی صاحب نے وہاں کی دو قلمی کتابوں کا زیروکس بھی کرایا، راقم الحروف بھی وہاں مختلف کتابیں دیکھتا رہا، ایک کتاب جسکا نام یاد نہیں ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ بابری مسجد کے مسئلہ کو سب سے زیادہ واجد علی شاہ نے بگاڑا جس کے نتیجہ میں مولانا امیر کی قیادت میں کئی سو مسلمانوں کو جام شہادت پینا پڑا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کتب خانہ سے فارغ ہوکر ایک مسجد میں تقریر کا پروگرام تھا پھر وہیں کسی صاحب کے یہاں دوپہر کا کھانا تھا، ظہر کی نماز کے بعد سے مغرب تک کوئی پروگرام نہیں تھا، شام کے وقت مغرب بعد ہی حاجی مصطفیٰ کے یہاں شہر کے ہر شعبۂ زندگی کے خواص علماء اور باشعور حضرات کا اجتماع تھا اور وہیں رات کا کھانا بھی تھا، چالیس پچاس اس خواص کے اجتماع میں محترم قاضی صاحب نے بڑی دردمندانہ تقریر کی جس سے سبھی لوگ متاثر ہوئے، وہیں عشاء کی نماز باجماعت ادا ہوئی اور پھر قیام گاہ پر واپسی ہوئی، رجون کی صبح کو بعد نماز فجر مسجد میں مختصر سا بیان ہوا پھر ناشتہ کیلئے ہم لوگ کہیں اور لے جائے گئے۔ وہاں سے فارغ ہوکر ۱۱ بجے سے جابلی کی جامع مسجد میں پروگرام تھا یہ احمد آباد میں تبلیغی جماعت کا مرکز ہے وہاں پر ہر ہفتہ وار اجتماع ہوتا ہے اس اتوار کو معمول سے بہت زیادہ اجتماع تھا، حسب معمول حضرت قاضی صاحب نے ایک بسیط تقریر

"

دعوت کے موضوع پر کی اور آخر میں دعا کیلئے راقم الحروف کو یہ کہہ کر

دیا کہ یہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ چکے ہیں اس لیے

ان کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوگا، چاروناچار دو چار منٹ عرض کرنے کے بعد پھر

دعا کی گئی اور اسی پر پُر سعادت مجلس برخاست ہوئی، دعا کے بعد جس محبت سے

مجلس میں شریک لوگوں نے مصافحہ کیا اور دعا کی درخواست کی اس سے دل بے حد

متاثر ہوا اللہ تعالیٰ اس محبت کو ذخیرہ آخرت بنائے، بعض افراد کی کوتاہیوں کے

باوجود آج بھی تبلیغی جماعت سے لگے ہوئے افراد کے اندر مجموعی حد تک دین سے

جو مخلصانہ لگاؤ، سادگی اور عام علماء وصلحاء سے جو بھی تعلق ہے وہ دوسرے

کسی حلقہ میں دکھائی نہیں دیتا، عام طور پر اپنے حلقہ سے وابستہ لوگوں کو اپنے

حلقہ سے باہر بہت کم کوئی خیر کی بات دوسرے حلقہ میں نظر آتی ہے، اللہ تعالیٰ

ہمارے اندر اعتدال پسندانہ ذہنیت پیدا فرمائے۔

۷ر جون کو ۳ بجے سے قیام گاہ پر عورتوں الگ پروگرام تھا جس میں چند منٹ

راقم الحروف نے انہیں خطاب کیا، پھر محترم قاضی صاحب نے ایک گھنٹہ ان کے سامنے

بڑی موثر تقریر فرمائی جس میں اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں عورتوں کی ذمہ داریاں

واضح کیں، ۷ر جون کی رات میں کھانا جناب محمد حسین کا پڑیا صاحب کے مکان

پر تھا، کھانے کے بعد وہ ہم لوگوں کو اپنے قائم کردہ گجراتی روزنامہ گجرات

ٹوڈے کے دفتر لے گئے ماشاء اللہ بہت وسیع جگہ اسکا دفتر قائم ہے اور

جتنے جدید ترین طریقہ اور مشین درکار تھی وہ سب مہیا ہیں اُسے دیکھ کر طبیعت

بہت خوش ہوئی۔

میزبانوں نے اسی دن عشاء بعد ایک جلسہ عام کا پروگرام بنا دیا تھا

راقم الحروف طبیعت کے اضمحلال کی وجہ سے اس میں شریک نہ ہو سکا حسب معمول

محترم قاضی صاحب توحید خالص اور اتحاد ملت پر بڑی بصیرت افروز تقریر فرمائی

گویا احمد آباد میں دو دن کے قیام کے پورے اوقات کو اعزاز واکرام کے ساتھ

ے احباب نے ضائع ہونے نہیں دیا بلکہ راقم نے بعض بے تکلف دوستوں سے عرض کیا کہ آپ حضرات نے اس قیام اور اعزاز و اکرام کی پوری قیمت نقد وصول کرلی ہم بہر حال ان سب حضرات کے شکر گذار ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بہترین جزائے خیر کیلئے دعاگو ہیں۔

۸ رجون کی صبح کو راقم الحروف کی احمد آباد سے دلی ہوتے ہوئے بنارس کیلئے فلائٹ تھی اور قاضی صاحب کی پٹنہ کیلئے، احمد آباد سے ہماری فلائٹ ۳ گھنٹہ لیٹ چلی اس لیے بنارس کی فلائٹ چھوٹ گئی دوسرے دن واپسی ہوئی، البتہ قاضی صاحب کی دلی، پٹنہ، رانچی اس دن بہت زیادہ لیٹ تھی اس لیے ان کو مل گئی اور بخیر و عافیت پٹنہ پہونچ گئے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ تین ہفتہ کا سفر بہت سی سعادتوں اور خیر و برکت کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

کچھ تاثرات اس پورے سفر میں بات کا بخوبی اندازہ ہوا کہ اس وقت دعوت و تبلیغ اور دردوسرے دینی ملی اور تعلیمی و اقتصادی محاذ پر ہم لوگ جتنا کچھ کر رہے ہیں اسکا فائدہ مشکل سے مسلمانوں کی ۱۰ فیصد آبادی کو پہونچ رہا ہے، باقی ۹۰ فیصد پہ کام کرنا باقی ہے۔ لیکن ہمارا یہ حال یہ ہے کہ ۱۰ فیصد کے کام کے لیے ہم آپس میں دست گریبان ہیں اور ۹۰ فیصد کے وسیع میدان میں کام کرنیکا کوئی حوصلہ اپنے اندر پیدا نہیں کر پا رہے ہیں کاش ہم پورے ملک کا جائزہ لیکر پوری منصوبہ بندی کے تحت کام کرنے کا حوصلہ پیدا کرتے تو ملت کے لیے یہ چیز نیک فال ثابت ہوتی۔ بحمد اللہ آل انڈیا ملی کونسل کے سامنے اسی وسیع میدان میں کام کرنیکا عزم ہے اللہ اُس کی توفیق عنایت فرمائے۔

دوسری چیز اس سفر میں اور زیادہ ابھر کر ذہن میں آئی کہ دین ہی تعلق ایک ایسا راستہ ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں جوڑ کر کوئی بڑا تعمیری

کام کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ ہمارے علماء اور دینداروں کے اندر وسعتِ قلب کے ساتھ اپنے مخالف فکر و خیال اور مسلک رکھنے والوں کو برداشت کرنیکا مادہ پیدا ہو جائے ۔ راقم الحروف بیسیوں بار عرض کر چکا ہے کہ ہر فکر اور ہر نظریہ اور ہر مسلک کے پیچھے ایک تاریخ ہے اب ہماری اجتماعیت اتنی مضبوط نہیں ہے کہ ہم بالکلیہ اسکو بدل سکیں تو بہتر یہ ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں قائم رہتے ہوئے جتنے نقطہ ہائے اتحاد اور مشترک قدریں مل سکیں اُن کو تلاش کر کے ہم ایک صف میں کھڑے ہونیکی کوشش کریں، خدانخواستہ اگر ہم ایسا نہ کر سکیں تو ہندوستان میں ہمارے خلاف جو سازشیں چل رہی ہیں اسکا شکار ہونے کے بعد دیگرے ہر دائرہ ہر حلقے اور ہر مسلک کے مسلمان ہوں گے ۔ دنیا صرف ہم کو کلمہ گو کی نظر سے دیکھتی ہے نہ کہ فرقے اور مسلک کی نظر سے،[۲] اللہ تعالیٰ ہم کو عقلِ سلیم کیساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

احمد آباد شہر کی آبادی تقریباً ۲۰۔۲۵ لاکھ کے درمیان ہے جس میں مسلمان ۵۔۶ لاکھ ہیں اور بڑی حد تک خوشحال بھی ہیں، خاص طور پہ کپڑے تھوک اور تجارت ۵۰ فیصد ان کے ہاتھ میں ہے مگر یہ جان کر افسوس ہوا کہ نہ تو وہاں مسلما کے جدید تعلیم کے قابل ذکر ادارے ہیں اور نہ دینی علوم کے اچھے پیمانہ کے مدرسے ہیں ایک مدرسہ فیض العلوم کے نام سے مولانا فضل حق صاحب کی نگرانی میں چل رہا ہے جسمیں مکتب اور حفظ کے درجے ہیں، اب معلوم ہوا ہے کہ کچھ نئے مدرسوں کی داغ بیل پڑنے والی ہے ۔ خدا تعالیٰ پورا کرے ۔ آمین

میں نے عزیزم ظفر سلمہٗ کو ابتدائی دینی تعلیم کے مراکز خاص طور پہ دینی طرز کے زیرِ اسکول زیادہ سے زیادہ کھولنے کا مشورہ دیا اور بحمد اللہ وہ اس کے لیے آمادہ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

راقم الحروف اثنائے سفر میں نوٹ تیار کرنے کا عادی نہیں ہے اس لیے حافظہ میں جتنی باتیں محفوظ کر سکا ہے انہیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنیکی کوشش کی ہے اظہارِ تشکر کا کوئی پہلو یا محسنین کے کچھ نام نہ آسکے ہوں تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں ۔

[۲] اور قیامت میں بھی اللہ تعالیٰ اسی نظر سے دیکھے گا

احکامِ شریعت میں تیسیر

یعنی آسانی

حافظ محمد سعد اللہ نائب مدیر منہاج

شریعتِ اسلامیہ کے وہ امتیازات، خصائص اور اوصاف جو اُسے دیگر شرائع و قوانین سے ممتاز و منفرد کرتے اور کئی اعتبارات سے اُسے اُن پر تفوق عطا کرتے ہیں اُن میں سے ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ شریعت کے جملہ احکام میں انسان کی فطرت اس کے مزاج اور جبلت و طبیعت کو مدنظر رکھا گیا ہے اور اس کی طاقت کے لحاظ سے احکام دیئے گئے ہیں اور جہاں غیر معمولی مشقت کی صورت ہوتی ہے وہاں وہ آسانی و تیسیر، فرما دیتا ہے، اس مضمون میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے

چنانچہ شریعت کا کوئی اساسی یا ذیلی حکم ایسا نہیں جو فطرتِ انسانی سے کسی طور مغایرت رکھتا ہو بلکہ ہر سلبی اور ایجابی قاعدے کی بنیاد کسی نہ کسی داعیہ فطرت پر استوار ہے فطرت کے موافق اعمال حسن ذاتی کے حامل اور شریعتِ اسلامیہ میں اباحت سے لیکر فرضیت تک کی قانونی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ فطرتِ انسانی سے غیر ملائم افعال شرعاً و عقلاً قبیح اور خلافِ اولیٰ لیکر حرام تک کی قانونی حیثیت کے حامل ہیں

انسان چونکہ فطری طور ضعیف اور تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا[1] اور اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ ھَلُوْعًا[2]

---

[1] سورۃ النساء ، ۲۸ [2] سورۃ المعارج ، ۱۹

ترجمہ: انسان ضعیف اور کم ہمت پیدا کیا گیا ہے۔

اس لئے ہر جگہ احکام شریعت میں ہمیں نرمی، آسانی، سہولت اور تیسیر نظر آتی ہے ہر وہ حکم جس میں تکلیف مالا یطاق پائی جائے یا انسان تنگی، نقصان اور غیر معتاد مشقت اٹھائے بغیر اسکو سرانجام نہ دے سکے تو شریعت نے یا تو سرے سے اس حکم کو اٹھا لیا ہے یا تو اس میں اتنی آسانی کر دی ہے کہ اب وہ سرانجام دینے والے کے لئے چنداں مشکل نہیں رہا۔ شریعت کا تو مقصد ہی انسانی زندگی میں آسانیاں پیدا کرنا ہے وہ شریعت ہی کیا ہوئی جس سے زندگی میں دشواریاں، مشکلات اور صعوبتیں پیدا ہوں اس سلسلے میں علامہ ابن القیم کی صراحت بڑی ایمان افروز ہے فرماتے ہیں:

"شریعت کی بنیاد حکمتوں اور لوگوں کی دنیاوی و اخروی فلاح و بہبود پر ہے اور شرع کل کی کل انصاف ہے، سراسر رحمت اور حکمت ہے پس جس مسئلے میں انصاف کے بجائے ظلم ہو رحمت کے بجائے زحمت ہو فائدے کے بجائے نقصان ہو اور عقل کے بجائے بے عقلی ہو وہ شریعت کا مسئلہ نہیں اگرچہ اُسے بذریعہ تاویل شرع میں داخل کر لیا گیا ہو۔ پس شریعت خدا کے بندوں میں اُسکا انصاف ہے اور اسکی مخلوق میں اس کی رحمت ہے ..... اسی سے زندگی ہے، غذا ہے اور دوا ہے، نور ہے، شفا ہے اور حفاظت ہے زندگی کی ہر بھلائی شریعت سے وابستہ ہے اور زندگی کے ہر نقصان کا سبب ترکِ شریعت ہے ..... چنانچہ جو شریعت خدا نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے وہ عالم کا ستون ہے اور دنیا و آخرت کے تمام حلقہ جات فلاح و بہبود کا مرکز ہے۔"[۱]

رفع حرج کے احکام کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں

---

[۱] اعلام الموقعین: ۳-۱ بحوالہ ڈاکٹر صبحی محمصانی: فلسفۃ التشریع فی الاسلام (مترجم) ۲۴۱، ۲۴۲۔

بطورِ ایک عام اُصول کے ارشاد فرماتا ہے:

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ (سورۃ البقرہ)

(اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا)

اِس آیتِ کریمہ کی تشریح میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا نوٹ قابلِ لحاظ ہے۔ فرماتے ہیں:

چنانچہ شریعت اسلامی کے سارے احکام و قوانین اسی ایک اصل پر مبنی ہیں اور خود اسی روزۂ رمضان کے معاملہ میں معذور مریض اور مسافر کے لئے کتنی گنجائش اور سہولتیں رکھ دی گئی ہیں۔ حدیث نبوی میں جو آیا ہے "الدین یسر" وہ اسی قرآنی آیت کی شرح یا تتمہ ہے اور واقعی اگر غور کر کے دیکھا جائے تو شریعت کا ایک حکم بھی ایسا نہ ملے گا جس میں عامل کے حالات، عمر، صحت، جنس، موسم اور دوسری مشکلات کا لحاظ نہ کر لیا گیا ہو اور جو احکام بظاہر سخت معلوم ہوتے ہیں اُن کی تہہ میں بھی ہمیشہ یہی حقیقت پائی جائے گی کہ فرد یا امت کی راہ میں کچھ آسانیاں پیدا ہوں۔

معروف حنفی فقیہ اور مفسر امام ابوبکر جصاص رحؒ مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وھٰذہ الآیۃ اصل فی ان کل یضر بالانسان ویجھدہ ویجلب لہ مرضا اویزید فی مرضہ انہ غیر مکلف بہ لان ذالک خلاف الیسر نحو من یجد علی المشی الی الحج ولا یجد زادا ولا راحلۃ فقد دلت الآیۃ انہ غیر مکلف بہ علی ھذا الوجہ لمخالفتہ الیسر[1]

ترجمہ: یہ آیتِ کریمہ اس چیز میں ایک مستقل اصل ہے کہ ہر وہ حکم جو انسان کو نقصان پہونچائے اُسے مشقت میں ڈالے اور اُس کے واسطے بیماری یا بیماری میں اضافہ کا

---

[1] ابوبکر جصاص: احکام القرآن ۱، ص ۲۲۳

باعث بنے تو انسان ایسے حکم کا مکلف نہیں کیوں کہ وہ حکم یسر (آسانی) کے خلاف ہے مثلاً یہ کہ ایک آدمی حج کے لئے چلنے پر تو قدرت رکھتا ہے مگر زاد راہ اور سواری اس کے پاس نہیں تو یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وہ صورت میں حج کا مکلف نہیں کیوں کہ ایسی صورت میں حج کا مکلف ٹھہرانا یسر کے خلاف ہے۔

قرآن و حدیث میں تیسیر کو تشریع کا اصل الاصول قرار دیا گیا ہے۔ حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جنھیں احکام شرع کے اسرار اور مصالح بیان کرنے میں اللہ کریم نے خصوصی ملکہ، غیر معمولی ذہن اور ژرف بین نگاہ عطا فرمائی، جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص نظر کرم فرمائی اور جنھیں خواب میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے اس موضوع پر لکھنے کے لئے اپنے یہاں سے قلم عطا فرمایا۔ نے عقلی اور نقلی دلائل کے حوالے سے شریعت کے دستوری مزاج کے سلسلے میں اپنی مایۂ ناز کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس سے احکام شریعت میں تیسیر پر بڑی روشنی پڑتی ہے فرماتے ہیں:

"کلام مجید میں ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔ (اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت تھی کہ تم ان کے سامنے نرمی اختیار کی اگر تم سخت گو، درشت کلام اور سنگ دل ہوتے تو یہ لوگ تمہاری مجلس سے بکھر جاتے ایک اور آیت ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ: اللہ تعالیٰ تو تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے، وہ یہ نہیں چاہتا کہ تم کو تکلیف دے:

رسول خدا صلعم نے جب ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو عامل مقرر کر کے صوبہ یمن میں بھیجنا چاہا تو آپ نے انھیں وصیت کی کہ لوگوں کے ساتھ آسانی کا برتاؤ کرو، اُن کو تکلیف میں مت ڈالو اور ایک دوسرے کا کہنا مانو، ایک دوسرے کی مخالفت مت کرو: آنحضرت صلعم نے ایک موقع پر (جب کہ صحابہ نے ایک بدوی کے ساتھ سختی کی) یہ فرمایا تمہیں تو خدائے پاک نے نرم سلوک کرنے کے لئے بھیجا ہے اس لئے نہیں بھیجا کہ تم سختی کے ساتھ پیش آؤ۔

مواقع تیسیر تیسیر احکام کی کئی ایک مختلف صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی ایسی بات کو عبادت کا رکن یا شرط مقرر نہ کیا جائے جسکی پابندی عام طور پر تکلیف کا باعث ہو مثلاً آپ کا ارشاد ہے کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرا یہ حکم امت کیلئے تکلیف کا باعث ہوگا تو میں انھیں یہ حکم دیتا کہ وہ ہر نماز کے وقت مسواک کر لیا کریں۔

من جملہ اُن کے یہ کسی عبادت کو رسم کی صورت میں لوگوں پر فرض کیا جائے اور اسکو کسی ایسی تقریب میں شامل کیا جائے جسکو پہلے بھی وہ تیوہار سمجھتے تھے۔ عیدین اور جمعہ کی نماز اسی قبیل سے ہے۔ اِن مواقع پر نماز کے علاوہ آپ نے اچھے کپڑے پہننے اور شان وشوکت دکھلانے کا بھی حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی اجتماع عظیم میں شامل ہونے کے لئے اچھے کپڑے پہننا اور اپنے آپ کو آراستہ کرنا اور فخر و مباہات کا اظہار کرنا تمام اقوام کا گویا مذہب طبعی ہے۔ آپ نے اِسی قسم کے احکام بیان کرتے وقت فرمایا تھا یہودیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے دین میں فراخی ہے (تنگی نہیں ہے)۔

منجملہ اُن کے ایک یہ کہ اُن کیلئے ایسے اعمال از قسم طاعات مشروع کئے جائیں جن کے کرنے پر وہ بالطبع مائل ہوں اور اِس لئے اُن کو رغبت سے بجا لائیں۔ مثلاً آپ نے مساجد کی تنظیف اور تطییب کا حکم دیا اور جمعہ اور عیدین کے دن غسل کرنے اور خوشبو لگانے کو مستحب بتایا اسی طرح قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے اور اذان دیتے وقت اپنی آواز کو دلکش بنانے کی ترغیب دی۔

منجملہ اُن کے یہ کہ جس چیز سے وہ بالطبع نفرت کرتے ہوں اس کے بوجھ سے اُن کو ہلکا کر دیا جائے۔ اسکی مثال غلام اور بدوی اور مجہول النسب شخص کی امامت کو مکروہ قرار دینا ہے۔ عام طور پر لوگ ان اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا ناگوار سمجھتے ہیں۔ اِسی طرح جو بات ان کی طبیعت کا اقتضا ہو یا جنکا لحاظ نہ رکھنے کو

وہ برا سمجھتے ہوں۔ اُس کو مامور بہ قرار دیا جائے مثلاً آپؐ کا ارشاد ہے کہ سلطانِ حاضر اور موجود ہو تو وہی امامت کرے اور صاحبِ خانہ کا حق ہے کہ اپنے گھر پر وہ امام بنے (اور کوئی شخص بغیر اسکی اجازت کے اسکی مسند پر نہ بیٹھے)۔

"نئی شادی کرنے پر مناسب ہے کہ نئی دلہن کے ساتھ ایک ہفتہ تک شب باش ہو۔ اُس کے بعد سب بیویوں سے مساویانہ سلوک کرے"

من جملہ ان کے یہ کہ تعلیم دین، دینی پند و نصیحت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ترویج کی جائے، تاکہ لوگوں کے دل میں دینی تعلیم سے بھر جائیں اور پھر وہ احکام شرع کی پابندی رغبت سے کریں اور کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ کریں۔ خود رسولِ خدا صلعم کے متعلق صحابہ کا یہ قول ہے کہ، یتخولھم بالموعظۃ۔ آپؐ کی عادت مستمرہ تھی کہ آپ ناغہ کرکے اور وقفہ وقفہ وعظ فرماتے تھے۔

من جملہ ان کے یہ کہ رسولِ خدا صلعم تمام اوامر و نواہی اور فرائض و مستحبات کے پابند ہوں تاکہ لوگ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو دیکھ کر اسکی اقتدار کرنے پر مائل ہوں اسی طرح جن امور کے بابت شرع کی طرف سے رخصت پائی جاتی ہے خود رسول صلعم ان رخصتوں پر عمل کریں تاکہ لوگوں کو ان سے فائدہ اٹھانے جھجک محسوس نہ ہو۔

من جملہ اُن کے یہ کہ آپؐ ان کے حق میں دعا مانگا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو.... مہذب اور کامل بنائے تاکہ آپ کی دعاؤں کی برکت سے وہ اعمال ان کو آسان دکھائی دیں۔ آپؐ کے صحابہ پر سکینہ کا نازل ہونا اسی قبیل سے ہے چنانچہ بخاری میں لکھا ہے کہ رسولِ خدا صلعم کی مجلس میں لوگ اِس طرح بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ (اور انھیں خوف ہے کہ اگر وہ ذرہ بھی حرکت کریں تو وہ پرندے اڑجائیں گے)

من جملہ ان کے یہ کہ اگر کوئی شخص شرع کی خلاف ورزی کرکے اپنا کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہے تو اس سے اسکو محروم رکھا جائے۔ مثلاً آپؐ کا یہ حکم دینا کہ قاتل کو مقتول کے ترکہ میں کوئی حق نہیں اور جن پر زبردستی کی گئی ہو اسکی طلاق

واقع نہیں ہوتی۔ اِس حدیث میں قاتل کو اور کسی جبار سرکش ہستی کو جو زبردستی سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے اُن کی ذاتی اغراض سے محروم کرنا مقصود ہے۔

من جملہ اُن کے یہ کہ جس عمل کے اختیار کرنے میں کلفت ہو اُس کو بالتدریج یکے بعد دیگرے فرض قرار دیا جائے (کتب حدیث وغیرہ میں لکھتا ہے، ابتدا میں فقط دو نمازیں فرض کی گئی تھیں) چنانچہ بی بی عائشہ رض فرماتی ہیں کہ کلام مجید میں سب سے پہلے "مفصل" کی سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر تھا۔ جب بہت سے لوگوں نے اِسلام قبول کر لیا تب حلال و حرام کے احکام نازل ہونے شروع ہوئے۔ اگر شروع سے لوگوں کو کہا جاتا کہ شراب مت پیو تو وہ یہی کہتے کہ ہم تو کبھی میخواری ترک نہیں کریں گے اور اگر ان کو حکم دیا جاتا کہ بدفعلی چھوڑ دو تو وہ یہی کہتے یہ تو ہم سے نہیں ہو سکتا۔

من جملہ اُن کے یہ کہ نبی کریم صلعم کوئی ایسا عمل نہ کرتے جن سے لوگوں کے دلوں میں شک اور انکار پیدا ہو۔ اِس اصول کی خاطر آپؐ بعض اوقات امورِ مستحبہ تک کو ترک کر دیتے، چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے جسکی مخاطب بی بی عائشہ رض ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمہاری قوم یعنی قریش ابھی ابھی اسلام لائے ہیں (اور اِس لئے زمانۂ جاہلیت کی ذہنیت ساتھ لائے ہیں اگر ان کی ذہنیت کے مخالف کوئی کام کیا جائے تو وہ اسلام ہی سے نفرت کرنے لگیں گے) تو میں کعبہ شریف کی موجودہ عمارت کو ڈھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقشہ کے مطابق اس کو از سر نو تعمیر کرتا۔ عبداللہ بن زبیر نے اپنی چند روزہ خلافت کے زمانہ میں ایسا کیا لیکن حجاج نے اس کو دوبارہ جاہلیت کے نمونہ کے مطابق بنا کر چھوڑا۔

عادت اور محاورہ کو ملحوظ رکھنا

من جملہ ان کے یہ کہ شارع نے تمام عبادات کی خود تعین کی، مثلاً وضو اور غسل اور نماز اور زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ مخاطبین کی فہم و عقل پر ان کی تعین و تحدید کو نہیں چھوڑا بلکہ خود ان اعمال کے ارکان اور شروط اور آداب کی تفصیل بتلا دی، البتہ

ارکان اور شروط اور آداب کے مفہوم کو کچھ زیادہ تدقیق کے ساتھ بیان نہیں کیا تاکہ جو الفاظ شارع نے استعمال کئے ہیں وہ خود اپنی عقل اور سمجھ استعمال کر کے عرف اور محاورہ کے مطابق ان کے مفہوم کی تعین اور تحدید کریں۔ مثلاً آپؐ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ لیکن آپؐ نے یہ نہیں بتایا کہ مخارجِ حروف کس طرح ادا کئے جائیں اور شد اور مد کو کس کیفیت پر منہ سے نکالا جائے۔ مخارجِ حروف اور شد مد کی ادا پر کہاں تک سورۂ فاتحہ کی صحت یا عدم صحت موقوف ہے؟ یہ نہیں بتایا کہ پھر یہ تو بتادیا کہ کعبہ شریف کی طرف منہ کرنا جسکو استقبال کہتے ہیں شرط نماز ہے لیکن کوئی ایسا قاعدہ نہیں بتایا جس سے ہم کعبہ شریف کی سمت استخراج کر سکیں۔ یا مثلاً اس کی توضیح کر دی۔ کہ زکاۃ کا نصاب دو سو درہم ہے لیکن یہ نہ بتایا کہ درہم سے کونسا درہم مراد ہے ایسے مسائل میں اگر آپؐ سے پوچھا بھی جاتا تو آپؐ اسکو عرف اور محاورہ کا حوالہ دیتے اور کوئی ایسی بات ان کے سامنے پیش نہ کرتے جو ان کی عادات مالوفہ کے مخالف ہوتی۔ چنانچہ ہلالِ رمضان کے متعلق آپؐ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اگر مطلع صاف نہ ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔ جب انھوں نے پوچھا کہ بسا اوقات ہم بیابان کھڑا پانی پیتے ہیں جسکو پینے کے لئے ہر قسم کے چوپائے اور درندے آتے ہیں اسکا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پانی کے دو بڑے مٹکوں کی مقدار حاملِ نجاست نہیں ہو سکتی (یعنی اتنے پانی میں نجاست گر جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا جب تک اسکا رنگ یا ذائقہ یا بو نجاست کی وجہ سے تبدیل نہ ہو جائے) اسکی اصلیت عرب لوگوں کی مالوف ذہنیت میں موجود تھی۔ اس نظریہ یا اس اصول کا راز یہ ہے کہ جس چیز کی تم حقیقت اور ماہیت بیان کرنا چاہو لامحالہ کسی دوسری حقیقت سے اس کی تعبیر کروگے جس میں بعینہٖ اس پہلی حقیقت کی طرح ابہام اور خفا اور ناقابلِ ضبط ہونے کی گنجائش ہو سکتی ہے لہذا یہ دوسری حقیقت بھی اسی طرح محتاجِ بیان ہوگی اور یہ سلسلہ شاید ختم ہونے ہی میں نہ آئے۔ چنانچہ ہر ایک چیز کی تحدید اور تعین کو ضروری قرار دیا جائے تو بجائے تیسیر کے حرج اور تنگی اور تکلیف پیدا ہوگی۔ اس لئے شارع نے اصل احکام کے

تحدید اور تعین اور توقیت کر کے مزید کاوش کا سدِ باب کر دیا اور عرفِ عام کو اس کا معیار مقرر کیا۔ نیز تم جانتے ہو اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ احکامِ شرع کے مکلف تمام لوگ ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے ذمہ وہ حکم عاید ہوتا ہے۔ اگر ان سب کو یہ تکلیف دی جائے کہ وہ چھوٹی چھوٹی تفاصیل کو بھی یاد رکھیں تو یہ ایک گونہ تکلیف مالا یطاق ہوگی۔ ضرورت سے زیادہ تفاصیل بیان کرنے میں ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ پھر لوگ ان تفاصیل کے حفظ کرنے اور یاد رکھنے میں ضرورت سے زیادہ توغل کر کے اصل حکم کو بھول جاتے ہیں یا کم از کم اسکو اتنی زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ اس کے فوائد و منافع کا استحضار نہ کرنے کے باعث عمل کی روح پر ان کی توجہ مرکوز نہیں ہوتی اور وہ اس کے شبح اور قالب کی تفاصیل میں الجھ جاتے ہیں۔ چنانچہ تم اکثر قرّاز زمانہ کو جو تجوید کے دقائق میں ریجھ جاتے ہیں دیکھو گے کہ وہ معانی اور مطالبِ قرآنِ مجید پر غور نہیں کرتے اور تدبّر قرآن نے جو اصل مقصد ہے ان کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے، ان کی تمام تر توجہ الفاظ اور حروف کی تصحیح اور تجوید پر مبذول رہتی ہے، ان وجوہ کی بنا پر انسب اور قرینِ مصلحت طریقہ یہی ہے کہ اصل حکم کی تحدید و تعین کر کے یا بالفاظِ دیگر اسکو ضبط میں لا کر باقی تفاصیل خود مخاطبین کی سمجھ پر چھوڑ دی جائیں[1]۔

حدیث میں ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو عامل مقرر فرماتے تو اُسے بطورِ خاص ہدایت فرماتے۔

بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا (متفق علیہ[2])

(یعنی لوگوں کو طاعات پر اجر و ثواب کی بشارت سنانا، دین و رحمتِ خداوندی سے انہیں نفرت نہ دلانا۔ احکام کے نفاذ میں ان پر آسانیاں پیدا کرنا اور دشواریاں پیدا نہ کرنا)

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ (مترجم) حصہ اول صفحہ ۴۴۵ تا ۴۴۷ طبع قومی کتب خانہ ریلوے روڈ، لاہور

[2] مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۲۲ باب ما علی الولاۃ من التیسیر۔

اسی ہدایت سے ملتے جلتے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری رض کو بھی بطور تاکید ارشاد فرمائے جب انھیں یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا[1]
ایک روایت میں حضور نے ارشاد فرمایا:

بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ[2] (مجھے سیدھا آسان اور نرم دین بنا کر بھیجا)

ابن کثیر نے امام احمد کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک موقعہ پر نبی اکرم ؐ سے لوگوں نے جب مختلف چیزوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس میں کوئی مضائقہ تو نہیں؟ فلاں چیز کرنے میں کوئی حرج تو نہیں؟ تو آنحضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا:

ان دین اللّٰہ یسر[3] (بے شک اللہ کا دین آسان ہے)

تشدّد اور تعمق ـ ناپسند

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور زبانی ارشادات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ آنجنابؐ نے دینے کے معاملے میں کبھی بھی تشدد اور تعمق کو پسند نہیں فرمایا۔ تشدد فی الدین کا مطلب یہ ہے کہ کسی حکم شرعی کے دو پہلو ہوں۔ ایک آسان ہو اور دوسرا اس کی نسبت مشکل۔ اب آدمی اگر ہمیشہ مشکل پہلو اختیار کرتا ہے تو اُسے تشدد فی الدین کہتے ہیں اور تعمق کے معنیٰ ہیں کسی بات کے متعلق بہت گہرا چلا نا دین میں تعمق کرنیکا مطلب یہ ہے کہ آدمی ضرورت سے زیادہ پرہیز گار بننے کی کوشش کرے اور اسکو مشکل بنا دے۔ چنانچہ بعض صحابہ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال معلوم کرکے عبادت اور الگ تھلگ رہنے میں سختی برتنے کا ارادہ کیا۔ ایک نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھتا جاؤں گا اور کبھی نہ چھوڑوں گا" دوسرے نے کہا میں رات بھر کھڑا رہوں گا اور سوؤں گا نہیں" اور تیسرے نے کہا میں عورتوں کے پاس نہ جاؤں گا" تو آپؐ نے اُن پر گرفت فرمائی اور اپنے متعلق فرمایا کہ میں یہ سب کام کرتا ہوں پھر فرمایا:

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲۳ باب ما علی الولاۃ من التیسر
[2] تفسیر ابن کثیر ۱، ۲۱۷ طبع سہیل اکیڈمی لاہور۔ [3] ایضاً

من رغب عن سنتی فلیس منی (جس نے میرے طریقے سے منہ پھیرا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں)

اسی طرح ایک موقعہ پر بعض لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ کیسے لوگ ہیں جو بعض ایسی باتوں سے احتراض کر رہیں جن کے کرنے میں احتراز نہیں کرتا۔ خدائے پاک کی قسم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ناخوشنودی کو میں سب سے بڑھ کر جانتا ہوں اور میرے دل میں اللہ کا خوف تم سے زیادہ ہے۔ (پھر کیا وجہ ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ پرہیزگار بنتے ہیں)[1]

ایک دفعہ ایک شخص کو دھوپ میں کھڑے دیکھا۔ پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے جس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا اور روزہ رکھے گا۔ نہ روزہ چھوڑے گا نہ سایہ میں آئے گا اور نہ کسی سے کلام کرے گا۔ آپ نے فرمایا اسے کہو کہ سایہ میں چلا جائے اور باتیں کرے اور روزہ پورا کرے۔ اس حدیث کو بخاری اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندگی بھر کا اپنا معمول یہ تھا کہ:

ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امرین الا اختار ایسرھما مالم یکن اثماً[2]

(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار دیا جاتا تو آپ اُن میں سے آسان ترکو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ والی شے نہ ہوتی)

بوجھ اور پھندوں سے نجات

اللہ کریم نے اپنے آخرالزماں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے آخر میں فرمایا: وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ[3]

---

[1] شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ ۲: ۵۸ (مترجم) طبع قومی کتب خانہ لاہور۔

[2] امام مالک: موطا ۲: ۳۴۶ (کتاب الخلق) ابوداؤد ۳: ۵۲۶ (کتاب الادب)

[3] سورۃ الاعراف: ۱۵۷

(اور وہ اس بوجھ سے لوگوں کو نجات دلائے گا جس کے نیچے وہ دبے ہوں گے اور ان پھندوں اور جکڑ بندیوں سے نکالے گا جن میں وہ گرفتار ہوں گے)

"اِصْر" اور اِغلال" میں شریعت موسوی اور شریعت عیسوی کے وہ تمام خود ساختہ احکام واعمال داخل ہیں جن میں دشواری تھی اور معمول سے زیادہ مشقت کرنی پڑتی تھی۔ مثلاً مال غنیمت کا حلال نہ ہونا۔ پلیدی کی جگہ پانی سے پاک نہ ہونا وغیرہ

مولانا ابوالکلام آزاد کا اس آیت پر تشریحی نوٹ قابل دید ہے، لکھتے ہیں:

"یہ بوجھ کیا تھے؟ یہ پھندے کون سے تھے؟ جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہائی دلوائی؟ قرآن نے دوسرے مقام پر انہیں واضح کر دیا ہے۔ مذہبی احکام کی بے جا سختیاں، مذہبی زندگی کی ناقابل عمل پابندیاں ناقابل فہم عقیدوں کا بوجھ، وہم پرستیوں کا انبار، عالموں اور فقیہوں کی تقلید کی بیڑیاں، پیشواؤں کے تعبد کی زنجیریں یہ بوجھل رکاوٹیں تھیں جنہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے دل ودماغ مقید کر دیئے تھے، پیغمبر اسلام کی دعوت نے ان سے نجات دلائی اس نے سچائی کی ایسی سہل وآسان راہ دکھا دی جس میں عقل کیلئے کوئی بوجھ نہیں عمل کے لئے کوئی سختی نہیں الحنیفیة السمحة لیلها کنهارها"۔ [1]

آسانی کی مختلف شکلیں

قرآن وسنت میں احکام شریعت کے اندر آسانی، تخفیف، سہولت اور نرمی کو کس قدر ملحوظ رکھا گیا ہے اس کا کچھ اندازہ تو گذشتہ بیان سے ہو چکا ہوگا۔ اس سلسلے کی مزید نصوص بھی آگے آرہی ہیں، یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ شریعت نے مختلف قسم کے احکام میں مکلفین کے مختلف حالات کے پیش نظر کس طرح واضح لفظوں میں یا بین السطور یسر (آسانی) کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس طرح جملہ احکام کا احاطہ تو مضمون ہذا میں ممکن نہیں تاہم اہل علم کیلئے اشارہ کر دینا ہی کافی ہوگا۔

---

[1] ترجمان القرآن ج ۲ پ ۹ تحت آیت

حضرت مولانا جعفر شاہ پھلواریؒ نے کمالِ محنت اور جانفشانی سے ان احکام کی تفصیلات لکھی ہیں خلاصہ عرض ہے کہ شریعت میں :

۱- **متبادل حکم** ؛ ایک قسم ایسے احکام کی نظر آتی ہے جن میں ایک حکم کے بعد متبادل (ALTERNATIVE) احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۹۶ میں حج کے بعد کچھ احکام میں بیان ہوئے ہیں، ان احکام میں متبادل احکام کی جو سہولت رکھی گئی ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے :

ا۔ حج و عمرہ کی تکمیل ضروری ہے لیکن اگر راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو اس عدم تکمیل کے عوض آسانی سے جو قربانی نظر آجائے وہ دے دی جائے۔

ب۔ قربانی کے اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے سر نہیں مونڈنا چاہئے لیکن کسی عذر کی وجہ سے پہلے سے ہی سر منڈانا پڑے تو اس کیلئے ایک ہی نہیں بلکہ تین تین متبادل احکام ہیں۔

ج۔ حج تمتع میں جو حاجی قربانی نہ دے سکے وہ دس روزے رکھے پھر ان میں بھی مزید آسانی یہ کہ مسلسل نہ رکھے بلکہ تین سفرِ حج میں اور باقی سات گھر لوٹنے کے بعد

۲۔ قسم توڑنے کے کفارہ کی چار شکلیں رکھی گئی ہیں (سورۃ المائدہ : آیت نمبر ۸۹) دس مسکینوں کا کھانا یا ان کا کپڑا، یا ایک غلام کی آزادی یا تین روزے یہ چار قسمیں اسی لئے رکھی گئی ہیں کہ آدمی جونسی[2] چاہے اختیار کرے۔ اگر صرف ایک طرح کا کفارہ ہوتا تو ہر شخص کیلئے اس کا ادا کرنا مشکل ہوتا۔

۳۔ اسی طرح ظہار کے کفارے (سورۃ المجادلہ: آیت ۲-۴) اور حالتِ احرام میں عمداً شکار کرنے کا جو کفارہ بیان ہوا ہے (سورۃ المائدۃ : ۹۵)

---

[1] مولانا جعفر شاہ پھلواری : اسلام۔ دینِ آسان ص ۴۲ و مابعد

[2] جونسی چاہے کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ آدمی کے حالات عذر کے لحاظ سے یہ سہولت ہے۔ (ادارہ)

اُن میں بھی متاثرہ افراد کے لئے تین تین متبادل صورتیں رکھی گئی ہیں کہ ہر آدمی اپنے حالات کے مطابق جس طرح بھی کفارہ ادا کرنا چاہے آسانی سے ادا کر سکے۔

۲۔حکم میں تبدیلی: کچھ احکام ایسے ہیں جن میں مختلف افراد کی مجبوریوں ناچاریوں اور دشواریوں کے پیشِ نظر احکام کی صورت ہی بدل دی گئی ہے تاوقتیکہ وہ مجبوری اور دشواری دور نہ ہو جائے اُن مجبوریوں میں تین مجبوریاں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، ایک اضطرار، دوسرے مرض اور تیسرے حالتِ سفر۔

اضطرار: اضطرار کا لفظی ترجمہ تو مجبوری ہے لیکن قرآنی اصطلاح غایت درجے کی مجبوری کو "اضطرار" کہا جاتا ہے جبکہ انسان کی جان چلے جانیکا یقین ہو۔ اِس لیے جو حکم عام اور نارمل حالات میں ہوتا ہے وہ اضطرار کی حالت میں چند شرائط کیسا تو بدل جاتا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳، سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳، سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۴۶، سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۱۵ اور اُن آیات کی تفسیر۔

مرض اور سفر: ظاہر ہے صحت اور حضر میں جو توانائی اور اطمینان اور سکون آدمی کو حاصل ہوتا ہے وہ مرض اور سفر میں نہیں۔ مرض و سفر درپیش ہوتے ہیں تو وہ احکام بدل جاتے ہیں جو صحت و حضر کے لئے ہوتے ہیں۔ مثلاً مریض اور مسافر کو پانی کے نقصان دہ ہونے یا پانی مہیا نہ ہونیکی صورت میں وضو یا غسل کی جگہ تیمم کی اجازت ہے (سورۃ المائدۃ:۶) دوسرے رمضان المبارک میں روزے رکھنا فرض ہے لیکن اگر کسی کو کوئی مرض لاحق ہو جائے یا سفر میں پیش آجائے تو روزہ چھوٹنے اور رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں حالتِ صحت یا قیام میں قضا دینے کی اجازت ہے (سورۃ البقرہ: آیت نمبر ۱۸۵) تیسرے سفر کی حالت میں جبکہ دشمن کا خطرہ بھی ہو نماز کی کیفیت وکمیت میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے (سورۃ النساء: آیت نمبر ۱۰۱) مرض اور سفر کی وجہ سے مزید شرعی سہولتوں کا بیان کتبِ فقہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ **نفیِ حرج**۔ شریعت نے بعض احکام میں بندوں کی مختلف مجبوریوں اور ناچاریوں کے باعث بعض کراہیت آمیز چیزوں کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے کہ اُن کے کر لینے میں کوئی قباحت یا حرج نہیں۔ قباحت کی نفی صرف اس لئے نہیں ہوتی کہ فی نفسہٖ اُس چیز میں قباحت ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ افراد اس میں روا جاً قباحت سمجھنے لگتے ہیں۔ مثلاً بعض طبائع نے حج کے موقع پر روزگار یا روزی کی تلاش کو خلافِ تقویٰ یا آدابِ حج کے منافی سمجھا تو اللہ نے فرمایا ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۹۸) یا مثلاً نابالغ بچوں اور نوکروں چاکروں کے لئے وہ حکم نہیں جو دوسرے لوگوں لیے ہے کہ گھر میں داخل ہو تو پہلے اجازت لو تین خاص اوقات کے سوا پورے رات دن انہیں بلا اجازت گھر میں آنے جانے کی اجازت ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو کتنی دشواریاں پیش آتیں (سورۃ النور: آیت نمبر ۵۸) اسی طرح متعدد دیگر احکام میں وہی قباحتوں کی "لیس علیکم جناح" کے الفاظ سے نفی فرمائی گئی ہے۔

مستقل یُسر: اضطرار، مرض، اور سفر وغیرہ عارضی مجبوریاں ہیں۔ یہ وہ عوارض ہیں جو طاری بھی ہوا کرتے ہیں اور ہٹ بھی جاتے ہیں، جب پیش آتے ہیں تو شرعی رعایت و یسر سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے ورنہ نہیں۔ ایک یُسر مستقل حیثیت بھی رکھتا ہے کیوں کہ وہ عسر بھی مستقل ہے جس کیلئے یہ یسر پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی بعض مجبوریاں مستقل حیثیت رکھتی ہیں اور اُن کے لیے شریعت نے بھی مستقل رعایتوں کا قانون دیا ہے ایسی مستقل مجبوریاں رکھنے والے وہ لوگ ہیں جنکو ہم "ضعفا" کہتے ہیں۔ اُن کا ضعف وقتی نہیں بلکہ بڑی حد تک دوامی ہوتا ہے ان ضعفا میں خاص طور پر جو لوگ داخل ہیں وہ یہ ہیں :

۱۔ عورتیں، عام طور پر عام مردوں کے مقابلے میں
۲۔ شیخ فانی اور بیرِ عمر اور نوجوان " "
۳۔ بچے، بڑوں کے مقابلے میں۔

۴۔ زیردست، زبردست اور آقاؤں کے مقابلے میں۔
۵۔ کم عقل، اہلِ عقل کے مقابلے میں۔
۶۔ جاہل، اہلِ علم کے مقابلے میں۔
۷۔ مسکین، غنی کے مقابلے میں۔
۸۔ خریدار بیچنے والے کے مقابلے میں اور بالعکس۔
۹۔ عام مظلوم، ظالم کے مقابلے میں۔

اضطرار، مرض، اور سفر تو ایسی مجبوریاں ہیں جو عارضی طور پر ہر طبقے کے انسان کو پیش آتی ہیں لیکن اس سے زیادہ قابلِ لحاظ وہ مجبوریاں ہیں جنہوں نے انسانوں کو مستقل دو ایسے طبقوں (CLASSES) میں بانٹ دیا ہے جن میں ایک ضعیف اور دوسرا اس کے مقابلے میں قوی ہے ان میں بعض ضعف تو فطری ہیں اور بعض معاشرے کی ناہمواری سے پیدا ہوتے ہیں۔ بہرکیف شریعتِ مطہرہ نے ضعفاء (کمزور لوگوں) کے ضعف، کمزوری مجبوری لاچاری اور بے بسی کو ہمیشہ مدِنظر رکھا ہے اور ہر موقعہ و محل پر ضعفاء کے لیے ہر ممکن یسر اور رعایت کو روا رکھا ہے۔ مندرجہ بالا ضعفاء کو دیکھ لیجئے ان میں سے ہر ضعیف طبقہ کے لیے (قوی کے مقابلے میں) شریعت نے اتنی آسانیاں اور نرمیاں رکھی ہیں جن سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے تاہم اتنی بات یقینی اور پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ ان کمزور طبقوں کے لیے جتنی رعایت شریعتِ اسلامیہ میں ہے اتنی دنیا کے کسی قانون میں نہیں۔

عدمِ حرج احکامِ شریعت میں ایک اہم و جاری و ساری اصولِ عدم حرج کا مطلب یہ ہے کہ قوانین ایسے ہوں جن میں آسانی اور سہولت ملحوظ رکھی ہو نہ کہ تنگی اور ایسی دشواری کہ انسان کی برداشت سے باہر ہو اور اسکا مناسب حل موجود نہ ہو اس اصول کی تائید درج ذیل آیات و احادیث سے ہوتی ہو

۱۔ سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں نماز کے واسطے وضو اور پاکی کے وجوب کو بیان کرتے ہوئے بعض عذروں اور مجبوریوں کے بناء پر تیمم کی اجازت اور سہولت

بیان فرمائی ہے وہاں بطور ایک اصول اور قاعدے کے ارشاد فرمایا:

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورۃ المائدہ: ۶)

(اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے اوپر کوئی تنگی ڈالے بلکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک و صاف کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر گذاری کرو)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (اور اس نے دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی) (سورۃ الحج: آیت نمبر ۷۸)

احکام کا وہ مجموعہ جس پر شریعت اطلاق ہوتا ہے وہ تو نام ہی بہترین نقشۂ زندگی کا ہے اور اسکا مقصود بھی یہ ہے کہ جو کوئی اس ہدایت نامہ پر عمل کرے وہ زندگی کی دشواریوں کو بہترین اور سہل ترین طریق پر عبور کر سکے، احکام شریعت کو سخت سمجھ لینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بچہ اپنے شفیق اور تجربہ کار باپ کی ہدایتوں کو یا کوئی مریض اپنے دلسوز اور حاذق طبیب کے احکام کو ظلم و جبر سے تعبیر کرنے لگے بلکہ ان دونوں مثالوں سے بھی کہیں بڑھ کر احمقانہ بات ہے۔

بعض لوگ بال کی کھال اتارنے کے عادی ہوتے ہیں، حج کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس نے مکرر سہ کرر اپنا سوال دہرایا۔ حضور نے فرمایا نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال حج فرض ہو جاتا کیونکہ اس قسم کے سوالات مفید ہونے کے بجائے تکلیف و مشقت کا باعث ہو سکتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے منع فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (سورۃ المائدہ، ۱۰۱)

اے ایمان والو! ان چیزوں کے متعلق سوالات نہ کرو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ اگر قرآن مجید کے نزول کے وقت ان چیزوں کے متعلق سوال کرو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی (اور اس کا نتیجہ خود تمہارے لیے اچھا نہ ہوگا (اچھا پہلے جو کچھ ہوا) معاف کر دیا اللہ نے اس سے اور اللہ بہت بخشنے والا بڑے علم والا ہے)

اسی لیے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص بڑا بد نصیب اور مجرم ہے جس کے سوال کرنے سے کوئی حلال چیز حرام ہو جاوے[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمودہ سے بھی خواہ مخواہ اور بلا ضرورت سوال کرنے سے ممانعت کی تائید ہوتی ہے۔ ایک موقعہ پر ارشاد ہوا:

ان اللّٰہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدوداً فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا (رواہ الدارقطنی)

(اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں پس ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ چیزیں اس نے حرام قرار دی ہیں لہذا ان کی پردہ دری نہ کرو اور اس نے کچھ حدیں مقرر کر دی ہیں لہذا ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں سے اس نے عمداً بغیر بھول کے خاموشی اختیار فرمائی ہے پس ان کے متعلق کرید نہ کرو)

حضرت شاہ ولی اللہ نے حدیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو جس گائے کو بھی وہ ذبح کرتے حکم کی تعمیل ہو جاتی اور ان کا مقصد حاصل ہو جاتا لیکن انہوں نے خواہ مخواہ بال کی کھال اتارنا شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ تشدد کیا اور سخت گیری فرمائی[3]

---

[1] تفسیر ابن کثیر تحت آیت [2] مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب

[3] شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ) ج ۱ ص ۸۰، مطبع قومی کتب خانہ، لاہور۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبعی انتہائی رحمت و شفقت کی وجہ سے بہت سے ایسے اعمال کو اپنی ذاتی خواہش کے باوجود امت پر لازم نہیں ٹھہرایا کہ مبادا لوگ کسی زیادہ تنگی میں مبتلا ہوں۔ مثال کے طور پر ایک معروف حدیث ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

لولا ان اشق علیٰ امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ

(اگر مجھے اِس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنیکا وجوبی حکم دیتا)

دنیائے فقہ و اصول فقہ کے نامور اصولی عالم امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں قدرت نے شریعت کے اسرار و رموز اور مصالح سمجھنے میں گہری نظر عطا فرمائی تھی نے شریعت میں حرج کے اٹھائے جانے کی دو عقلی اور نفسیاتی وجوہات لکھی ہیں۔ پھر ان وجوہات پر احادیث اور صحابہ کرام کے واقعات سے متعدد دلیلیں دی ہیں۔ ان کے نزدیک مکلف سے حرج کے اٹھائے جانے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اگر آدمی کو ایسے اعمال کا مکلف ٹھہرایا جائے جن میں ضرورت سے زیادہ مشقت اور تنگی اٹھانا پڑے تو وہ آدمی ایسے احکام سے نفرت اور طبعی طور پر اُن سے بغض اور دوری اپنا شروع کر دے گا اور پھر اس امر کا غالب امکان ہے کہ وہ سرے سے ہی اعمال و احکام کا انکار کر دے گا۔ اِس لیے اللہ کریم نے شریعت کو سیدھا، آسان نرم اور مومنین کے لیے دل و جان سے زیادہ محبوب اور عزیز بنایا ہے۔ اس کے باوجود لوگ اگر شریعت کے خلاف عمل کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ خواہ مخواہ کی تکلیف اور بلا وجہ تنگی اور دشواری ہوگا۔ قرآن مجید میں مومنین سے اللہ کریم کا ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

(سورۃ الحجرات، آیت نمبر ۷)

(اور جانے رہو کہ تم میں اللہ کے رسولؐ موجود ہیں بہت سی باتیں ایسی ہیں

کہ ان میں اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں تو تم کو تکلیف پہونچے لیکن اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اُسے تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا)

یہ آیت کریمہ خبر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسان اور سہولت کے ساتھ ایمان کو پسند کیا ہے اور اسے ہمارے دلوں میں زینت دی۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کسی ایسے شرعی اور نیک عمل کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جسکی وجہ سے لوگوں میں یا خود عامل میں احکام شریعت سے بغاوت اور کراہت پیدا ہونیکا اندیشہ ہو۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر امامت کراتے ہوئے نماز کو لمبا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو غصے میں ارشاد فرمایا:

افتّانٌ انت یا معاذ۔ (اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے)

پھر فرمایا: ان منکم منفرین فایکم ما صلی بالناس فلیتجوز فان فیہم الضعیف والکبیر وذا الحاجۃ:

(بے شک تم سے کچھ لوگ (شریعت سے) نفرت پیدا کرنا چاہتے ہیں تم میں سے جو آدمی بھی لوگوں کو نماز پڑھائے یعنی امامت کرائے تو نماز (قرأت) کو زیادہ لمبا نہ کرے کیوں کہ مقتدیوں میں کمزور بھی ہوتے ہیں، بوڑھے بھی اور کام کاج والے بھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے فرمایا:

إنّ ھذا الدین متین فاوغلوا فیہ برفق ولا تبغّضوا الی انفسکم عبادۃ اللہ، فان المنبت لا ارضا قطع ولا ظھرا ابقی:

(یہ دین متین ہے پس اس میں نرمی سے داخل ہونا اور عبادتِ الٰہی کو (خود ساختہ شدت کی وجہ سے) اپنے نزدیک ناپسندیدہ بنا دینا کیونکہ لوگوں سے کٹ جانے والے نے نہ تو اپنا سفر طے کیا اور نہ سواری پر رحم کھایا)

امام شاطبی کے نزدیک حرج اٹھائے جانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک مکلف سے

کئی قسم کے اعمال و وظائف پورے کرنیکا مطالبہ کیا گیا ہے جن کا پورا کرنا لازمی ہے جب وہ کسی عمل میں حدِ اعتدال سے تجاوز کرے گا یا وہ کسی مشقت والے کام میں مشغول ہوگا تو یہ مشغولیت بسا اوقات اسے دوسرے کاموں سے الگ کر دے گی یا دوسرے اُن فرائض میں کوتاہی کا باعث ہوگی جن کا اللہ نے اُسے مکلف بنایا ہے حالاں کہ اس سے مطالبہ یہ ہے کہ تمام احکام و فرائض کو اِس طرح بجالائے کہ کوئی بھی حکم یا فرض نہ رہ جائے بخاری شریف میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابیوں حضرت سلمانؓ اور ابوالدرداءؓ میں مؤاخات قائم فرمائی۔ ایک دفعہ حضرت سلمانؓ اپنے بھائی ابوالدرداءؓ کے یہاں ملنے کیلئے گئے تو دیکھا کہ اُن کی بیوی پراگندہ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ہے، حضرت سلمانؓ نے اُن سے وجہ پوچھی کہنے لگیں آپ کے بھائی ابوالدرداء کو دنیا سے کوئی حاجت نہیں" اتنے میں ابوالدرداءؓ آگئے اور کھانا تیار کرکے اپنے بھائی سلمانؓ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا "آپ نوش فرمائیں میں روزے سے ہوں" حضرت سلمانؓ نے کہا میں اس وقت نہیں کھاؤں گا جب تک آپ میرے ساتھ نہیں کھائیں گے" تو انھوں نے نفلی روزے توڑتے ہوئے کھالیا جب رات ہوئی تو ابوالدرداء جلد ہی نوافل پڑھنے کے لیے کھڑے ہونے لگے تو حضرت سلمانؓ نے کہا "ابھی سو جائیے" چنانچہ سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد اُٹھنے لگے تو حضرت سلمانؓ نے پھر سلا دیا۔ پھر رات کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان نے کہا اب اٹھئے چنانچہ دونوں نے تہجد کی نماز پڑھی، پھر حضرت سلمانؓ نے ابوالدرداءؓ سے کہا بے شک تیرے رب کا تجھ پر حق ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تیری ذات اور تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے لہٰذا ہر حقدار کا حق ادا کرو۔ صبح ابوالدرداءؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو رات کا ماجرا بیان کیا آپؐ نے فرمایا: صَدَقَ سَلْمَان (سلمان نے سچ کہا)

علاوہ ازیں نبی اکرمؐ نے عام مومنین کو وصال کے روزے (مسلسل روزے) رکھنے سے منع فرمایا اس میں حکمت یہی تھی کہ صوم وصال سے صائم آدمی بعض دیگر فرائض مثلاً بال بچوں کیلئے کمانے اور راہِ حق میں جہاد کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔[1]

---

[1] امام شاطبی، الموافقات فی اصول الاحکام، ج ۲ ص ۱۹۱ و ما بعد (تلخیص) طبع مصر ۱۳۴۱ھ

ایک وضاحت ان تشریحات کا یہ مطلب نہیں کہ احکام شریعت کی بجا آوری میں معمولی مشقت، دشواری اور تکلیف بھی نہیں اٹھانی پڑتی یا کسی تنگی کے پیش آنے کی صورت میں بالکلیہ آزادی دے دی جاتی ہے اور اس کے مناسب حل کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہیں ہوتا ہے اگر ایسا سمجھا گیا تو انسان کے مکلف ہونے کے معنیٰ ہی بیکار ہو جائیں گے اور احکام شرعیہ کا سارا وزن ختم ہو کر رہ جائے گا۔ وہ مسائل جن میں واقعی حرج کی صورت پیدا ہوتی ہو اور "الحرج مرفوع" کے اصول کو عمل میں لانے کی ضرورت ہو اُن کے بارے میں امام شاطبی کی صراحت یہ ہے:

اصل الحرج الضیق فما کان معتادات المشقات فی الاعمال المعتادة مثلها فلیس بحرج لغة وشرعاً[1]

ترجمہ: حرج کی اصل تنگی ہے۔ اس لیے جو مشقتیں عادةً روزانہ کے کام کاج میں ہوتی ہیں وہ حرج میں داخل نہ ہوں گی۔ نہ لغوی اعتبار سے اور نہ شرعی اعتبار سے اس چیز کی مزید وضاحت آگے یوں فرماتے ہیں:

کیف وهذا النوع من الحرج وضع لحکمة شرعیة وهی التمحیص والاختبار حتی یظهر فی الشاهد ما علمه الله فی الغائب[2]

ترجمہ: ایسا (مطلقاً حرج سے گلو خلاصی) کیسے ہو سکتا ہے؟ اتنے حرج (معمولی حرج) کا ہونا تو شرعی حکمت میں داخل ہے یعنی احکام و قوانین کے ذریعے انسان کی آزمائش ہو۔ مختلف کسوٹیوں پر اس کو کسا جائے حتیٰ کہ وہ چیز جو غائب میں صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے (یعنی انسان کا ایمان و اخلاص یا کفر و نفاق) وہ لوگوں کے سامنے آجائے۔

---

[1] امام شاطبی: الموافقات فی اصول الاحکام: ج ۲ ص ۱۰۷ طبع مصر۔
[2] الموافقات، ۲، ۱۰۷

واقعہ یہ ہے کہ یُسر (آسانی) ایک اضافی چیز ہے، دنیا میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی ایسا نہیں جو بلا استثنار ہر ایک کے لیے آسان ہو۔ مثلاً ایک شخص کے لیے پہاڑ کی بلند چوٹی پر ایک من کا بوجھ لے جانا بھی دشوار نہیں اور دوسرے کے لیے دس سیر کا وزن ہموار زمین پر لے جانا بھی مشکل ہوتا ہے۔ احکامِ شریعت میں آسانی کا اصل مفہوم یہ ہے کہ:

ا۔ شریعت میں جو اجتماعی احکام اور اصولی ضابطے دیئے گئے ہیں وہ اس لحاظ سے آسان ہیں کہ کوئی متبادل اصولی و اجتماعی حکم ایسا ممکن نہیں جو اتنا آسان ہو اور اتنے بہتر نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

ب۔ جو انفرادی رعایتیں دی گئی ہیں وہ اتنی سہل ہیں کہ کسی پر قوتِ برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتیں۔

اِن دونوں حقیقتوں کے باوجود اگر کسی کو کہیں کوئی دشواری نظر آتی ہے تو وہ

ا۔ ایک ایسا "عُسر" یا "حرج" ہے جو ناگزیر ہوتا ہے جو مآل کے اعتبار سے وہ سراسر یُسر ہی ہوتا ہے۔

ب۔ یا پھر وہ اپنی غلط بینی اور کوتاہ اندیشی ہوتی ہے جس کے تحت الشعور میں بے عملی، کاہلی، کام چوری اور تن آسانی کارفرما ہوتی ہے۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک قسم کی حرج اور تکلیف کو "رخصت" کا موجب قرار نہیں دیا جا سکتا، کیوں کہ مطلق حرج اور تکلیف ایک کثیر الوقوع چیز ہے۔ اگر ہر ایک تکلیف اور حرج کو اسکی علت قرار دیا جائے تو اسکا نتیجہ اکثر اوقات اس عمل مطلوب کو ترک کر دینا ہو گا..... بنا براں حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ علت کسی ایسی حرج اور تکلیف کو قرار دیا جائے جو کثیر الوقوع ہو۔ شخص مکلف کو اس سے بہت پالا پڑتا ہو اور اس حالت میں اس کے لیے عمل مطلوب کا بجالانا غیر معمولی مشقت کا باعث [1]

---

[1] شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ (مترجم) ج ۱ ص ۵۱۷

بقدرِ استطاعت تکلیف احکامِ شریعت میں جاری و ساری ایک اہم اصول بقدرِ استطاعت تکلیف کا ہے۔ انسان چونکہ طبعی طور پر انہی امور و افعال کی طرف رغبت و میلان رکھتا اور انہیں بسہولت بجا لانے کی قدرت رکھتا ہے جو اس کے فطری اور طبعی قویٰ سے مناسبت رکھتے ہوں اور اس کے بس میں ہوں اس لیے شریعت میں انسان کی اِس طبیعت مزاج اور فطرت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تکلیف بقدر استطاعت کا اصول ہمیشہ اپنایا گیا ہے یعنی انسان کی فطری استعداد، قوت اور طاقت سے بالاتر امور کا اسے مکلف نہیں بنایا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک اصول اور قاعدے کے طور پر بیان فرمایا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۶)

(اللہ تعالیٰ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا (احکامِ شرعیہ میں) مگر اسکی بساط کے مطابق)

اِس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام جصاصؒ کا تشریحی نوٹ بڑا جامع و مانع ہے فرماتے ہیں:

یہ آیت کریمہ اِس حقیقت پر واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو کسی ایسے امر کا ذمہ دار نہیں ٹھہراتا جس پر وہ آدمی قدرت نہیں رکھتا اور جسے بجا لانے کی اپنے اندر طاقت و ہمت نہیں پاتا، اگر اللہ کریم کسی کو ایسے امر کا مکلف ٹھہرائے جسکی وہ استطاعت نہیں رکھتا تو وہ ایسے کام کیلئے مکلف ٹھہرے گا جو اسکی وسعت میں نہیں اور امت کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات جائز نہیں کہ وہ لنگڑے آدمی کو چلنے، اندھے کو دیکھنے کا، اور ہاتھ بریدہ کو پکڑنے کا مکلف ٹھہرائے کیوں کہ وہ ایسا کرنے کی قدرت و استطاعت ہی نہیں رکھتا اور سنتِ نبوی سے یہ چیز ثابت ہے کہ جو آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ نماز میں قیام کا مکلف نہیں اور جو بیٹھنے کی بھی ہمت نہ رکھتا ہو وہ بیٹھنے کا بھی مکلف نہیں بلکہ ایسا آدمی پہلو کے بل اشارے سے نماز پڑھے کیوں کہ وہ صرف اسی صورت و شکل

میں نماز پڑھ سکتا ہے...... اسی طرح شیخ فانی جو اگر روزہ رکھے تو اس پر شاق گزرے اور اس کیلئے جسمانی طور پر نقصان کا باعث ہو جائے روزہ سے موت کا خوف نہ بھی ہو تو اس پر رمضان کا روزہ لازم نہیں کیوں کہ اللہ نے اُسے صرف اسی فعل کا مکلف ٹھہرا رکھا ہے جو اس کی استطاعت کے اندر ہو اور جس کے باعث وہ موت کے منہ میں نہ چلا جائے یہی حکم اس مریض کا ہے جس کا مرض روزے سے بڑھ سکتا ہو اور یہ چیز یعنی بقدر استطاعت تکلیف شریعت کے تمام اوامر و نواہی میں ایک مستقل اور دائمی حکم کی حیثیت رکھتی ہے [1]

لغت و معانی میں منفرد مقام کے حامل عالم زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "وسع" سے مراد ایسا امر ہے جو انسان کی وسعت اور احاطہ قدرت میں ہو اور جس سے انسان غیر معتاد حرج اور مشقت میں مبتلا نہ ہو۔ پھر اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں۔

ای لا یکلفہا الا ما یتسع فیہ طوقہ و یتیسر علیہ دون مدی الطاقۃ والمجہود [2]

(یعنی اللہ تعالیٰ انسان کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی کہ اسکی طاقت کے موافق ہوتی ہے اور وہ آسانی کے ساتھ برداشت کر لیتا ہے نہ کہ انتہائی طاقت اور پورا زور لگا پڑے)

شریعت کے اس عمومی اور دائمی اصول کی اکثر تکلیفی احکام کے ساتھ فرداً فرداً تصریح بھی فرمائی گئی ہے۔ مثلاً اہل و عیال پر خرچ کرنے کے سلسلے میں قرآن نے ہدایت فرمائی ہے۔ لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا (سورۃ الطلاق، آیت ۷)

---

[1] ابوبکر جصاص، احکام القرآن، ۱: ۵۳۷-۵۳۸ (تحت آیت ۲)

[2] امام زمخشری، الکشاف، ج ۱، ص ۳۳۲ مطبوعہ کتب خانہ مظہری

(وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیے اور جسکی آمدنی
کم ہو اسے چاہیئے کہ اللہ نے اُسے جتنا دیا ہے اس میں سے خرچ کرے
اللہ کسی پر اس سے زیادہ بار نہیں ڈالتا جتنا اُسے دیا ہے)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ امیر ہیں کماتے پیتے ہیں وہ اپنی امارت و فراخی کے لائق اور جو تنگدست اور کم آمدنی والے ہیں وہ اپنی بساط اور گنجائش کے مطابق اولاد کی رضاعت و پرورش پر خرچ کرنے سے دریغ نہ کریں۔

ب۔ حج جیسے اہم رکن اسلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے،

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

(سورۃ آل عمران، آیت ۹۷)

(اور انہی لوگوں پر اللہ کیلئے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں)

ج۔ غزوۂ تبوک میں جو لوگ واقعی عذر کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے اُن کی صفائی دیتے ہوئے اللہ نے بطور ایک مستقل قانون کے ارشاد فرمایا،

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَىٰ وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ ۚ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِن سَبِيلٍ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (سورۃ التوبۃ آیت ۹۱)

(کوئی گناہ نہیں کمزور لوگوں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو خرچ کرنے کو کچھ نہیں پاتے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خلوص رکھیں۔ نیکوکاروں پر کوئی الزام نہیں اور اللہ بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا ہے)

د۔ حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خُذُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتَّىٰ تَمَلُّوا۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۱۰ طبع سعید کمپنی کراچی

(تم اسا ہی عمل بجالاؤ جتنی تم طاقت رکھتے ہو، کیوں کہ اللہ کریم (جزا دینے سے) سیر نہیں ہو گا لیکن تم (عمل کرتے کرتے) سیر ہو جاؤ گے۔

علاوہ ازیں متعدد آیات و احادیث میں بہت سے احکام کو بندے کی استعداد طاقت اور استطاعت کے ساتھ مشروط ٹھہرایا گیا ہے جن کی تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں، بہر کیف مذکورہ توضیح سے یہ بات اور یہ حقیقت بخوبی واضح اور ثابت ہوتی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں تمام تکالیف، اوامر اور احکام کی اساس بندے کی صلاحیت، استعداد، اور طاقت عمل ہے، علامہ شاطبیؒ نے وضع شریعت میں شارع کے قصد کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ثبت فی الاصول ان شرط التکلیف او سببه القدرة علی المکلف به فما لا قدرة للمکلف علیه لا یصح التکلف به شرعاً وان جاز عقلاً [1]

(یعنی اصولی طور پر یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کو مکلف بنانے کی شرط یا سبب اس کا فعل مامور بہ کی ادائیگی پر قادر ہونا ہے پس جس فعل پر بندہ قدرت نہ رکھتا ہو گا شرعاً اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا جائیگا اگرچہ عقلی طور پر ایسا کرنا جائز ہو)

پھر چونکہ تمام مکلفین کی ایمانی وجسمانی استعدادیں اور اندرونی وروحانی کیفیات وحالات ایک دوسرے سے مختلف ہیں ان میں سے بعض اپنے ایمان وجسم کے لحاظ سے قوی مضبوط اور بلند حوصلہ ہیں اور بعض کمزور پست ہمت۔ اس لیے تمام لوگوں کو ایک ہی مرتبہ کے احکام و قواعد کا پابند نہیں بنایا گیا بلکہ سب کو ان کے حسب استعداد شریعت کا مکلف بنانے کے لیے احکام شریعت کے مراتب میں باہم طور تمیز رکھی گئی ہے کہ ہر حکم شدت و عزیمت اور تخفیف و رخصت کے دو مرتبوں پر نازل ہوا۔ اہل عزم و ہمت مرتبۂ عزیمت کے مکلف اور کمزور و پست

---

[1] شاطبی، الموافقات، ۲، ۲، طبع مصر۔

بہت لوگ مرتبہ تخفیف کے مخاطب ٹھہرے۔ اس بصیرت افروز حقیقت کا انکشاف عبدالوہاب شعرانی نے یوں کیا ہے:

ان الشريعة المطهرة جاءت من حيث شهودنا الامر والنهى في كل مسئلة ذات خلاف على مرتبتين تخفيف وتشديد لا على مرتبة واحدة فان جميع المكلفين لا يخرجون عن قسمين قوى وضعيف من حيث ايمانه وجسمه في كل عصر وزمان فمن قوى منهم خوطب بالتشديد والاخذ بالعزائم ومن ضعف منهم خوطب بالتخفيف والاخذ بالرخص وكل منهما حينئذ على شريعة من ربه وتبيان له[1]

(شریعت مطہرہ اختلافی نوعیت کے ہر مسئلہ میں امر و نہی کے اعتبار سے تخفیف اور تشدید کے دو مرتبوں پر نازل ہوئی ہے نہ کہ ایک ہی مرتبہ پر کیوں کہ ہر زمانے میں تمام مکلف لوگ ایمانی اور جسمانی اعتبار سے قوی اور ضعیف کی دو قسموں سے خارج نہیں ہوتے۔ پس ان میں سے جو لوگ قوی و باہمت ہیں انہیں تشدید اور عزیمتوں کا مخاطب اور جو لوگ ان میں کمزور ہیں انہیں تخفیف اور رخصتوں پر عمل کا مکلف ٹھہرا گیا ہے اور ان میں سے ہر دو قسم کے لوگ عزیمت یا رخصت پر عمل کرتے وقت اپنے رب کی شریعت پر ہی عمل پیرا ہوتے ہیں)

مثال کے طور پر حکم روزہ کے مخاطب انسانوں کی انفرادی حیثیت پر نظر دوڑایے تو کہیں سردی کا موسم ہے کہیں شدید گرمی کا، کوئی نوجوان ہے تو کوئی کمزور بیمار بوڑھا اور بچہ۔ کوئی اپنے گھر میں مقیم تو کوئی سفر کی صعوبتوں میں مبتلا، کوئی سائے میں کام کرنے والا تو کوئی تپتی دھوپ میں مزدوری کرنیوالا۔ کوئی تندرست و توانا تو

---

[1] الشعرانی، المیزان الکبریٰ، ص ۵

کوئی حاملہ و مرضعہ عورت۔ غرض عارضی و مستقل راحتوں اور سہولتوں کی طرح عارضی اور مستقل مجبوریاں اور ناچاریاں بھی ہیں۔ بلاشبہ روزوں کا حکم اجتماعی ہے عام ہے اور پورے معاشرے کے لیے ہے لیکن اس کے مخاطبین بیسیوں مدارج میں منقسم ہیں اگر ان کی استطاعتوں کو شریعت ملحوظ نہ رکھے تو یہ حکم عام یسر کا آئینہ دار نہ ہوگا یسر کا طبعی اور فطری تقاضہ یہ ہے کہ اس تفاوت کے مطابق افراد کی رعایتیں ملحوظ ہوں ورنہ یہ حکم یسر نہیں رہے گا۔

یُسر کی ایک مثال صحاح ستہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد میں کتاب الصیام کے اندر تھوڑے بہت اختلافات کے ساتھ ایک روایت درج ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ احکام شریعت میں شارع نے کتنی گنجائش اور آسانی کو روا رکھا ہے۔ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ سے مروی حدیث کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ (یا رسول اللہ) میں ہلاک ہوگیا۔ حضور نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ اس نے کہا "میں رمضان المبارک کے روزے میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر بیٹھا ہوں" آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس اتنا مال ہے جس سے کفارہ میں ایک غلام آزاد کر سکے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا: تو کیا دو مہینے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے سوال فرمایا: کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو پھر بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں کھجوروں کا ٹوکرا کسی نے لاکر خدمت نبوی میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس آدمی سے فرمایا یہ ٹوکرا لے جا اور فقراء پر صدقہ کر دے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس وادی میں ہم سے بڑھ کر کوئی ضرورت مند گھر نہیں۔ اس کی یہ بات سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے سامنے کے دندان مبارک بھی ظاہر ہوگئے (حالانکہ بہت کم آپ اس قسم کی ہنسی فرمایا کرتے تھے) پھر فرمایا جا اپنے اہل خانہ کو ہی یہ کھجوریں کھلا دے [۱]

---

[۱] سنن ابوداؤد: ج ۲ ص ۷۸۳-۷۸۴، طبع بیروت سنہ ۱۹۷۰ء

مشقت سہولت لاتی ہے احکام شریعت میں انسانی قدرت وطاقت اور استعداد و استطاعت کے پیش نظر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حتی الامکان تخفیف وسہولت نرمی وآسانی اور عدم حرج وتنگی کی مذکورہ تصریحات کی روشنی میں فقہائے اسلام نے ایک اہم وصول وکلیہ تشکیل دیا ہے جس کے ذریعے متعدد پیش آمدہ مسائل کا حل نکالا جاتا ۔ وہ قاعدہ ہے : المشقۃ تجلب التیسیر [1]

(اعمال میں غیر معتاد مشقت آسانی کو کھینچتی ہے)۔

اسی طرح مجلۃ الاحکام العدلیہ کی ایک دفعہ ہے : "الامر اذا ضاق اتسع" یعنی جب کسی معاملہ میں تنگی ہو جاتی ہے تو اس میں فراخی ہو جاتی ہے (دفعہ ۱۸)

اِس دفعہ کا ماخذ امام شافعی کا یہ قول ہے : "اذا ضاق الامر اتسع" بعض فقہاء نے اسکو پلٹ کر یوں کہا ہے : "اذا اتسع الامر ضاق" [2] یعنی زیادہ فراخی میں تنگی ہو جاتی ہے

زیر بحث مشقت کی پہچان جہاں تک نفس مشقت کا تعلق ہے انسان کی زندگی کا کوئی شعبہ بھی اس سے خالی نہیں ہے حتی کہ کھانا پینا وغیرہ زندگی کے معمولات میں بھی کچھ نہ کچھ مشقت اٹھانی پڑتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی قدرت وطاقت دی ہے کہ وہ ان مشقتوں اور راہِ زندگی کی تکالیف پر حاوی ہے نہ کہ مشقتیں اور تکالیف انسان پر حاوی ہیں ایسی حالت میں شرعی احکام وقوانین کی پابندی میں بالکلیہ مشقت کی نفی کیوں کر ممکن ہے اور ہر معمولی تکلیف میں تخفیف وسہولت کا مطالبہ کیسے جائز ہوگا اسطرح مشقت کا ایک معتدبہ حصہ زندگی کا ایسا لازمی جز ہے اس سے کسی صورت میں مفر نہیں ہے اور ایک حصہ ایسا ہے کہ زندگی کی جدوجہد اور کاروبار حیات میں اس کے بغیر چارہ نہیں

---

[1] جلال الدین السیوطی : الاشباہ والنظائر : ص ۵۵ طبع مصر ، مجلۃ الاحکام العدلیۃ مادۃ ۱۷
[2] ایضاً : ۵۹

ہے۔ ان دونوں قسموں کو مشقت کی بجائے "محنت" کہنا زیادہ مناسب ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں اسکو عادت والی مشقت کہا جاتا ہے شریعت میں بڑی حد تک ان دونوں میں رخصت اور سہولت نہیں ہے لیکن جو مشقت ایسی نہیں ہے کہ اسکو عادت میں داخل کیا جا سکے یا اسکی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ قیام وبقا میں مفید ہونے کی بجائے مضر ثابت ہوتی ہو تو اس میں البتہ تخفیف وسہولت کی راہیں نکالی جائیں گی فقہاء اسکو غیر عادت والی یا خارج از عادت مشقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ علامہ شاطبیؒ نے مشقت کے معنی اور تفصیلات لکھتے ہوئے خارج از عادت مشقت کی پہچان ان الفاظ میں لکھی ہے۔

وھوانه ان كان العمل يودى الدوام عليه الى الانقطاع عنه اوعن بعضه اوإلى وقوع خلل فى صاحبه فى نفسه او ماله او حال من احواله فالمشقة هنا خارجة عن المعتاد و ان لم يكن فيها شئ من ذالك فى الغالب فلا يعد فى العادة مشقة وان سميت كلفة فاحوال الانسان كلها كلفة فى هذه الدار فى اكله وشربه وسائر تصرفاته[1]

(وہ یہ ہے کہ اگر کام کی نوعیت ایسی ہو کہ اس پر دائمی عمل سارے کام یا بعض کام کو سرے سے چھوٹنے کا باعث بنتا ہو یا اس کام کرنے والے کی جان ومال کو نقصان پہونچتا ہو یا اس کی کسی حالت میں تغیر واقع ہوتا ہو تو اس قسم کی مشقت عادت والی مشقت سے خارج سمجھی جائے گی اور اگر اس میں عام طور پر مذکورہ خطرات نہ ہوں تو عادت میں اُسے مشقت شمار نہ کیا جائے گا اگرچہ آپ اُس کا نام کلفت (محنت) رکھ لیں اور اس اعتبار سے دنیا میں انسان کے کل احوال کلفت ہی کلفت ہیں اس کے کھانے میں پینے میں اور جملہ تصرفات میں کلفت ہے۔

---

[1] امام شاطبی، الموافقات: ۲، ۸۲-۸۳

مطلب یہ ہے کہ جو شرعی احکام اشخاص کے لحاظ سے ایسے ہوں گے جن پر ہمیشہ عمل کرنے سے جانی و مالی نقصان یا انسان کی حالت دن بدن خیر ہوتی جاتی ہو تو اس قسم کی مشقت تخفیف و سہولت کی طالب ہے اور جو احکام ایسے نہ ہوں گے وہ نہ تو مشقت کے ذیل میں آئیں گے اور نہ ان میں تخفیف و سہولت کی گنجائش ہے۔

احکام شریعت میں تخفیف و سہولت اور نرمی و آسانی کا باعث بننے والی مشقت کی مزید تفصیل، قسمیں مراتب شرائط اور حد بندیاں وغیرہ بھی فقہاء اسلام نے قلمبند فرمائی ہیں، احکام میں تخفیف و سہولت کی گنجائش دینے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے اور حتی الامکان اس سے گریز کیا ہے۔ فقہا نے نہ ہر مشقت کو زیر بحث مشقت میں شمار کیا ہے اور نہ تخفیف و سہولت کو اس قدر عام کیا ہے کہ انسان جب چاہے اس کی راہیں نکال لے اور حیلہ جو اور آزاد طبیعتیں بے محل یا ضرورت سے زیادہ اسکا استعمال کرنے لگیں۔ پھر حکمت الٰہی کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اس معاملہ میں انسان بالکل آزاد نہ چھوڑا جائے ورنہ دین سہل پسند اور ناعاقبت اندیش لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا اور مذاق بن کر رہ جائے گا۔ ان جملہ تفاصیل اور مسائل پر اردو میں انڈیا کے معروف محقق اور صاحب نظر عالم دین مولانا محمد تقی امینی نے اپنی مشہور اور قابل قدر تصنیف "فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر" میں مستند فقہی ماخذ کے حوالے سے بڑے شاندار طریقے سے روشنی ڈالی ہے۔ جزاہ اللہ خیراً جزاء۔ مزید تحقیق و جستجو کیلئے مندرجہ بالا کتاب کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

تخفیف و سہولت کے اسباب

فقہاء نے تکالیف شرعیہ مثلاً عبادات اور دیگر فرائض و واجبات میں تخفیف و سہولت کے چند اسباب یا عذروں کا تعین بھی کیا ہے جن کے باعث نرمی کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں اور پیش آمدہ جدید مسائل کا حل بھی تلاش کیا جاتا ہے امام سیوطی نے وہ اسباب سات گنوائے ہیں جب کہ بعض دیگر علمائے نے مزید اسباب کی نشاندہی بھی کی ہے پھر ان اسباب کے ماتحت ان شرعی سہولتوں کی تفصیلات بتائی ہیں جو شارع

نے اپنے بندوں کو عنایت فرمائی ہیں۔

ان جملہ سہولتوں اور تفصیلات کی تو یہاں گنجائش نہیں صرف اشارۃً اور خلاصۃً عرض ہے کہ شارع نے رخصت وسہولت کے اسباب میں حسب ذیل کو شامل کیا ہے :-

۱۔ سفر۔ شلا سفر میں صلاۃ میں قصر اور روزے میں افطار کی اجازت دی۔

۲۔ مرض۔ شلا مرض کی حالت میں نماز کی بعض حرکات کو ساقط کرنے اور روزہ افطار کرنے کی اجازت دی ہے۔

۳۔ اکراہ۔ شلا اکراہ کی صورت میں کفر کا کلمہ جائز قرار دیا۔

۴۔ نسیان۔ (بھول جانا) شلا روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی لینے سے روزہ نہ ٹوٹنے کو جائز قرار دیا۔

۵۔ جہل اور لاعلمی۔ جیسے بعض احکام شلا حدود سے لاعلم ہونے پر حدود کا اسقاط وغیرہ۔

۶۔ عسر۔ (تنگی) شلا مالی عسرت میں زکواۃ کے وجوب سے استثنا، موزوں پر مسح کی اجازت وغیرہ۔

۷۔ عموم البلوی۔ شلا بعض حالات میں نجس بدن یا نجس کپڑوں کے ساتھ صلاۃ کی ادائیگی بارش میں نماز باجماعت کے ترک کی اجازت، مکھی، مچھر وغیرہ کے جسم اور کپڑوں پر بیٹھنے سے جسم اور کپڑے کا ناپاک نہ ہونا وغیرہ۔

۸۔ نقص (کمی) شلا عورتوں سے جہاد اور صلاۃ جمعہ کی فرضیت کا اسقاط وغیرہ

۹۔ جنون، شلا جنون کی حالت میں نماز کی معافی۔

۱۰۔ بے ہوشی، شلا بے ہوشی کی حالت میں ادائیگی نماز میں التوا۔

۱۱۔ نیند، شلا نیند کی حالت میں بعض حرکات کی سزا سے معافی

۱۲۔ کمسنی، شلا کمسنی کی وجہ سے فرائض کے وجوب کا اسقاط

یہ اسباب مشقت وہ عذر ہیں جس کی بنا پر شریعت نے کئی احکام میں تخفیف وسہولت اور رخصت عطا کی ہے۔

مصارفِ زکاۃ
کے بارے میں ایک اہم استفتاء

از مولانا شہاب الدین ندوی

محترم المقام حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی مدظلہ، معتمد جامعۃ الرشاد، اعظم گڈھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔

ذیل میں بطور استفتاء ایک سوالنامہ جاری کیا جارہا ہے۔ علمائے کرام اور مفتیانِ عظام سے درخواست ہے کہ وہ شرعی دلائل کی روشنی میں ان کے جوابات تحریر کرکے ممنون فرمائیں۔ جوابات مختصر مگر مدلل ہونے چاہئیں۔ انشاء اللہ ان تمام جوابات کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے گا۔

تمہید مصارفِ زکاۃ میں ایک اہم مصرف فی سبیل اللہ بھی ہے (توبہ۔۶۰) مگر اس کے مفہوم و مصداق کے بارے میں فقہائے کرام اور علمائے اُمت کے درمیان کافی اختلاف موجود ہیں مگر یہ اختلافات بنیادی نہیں بلکہ فروعی قسم کے ہیں کیونکہ اُن میں جائز و ناجائز کی بحث پیدا نہیں ہوتی بلکہ اُن کی حیثیت زیادہ سے زیادہ راجح اور مرجوح کی سی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی میں فی سبیل اللہ کی چار تاویلیں کی گئی ہیں وہ چاروں ہی وقت اور حالات کی مناسبت سے قابلِ عمل تسلیم کی گئی ہیں۔ جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ چار تاویلیں اِس طرح ہیں: (۱) فی سبیل اللہ سے مراد محتاج غازی ہے (۲) اِس سے مراد محتاج حاجی ہے (۳) اِس سے مراد طالبِ علم ہے (۴) اِس میں تمام امورِ خیر داخل ہیں۔ متقدمین نے اپنے دور میں ترجیح اولین دو اقسام کو دی ہے جبکہ متأخرین آخری دو

احناف کی ترجیح کے قائل ہیں۔ بہرحال ہر دور میں ایسے علماء کافی تعداد میں پائے گئے ہیں [illegible]رے موقف کے قائل ہیں اور ان میں حنفی بھی ہیں اور شافعی بھی، مالکی بھی ہیں اور [illegible]یث بھی، قدیم بھی ہیں اور جدید بھی اور اس سلسلے میں بعض علمائے مجتہدین [illegible] ولی اللہ دہلوی اور یمنی عالم محمد بن اسماعیل صنعانی صاحب سبل السلام [illegible]انی وزنی اور قابل قدر ہیں چنانچہ راقم السطور نے اپنے ایک مضمون میں اِس [illegible]ے تیس سے زیادہ علماء و فقہاء اور مفسرین کی رایوں کا استقصا کیا ہے جو فی سبیل اللہ کی توسیع یا عمومیت کے قائل ہیں۔ مگر آج کل کے بعض متلد جامد قسم کے اہل علم اِن سب علماء کی رایوں اور اُن کے دلائل کو نظر انداز کرتے ہوئے محض پہلے قول پر اڑ گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جمہور کا مسلک ہے جس سے ہٹنا جائز نہیں ہے اور اب اِس مناقشے نے ایک اچھے خاصے نزاع کی صورت اختیار کر لی ہے اِس سلسلے میں بعض ایسے سوالات ابھر کر سامنے آگئے ہیں جنکا جواب ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ انتشار فکری کے باعث امت کا شیرازہ منتشر ہو سکتا ہے لہذا علمائے کرام کی خدمت میں اِس سلسلے کے بعض سوالات بغرض جوابات پیش کئے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے علمائے کرام اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اِن سوالات کے مدلل جوابات عنایت فرمائیں گے

سوالات:

۱۔ فی سبیل اللہ کے صرف غزوہ یا جہاد کے ساتھ مخصوص ہونے کی دلیل کیا ہے؟

۲۔ حدیث نبوی لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ إِلَّا لِخَمْسَةٍ، لِغَازٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ لِعَامِلٍ عَلَيْهَا أَوْ لِغَارِمٍ [1] (ابوداؤد کتاب الزکات) اِس سے تو ایک مالدار شخص کے لئے زکاۃ کا مال لینے کا [illegible] جواز ثابت ہو رہا ہے نہ کہ اسکو واحد مصداق

---

[1] مالدار شخص کیلئے زکاۃ لینا صرف پانچ صورتوں میں جائز ہو سکتا ہے (۱) جب کہ اللہ کے راہ میں لڑ رہا ہو (۲) جب کہ زکاۃ وصول کرنیوالا ہو (۳) جبکہ وہ مقروض ہو۔

(دیکھئے کتاب الاموال از عبید) لہٰذا اس سے یہ مفہوم نکالنا کہ فی سبیل اللہ کے تحت سوائے غازی کے اور کسی کو زکاۃ دینا جائز نہیں ہے، کس منطق کی رو سے صحیح ہوگا؟

۲۔ فی سبیل اللہ کے صرف غزوہ یا جہاد کے ساتھ مخصوص نہ ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل قرار دیا ہے۔ چنانچہ مسند احمد، مستدرک اور صحیح ابن خزیمہ کے علاوہ ابوداؤد میں اس موضوع پر حضرت ابن معقل صحابیہ سے تین روایات مروی ہیں جن کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر سے زکاۃ کا اونٹ حج کے لئے دلواتے ہوئے فرمایا: اعطہا فلتحج علیہ فانہ فی سبیل اللہ (ابوداؤد کتاب الحج) اور امام بخاری رح کی تصریح کے مطابق حضرت ابن عباس رض، حضرت ابن عمر رض، حضرت ابولاس رض اور امام حسن بصری رح بھی اسی کے قائل تھے (بخاری کتاب الزکاۃ و کتاب التفسیر) اور ائمہ فقہ میں امام محمد رح، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رح کا مسلک بھی یہی ہے علماء مجتہدین میں علامہ ابن تیمیہ رح حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح اور علامہ شوکانی رح وغیرہم بھی اسی کے قائل ہیں۔

بہرحال کہا جاتا ہے کہ فی سبیل اللہ میں غزوہ کے علاوہ کسی دوسری چیز کو شامل کرنے سے مصارف زکاۃ آٹھ میں منحصر نہیں رہیں گے بلکہ نو، دس، گیارہ، بارہ ہو جائیں گے جو مصارف زکاۃ والی آیت کی رو سے "اِنَّمَا" کے خلاف ہے مگر اوپر مذکورہ صراحتوں کے ملاحظہ کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حج کو فی سبیل اللہ میں شامل کرکے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مصارف زکاۃ کے آٹھ میں منحصر ہونے کے خلاف ایک نئی اور نویں مد کا دروازہ کھولا تھا؟ ظاہر ہے کہ یہ نویں مد نہیں ہے بلکہ فی سبیل اللہ میں حسب ضرورت توسیع قرار دینی پڑے گی، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح کی رائے گرامی ہے۔ اسی طرح موصوف کی رائے کے مطابق جس میں حسب ضرورت بعض دیگر تمدنی امور بھی شامل ہو سکتے ہیں (دیکھئے حجۃ اللہ البالغہ ۲/۴۵)

۴۔ درمختار اور اسکی شرح ردالمختار (فتاوی شامیہ) میں مذکور فی سبیل اللہ کی جا تاویلوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فتاویٰ ظہیریہ اور فتاویٰ غنیانی کی رو سے اس سے مراد طالبِ علم ہے (ردالمختار ۲ر۶۷) مطبوعہ کوئٹہ) فتاویٰ ظہیریہ کے مولف قاضی ظہیرالدین بخاری (م ۶۱۹ھ) ساتویں صدی کے عالم ہیں جن کے فتوے پر اعتماد کرتے ہوئے تقریباً آٹھ سو سال سے اب تک عمل کیا جار ہا ہے اور عربی مدرسوں کے طلبہ کو بھی زکاۃ کا مستحق قرار دیا جار ہا ہے، جب کہ اصولی طور پر یہ طبقہ زکاۃ کے آٹھ مصارف میں منصوص طور پر شامل نہیں ہے، غرض جب طالب علم بھی فی سبیل اللہ میں شامل ہیں تو پھر اس موقع پر حسب ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں: (الف) فی سبیل اللہ کا واحد مصداق غزوہ وجہاد کہاں رہا؟ (ب) کیا اس سے جمہور کے مسلک پر حرف نہیں آئے گا؟ (ج) کیا اس سے مصارفِ زکاۃ کے آٹھ میں منحصر ہونے کی تردید نہیں ہوگی؟ (جن علماء نے اس قسم کا فتویٰ دیا اور جنہوں نے اس پر عمل کیا کیا وہ سب دین وشریعت سے منحرف تھے؟ (ھ) اگر بات ایسی ہی ہے تو پھر ہمارے علمائے کرام نے آٹھ سو سال سے اب تک اس کے خلاف آواز بلند کیوں نہیں کی، بلکہ خاموشی کے ساتھ اس پر عمل کیوں کرتے رہے؟

۵۔ مذکورہ بالا فتوے کو اگر ہم تھوڑی دیر کیلئے نظرانداز کردیں تو سوال یہ ہے کہ طلبۂ علم کے فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کی دلیل کیا ہے؟ (ب) پھر کیا صرف طلبۂ علم ہی اس مصرف میں شامل ہو سکتے ہیں یا علماء اور دینی خدمت گاروں کو بھی اس میں شامل ہونے کی گنجائش موجود ہے؟ (ج) اگر نہیں ہے تو پھر ان دو طبقوں میں تفریق کی دلیل کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ جس دلیل سے بھی طلبہ کی مصرف میں شامل ہوں گے بالکل اسی دلیل سے خود علماء بھی اس میں شامل ہوں گے۔

۶۔ کہا جاتا ہے کہ وہ علماء جو علم دین کی تعلیم وتدریس اور اس کے نشرواشاعت میں مشغول ہوں انھیں فی سبیل اللہ میں شامل کرنے سے مصارفِ زکاۃ کے

آٹھ میں منحصر ہونے پر حرف آئیگا جو "اِنّما" کی تصریح کے خلاف ہے تو اب سوال یہ ہے کہ علماء کے زکاۃ لینے سے یہ بات ہو سکتی ہے تو پھر طالب علموں کو اگر علماء کا نام منصوص طور پر مذکور نہیں ہے تو طلبہ کا نام اُن میں کہاں پر موجود ہے ؟

۷۔ اگر یہ کہا جائے کہ طلبہ فقراء و مساکین میں شامل ہو سکتے ہیں تو پھر سوال یہ ہے اس میں خود علماء شامل کیوں نہیں ہو سکتے ؟ ظاہر ہے کہ فقر و احتیاج کا وصف جن جن لوگوں پر بھی صادق آئے وہ سب اس میں شریک ہو سکتے ہیں، خواہ وہ طلبہ ہوں یا علماء، یا عام محتاج، جن میں ہر قسم کے معذور و مجبور اور بے سہارا و بے کس لوگ سبھی شامل ہو سکتے ہیں۔ (ب) لہٰذا اس موقع پر ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب فقراء و مساکین میں ہر قسم کے محتاج لوگ شامل ہو سکتے ہیں تو پھر طلبہ کو آٹھ سو سال پہلے فی سبیل اللہ میں شامل کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ (ج) کیا اسکا مطلب یہ ہے کہ طلبہ فقراء و مساکین میں شامل نہیں ہیں ؟ (د) نیز یہ کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ زکاۃ کی رقم صرف طلبہ کے خورد و نوش ہی پر صرف کی جائے اسکی دلیل کیا ہے اور قرآن و حدیث یا اصل فقہی ماخذ میں اسکا تذکرہ کہاں موجود ہے ؟

۸۔ امام کاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) کا یہ فتویٰ کہ فی سبیل اللہ میں تمام امورِ خیر شامل ہیں (بدائع الصنائع ۲ / ۴۵) کیا فی سبیل اللہ میں صرف غازی شامل ہونے کے دعوے کے خلاف نہیں ہے ؟ ظاہر ہے کہ ان دونوں دعووں یا فتووں میں میں کھلا ہوا تناقض و تضاد موجود ہے اور یہ دونوں دعوے بیک وقت صحیح نہیں ہو سکتے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ غازی فی سبیل اللہ کا واحد مصداق نہیں ہے۔

(ب) امام کاسانیؒ اِس فتوے کو علماءِ احناف میں قبولیت عامہ حاصل ہے اور اسی بنیاد پر موجودہ دور میں دینی خدمت گاروں کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل قرار دیا جا رہا ہے یعنی اُن علماء کو جو علمِ دین کی تعلیم و تدریس اور اسکی نشر و اشاعت میں مشغول ہوں مگر اس کے برعکس بعض مقلد قسم کے اہلِ علم اس قسم کی صدا بلند کرنے والوں کو گمراہ یا دین سے منحرف قرار دے رہے ہیں۔ لہٰذا اس موقع پر سوال یہ ہے کہ وہ

کون سے "امورِ خیر" ہو سکتے ہیں جن میں علمِ دین کی تعلیم و تدریس اور اس کی نشر و اشاعت شامل نہ ہو۔ کیا اس سے بڑھ کر دین کی خدمت ہو سکتی ہے؟

۹۔ اگر امام کاسانی کا یہ فتویٰ غلط اور باطل ہے تو پھر ہمارے علمائے کرام نے آٹھ سو سال سے اب تک اس کی تردید کیوں نہیں کی بلکہ اسکی حمایت کیوں کرتے رہے اور وہ پندرہویں صدی ہی میں مردود کیوں ہو جائے؟ چنانچہ اس فتوے کے قائل و مؤید بڑے بڑے علمائے احناف مثلاً علامہ ابن نجیم صاحب البحر الرائق، علامہ حصکفیؒ صاحبِ درِ مختار، علامہ ابن عابدینؒ صاحب رد المختار، علامہ شہاب الدین آلوسی بغدادی صاحبِ روح المعانی اور مفتی محمد شفیعؒ صاحبِ تفسیر معارف القرآن کے علاوہ بہت سے علماء بھی ہیں اور ان سب کے فتوی اور رائیں راقم سطور نے اپنے مضامین میں جمع کر دیئے ہیں، نیز علماء احناف کے علاوہ بہت سے شافعی، مالکی اور اہلِ حدیث علماء کی رائیں بھی اسی کے موافق ہیں۔ اور عصرِ جدید میں اُن کی تعداد اتنی ہو گئی ہے کہ وہ شمار سے بھی باہر ہے، ظاہر ہے کہ اتنے سارے علماء کسی غلط رائے پر متفق نہیں ہو سکتے۔ اور پھر ایسی صورت میں جب کہ اسکی تائید خود حدیث نبوی سے ہو رہی ہو لہٰذا ذیل میں بطور نمونہ صرف دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں؛ چنانچہ ابن ماجہ کی ایک صحیح حدیث ہے جو صحیح ابن حبان، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں بھی مروی ہے:

"مَنْ دَخَلَ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ يُعَلِّمَهُ كَانَ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی ہمارے اِس مسجد میں خیر کی کوئی بات سیکھنے یا سکھلانے کی غرض سے آیا تو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔

چنانچہ اِس حدیث کے مطابق "لِيَتَعَلَّمَ خَيْرًا أَوْ يُعَلِّمَهُ" کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں کہ طالبِ علم کے ساتھ خود معلم بھی فی سبیل اللہ میں ایک مجاہد ہی کی طرح داخل و شامل ہے یہ ایک منصوص دلیل ہے جو علمِ دین کی تعلیم و تدریس اور اسکی نشر و اشاعت کے سلسلے میں پیش کی جا سکتی ہے۔

اب جہاں تک فی سبیل کی توسیع یا عمومیت کا تعلق ہے تو اِس سلسلے میں بھی ایک ایسی حدیث موجود ہے جس سے خود علمائے متقدمین نے اِس موضوع پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ بخاری کتاب الدیات اور مسلم کتاب القسامہ کے تحت مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر ایک مقتول شخص کا خون بہا (سو اونٹ) زکاۃ کے اونٹوں میں سے ادا کیا:

فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ۔ (بخاری و مسلم)

حافظ ابن حجر نے اسکی شرح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ قاضی عیاض کے بیان کے مطابق بعض علماء مصالح عامہ میں زکاۃ صرف کرنا جائز سمجھتے ہیں اور اُن کی دلیل یہ اور دوسری حدیث ہے (فتح الباری ۱۲/۲۳۵) ظاہر ہے کہ کسی شخص کا خون بہا ادا کرنا زکوۃ کے آٹھ منصوص مصارف کے خلاف ہے۔ اور بقول امام نووی ایک شافعی عالم ابو اسحاق مروزی بھی اِسی قسم کے جواز کے قائل تھے (شرح نووی ۱۱/۱۴۸)

۱۰۔ بہرحال امام کاسانی کے فتوے کو علمائے احناف میں قبولِ عام حاصل ہے اور فتوی دار العلوم دیوبند میں بھی اُسے مستند قرار دیا گیا ہے، جسے مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی مرتب کیا ہے (دیکھئے ج۶ ص ۲۸۲ طبع ثانی) اور یہ فتوی مفتی صاحب نے دُرِ مختار سے نقل کیا ہے جو فقہ حنفی کی سب سے زیادہ مقبول و متداول کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ لہٰذا اس فتوے کی موجودگی میں اب بعض علماء کا یہ کہنا کہ وہ اہلِ علم جو کسی علمی و دینی خدمت میں مشغول ہوں وہ بجائے زکوۃِ مفروضہ کے محض نفلِ صدقات یا عطیہ جات پر اکتفا کریں کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟

ظاہر ہے کہ اس سے مذکورہ بالا فتوے کی نفی ہوتی ہے تو کیا یہ بات جائز ہوگی کہ بغیر کسی معقول وجہ کے کوئی شخص کسی بھی مستند فتوے کو جب چاہے قابلِ استدلال قرار دے اور جب چاہے اُسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے؟

نوٹ: واضح رہے اِس موقع پر "غنا" اور "تملیک" کی بحثیں چنداں

ـ٢٢ـ

اہمیت نہیں رکھتیں جو محض ضمنی نوعیت کی ہیں۔ اصل اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ وہ اہل علم جو علم دین کی تعلیم یا تدریس یا اسکی نشر و اشاعت میں مشغول ہیں وہ آیا زکوٰۃ کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں ؛ خواہ وہ فقراء و مساکین کے مصرف میں داخل سمجھے جائیں یا فی سبیل اللہ کے مصرف میں ۔ امید ہے کہ ہمارے علماء کرام ان تمام سوالات کا معقول اور تشفی بخش جواب دے کر ہماری ملت کو ذہنی انتشار سے بچائیں گے ۔

جوابات کے لیے سوالات نقل کرنے کے بجائے صرف ان کے نمبروں کا حوالہ دینا کافی ہوگا ۔

خاکسار :-
محمد شہاب الدین ندوی
۷ رجب ۱۴۱۲ھ

معذرت

ہم ناظرین الرشاد سے معذرت خواہ ہیں کہ اُن کو دو مہینے سے الرشاد نہ مل سکا ، اِس تاخیر میں راقم الحروف کی تقریباً تین ہفتے اعظم گڈھ سے غیر حاضری اور کاتب صاحب کے چھٹی پہ چلے جانے کو بڑا دخل ہے ۔

یہ مئی ، جون کا مشترکہ شمارہ ہے ، اِس میں متنوع قسم تحریریں ناظرین کے پاس جا رہی ہیں ان سے اس تاخیر کی کچھ تلافی ضرور ہو جائے گی ۔

پانچواں فقہی سمینار
جامعۃ الرشاد میں

پانچویں فقہی سمینار کو اپریل ۱۹۹۲ء میں ہونا تھا، مگر بعض ناگزیر اسباب کی بنا پر اب اس کا انعقاد ۳۰-۳۱ اکتوبر اور پہلی دوسری نومبر ۱۹۹۲ء کو ہوگا، اس میں انشورنس اور اسلامی بینکنگ کی بقیہ بحث اور رپورٹ کے ساتھ زکوٰۃ کے وجوب اور مصارف کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوگی، سوال نامہ جاری ہو چکا ہے جو حضرات جس پہلو پر بھی مقالہ لکھنا چاہتے ہوں وہ اسلامی اکیڈمی کو دلی کے پتہ پر مطلع کردیں اور جولائی کے آخر تک اپنا مقالہ اکیڈمی کو بھیج دیں، جولائی کے بعد جن حضرات کے مقالات آئیں گے وہ سمینار میں شریک نہ کئے جاسکیں گے، انشاء اللہ سمینار کا دعوت نامہ اور مفصل پروگرام آخر اگست تک روانہ کردیا جائے۔

خادم

مجیب اللہ ندوی

مولانا آزاد کا رامپور سے سیاسی اور علمی رشتہ

از جناب بہار الحق صاحب رضوی،

ہندوستان کی آزادی کے بعد ۱۹۵۲ء کے پہلے جنرل الیکشن میں مولانا آزاد رامپور حلقۂ انتخاب سے پارلیمنٹ کے امیدوار ہوئے۔

۱۸؍ جنوری ۱۹۵۲ء کو رام نیلا گراونڈ رامپور میں مولانا آزاد کے انتخابی جلسے کو خطاب کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا کہ "رامپور کے لیے یہ بات باعث فخر ہے کہ مولانا ابو الکلام آزاد نے رامپور سے الیکشن لڑنے کے لیے اپنی رضامندی دے دی ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد کو ہم سب لوگ ان کی علمی عظمت اور برتری کی وجہ سے اپنا بڑا اور بزرگ جانتے ہیں، انھوں نے ہر موقعہ پر ہندوستان اور کانگریس کے لیے قربانیاں دے کر اپنی عظمت کو منوایا ہے۔ ہندوستان اور کانگریس کے لیے انھوں نے جو قربانیاں دی ہیں، ان سے ایک زریں باب کا اضافہ ہوتا ہے۔ ان کی کامیابی رامپور سے ضروری ہے۔ وہ ایک اہم شخصیت کے مالک ہیں، سیکولرزم اور قوم پرستی کے نمائندے ہیں، میں خود اور پورا ملک ان کی علمی عظمت، بصیرت اور سمجھ بوجھ کا قائل ہے ہم سب لوگ اہم موقعوں پر ان کے پرمغز مشوروں اور بابصیرت شخصیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ..."

مولانا آزاد کا مقابلہ شاہجہاں پور کے بشن چند سیٹھ سے تھا، جو ہندو مہا سبھا کے امیدوار تھے، کانگریس اور ہندو مہا سبھا کے مقابلہ کا یہ لازمی نتیجہ نکلا کہ حلقۂ انتخاب سیکولر اور فرقہ پرست گروہوں میں تقسیم ہو گیا۔ سیٹھ بشن چند کی ایک خصوصیت تو یہ تھی کہ وہ ہندو مہا سبھا کے اہم امیدوار تھے اور تمام فرقہ پرست

طاقتیں ان کے حق میں ایک مرکز پر آگئی تھیں اور سیکولر طاقتیں ان کے خلاف صف آرا ہو گئی تھیں، لیکن کانگریس کے خلاف حلقے جو کانگریس کے سیکولرزم کو تصنع سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے، وہ بھی مولانا آزاد کی بار میں کانگریس کے سیکولرزم کی دھجیاں اڑتی ہوئی دیکھنا چاہتے تھے، بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ کانگریس نے مولانا آزاد کو رامپور سے امیدوار بنا کر غلطی کی ہے، اور اس سے فرقہ پرستی میں اضافہ ہوگا، لیکن پنڈت جواہر لال نہرو کی تقریر کے بعد جس میں انھوں نے کہا تھا یہ بھی، کہ الیکشن کا نتیجہ خواہ کچھ ہو، لیکن میں کانگریس کو غیر جمہوری اور فرقہ پرست عناصر سے پاک وصاف کر دوں گا، کانگریسی حلقوں پر بہت اچھا اثر پڑا اور کانگریس کی صفوں میں مولانا کے حق میں اتحاد ہو گیا، اس کے علاوہ سیٹھ صاحب کی طرف سے روپیہ کی ریل پیل تھی، اور روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا جب الیکشن کی رفتار میں تیزی آئی تو غیر کانگریسی اور کانگریس مخالف طبقہ بھی اس غور و فکر کی بنا پر کہ مولانا کا مقابلہ رجعت پسند طاقتوں سے ہے، ترقی پسندی کے نام پر مولانا کے ساتھ ہو گئے۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی آمد سے قبل مولانا آزاد ۱۰ جنوری ۱۹۵۲ء کو رامپور تشریف لا چکے تھے، اور انھوں نے گاندھی پارک میں تقریر فرمائی تھی جس میں اپنے بارے میں تو کچھ نہیں فرمایا تھا اور نہ اپنی کامیابی کے لیے کوئی اپیل کی تھی، جیسا کہ پنڈت جی [illegible]پنی تقریروں کے عام انداز کے خلاف مولانا آزاد کو ووٹ دیئے جانے کی صراحتاً اپیل کی تھی، اور مولانا کی عظمت اور ان کے مرتبہ کا خاص طور پر تذکرہ کیا تھا، مولانا نے کانگریس کی تاریخ اور کانگریسی رہنماؤں کی قربانیوں اور مصائب کی تفصیل بیان کرنے کے بعد یہ فرمایا تھا کہ ملک میں کانگریس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ تنہا جماعت ہے، جو آزادی کے بعد ملک کی ذمہ داریاں کو سنبھال سکتی ہے، کانگریس نے اپنی قربانیوں کے ذریعہ سے آزادی کی عمارت کی بنیادیں قائم کر دی ہیں، اور اس پر ایک نئے ملک کی عمارت تعمیر ہونا ہے جو

عوام کی نمائندہ ہوگی، اور ملک کو ترقی کی راہ پر لے جانے میں معاون اور مددگار ہوگی، لیکن اس عمارت کی تعمیر کرنے میں جو ذمہ داریاں آئیں گی، اس کو کانگریس ہی سنبھال سکتی ہے، کانگریس ایک سیکولر جماعت ہے، ملک کی آزادی کی جنگ میں کانگریس نے بے پناہ قربانیاں دی ہیں، نئے سماج کے بننے میں کانگریس کا بہت بڑا ہاتھ ہے، کانگریس کی خدمات کا اس وقت تعین نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن مستقبل کا مؤرخ یقیناً اس ملک کی تاریخ میں کانگریس کی خدمات کو سنہری الفاظ میں لکھے گا،

مولانا کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اپنے الکشن کے سلسلہ میں انھوں نے شہر میں کسی جگہ قیام نہیں فرمایا تھا، بلکہ اسٹیشن پر اپنی بوگی میں قیام پذیر ہوئے تھے قاضی عبد الغفار صاحب مرحوم (مصنف لیلیٰ کے خطوط اور مجنوں کی ڈائری وغیرہ) ان کے الیکشن کے انچارج ہوکر آئے تھے اور انھوں نے الیکشن کو کیا، مختلف لیڈر اور سیاسی ورکر مقامی اور بیرونی مولانا کے حق میں جان توڑ کوششیں کرتے رہے، فروری ۱۹۵۲ء کو الیکشن کا نتیجہ برآمد ہوا اور مولانا ایک بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے اور مولانا کی جیت سیکولر، جمہوری اور ترقی پسند طاقتوں کی کامیابی کی شکل میں رونما ہوئی، اور اس الیکشن کا نتیجہ یہ نکلا کہ پارلیامنٹ کے الیکشن میں آج تک فرقہ پرست طاقتوں کو شکست کا سامنا ہی کرنا پڑا اور رامپور اپنی پرانی روایات کے بل پر امن اور شانتی کا گہوارہ ہی بنا رہا،

مولانا ابو الکلام آزاد عبقری تھے، ان کو فہم قرآن اور بصیرت دینی میں کمال کا درجہ حاصل تھا، وہ مفسر، متکلم، مورخ اور ادیب تھے، صحافت میں بھی ان کو ایک اونچا مقام حاصل تھا، ذہانت اور ذکاوت اپنی آخری منزل پر تھی، ان کے والد محترم نے ان کی تعلیم کے لیے بہترین انتظام کیے، ان کے اساتذہ کی تعداد کثیر ہے، جن میں مولانا نذیر الحسن شمس العلماء مولانا سعادت حسین، مولوی محمد ابراہیم مولوی محمد عمر اور مولانا محمد یعقوب وغیرہ شامل ہیں، جن کا انتخاب مولانا خیر الدین صاحب

نے سارے ہندوستان کے علماء اور فضلاء میں سے کیا تھا، اور مولانا کی تعلیم میں انتہائی کوشش کی تھی، لیکن بعض اساتذہ ایسے بھی ہیں جن کا انتخاب مولانا آزاد نے خود کیا تھا، ان میں مولانا سید محمد شاہ محدث رامپوری (۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ء ۲۲ / شعبان ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۲ / مئی ۱۹۲۰ء) کا نام سرفہرست ہے، مولانا سید محمد شاہ محدث رامپوری اپنے والد محترم مولانا سید حسن شاہ محدث رامپوری کے شاگرد رشید تھے اور اپنے والد کے شیخ حضرت مولانا سید عالم علی نگینوی (ثم مرادآبادی) سے بھی شرف تلمذ حاصل ہوا تھا، رامپور کے ممتاز سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اولاد احفاد حضرت جلال الدین بخاری سے تھے، عوام اور خواص میں مقبول تھے، ریاست رامپور کے نوابین بھی بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ اس خاندان سے ملتے تھے، مولانا محمد شاہ مرحوم کا تذکرہ "نزہتہ الخواطر" میں جلد ۸ صفحہ ۳۲۳ - ۴۴۳ پر مولانا سید عبدالحیٰ مرحوم (والد بزرگوار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) نے حسب ذیل شاندار الفاظ میں کیا ہے،

"وہ بڑے علماء میں سے تھے، ..... وہ خوبصورت شکل و صورت کے، اخلاق کے بہت اچھے تھے، ان کے کلام میں شیرینی اور ان میں نور ایمانی کا غلبہ تھا، صالحین کی نشانیاں پائی جاتی تھیں، پرہیزگاری انتہائی درجہ کی تھی، عمدہ طریقہ کار، تواضع و انکساری اور احتساب نفس کی خوبیاں ان میں موجود تھیں، لوگ ان کی بزرگی اور حسن عادات کی وجہ سے ان کی تعریف میں متفق تھے، (ترجمہ)

حکیم مولانا سید عبدالحیٰ نے آپ سے اپنی ملاقات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ میاں صاحب نے ان کو سند حدیث بروایت شیخ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی عنایت خود عطا کی، اور "تذکرہ کاملان رامپور" مؤلفہ احمد علی شوق صفحہ ۲۵۷ اور تراجم اہل حدیث جلد اول مولفہ ابویحییٰ امام خان نوشہروی صفحہ ۵۰۴ - ۵۰۶ پر بھی نہایت تفصیل کے ساتھ ہے، اور ان کے والد مولانا سید حسن شاہ محدث (شاگرد

رشید شاہ سید عالم علی نگینوی شاگرد خاص مولانا شاہ اسحاق دہلوی تلمیذ خاص حضرت شاہ عبدالعزیزؒ ابن وشاگرد رشید حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ) کا تذکرہ نزہتہ الخواطر جلد ۸ صفحہ ۱۰۸ پر ان الفاظ میں ہے :

"مولوی سید حسن شاہ ابن شاہ حسینی حنفی رامپوری علم حدیث کے ایک مشہور عالم تھے، سادات کرام کے ایک معزز خاندان کے فرد تھے، اور بزرگی کی وجہ سے عظیم رہنما کا مرتبہ رکھتے تھے حسن اخلاق اور عمدہ صفات کے ساتھ ساتھ عقل و فہم کی پختگی اور دین محکم رکھتے تھے، جس کی مثالیں کم ملتی ہیں، ۴۰ سال تک لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور ان سے ان کے صاحبزادے سید محمد شاہ اور علماء کی بڑی جماعت نے علم حاصل کیا، ان کا وصال ۲۲ صفر ۱۳۲۰ھ کو رامپور میں ہوا" (ترجمہ)

مولانا آزاد نے اپنے خود منتخب کئے ہوئے استاد مولانا سید محمد شاہ سے ملاقات کا تذکرہ "آزادی کی کہانی خود آزاد کی زبانی" بروایت عبدالرزاق ملیح آبادی صفحہ ۱۲۴ پر ان الفاظ میں کیا ہے :۔

"اس زمانہ میں مولوی محمد شاہ مرحوم رامپوری بھی کلکتہ آئے تھے، اور ندوہ والوں نے ان سے اپنی جماعت میں ایک دو وعظ بھی کرائے تھے، ہمارے مولوی نذیر الحسن جو دونوں میں منہ تھے، مگر دونوں سے لڑتے بھی رہتے تھے، وہ مولوی محمد شاہ سے الجھ پڑے اور اسی سلسلہ میں ان کے ہمراہ مجھے بھی ان کی قیام گاہ پر جانے کا اتفاق ہوا"

مولانا آزاد مولوی محمد شاہ مرحوم سے بہت متاثر ہوئے اور اس تاثر کو عجیب پیرایہ میں بیان کیا، اور اس طرح تذکرہ کیا ہے کہ مولانا آزاد کو سرسید کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد سے علماء کی طرف سے سوء ظن پیدا ہو گیا تھا لیکن

مولوی محمد شاہ مرحوم کی تعلیم اور صحبت سے وہ دور ہو گیا، مولانا کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

"اس زمانہ میں اگرچہ سرسید کی تصانیف کے مطالعہ کی وجہ سے میرے دماغ میں ایک نیا طوفان اٹھ چکا تھا۔ اور علماء کی جانب سے طبیعت میں سخت بدظنی اور انکار پیدا ہو چکا تھا لیکن مجھ پر مولوی محمد شاہ کا بہت ہی اچھا اثر پڑا، ان کی بزرگانہ صورت اور بڑا ہی نرم اور متین لہجہ اور پر محبت تخاطب اور صاف صاف اور سیدھی باتیں بہت اچھی معلوم ہوئیں، میں نے دیکھا، وہ اس وقت پڑھا رہے تھے اور چند فارغ التحصیل طلبائے کلکتہ ان سے ترمذی پڑھا رہے تھے، اور وہ کسی حدیث کے سلسلہ میں سورۂ والعصر کی تفسیر بیان کر رہے تھے"

مولانا ابوالکلام آزاد کو مولوی محمد شاہ محدث رامپوری کی تقریر میں جس بات نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ وہ یہ تھی کہ محمد شاہ محدث یہ فرما رہے تھے "جو اساس عقائد ہیں، ان کے تحفظ کے بعد کسی کی تکفیر نہیں کی جا سکتی"

مولانا آزاد اس زمانہ میں علماء کے باہمی اختلافات اور تنازعات سے بیزار اور ملول تھے، اور ایک دوسرے کی تکفیر کا جو سلسلہ پیش آتا تھا اس سے بے حد متاثر ہوتے تھے۔ اس لیے مولانا محمد شاہ کی ذات گرامی میں ایک صحیح العقیدہ اور غیر متعصب استاد نظر آیا جس کا دامن تنگ نظری سے پاک تھا، اس لیے مولانا نے ان کو اپنا استاد چن لیا، اس کے بعد مولانا آزاد رقمطراز ہیں اور اپنے استاد سید نذیر الحسن سے تقابل کرتے ہیں۔

"مجھے ان کی سیدھی سادی باتیں اور بے لاگ طریقہ بیان اور مولوی نذیر الحسن کی تھکا دینے والی لن ترانیوں کے مقابلہ میں بڑی ہی دلکش اور نرم باتیں اتنی اچھی معلوم ہوئیں کہ میں چپکے سے دوسرے دن

گیا اور کہا کہ جتنے دن آپ کا قیام ہو مجھے ایک گھنٹہ دے دیجئے، میں
آپ سے پڑھنا چاہتا ہوں، مجھ کو بالکل ایک کمسن لڑکا دیکھ کر انھیں
بہت تامل ہوا، لیکن مجھ تو والد مرحوم کا نام سن کر اور کچھ تھوڑی
دیر کی گفتگو سے اندازہ کر کے پوری خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہا، کہ
ترمذی شریف، ہی میں شریک ہو جاؤ"

مولانا آزاد کا درس بہت تھوڑے عرصہ رہا، دو ماہ تک مولوی محمد شاہ کا قیام کلکتہ میں رہا، مولانا ان سے ترمذی شریف پڑھتے تھے، جس کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں۔

"چنانچہ میں تقریباً دو مہینہ تک پڑھتا رہا، ان کا درس بہت سادہ
اور محدود تھا مگر ان کی طبیعت کا اثر پڑا اور میں نے بڑی خوشی سے
ترمذی" کے وہ سبق ان سے لیے"

مولانا آزاد کے قول اور بیان کے مطابق مولانا آزاد کی شخصیت پر مولوی محمد شاہ کی طبیعت کا گہرا اثر پڑا ہے، مولانا آزاد ایک فراخدل انسان تھے، تنگ نظری اور تنگ خیالی کے خلاف تھے، تعصب اور فرقہ بندی کے تقشف کو بری نظر سے دیکھتے تھے، اور ان کے مزاج کے بننے میں اور علمار کی عظمت اور اہمیت دوبارہ قائم کرنے کے سلسلہ میں مولوی سید محمد شاہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا، اور یہ رشتہ قلیل مدت تک رہا، لیکن مولانا آزاد اور رامپور کا ایک دائمی علمی رشتہ قائم ہو گیا اور مولانا آزاد بھی رامپور کے علمار سے متعلق ہو گئے اور محدثین کے سلسلہ میں داخل ہو گئے،

مولانا آزاد نے اپنے مندرجہ بالا تذکرہ کے ذریعہ سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ ان کے ذہن میں علمار کی طرف سے انکار اور سوء ظن جب پیدا ہو چکا تھا اور کسی اہل علم سے وہ متاثر نہیں رہے تھے، اس وقت مولانا محمد شاہ سے ملاقات اور ان کے درس کے اثرات نے ان کو دوبارہ سے علمار کی صحیح حقیقت

اور دینداری سے روشناس کرایا اور سوءِ ظن کو حسنِ ظن سے بدلا، مولانا آزاد ذہانت اور ذکاوت ذہنی کے اعتبار سے کافی اہمیت رکھتے تھے اور عام طور پر علماء سے حتیٰ کہ اساتذہ تک سے متاثر نہیں تھے، لیکن مولانا سید محمد شاہ کے فیضِ صحبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

جامعۃ الرشاد میں کچھ ممتاز اہلِ علم و فضل کی آمد

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جامعۃ الرشاد کو ابتدائے قیام سے ہمیشہ ممتاز علماء و صلحاء کی تشریف آوری کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ ۲۴، ۲۵ رجون ۱۹۹۲ء کو محترم حضرت مولانا قاضی مُجاہدُ الاسلام صاحب قاسمی مدظلہٗ اور محترم ڈاکٹر منظور عالم صاحب جامعۃ الرشاد تشریف لائے اُن کی تشریف اصلاً آئندہ ہونے والے فقہی سمینار کے انتظامات کے جائزہ کے لیے تھی، مگر اس زریں موقع سے فائدہ اٹھا کر ۲۴ رجون کو بعد نمازِ ظہر ضلع اعظم گڈھ اور مئو کے خواص علماء اور اہلِ فکر حضرات کی ایک میٹنگ جامعۃ الرشاد کے ہال میں کی گئی جس میں حضرت قاضی صاحب نے ہندوستان کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر اُن کی ذمہ داریوں پر بڑے دردمندانہ انداز میں گفتگو کی پھر مغرب بعد جلسۂ عام ہوا جس میں اتحادِ ملت پر قاضی صاحب موصوف نے بڑی موثر تقریر کی۔

۲۵ رجون کو نمازِ فجر کے بعد حضرت قاضی صاحب نے طلبۂ جامعۃ الرشاد سے خطاب کیا اور پھر ۴ بجے سے ۶½ بجے تک خیرآباد میں پروگرام رہا، بعد نمازِ عصر حضرت قاضی صاحب نے مشائخ، علماء اور عوام کے ایک بڑے مجمع کو خطاب کیا پھر مغرب بعد مئو میں مقامی علماء اور وہاں کے تاجر حضرات سے خصوصی ملاقات ہوئی جس میں ملی و اجتماعی شعور کو زیادہ سے زیادہ بیدار کرنے پر زور دیا گیا اور پھر عشاء کی نماز کے بعد ایک بڑے جلسۂ عام کو مقامی علماء نے اور پھر حضرت قاضی صاحب نے خطاب کیا، تقریر کا موضوع یہاں بھی اتحادِ ملت رہا اس پروگرام میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے بھی حصہ لیا اور راقم الحروف بھی شریک سفر رہا اور کہیں کہیں دو چار جملے کہنے سننے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

۱۱ بجے سے ۲ بجے تک مبارکپور میں پروگرام رہا

اتحاد ملت کانفرس

منعقدہ ۲۳-۲۴ مئی ۱۹۹۲ء بمقام ممبئی میں پڑھی گئی ایک تحریر

جناب صدر محترم حضرات اور عزیزان گرامی :-

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ؛

ابھی آپ نے خطبۂ صدارت اور کلیدی خطبہ کی سماعت فرمائی ہے اُن خطبات میں بحمداللہ وہ تمام باتیں اجمالی یا تفصیلی انداز میں آچکی ہیں جو "اتحاد ملت کانفرس" کے انعقاد کیلئے محرک بنی ہیں مگر بڑوں کی ان باتوں کے ساتھ کچھ چھوٹوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں کے سنانے کیلئے بھی آپ کا تھوڑا سا قیمتی وقت لینا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ خوشدلی کے ساتھ یہ باتیں گوشِ دل سے سننے کی کوشش کریں گے۔

محترم حاضرین کرام ! اِس وقت آپ جس مجلس میں موجود ہیں اُسکا انعقاد کسی وقتی جذبہ یا کسی جذباتی احساس کے تحت نہیں ہو رہا ہے بلکہ اُس کی صورت گری کی کوشش دو برس سے جاری تھی بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ ڈیڑھ برس پہلے جون ۱۹۹۰ء کی ابتدائی تاریخوں میں دو ایک شخصیتوں کو چھوڑ کر ہم جیسے دوسرے تیسرے درجے کے کچھ افراد ہندوستان کے موجودہ حالات کی روشنی میں ملت کے مسائل پر غور کرنے کے لیے دلوں میں یہ خوف لئے ہوئے سورج کنڈ میں جمع ہوئے تھے کہ کچھ لوگ اسکو مفاد پرستی کی کوئی نئی شکل نہ تصور کریں اور ملت کسی نئے انتشار کا سبب نہ بن جائے اسی وقت کچھ مقاصد اور پروگرام بھی طے ہوئے تھے۔
پھر اس کے بعد دوبارہ اسکی میٹنگیں دلی میں ہوئیں اِس اثنار میں ہم ملک کے

مختلف ممتاز حضرات سے گفتگو کرتے رہے ادھر حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے جا رہے تھے اور ملت کی وسیع ضروریات کے لیے کوئی ادارہ اِس طرف قدم بڑھاتا نظر نہیں آرہا تھا اِس لیے مجبور ہو کر ہمکو قدم بڑھانا پڑا۔

ہم اللہ تعالیٰ کا کھلا کھلا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آج اُس نے اپنی بے پایاں رحمتوں سے آپ جیسے بالغ النظر اور باخبر حضرات کی موجودگی میں اس کی عملی صورت گری اور طے شدہ مقاصد کی تکمیل اور اِس کی روشنی میں کوئی عملی پروگرام طے کرنیکا موقع نصیب فرمایا۔

بزرگانِ ملت اور عزیزانِ گرامی! ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کی تاریخ کو عام طور پر ۱۸۵۷ء کی کچھ علاقوں میں انگریزوں کے خلاف بغاوت سے جوڑا جاتا ہے مگر حقیقتاً شرقی حصہ میں مسلمانوں کا اصل زوال ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی جنگ میں سراج الدولہ مرحوم کی شکست وشہادت اور اس کے بعد دکن میں ٹیپو سلطان کی شکست وشہادت سے شروع ہو چکا تھا جسکی آخری علامت ۱۸۵۷ء مغلیہ سلطنت کی سیاسی حیثیت کا رہا سہا خاتمہ تھا اُن دونوں حادثوں نے ... ہندوستان میں مسلمانوں کا نہ صرف فوجی دبدبہ ختم کر دیا بلکہ ان کا سیاسی وقار بھی جاتا رہا۔ سراج الدولہ کی شہادت پر اُن کے وفادار وزیر ... راجہ رام موہن رائے موزون نے درد میں ڈوبا ہوا جو شعر کہا تھا وہ صرف شاعری نہیں تھی بلکہ اشاراتی زبان میں انھوں نے ملتِ اسلامیہ کے تاریک مستقبل کی طرف بھی توجہ مبذول کرادی تھی ؎

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنیکی
دیوانہ مرگیا آخر کو ویرانہ پہ کیا گذری

دو صدی بعد ہندوستان میں ۱۹۴۷ء کے درمیان ایک جمہوری سیاسی انقلاب آیا جس انقلاب سے توقع تھی کہ شخصی اور غیر ملکی حکومتوں کے ظلم وجور سے نجات مل جائے گی جیسا کہ جنگ آزادی میں یہ بات بڑے زور و شور سے

کہی جاتی رہی کہ غیر ملکی حکمرانوں نے ہماری سیاسی، معاشی، مذہبی، اور تہذیبی، حیثیتوں کو مجروح اور پامال کیا ہے آزادی کے بعد ہم اس سے نجات پا جائیں گے مگر ۱۹۴۷ء کے بعد ہندوستان کے دوسرے طبقات کے لیے تو آزادی یقیناً ایک نعمت ثابت ہوئی مگر مسلمانوں کے لیے یہ آزادی ایک نئی غلامی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی یعنی انگریزوں کے زمانہ میں جس قدر ہم اپنے دین، اپنی تہذیب اور اپنی زبان میں آزاد تھے آہستہ آہستہ وہ بھی ہم سے چھینی جانے لگی، ہم سے ہمارا پرسنل لا چھینا گیا، ہم سے ہماری زبان چھینی گئی، تعلیم کے ذریعہ ہماری دینی و تہذیبی قدروں کو پامال کرنیکی کوشش کی جارہی ہے، ہمارے ہندوستان کا دستور سیکولر ڈیماکریٹک سوشلسٹ پیٹرن پر بنایا گیا اور کچھ دنوں تک زبانی طور پر سیاسی پارٹیاں اس کا اظہار بھی کرتی رہیں اور غیر سیکولر طاقتیں برملا اُن کے سامنے زبان کھولنے سے کسی حد تک شرماتی بھی رہیں مگر ۱۹۸۵ء کے بعد سے ہندوستان کی سیاسی صورت حال بدل گئی ہے اب سیکولر طاقتیں آہستہ آہستہ غیر سیکولر طاقتوں کے سامنے سپر انداز ہوتی جارہی ہیں اور اس وقت تو صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ غیر سیکولر طاقتیں اپنے عروج پر پہونچ رہی ہیں جنہیں نہ تو دستور کا پاس لحاظ ہے اور نہ عدلیہ کی پرواہ ہے اب صرف فرقہ وارانہ فساد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ملک کے دستور اور آپ کے پورے دینی و تہذیبی وجود کے تحفظ اور عدم تحفظ کا مسئلہ ہے آج انھیں حالات پر غور کرنے کیلئے آپ کو زحمت دی گئی ہے مگر اب نہ تو ہمیں ویرانہ پر کیا گذری کا ماتم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی مجنوں کی تلاش میں سرگرداں ہونے اور صحرا نوردی کرنیکی ضرورت ہے بلکہ ایک نئے عزم و حوصلہ کے ساتھ اس ویرانہ کو آباد کرنے کیلئے آگے بڑھنا ہے۔

جب ہم ہندوستان میں اپنے زوال اور بے وزنی کا جائزہ لیتے ہیں تو اس کے تین بڑے اسباب نظر آتے ہیں ایک ہمارا اخلاقی انحطاط دوسرے

آپسی اختلافات اور حد سے بڑھی ہوئی مفاد پرستی اور بدگمانی تیسرے بغیر کسی منصوبہ بندی کے ہماری کوششیں اگر ہم اس ملک میں اپنی دینی و تہذیبی خصوصیات سے زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہم کو ان تینوں چیزوں سے اپنا دامن بچانا ہوگا۔

سب سے پہلے تو ہم کو اخلاقی اعتبار سے اپنے کو دوسرے برادرانِ وطن کے مقابلہ کچھ بہتر ثابت کرنا ہوگا ایسا کرنا ہمارے دین کا تقاضہ بھی ہے اور حالات کی ضرورت بھی اس وقت مسلمان معاشرتی جتنی تیزی کے ساتھ اخلاقی زوال کی طرف جا رہا ہے، اسکا مشاہدہ آپ ہر محلہ، ہر بستی اور ہر گاؤں میں کر سکتے ہیں ہر طرف دنیا پرستی، بدگمانی، اور خود غرضی کا دور دورہ نظر آئیگا اور ہم دنیا کی محبت میں اتنا آگے چلے گئے ہیں کہ حلال و حرام کی ساری قیدیں بھی اٹھا دی ہیں۔ جب تک ہمارے دلوں سے دنیا پرستی اور حد سے بڑھتی ہوئی دنیا طلبی نہ نکلے گی اس وقت تک کسی چھوٹے سے چھوٹے اجتماعی و ملی حق کو بھی ہم حاصل نہ کر سکیں گے۔

دوسرے مسلکی، جماعتی، اور علاقائی اختلافات نے ہم کو بہت زیادہ نقصان پہونچایا ہے، آپ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ہمارے درمیان جو مذہبی، مسلکی، علاقائی، یا جماعتی، اور ذات برادری کے اختلافات ہیں اُن سب کے پیچھے ایک تاریخ ہے اب ہم اس تاریخ کو بالکل بدل نہیں سکتے اور اگر ہم بدلنے کی کوشش کریں گے تو ہم ایک لا حاصل اور منفی کام میں اپنی قوت برباد کریں گے، اس لیے ضرورت ہے اُسے اپنے مشترکہ مسائل کی کوششوں میں نہ صرف حارج نہ ہونے دیا جائے بلکہ ان کو وسعتِ قلب کے ساتھ برداشت کیا جائے دنیا ہم سب کو ان اختلافات کی نظر سے نہیں دیکھتی بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے دیکھتی ہے اس لیے ہمارا وزن اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم دوسروں کے سامنے ہوں تو اپنی یہی تصویر پیش کریں اس لیے اسوقت ہمکو تکفیر، تفسیق، اور تضلیل کے جارحانہ اندازِ بیان اور اندازِ تحریر کو ترک

کر دینا چاہئے اور مثبت اور تعمیری مسائل کو زیادہ سے زیادہ ابھارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس نے پہلے کئی مواقع پر اسکا مظاہرہ کرکے اس سے ملت کو فائدہ پہونچا چکے ہیں اس کی تفصیل کی اس وقت ضرورت نہیں ہے۔

آج سے چند سال پہلے عیسائیوں کے اتحاد کے لیے پوپ پال ششم نے ویکن سٹی اٹلی میں پروٹسنٹ اور کیتھولک فرقوں کے پادریوں کی ایک مٹنگ بلائی تھی، جس میں تقریر کرتے ہوئے پوپ پال نے کہا کہ اگر عیسائی اتحاد کیلئے ہمیں پوپ پال کے عہدے کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینا پڑے تو ہم اس کے لیے تیار ہیں آج ہم یہاں آپ سب کی طرف سے یہی آواز سننا چاہتے ہیں اور یہی آواز ہم کو ہندوستان کے ایک ایک مسلمان تک پہونچانی ہے۔

تیسری چیز منصوبہ بندی ہے جہاں تک منصوبہ بندی کا تعلق ہے عام طور پر وہ ہمارے کاموں میں مفقود نظر آتی ہے۔ سر فضل حسین مرحوم جو انگریزوں کے زمانہ میں مرکزی حکومت میں ایگزیکیٹو کے ممبر تھے انھوں نے ایک بار کہا تھا کہ برادران وطن جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اسکی پلاننگ دس بیس سال پہلے سے کرتے ہیں مگر مسلمان قوم فوراً سوچتی اور فوراً کرتی ہے اگر واقعی ہمکو اپنے کاموں کو باوقار بنانا ہے تو اس کے لیے پلاننگ اور منصوبہ بندی کرنی ہوگی اور ہمیں فوراً سوچنے اور فوراً کرنے والی عادت کو بدلنا ہوگا۔

اس کانفرس کا بنیادی مقصد انہیں تینوں کمیوں کو دور کرکے ملت کے لیے کوئی لائحہ عمل دینا ہے، آج کا مسلمان اس بکھری ہوئی تیلیوں کے مانند ہے جس کو کمزور سے کمزور آدمی بھی توڑ سکتا ہے۔ یہ کانفرس اُن بکھری ہوئی تیلیوں کا ایک ایسا گٹھا بنادینا چاہتی ہے جسے طاقتور سے طاقتور آدمی بھی نہ توڑ سکے۔

بزرگان ملت عزیزان گرامی! آخر میں دو تین باتیں اور عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں، پہلی بات تو یہ ہے کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ کے علاوہ اسلامی

تاریخ میں کوئی ایسا دور مجموعی حیثیت سے ایسا نہیں رہا ہے جس میں معاشرے کے افراد کی اکثریت پورے اسلام کا نمونہ رہی ہو اس پُرسعادت دور میں ایک ہی وقت میں ایک شخص دن میں مجاہد بھی ہوتا تھا اور داعی و معلم بھی اور رات میں رہبان فی اللیل ہوا کرتا تھا جو دن بھر کی اپنی جد وجہد کو رات کے تنہائیوں میں بارگاہِ ربّ العزت میں پیش کر کے مقبولیت کے لیے اپنے دونوں خالی ہاتھوں کو اٹھا دیتا تھا بعد کے زمانہ میں وہ جامعیت باقی نہیں رہی زندگی کے مختلف شعبوں کو مختلف افراد نے سنبھال لیا کچھ لوگوں نے دعوت وجہاد کو اپنا شعار بنا لیا اور کچھ لوگ درس تدریس میں لگ گئے کچھ لوگوں نے تزکیۂ نفس کی نازک ذمہ داریاں سنبھال لیں اور کچھ لوگ اسلام پر ہونے والے اعتراضات کی مدافعت میں لگ گئے وہ صورت آج تک باقی ہے، تو میرے محترم بزرگو عرض یہ کرنا ہے کہ یہ دین کا کام ہے جو لوگ ان میں سے جس شعبہ میں بھی لگے ہوئے ہیں وہ سب دین کا کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے کسی گروہ یا افراد کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم مکمل اسلام کا کام سنبھالے ہوئے ہیں اور مکمل اسلام کا نمونہ ہیں بلکہ ان تمام مختلف کاموں کے مجموعہ کا نام مکمل اسلام ہے اس لیے کسی شعبہ کا آدمی کسی دوسرے شعبے میں کام کرنے والے آدمی کو حقیر نہ سمجھے اور نہ اس کے کام کو کمتر سمجھے بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ سب کے درمیان ربط ہو ہم ایک دوسرے کے لیے دعاگو ہیں اور توافق اور توجیہ کی صورتیں ڈھونڈنے کا ذہن بنانے کی کوشش کریں۔ مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ فلاں فلاں علماء دعوت و تبلیغ میں لگنے کے بجائے سیاست میں پڑے ہوئے ہیں انھوں نے فرمایا ارے بھائی وہ انگریزوں کے مقابلہ میں آزادی کی لڑائی لڑ رہے ہیں اس لئے انگریزوں کی ساری توجہ ان کی طرف ہے اور ہم لوگوں کو یہ موقع مل گیا ہے کہ دعوت کا کام آسانی سے کر رہے ہیں اگر وہ سامنے نہ ہوتے تو ممکن ہے کہ ہمارے کاموں میں بھی رکاوٹ پیدا ہوتی اس وقت ہر ایک کو یہی ذہن بنانے کی ضرورت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم کو آپس میں ایک دوسرے سے حسنِ ظن سے کام لینا چاہئے بدگمانی اور نکتہ چینی اور بے اعتمادی کی فضا سے ہم اپنے دل و دماغ کو جس قدر دور رکھیں گے اتنے ہی یہ چیز معاشرے کے لیے نیک فال ہوگی اور کام کرنیوالوں کا حوصلہ بڑھے گا، گاندھی جی نے آزادی سے پہلے اپنی بیوی کستوربا کے انتقال کے بعد کستوربا فنڈ قائم کیا جس میں ۳ کروڑ روپئے جمع ہوئے اس روپئے سے شاید ایک اسپتال دلی میں کستوربا اسپتال کے نام سے قائم کیا اور بقیہ رقم سے کئی ملیں قائم ہوئیں جس سے زیادہ تر ان کے خاندان ہی کے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر ہندو قوم نے ایک دن بھی اس کے بارے میں کسی بدگمانی کا اظہار نہیں کیا مگر ہماری قوم کچھ دیئے بغیر اپنے رہنماؤں کے ساتھ بدگمانیوں اور نکتہ چینیوں کے نہ جانے کتنے پہاڑ کھڑا کرتی رہتی ہے جب تک ماننے کا ذہن نہیں بنے گا اس وقت تک ہمارے کسی کام میں کوئی طاقت پیدا نہ ہوگی۔

تیسری بات یہ ہے کہ آزادی کے بعد کئی مشترکہ فورم بنائے گئے مگر تھوڑے دنوں کے بعد وہ سیاسی اور غیر سیاسی اسباب کی بنا پر اپنی افادیت کھو بیٹھے اس لیے ہم سب آج اس بات کا عہد کریں کہ اسے نہ تو سیاسی استحصال کا شکار ہونے دیں گے اور نہ ملی مفاد کے مقابلہ میں شخصی یا جماعتی مفاد پرستی کا آلۂ کار بننے دیں گے بلکہ اسے ایک اجتماعی قیادت کا پیش خیمہ بنائیں گے۔

بزرگو اور دوستو! جو حضرات اس وقت یہاں موجود ہیں میں سمجھتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک کو اس بات کی خوشی محسوس ہو رہی ہوگی کہ حالات کی ناسازگاری اور ملت کی زبوں حالی کو دیکھ دیکھ کر آپ کے دلوں میں برسوں سے جو کڑھن محسوس ہوتی رہی ہے اور مایوسی کی جو فضا عام طور پر قلب و دماغ پر چھائی ہوئی تھی آج آپ اپنے دل و دماغ کی کڑھن میں کچھ کمی ضرور

محسوس کر رہے ہوں گے اور مایوسی کی فضا میں امید کی ایک کرن ضرور دیکھائی دے رہی ہوگی، میں آپ کی صف کا ایک معمولی آدمی ہوں مگر اس موقع پر دلی کیفیت کا اظہار کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا، بحمد اللہ یہ احقر دس برس سے مسلسل الرشاد کے اداریوں میں اتحاد ملت کی نہ صرف آواز لگاتا رہا ہے بلکہ خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کیلئے نہ جانے کتنی بار اپنے دونوں خالی ہاتھ بارگاہ رب العزت میں اٹھا تا رہا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طائف کی بے چارگی کی دعا : اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس پڑھ کر چشم نم کے ساتھ دعائیں مانگتا رہتا ہے اس لیے آج آپ حضرات کو یہاں جمع دیکھ کر دل و دماغ جذبات تشکر اور خوشی و مسرت سے سرشار ہی نہیں ہے بلکہ دل و دماغ کا بوجھ کچھ ہلکا محسوس ہو رہا ہے اور : ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک کی کیفیت محسوس ہو رہی ہے مگر یہ مسرت یہ خیال کر کے کہ تھوڑی سی غم انگیز بھی بنی ہوئی ہے کہ کہیں ہم اسکی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکیں اور خدا کے حضور میں مجرموں کے کٹہرے میں نہ کھڑے کر دئے جائیں اور ساتھ ہی ملت کی تاریخ میں ہم ایک نئے سیاہ باب کے اضافہ کا سبب نہ بن جائیں اس لیئے ہم کو اپنی ظاہری کوششوں اور تدبیروں کے ساتھ اپنے اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا مستحق بنانے کی کوشش بھی کرتے رہنا چاہیئے بغیر اس کی نصرت کے ہم دین ملت کا چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں کر سکتے، آپ کے لیئے افغانستان کے نئے انقلاب میں بہت سے سامان عبرت ہے۔

ایک آخری بات اور کہکر اس سمع خراشی کے لیے معذرت چاہوں گا وہ یہ کہ اتحاد ملت کا کام کہنے میں تو بہت ہی دلکش اور خوش کن لگتا ہے مگر عملاً جب ہم اس کام کو شروع کریں گے تو قدم قدم پر دشواریوں اور آزمائشوں سے بھی گذر نا پڑے گا اور بہت سی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں سے بھی دوچار ہونا پڑے گا اس لیے ہم کو بہت زیادہ اس خوش گمانی اور خوش فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے

[illegible]

کی بلکہ ہمکو یہ سمجھکر آگے قدم بڑھانا ہے کہ ؎

ہے دشت اب بھی دشت مگر خونِ پا سے فیض ٭ سیراب چند خارِ مغیلاں ہوئے تو ہیں

ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ملت کے افراد کی بہت بڑی اکثریت اِس چالیس برس کے اندر اجتماعی احساس اور ملی شعور سے بہت دور چلی گئی ہے اور حالات کی مسلسل ناسازگاری نے ان کی ہمت و جرأت کو بڑی حد تک پامال کر دیا ہے اور ہر شخص راحت و آرام کی زندگی کو اپنا شعار بناتا جا رہا ہے، خاص طور پر علماء جو اِس سے پہلے ہر ملی محاذ پر پیش پیش رہتے تھے اور اس ملک میں انھوں نے اپنی قربانیوں کی بڑی شاندار تاریخ چھوڑی ہے اُن میں بڑی تعداد مصلحت پرست اور عافیت پسند ہوتی جا رہی ہے اور جدید تعلیم یافتہ حضرات جنکو ۴ ر چار یا پانچ ہزار کی جگہ مل گئی ہے وہ اُسے زندگی کی آخری معراج سمجھے ہوئے ہیں اور علماء اور خواص کو دیکھکر عوام بھی دنیا پرستی کی طرف بگٹٹ بھاگے جا رہے ہیں ایسی صورت میں نئے سرے سے اجتماعی شعور اور ملی احساس بیدار کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اس راستہ کی دشواریوں کو آپ پہلے دن سمجھ لیجئے اور ہم اپنے اندر اِس کام کیلئے اپنے موجودہ مشاغل کو کچھ نہ کچھ چھوڑنے اور اپنی عزت و وجاہت کو قربان کرنیکا جذبہ رکھتے ہوں تو پھر قدم آگے بڑھائیں، ہم اس کام کو اپنے مشاغل میں ایک ضمنی کام نہ سمجھیں بلکہ کچھ دنوں یہ کام آپ کا پورا وقت چاہے گا اگر ہم اسکو کانفرسوں اور جلسوں تک محدود رکھیں گے تو اس کے نتائج خواطر خواہ برآمد نہ ہوں گے ہم کو مرکز سے لیکر گاؤں اور محلے کی سطح تک ایک اجتماعی قیادت کا احساس پیدا کرنا ہے اور یہ کام دو چار دن کا نہیں بلکہ برسوں اس کے لیے جانکاہی کرنی ہوگی۔

محترم حاضرین کرام! اِس مجلس میں موجودہ بہت سے بڑوں اور بزرگوں کی موجودگی میں میں نے جو اس دراز نفسی کی جرأت کی ہے اس کیلئے معذرت خواہ ہوں اور امید کرتا ہوں کہ حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اِن باتوں کو خیر خواہی پر محمول کریں گے۔

فآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ اللھم اعوذبک من شر نفسی و شر الشیطان وشرکہ۔

JULY
AUGUST
1992

ماہنامہ

جامعۃ

الرشاد

مرتبہ

مجیب اللہ ندوی

دارالتالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد - اعظم گڈھ یوپی

جامعۃ الرشاد ایک نظر میں

جامعۃ الرشاد محض ایک عربی درسگاہ نہیں بلکہ یہ وسیع المقاصد ادارہ ہے یہاں دینی علوم کی معیاری تعلیم کے ساتھ بقدر ضرورت جدید علوم کی بھی تعلیم دیجاتی ہے یہاں سے فارغ طلبہ ایک طرف علوم دینیہ میں مہارت رکھتے ہیں تو دوسری طرف جدید علوم سے بھی بے بہرہ نہیں رہتے گویا یہ ادارہ قدیم وجدید کا بہترین سنگم ہے اعلیٰ دینی تعلیم کیساتھ یہ ادارہ بہت سے ملی کاموں کا مرکز بھی ہے نہ صرف ضلع بلکہ مشرقی اضلاع میں اسوقت جتنے ملی کام ہورہے ہیں ان کا مرکز یہی ہے۔

تعلیم وتربیت

(۱) صرف ونحو اور عربی ادب وانشاء پر شروع سے زور دیا جاتا ہے تاکہ طلباء کو عربی تقریر وتحریر پر پوری قدرت ہوجائے۔ (۲) فقہ اصول فقہ حدیث اور اصول حدیث اور ترجمہ قرآن پاک اور تفسیر کی معیاری تعلیم تیسرے درجے آخر تک جاری رہتی ہے یونانی فلسفہ ومنطق بھی بقدر ضرورت پڑھائی جاتی ہے (۳) قرآن پاک سے زیادہ سے زیادہ لگاؤ پیدا کرنے کے لئے عربی درجات کے پہلے ابتدائی تین سالوں میں ہر طالب علم کو سورہ حجرات سے ختم قرآن تک مع تجوید حفظ کرنا ضروری ہے (۴) جامعۃ الرشاد کا نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم وتربیت اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے پورے ملک میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک ہے تفصیل کیلئے "مقاصد اور خصوصیات" اور "نصاب تعلیم اور جامعۃ الرشاد اکابر کی نظروں میں" والے کتابچوں کا مطالعہ کریں۔ (۵) معیاری تعلیم کیساتھ بچوں میں زیادہ سے زیادہ علم دین کا ذوق، عمل کا جذبہ، اسلامی اخلاق وکردار کی خوبی، ایمان ویقین کی کیفیت اور دعوت دین اور اتباع سنت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تاکہ ان کا علم خود انکے لیے بھی مفید ثابت ہو اور دوسروں کے لیے بھی ان کے مزاج میں زیادہ سے زیادہ سادگی خاکساری محنت وقناعت پسندی اور جذبۂ خدمت پیدا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تاکہ وہ اپنے اخلاق وکردار کی خوبی اور محنت وخدمت سے بندگان خدا کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرسکیں۔

سالانہ چندہ ہندوستان سے 5/- خصوصی معاون 100/- قیمت فی پرچہ 5/-	جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ کا ترجمان ماہنامہ مجلۃ الرشاد	سالانہ چندہ غیر ممالک سے پندرہ ڈالر امریکی 15/- S
جلد نمبر ۲۱	جولائی، اگست سنہ ۱۹۹۲ء مطابق محرم، صفر سنہ ۱۴۱۳ھ	شمارہ ۴۷-۴۸

فہرست مضامین

مجلس ادارت

مجیب اللہ ندوی پرنٹر پبلشر وایڈیٹر نے نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ سے چھپوا کر دفتر جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

رشحات

اس وقت نہ صرف ہمارے ملک کے اندر مسلمانوں کے سامنے بہت سے اہم
مسائل درپیش ہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی سارے مسلمان ممالک ایک زبردست
سازش کے نرغے میں ہیں روس کے بکھراؤ کے بعد چونکہ دنیا کی سیاسی طاقت کا
توازن امریکہ کے ہاتھ میں چلا گیا ہے اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ دوسری کوئی نئی
سیاسی یا فوجی طاقت اس کی ہمسری کر سکے وہ سمجھتا ہے کہ اس وقت دنیا میں
مسلمانوں کے علاوہ کوئی دوسرا طبقہ ایسا نہیں ہے جس کے اندر مادی ذرائع اور مارشل
ریس ہونیکی حیثیت سے ایک بڑی طاقت بننے کی صلاحیت ہو اس لئے وہ اپنی
ریشہ دوانیوں کے ذریعہ ان کے اندر سیاسی انتشار اور فوجی مداخلت اور ان کی
اقتصادی حیثیت کو برباد کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے اور یو۔این۔او جو اپنے
کو عالمی ادارہ کہتا ہے وہ اس کے لئے قانونی جواز پیدا کر رہا ہے مگر افسوس تو یہ ہے
کہ مسلمان ممالک اپنے محدود مفاد اور ذاتی حیثیت کے تحفظ کے لئے امریکہ
اور اس کے حلیفوں کو اس کا موقع فراہم کر رہے ہیں عراق نے جو غلطی کی تھی ہم اس
کی پوری مذمت کرتے ہیں مگر امریکہ اور یو این او نے اس کے خلاف جو غیر انسانی
پابندیاں عائد کر رکھی ہیں اس نے کھلی ہوئی جس جانبداری کا ثبوت فراہم کیا ہے
اسے بھی دنیا کی تاریخ نظر انداز نہیں کر سکتی۔ جمہوریت کے یہ علمبردار ملک الجزائر
میں جمہوریت کا گلا گھونٹ رہے ہیں اور یو این او میں کوئی حرکت نہیں ہو رہی
ہے۔ بوسینا میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے وہاں یہ ادارے جمہوریت کی
دہائی نہیں دے رہے ہیں۔ ساؤتھ افریقہ اور اسرائیل میں جو کچھ ہو رہا ہے ان
کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے مگر کسی بھی مسلمان ملک میں کسی کی نکسیر
بھی پھوٹتی ہے تو سارے مغرب اور یو این او میں زلزلہ آجاتا ہے۔ کاش

مسلمان ملک اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیتے کہ یہ ایک نئی صلیبی جنگ کے لئے فضا
ہموار کی جارہی ہے اگر انھوں نے اسے جلد محسوس نہیں کیا تو پھر ایک بار پھر
یکے بعد دیگرے سارے مسلمان ممالک مغرب کے غلام بن کر رہ جائیں گے
کاش آج کوئی دوسرا صلاح الدین ایوبی یا کم از کم فیصل یا ضیاء الحق پیدا ہو جاتا
جو مسلمانوں کی بکھری ہوئی سیاسی طاقتوں کو یکجا کر دیتا تو امریکہ اور اسکے حلیف نہ
اپنے براعظموں اور ملک سے باہر قدم نکالنے کی ہمت نہ کر پاتے۔

ہندوستان کے اندر بھی مسلمان اسی طرح کے مسائل اور مشکلات سے
دوچار ہیں جن سے وہ بین الاقوامی سطح پر دوچار ہیں اس وقت فرقہ پرست طاقتیں
ان کے خلاف سیاسی، اقتصادی۔ تعلیمی اور معاشی ہر سطح پر منصوبہ بند سازش میں
لگی ہوئی ہیں وہ چاہتی ہیں کہ مسلمان زندگی کے ہر میدان میں آہستہ آہستہ دوسرے
تیسرے درجہ کے شہری بن کر رہ جائیں۔ اور ان کا کوئی امتیاز اور کوئی الگ
شناخت باقی نہ رہ جائے یہ کوشش یوں تو آزادی کے بعد ہی سے ہو رہی ہے۔
کانگریس گورنمنٹ جو اپنے کو سیکولر کہتی رہی ہے عملاً وہ اسی پالیسی پر ہمیشہ گامزن
رہی جو ٹنڈن، سمپورنانند اور کے ایم منشی اور شیاما پرشاد مکرجی جیسے لوگ چاہتے
رہے مگر ۸۰ء میں اندرا گاندھی کے دوبارہ برسر اقتدار آنے کے بعد سے فرقہ پرستی
میں جو تیزی آنی شروع ہوئی تو ۸۵ء میں وہ اپنے شباب پر پہونچ گئی اور اب تو
بھاجپا حکومت کی وجہ سے اس نے نہ صرف دہشت گردی بلکہ غنڈہ گردی کی
شکل اختیار کر لی ہے جس نے اخلاقی حدود ہی کو نہیں پامال کر ڈالا بلکہ دستور و قانون
کی بھی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں۔ اس وقت اجودھیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس
کو اس کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پارلیمنٹ
کے غیر مسلم ممبروں کی بہت بڑی تعداد کئی ہفتے سے اس کی سخت مذمت کر رہی
ہے اور اس کے کام ٹھپ کر دیا تھا مگر ہماری مرکزی کانگریسی گورنمنٹ اپنی سیاسی
مصلحت کے تحت سخت قدم اٹھانا نہیں چاہتی بلکہ عدالت عالیہ کے حکم کے

باوجود تعمیر جاری رکھنے کا موقع دے رہی ہے ۔ اب دیکھئے تین مہینے کے اندر وہ کیا کرتی ہے

آزادی کے بعد سے ایک طرف حکومت اور فرقہ پرست جماعتوں کا یہ طرز عمل رہا ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو ۴۷ء کے بعد سے مسلسل برسوں جو جانی ومالی نقصانات اٹھانے پڑے اس کی وجہ سے عام طور پر ان کے اندر ایک مایوسی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی ۔ چنانچہ آپ کو نظر آئے گا کہ ۶۰ء سے پہلے تک مسلمانوں کے خواص اور رہنما خاص طور پر جمعیۃ علماء کے ذمہ دار تو ہلکے انداز میں اس صورتحال کے خلاف آواز اٹھاتے رہے مگر عوامی سطح سے مسلمان ان زیادتیوں کے خلاف کوئی مؤثر آواز نہ اٹھا سکے سب سے پہلے ۱۹۵۹ء میں قاضی عدیل عباسی مرحوم نے تعلیمی محاذ سے مؤثر آواز اٹھائی پھر ۶۴ء میں مسلم مجلس مشاورت کے قیام اور پھر ڈاکٹر عبدالجلیل کے مسلم سیاست داخلہ کے بعد عوامی انداز پر مسلمانوں نے اپنے خلاف ہونیوالے اقدامات کیخلاف زیادہ مؤثر طریقے سے آواز اٹھائی اور ان کے اندر کسی قدر خود اعتمادی کی کیفیت پیدا ہوئی ۔ مگر یہ صورتحال چند ہی برس رہی ایک طرف ڈاکٹر فریدی کی وفات ہوگئی اور دوسری طرف مسلم مجلس مشاورت جمعیۃ العلماء کی طرح کانگریس کا ضمیمہ بن کر رہ گئی اور عوامی سطح پر پھر اجتماعی قیادت کا ایک زبردست خلا پیدا ہوگیا ۔ سیکولر جماعتوں میں جو مسلمان تھے انہوں نے اس خلاء سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں سے سیاسی فائدہ تو اٹھایا مگر ان کے مسائل کے سلسلہ میں ہمیشہ پہلو بچاتے رہے بلکہ کتنے تو مسلمانوں کے مسائل کے سلسلہ آواز اٹھانے کو فرقہ پرستی قرار دیتے رہے مسلمانوں کے اندر اجتماعی قیادت کے نہ ہونے سے صرف یہی نہیں ہوا کہ مسلمانوں کے مسائل پس پشت پڑ گئے بلکہ فرقہ پرست طاقتوں کو ان کے خلاف اقدامات کرنے میں اور زیادہ آسانی پیدا ہوگئی اس وقت جو صورتحال ہے اس سے بچہ بچہ واقف ہے اس صورتحال سے پریشان ہوکر اللہ کے کچھ نیک بندوں نے اجتماعی قیادت کے خلاء کو پر کرنیکے لئے ۲۳ ، ۲۴ رمئی ۹۲ء کو بمبئی میں اتحاد ملت کانفرنس کی جس میں ہندوستان کے ممتاز علماء اور اہل علم وفکر کی موجودگی

میں "آل انڈیا ملی کونسل" کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے پیش نظر مسلمانوں کی دینی۔ تعلیمی اور اقتصادی ترقی کا ایک وسیع منصوبہ ہے۔ اس کا قیام نہ تو کسی ردعمل کے نتیجہ میں ہوا ہے اور نہ اس کی بنیاد کسی منفی جذبہ یا محدود مقصد کے لئے رکھی گئی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ اجتماعی قیادت کے خلا کو پر کرنے کا سبب بنے،

اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ اہم مسئلہ بابری مسجد کا بنا ہوا ہے بابری مسجد کے بارے میں یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ مسلمانوں نے اس سلسلہ میں جمہوری اور قانونی حدود سے کسی وقت بھی باہر قدم نہیں رکھا انھوں نے احتجاج کیا، دوکانیں بند کیں، دھرنا دیا، گرفتاریاں دیں، مظاہرے کئے مگر انہوں نے ٹکراؤ کی کوئی صورت اختیار نہیں کی ٹکراؤ سے وہ اس لئے نہیں بچتے رہے کہ وہ فرقہ پرست طاقتوں سے خوف زدہ تھے بلکہ انہوں نے اسے ملک کے اور اپنے حق میں اچھا نہیں سمجھا اپنے حق میں اس لئے اچھا نہیں سمجھا کہ ٹکراؤ کی صورت میں خود حکومت کی مشینری فریق بن جاتی ہے جس سے مسلمانوں کا بلا وجہ مالی وجانی نقصان ہوتا ہے اگر آج حکومت کی مشینری خود فریق بن کر سامنے نہ آئے تو یہ فرقہ پرست اجودھیا میں ایک اینٹ بھی نہ رکھ سکیں گے۔

کانگریس گورنمنٹ نے شروع سے ہی اس مسئلہ کو پیچیدہ بنا رکھا ہے اس کا فرض ہے کہ اس بل کے تحت جس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے مذہبی مقامات کی جو صورت تھی وہ باقی رہے وہ فوراً مسجد سے مورتیاں ہٹا دے اور اسے مسلمانوں کے حوالے کر دے اور وہ ہندوؤں کو اس سے کچھ فاصلے پر مندر بنانے کی اجازت دے دے یہی ایک منصفانہ اور سیدھا راستہ ہے اس کے علاوہ جو صورت بھی اختیار کی جائے گی وہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہ ہوگی یہ دوسری بات ہے کہ اس کے خلاف فیصلہ پر وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائیں مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تاریخ ہمیشہ اپنے کو دہراتی ہے اور ہندوستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں یہ عمل برابر جاری رہا ہے اس لئے کوئی ایسا وقت بھی آسکتا

ہے کہ چھوٹی سی اس تاریخی مسجد کو نقصان پہونچانے والوں کو ظلم سے بنائے ہوئے اس بڑے ڈھانچہ سے آج نہیں تو کل ہاتھ دھونا پڑے اس لئے ہم عوام اور حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ عروج وزوال کی تاریخ سے سبق لینے کی کوشش کریں اور طاقت کے نشہ میں اپنے ذہنی توازن نہ کھو بیٹھیں۔

اس موقع پر عام مسلمانوں سے بھی اور خواص اور اہل علم مسلمانوں سے بھی یہ بات کہنی ہے کہ وہ حالات کو اور ان سازشوں کو سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کریں جو ان کے خلاف اس ملک میں کی جارہی ہیں اور ساتھ ہی ان کوششوں سے ان کو باخبر ہونا چاہئے جو ان سازشوں سے بچاؤ کے لئے مختلف جماعتوں اور تنظیموں کی طرف سے کی جارہی ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ ان کوشش کرنے والوں کی نہ صرف تائید کریں بلکہ جان و مال سے ان کی مدد کریں یہ بات ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم میں فکر وعمل کا اختلاف موجود ہے مگر مسلمانوں کو سیاسی اقتصادی اور تعلیمی محاذوں پر اوپر اٹھانے کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس کیلئے ہر جماعت اور ہر تنظیم کوشش کر رہی ہے جب تک کوئی اجتماعی قیادت سامنے نہیں آتی ہے اس وقت تک آپ کو جس تنظیم یا جماعت پر اعتماد ہو اس سے جڑ کر آپ اس کے پروگرام کو روبہ عمل لائیں اسی کے مطابق آپ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی ذمہ داریوں سے بچ سکتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ عذر پیش کر کے اپنی ذمہ داریوں سے بری نہیں ہوسکتے کہ مسلمانوں میں فکر وعمل کا کوئی اتحاد موجود نہیں تھا اس لئے ہم اپنے گوشۂ عافیت میں بیٹھے رہے بہرحال ملت کے مسائل سے کوئی مسلمان اگر آنکھ چراتا ہے یا اس کو پوری اہمیت نہیں دیتا تو علم وتقویٰ میں خواہ کتنا ہی مرتبہ والا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے اپنے دائرہ کے لحاظ سے ملت کے اجتماعی مسائل کے سلسلہ میں بازپرس سے نہیں بچ سکتا آگے مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم کچھ اقوال نقل کر رہے ہیں جس سے اس پر مزید روشنی پڑے گی۔

نفاذِ شریعت

کی

دنیوی و مادی برکات

مولانا مبشر احمد صاحب جامعہ مدنیہ ، لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دین و دنیا دونوں کی برکتیں لے کر تشریف لائے۔ آپ ے صرف آسمانی بادشاہی کی بشارت نہیں سنائی، بلکہ سماوی سلطنت کے ساتھ ساتھ دنیاوی سلطنت ھی بشارت دی: تاکہ دنیا میں خدا کی بندگی اور رضا جوئی بے خوف و خطر کی جا سکے۔

فاذ شریعت کا مفہوم

نفاذ شریعت یا اسلامی حکومت سے مراد اللہ تعالیٰ کی بادشاہی و شہنشاہی کا پورے اخلاص و عقیدت یک رنگی و یکسوئی اور حسن سیرت برداری سے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرنا اور اس کے مطابق اللہ ہی کے قانون عدل و انصاف کو اللہ ازمین میں اللہ کے بندوں پر پوری رواداری اور یقین و اطمینان کے ساتھ نافذ و جاری کرنا ہے۔

فاذ شریعت کی برکات کا سیلاب عظیم

قرآن پاک سے مسلمانوں کی مخلصانہ اور والہانہ محبت اور شریعت حقہ سے بے پناہ عقیدت ند جذبہ وفاداری، اور اسلام کی سربلندی کے لئے مسلسل تگ و دو اور اس کے نفاذ و اجراء کے لیے رفروشانہ کاوشوں اور جدوجہد کے سبب جو مشرق و مغرب میں برکات کے سیلاب عظیم کے موجب بنے: کوئی بڑی طاقت بھی ان کے سامنے رکاوٹ نہ بن سکی: جو بھی سامنے آیا روند ڈالا گیا اور اس طرح وہ سیلاب رحمت کئی مرتبہ مد کے بعد جزر کی صورت میں تبدیل ہو گیا: جب کبھی بھی مسلمانوں نے اتحاد و اخوت اور مجاہدانہ تنظیم اور اخلاص و للہیت کے ساتھ میدان عمل میں سربلندی شریعت

کے لیے سرفروشی کے پیہم عملی کارنامے دکھلائے تو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت نے ان کی دستگیری فرمائی اور حق کو عروج وسرفرازی نصیب ہوئی اور مسلمان دینوی ومادی برکات سے مالا مال ہو گئے آج بھی مسلمان اگر عقیدۃً وعملاً یہ تہیّہ کرلیں کہ نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ ساری دنیا میں صرف اور صرف شریعت اسلامیہ کا علم سربلند ہوگا۔ اور ادیان باطلہ کے سب جھنڈے سرنگوں کر دیے جائیں گے اور اس مقصد کے لیے حسن عمل اور حسن تدبیر اور حسن تنظیم کے جملہ ممکنہ ذرائع کو بروئے کار لائیں تو نصرت وتائید الٰہی آج بھی ان کا استقبال کرنے کے لیے مستعد وتیار ہے۔ اور پھر سے یہ خیر وبرکت وحسن سیرت وکردار کی دنیا بن سکتی ہے۔

تاریخ کی شہادت

تاریخ عالم اس بات کی سچی شہادت پوری صراحت کے ساتھ بار بار دے رہی ہے کہ مسلمان جب شریعت اسلامیہ پر عامل تھے تو ان کی فتوحات نہ صرف اخلاقی علمی وروحانی فتوحات تھیں بلکہ مادی اور افرادی اور سیاسی فتوحات کا سیلاب مشرق ومغرب پر محیط تھا۔ اور وہ سیلاب رحمت وبرکت دنیا کو سرسبزی وشادابی کا پیغام سناتا گیا۔ مشہور ادیب اور مؤرخ علامہ شکیب ارسلان نے حاضر العالم الاسلامی میں الفتح العربی کا عنوان ان الفاظ سے لکھا ہے

حادث الفتح الاسلامی بھذہ السرعۃ التی اتسق بھا لم یسبق له مثیل فی التاریخ حتی قال اکثیرون ان العرب فتحوا فی ثمانین سنۃ اکثر مما فتح الرومان فی ثمان مائۃ سنۃ وکان نابلیون یقول ان العرب فتحوا نصف الدنیا فی نصف قرن[1]

ترجمہ: اسلامی فتوحات اور مادی برکات جس تیزی سے حاصل ہوئیں وہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ جس کی نظیر ساری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ بہت سے مؤرخین نے کہا کہ عربوں نے اسّی برس میں اس سے زیادہ فتوحات حاصل کرلیں جو رومی آٹھ سو برس میں نہ حاصل کر سکے اور نپولین کہا کرتا تھا عربوں نے صرف

---

[1] حاضر العالم الاسلامی ج ۱ ص ۲۴

نصف صدی میں آدھی دنیا حاصل کر لی ۔

دوسری شہادت نپولین کی طرح ہرقل قیصر روم بھی اسلام اور شریعت حسن و جمال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت و کردار کی دلکشی سے اس حد تک متاثر تھا کہ اسلام میں خود داخل ہو کر اپنی قوم کو بھی اس میں شامل کرنا چاہتا تھا لیکن قوم نے تعصب و جہالت کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ دیا قوم کے خوف اور اقتدار کے چھن جانے کے خطرے سے وہ خود بھی مشرف باسلام ہونے کی سعادت سے محروم رہا۔ ہائے اس کی بدنصیبی اور محرومی اس کی قلبی کیفیت کا اندازہ ذیل کی عبارت سے ہوتا ہے وہ کہتا ہے :

لو اعلم انی اخلص الیہ لاحببت لقائہٗ ولو کنت عندہٗ لغسلت عن قدمیہ ۔[1]

ترجمہ : اگر میں جانتا کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچ سکوں گا تو میں آپ کی ملاقات کو بہت پسند کرتا اور اگر میں آپ کے پاس ہوتا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں دھوتا ۔

تیسری شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت قیاصرہ اور جبابرہ امرار و سلاطین اور ان کے نائبوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے کیونکہ اسلام ایک عالمگیر قانون و نظام ہے اور جملہ اقوام و امم عالم کا واحد ذریعہ فلاح و نجات ہے مشرقی ہوں یا مغربی ۔ ایشیائی ہوں یا یورپی ، امریکی ہوں خواہ افریقی ۔ جاپانی ہوں یا چینی ، فرانسیسی ہوں یا انگلستانی ، جرمنی ہوں یا روسی ۔ یونانی ہوں یا ایرانی ، افغانی ہوں یا ہندوستانی ۔ بنگلہ دیشی ہوں یا پاکستانی سب کے لیے دین حق ۔ صحیح دستور حیات اور طریق فلاح و نجاح اور دارین میں باعث سعادت و برکت ہے آپ کی بعثت عربی عجمی ۔ گورے کالے ۔ صغیر و کبیر ۔ مرد و زن آزاد و غلام ۔ جن و انس ۔ شاہ و گدا ۔ امیر و فقیر ۔ سب کی طرف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کسی ایک یا چند شعبہائے حیات پر منحصر اور بند نہیں کہ دین میں راہنمائی

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۲۶

کرے اور دنیا میں نہ کرے عبادات میں راہنما ہو اور معاملات میں نہ ہو بلکہ بلاتفریق دین و دنیا جملہ مسائل زندگی کا مل اور عادل راہنما ہے اور اسکی راہنمائی عبادات معاملات سیاسیات معاشیات اقتصادیات تمدن و معاشرت کے سب شعبوں کو محیط ہے اسی بنا پر شاہ حبشہ (نجاشی) نے اسلام قبول کیا اور اسلام کی دنیوی و اخروی برکات سے مالامال ہوا۔

شاہ حبشہ کو نفاذ شریعت سے کیا برکات حاصل ہوئیں

نجاشی شاہ حبشہ کو اسلام کی بدولت دین دنیا کے جو بے شمار فوائد حاصل ہوئے ان میں ایک بات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے کہ شاہ حبشہ قیصر روم کا باج گزار تھا اسلام کی بدولت وہ اس کی غلامی سے بھی آزاد ہو گیا۔ اور اس نے باج گزاری سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اب صرف اللہ کا غلام تھا اس کے متعلق مندرجہ ذیل تصریح ملاحظہ ہو:

فَلَمَّا اَسْلَمَ وَ صَدَّقَ بِمحمد صلی اللہ علیہ وسلم قال لَا وَاللّٰهِ لَوْ سَاَلَنِیْ دِرْهَمًا مَا اَعْطَیْتُهٗ [1]

ترجمہ: جب نجاشی اسلام لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو وہ کہنے لگا نہیں اب میں رومیوں کے ماتحت رہ کر ان کو ایک درہم بھی خراج نہ دوں گا۔

دوسرا فائدہ نجاشی کے ساتھ اس کے درباریوں اور رعیت۔ فوج اور دوسرے ملازمین کی بھی کثیر تعداد مسلمان ہو گئی تھی اور ملک میں اس نے شریعت اسلام کو نافذ کر دیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و قوانین کے مطابق چلنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدستور اس کو ملک کا والی اور حاکم برقرار رکھا۔ بیت المال کا نظام قائم کیا گیا زکوۃ وصدقات اغنیاء سے لے کر فقراء و مساکین میں تقسیم ہوئے ملک بھر میں امن و خوشحالی کا دور دورہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جس ملک کا فرمانرو مسلمان ہو جاتا اور ملک میں شریعت اسلامیہ کو نافذ کر دیتا اسلامی احکام کے ساتھ سا

عدل و انصاف سے حکومت چلاتا تو آپ اسے اپنے ملک پر بدستور والی بنائے رکھتے اور بعض اوقات ان کی مالی امداد بھی کرتے [1]

نفاذ شریعت کی اہمیت و ضرورت

قبل ازیں کہ میں نفاذ شریعت کی دنیوی برکات پر روشنی ڈالوں چند سطور اس کی ضرورت اور اہمیت پر لکھنا مناسب سمجھتا ہوں ۔ فطرت کا تقاضہ ہے کہ انسان کسی نہ کسی ڈسپلن اور نظام کے مطابق ہی کامرانی و کامیابی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے ہمیشہ یہ اصول رہا ہے جس چیز کا جو موجد اور خالق ہوتا ہے اس کی بقا و ارتقاء کے اصول اور ضوابط بھی وہی بناتا اور بتاتا ہے چونکہ انسانیت کا موجد اور خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیے اس کے بقا و ارتقاء کا نظام و قوانین بھی اسی نے بتائے ہیں اگر انسان اپنے خالق و موجد کے بنائے ہوئے قوانین و ضوابط سے ہٹ کر زندگی کی گاڑی کو چلائے گا تو ایک قدم بھی نہیں چل سکے گا ۔ قرآن مجید میں اسی حقیقت کو بار بار واضح کیا گیا ہے :

قال اللہ تعالیٰ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ [2]

ترجمہ : حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی چلے گا

یعنی حاکم حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی کا قانون و نظام ہی اصل ہے ۔

ان الدین عند اللہ الاسلام [3]

ترجمہ : خدا کے نزدیک دین (نظام) اسلام ہی ہے ۔

احکام الٰہی کی دو قسمیں

اسلام جس کو دوسرے لفظوں میں نظام شریعت کہا جاتا ہے اسکی دو قسمیں ہیں : ۱ ۔ تشریعی نظام ۲ ۔ تکوینی نظام تشریعی نظام وہ ہوتا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے انسانوں تک پہنچایا جاتا ہے اور وہ انسانوں کے اختیار میں ہوتا ہے کیونکہ وہ انسانوں کا نظام حیات ہوتا ہے ، اور تکوینی نظام مافوق القدرت

---

[1] زاد المعاد ج ۳ ص ۸۲ ۔

[2] سورہ یوسف ۸ ۔

[3] سورہ بقرہ ۳ ۔

ہوتا ہے اسمیں انسان مجبور محض ہوتا ہے۔ بہر حال ہم دونوں صورتوں میں محکوم ہیں اپنی طرف سے کوئی نظام و قانون نہیں بنا سکتے۔ اگر بنائیں گے بھی سہی تو ہماری زندگی کے ہر شعبے اور ہر طبقے کے لیے کافی نہ ہوگا۔ بالآخر زندگی کی گاڑی راستے ہی میں حادثے کا شکار ہو جائے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم احکام الٰہی کو نافذ کریں۔ اسی میں ہماری بقا اور کامرانی ہے۔ اسی کے نافذ کرنے سے ہی ہم اس کی برکات سے مستفید ہو سکیں گے اب میں آپ کو ان برکات کی تفصیل قرآن و حدیث سے بتاتا ہوں۔ جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

ربانی فرمودات اور نفاذ شریعت کی برکات

(۱) مادی و ارضی برکات، ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ [1]

ترجمہ: اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہوتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے۔

امام فخر الدین رازی کی تشریح

اس آیت کی تشریح و تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے:

'امنوا ای باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر واتقوا: ای ما نھی اللہ عنہ وحرمہ (لفتحنا علیھم برکات من السماء) ای برکات السماء بالمطر وبرکات الارض بالنبات والثمار وکثرۃ المواشی والانعام وحصول الامن والسلامۃ وذالک لان السماء تجری مجری الاب والارض تجری مجری الام ومنھا یحصل جمیع المنافع والخیرات

---

[1] اعراف: ۱۲

بخلق اللہ وتدبیرہ [1]

ترجمہ: ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور جمیع کتب سماویہ اور تمام رسولوں اور قیامت پر یقین رکھنا اور اِتَّقَوْا سے مراد ہے کہ تمام منہیات الٰہیہ اور حرام شدہ افعال واشیاء سے رکنا اور پرہیز کرنا اور برکات السماء سے مراد ہے باران رحمت اور برکات الارض سے مراد ہے ضروریات زندگی یعنی کھیتیوں اور پھلوں اور جانوروں کی کثرت اور امن وسلامتی کا حاصل ہونا۔ کیونکہ آسمان باپ کے قائم مقام ہے اور زمین ماں کے قائم مقام ہے اور تمام منافع وخیرات انہیں دونوں سے حاصل ہوتے ہیں۔

نفاذ شریعت کا مطلب بھی یہی ہے کہ بندہ احکام الٰہی کو تسلیم کرنے کے بعد ان پر عمل کرے اوامر الٰہی کا امتثال اور نواہی سے اجتناب کرے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ دنیا میں ضروریات زندگی کی فراوانی کر دوں گا اور تمہاری زندگی امن وسکون وسلامتی وعافیت سے بسر ہوگی۔

۲۔ رزق کی فراوانی وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ [2]

ترجمہ: اور اگر وہ توراۃ وانجیل اور جو دیگر کتابیں پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئیں ان کو قائم رکھتے تو ان پر رزق مینہ کی طرح برستا اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے۔

بَيَّنَ فی ھذہ الایۃ ایضاً انھم لو امنوا او اقاموا احکامھا وحدودھا

[1] تفسیر کبیر ج ۱۴ ص ۱۸۵ جلالین ج ۱ ص ۱۳۷ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ بیروت

[2] سورۂ مائدہ آیت: ۶۶

لفاذوا بالسعادات الدنیا ووجد واطیبا تها وخیرا تها
(قوله لاکلوا الخ) ان المراد منه المبالغة فی السعة والخصب واکلو
اکلاً متصلاً کثیراً الاکل من فوقهم کثرة الاشجار المثمرة ومن
تحت الارجل الزروع المحلة [1]

ترجمہ: اس آیت میں بیان کیا کہ اگر وہ لوگ اس کے احکام کو دل وجان سے قبول کریں اور اس کی حدود واحکام کو نافذ کریں تو دنیاوی سعادتوں سے مالامال ہوں عمدہ اور پھلی چیزیں کثرت سے پائیں (لاکلوا) کا مطلب ہے انتہائی وسعت وتروتازگی اور لگاتار رزق کثیر کا حصول (تحتاً وفوقاً) سے مراد ہے پھلوں اور کھیتیوں کا وافر مقدار میں ہونا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی موعودہ نعمت کے حصول کا ذریعہ صرف اس کے احکام کو دل وجان سے قبول کرنے کے بعد ان کا نفاذ وقیام ہے اور یہی عمل دین ودنیا کی ہر قسم کی برکتوں وسعادتوں کے خزانہ کی کنجی ہے اور اسی سے آسمان وزمین سے برکت کا مینہ برسنا اور فتوحات مدنیہ کا چشمہ ابلتا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ برکات السماء سے مراد ہے بارشوں کی کثرت سے غذاء انسانی کا بے کدوکاوش خود بخود پیدا ہونا۔ اور برکات الارض سے مراد ہے زمینی خزانوں کا ابلنا مثلاً سونے چاندی و دیگر معدنیات کی کانیں [2]

۳۔ تمکین فی الارض

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنكم وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ [3]

---

[1] تفسیر کبیر ج ۱۲ ص ۴۷
[2] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۲۱
[3] سورہ نور آیت ۵۵۔

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے لیے اس دین کو جس کو اس نے ان کے واسطے پسند کیا ہے جما دے گا اور ان کو ان کی بے امنی کے بدلے امن دے گا۔

امام فخر الدین رازیؒ کی تفسیر ای الذین جمعوا بین الایمان والعمل الصالح ای اقاموا حدودها وعملوا علیها ان یستخلفهم فی الارض فیجعلهم الخلفاء والغالبین والمالکین کما استخلف علیها من قبلهم فی زمن داؤد وسلیمان علیهما السلام وغیرهما (وتمکینه ذٰلک) هو ان یؤیدهم النصرة والاعزاز ویبدلهم من بعد خوفهم من العدو امنًا الخ[1]

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا یعنی اس کی حدود اور احکام کو نافذ و قائم کر کے اس پر عامل رہے تو اللہ تعالیٰ انہیں اس زمین پر خلیفہ بنائے گا اور وہ ہمیشہ اس پر غالب اور مالک و قابض رہیں گے۔ جیسا کہ اس سے قبل داؤد وسلیمان علیہما السلام کو اس پر خلیفہ بنا چکے ہیں: اور تمکین فی الارض کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے گا اور وہ اس پر غلبہ اور عزت حاصل کر لیں گے اور انہیں دشمنوں کے خوف وخطر سے محفوظ کر کے دائمی امن وامان عطا کریگا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہوئے (کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ایک مرتبہ دیکھا جا چکا ہے)۔ فرماتے ہیں:

ومعلوم ان المراد بهذا الوعد بعد الرسول بهذا الاستخلاف طریقة الامامة وهذا الاستخلاف انما کان فی ایام ابی بکر وعمر

---

[1] تفسیر کبیر ج ۲۴ ص ۲۵

عثمان وعلی لان فی ایامهم کانت الفتوح العظیمة وحصل التمکن و ظهور الدین والامن [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد استخلاف فی الارض کے وعدہ سے مراد امامت اور خلافت خلفاء راشدین ہے یعنی ابوبکر صدیق وفاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما وعثمان غنی رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ وعدہ پورا ہوا ان کے دور میں عظیم فتوحات حاصل ہوئیں اور تمام دنیا میں قوت و غلبہ حاصل ہوا

حافظ ابن کثیرؒ کی تفسیر

هذا وعد من الله تعالیٰ لرسوله صلوات الله وسلامه علیه بانه سیجعل امته خلفاء الارض ای (اذا قاموا حدودها ونفذوا شریعتها علی انفسهم) کانوا ائمة الناس والولاة علیهم وبهم تصلح البلاد وتخضع لهما العباد ولیبدلنهم من بعد خوفهم من الناس امنًا وقد فعله تبارک وتعالیٰ [2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ جب وہ اس کی حدود کو قائم کریں گے اور اس کی شریعت کو اپنی جانوں پر نافذ کریں گے تو انہیں لوگوں کا امام اور والی بنا دیا جائے گا اور ان کے ذریعہ سے تمام ملک درست ہو جائیں گے اور تمام انسان ان کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور انہیں لوگوں کے خطرات سے امن دے دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے

فانه لم یمت حتی فتح الله علیه مکة وخیبر والبحرین و وسائر جزیرة العرب وارض الیمن بکمالها واخذ الجزیة من مجوس هجر ومن بعض اطراف الشام وهاداه

---

[1] تفسیر کبیر ج ۲۴ ص ۲۵

[2] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۰۰

هرقل ملك الروم وصاحب مصر واسكندرية وهو المقوقس وملوك عمان والنجاشي ملك الحبشة[1]

ترجمہ: ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا ہی میں موجود تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر مکہ المکرمہ اور خیبر اور بحرین اور تمام جزیرہ عرب اور یمن کو فتح فرمایا اور آپ نے مجوس ہجر اور ملک شام کے بعض علاقوں سے جزیہ وصول کیا (اور دنیا وی وما دی مال ومتاع سے مالا مال ہوگئے) اور اللہ تعالیٰ نے روم کے بادشاہ ہرقل اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور مصر کے بادشاہ کو ہدایت عطا فرمائی۔

ثم لما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام بالامر بعدہ خلیفتہ ابوبکر الصدیق بعث جیوش الاسلام الی بلاد فارس صحبة خالد بن الولید رضی اللہ عنہ ففتحوا طرفًا منھا وقتلوا خلقًا من اھلھا وجیشًا اخر صحبة ابی عبیدہ رضی اللہ عنہ ومن اتبعہ من الامراء الی ارض الشام وثالثًا صحبة عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ الی بلاد مصر ففتح اللہ للجیش الشامی فی ایامہ بصری ودمشق الخ

ترجمہ: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو آپ کے خلیفہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کا حکم قائم کیا تھوڑی مدت ہی گزری تھی کہ جزیرہ عرب فتح ہوگیا آپؓ نے لشکر اسلام حضرت خالد بن ولید کی نگرانی میں فارس کی طرف روانہ فرمایا انھوں نے فارس کا کچھ حصہ فتح کیا اور وہاں کے رہائشی قتل ہوئے پھر دوسرا لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں شام کی طرف روانہ فرمایا اور تیسرا لشکر حضرت عمرو بن عاص کی صحبت میں بلاد مصر کی

---

[1] ابن کثیر ج ۳ ص ۱۸۴ مطبوعہ بیروت۔

طرف روانہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے شامی لشکر کو بصریٰ اور دمشق پر فتح دی۔ اور دوسرے لشکر بھی بہت سی فتوحات کے ساتھ کامیاب ہوئے۔

حافظ ابن کثیر مزید فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں الہام کیا کہ وہ عمر فاروق کو خلیفہ بنائیں: تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا حکم قائم کیا اور آسمان نے آج تک ان جیسا قوی سیرت اور کمال عدل والا انسان نہیں دیکھا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تمام بلاد شام اور بلاد مصر اور اکثر اقلیم فارس فتح ہوئے اور کسریٰ و قیصر جیسے جبابرہ کا قلع قمع کیا اور ان کی تمام دولت اور سونے چاندی کے خزانے اور جنگی ساز و سامان پر قابض ہوئے۔ اور ہر قسم کی مادی و دنیاوی برکات سے فیض یاب ہوئے۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد دولت عثمانیہ کے زمانہ میں ممالک اسلامیہ مشرق و مغرب کی انتہا تک پھیل گئے۔ مغربی ممالک اندلس اور قبرص تک اور بلاد قیروان اور بلاد سبتہ اور اس کے ساتھ متصل بحر محیط تک فتح حاصل ہوئی اور مشرقی ممالک چین کی آخری سرحد تک فتح ہو گئے۔ آخر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ خلاصہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں:

رجع الخراج من المشارق والمغارب الى حضرة امير المؤمنين عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وذالك ببركة تلاوته ودراسته وجمعه الامة على حفظ القرآن الخ[1]

ترجمہ: مشرق و مغرب سے خراج امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچنا شروع ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت دنیاوی و مادی اسباب سے بے نیاز ہو گئی۔ اور خزانوں کے انبار لگ گئے۔ یہ سب کچھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عبادت و تلاوت قرآن مجید اور اس کی تعلیم اور امت کو حفاظت قرآن پر جمع کرنے کی برکت تھی۔

۴۔ دنیا میں خیر کی کثرت

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ[2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۸۱

[2] نحل: ۴

ترجمہ: اور جنہوں نے نیک کام کیے انکے لیے دنیا میں بھلائی ہے اور آخرت کا گھر سب سے اچھا ہے۔ اور پرہیزگاروں کا گھر کیسا ہی اچھا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا (اى بالطاعة والعمل الصالح على احكام الشريعة) فى هذه الدنيا حَسَنَةٌ اى حَيَاةٌ طيبة وهى عصمة الدماء والاموال واستحقاق المدح والثناء والظفر على الاعداء وفتح ابواب المكاشفات[1]

ترجمہ: نیک کام کرنے کا مطلب ہے احکام شریعت کے مطابق عمل کرنا ایسے لوگوں کو اس دنیا میں حیات طیبہ (اچھی زندگی) حاصل ہوگی (یعنی جان و مال کی حفاظت اور تعریف اور مدح کا مستحق ہونا اور دشمنوں پر کامیاب ہونا اور مکاشفات کا دروازہ کھلنا) سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ النبی میں اس کا مفہوم لکھا ہے کہ دنیا کی بھلائی ہمارے مفسروں نے یہ بتلائی ہے علم عبادت تندرستی۔ روزی۔ مال و دولت۔ فتح و نصرت اولاد صالح۔ ناموری عزت حکومت و سلطنت جیسے کہ ایک دوسری جگہ پر اس آیت کی تفسیر ملتی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً[2]

(ترجمہ: جو مرد اور عورت نیک عمل کرے تو ہم اسے اچھی زندگی عطا کریں گے)

مولانا محمد سلیمان منصور پوری اپنی تصنیف رحمۃ للعالمین میں لکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں اہل ایمان دنیوی حیثیت سے جس ضیق و تنگی اور عسرت و افلاس میں زندگی بسر کرتے تھے اس کا حال سب کو معلوم ہے کسی کے پاس تہبند ہے تو کرتہ نہیں کرتہ ہے تو سر بند نہیں کسی کو شریعت محمدی پر عمل کرنے کے سبب گرم ریت پر لٹا دیا

---

[1] تفسیر جلالین ص ۲۱۸

[2] سیرۃ النبی ج ۷ ص ۱۱، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۹۱۱

جاتا اور اس کے سینہ پر بڑا پتھر رکھ دیا جاتا۔ کسی کے منہ میں لگام ڈالی جاتی اور اسے ہنٹروں سے مارا جاتا۔ کسی کو دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جاتا لیکن اہل ایمان کا شریعت محمدی کو جاری و ساری کرنے پر اور استقلال کے ساتھ جمے رہنے سے کل دنیا نے دیکھ لیا کہ پھر وہ کیسے تنعم و ترفہ اور عزت و وقار پر پہنچ گئے تھے سنن ابو داؤد میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کنبہ سے سوال کیا تمہارے ہاں قالین بھی ہے وہ بولے ہم اور قالین فرمایا تم کو ملیں گے پھر ایک وقت آیا کہ ان کے گھر میں سارا فرش قالین کا تھا [1]

تنگدستی کا خاتمہ

وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ [2]

ترجمہ: اگر تم کو تنگدستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ عہد مستقبل میں تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

علامہ محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شروع اسلام میں اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر وحشتناک و ہولناک مصیبات جھیلنے پر تسلی دی گئی ہے کہ یہ کیفیت اور حالت عارضی و چند روزہ ہے اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے سرفروش رہے اور نظام الٰہی پر ڈٹے رہے تو اس کی برکت سے مستقبل میں خوشحالی و دولت کی فراوانی سے ہمکنار کیے جاؤ گے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کچھ تو عہد نبوت میں ہی بعد از ہجرت فتوحات کی کثرت سے پورا ہوا لیکن مکمل طور پر انقراض عہد نبوت کے بعد پورا ہوا۔ صحابہ کی دولتمندی اور غنا کا یہ حال ہو گیا تھا کہ وہ اپنی دولت کا خود بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہ لگا سکتے تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف القرشی کا جب انتقال ہوا تو ایک ہزار اونٹ تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے ان کے ہاں موجود تھے۔ نقد اسباب اس کے علاوہ

---

[1] رحمۃ للعالمین ج ۳ ص ۳۲۶

[2] سورۃ توبہ آیت ۲۷

تھا۔ ان کی ایک عورت کو ۱/۸ کے حساب سے تراسی ہزار روپیہ نقد دیا گیا تھا۔ ابو محمد طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لنگر میں ایک ہزار ورقی کا روزانہ خرچہ تھا۔ زبیر بن عوام کے ایک ہزار غلام تھے جو کما کر لایا کرتے تھے حضرت زبیر بن عوام ان کی کمائی خیرات کر دیا کرتے تھے۔ (کتاب الاسماء نووی) [1]

۶۔ نصرتِ خداوندی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ [2]

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی نصیب کرے گا۔

تفسیر جلالین میں مولانا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ اى دِينَهُ وَرَسُولَهُ ينصركم عَلَىٰ عَدُوِّكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ يثبتكم فى المعترك [3]

ترجمہ: اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین اور رسول کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری تمہارے دشمنوں پر مدد کرے گا اور میدان جنگ میں ثابت قدمی نصیب کرے گا۔

سیرۃ النبی میں علامہ سید سلیمان ندوی اس آیت کی تشریح میں دوسری آیت کو تحریر دیا ہے:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ [5]

ترجمہ: خدا تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ زبردست قوت والا ہے وہ لوگ کہ جنہیں ہم زمین پر جما دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ

---

[1] رحمۃ للعالمین ج ۳ ص ۲۲۹

[2] سورۃ محمد پ ۲۶

[3] جلالین ج ۲ ص ۴۲۰

دیں گے اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برُے کاموں سے روکیں گے اور ہر کام کا انجام خدا کے اختیار میں ہے۔

یعنی خدا کے دین کی مدد کرنے کا مطلب ہے خدا کے قانون کا اجراء نظام صلوۃ اور نظام زکوٰۃ کا قیام اور اوامر اللہ کے امتثال و منہیات سے اجتناب کا قانون قائم کرنا: (دوسرے لفظوں میں ہم اس کو نفاذ شریعت کا نام بھی دے سکتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ مدد کرے گا اس کا مطلب ہے کہ دشمنوں کے مقابلوں میں تمہیں رحمانی قوت (ملائکہ) اور جسمانی قوت (شجاعت) اور مادی قوت سامان حرب عطا کیا جائے گا۔[1]

نصرت خداوندی کا نظارہ چرخ سامر نے دیکھ لیا کہ صرف تیرہ سالہ مختصر مکی زندگی کے بعد فتوحات کا دروازہ کھلا اور پہلے ہی معرکے میں بے سروسامانی کے باوجود مسلمان کامیاب ہو کر لوٹے۔ مسلمانوں کی فوجی تنظیم مضبوط ہوگئی اور وہ فتح پر فتح حاصل کرتے گئے۔ عراق۔ شام۔ خراسان ونرکستان، مصر وسوڈان کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ دمشق میں ایک ہزار مہینے تک حکومت کی غرناطہ میں اور ہسپانیہ میں صدیوں تک حکمران رہے عہد فاروقی سے لے کر آج تک مصر پر مسلمانوں کی حکومت ہے دولت امویہ کے بعد عباسیہ نے بغداد میں پورے جاہ وجلال کے ساتھ چھ صدیوں تک حکومت کی انہیں کی ایک شاخ نے ترکوں پر اور قسطنطنیہ فتح کرکے یورپ پر اور ہندوستان پر صدیوں تک سلطنت کی ہے۔

نبوی بشارات اور نفاذِ شریعت کی برکات

۷۔ سرخ وسفید خزانے عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقہا ومغاربہا وان امتی سیبلغ ملکہا ما زُوِیَ لی منہا واعطیت الکنزین الاحمر والابیض[2]

---

[1] سیرت النبی ج ۷ ص ۲۰

[2] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۱۳

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بیعتِ رضوان کے موقع پر) فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا ہے میں نے اس کے جملہ مشارق اور مغارب کا مشاہدہ کیا اور اس ساری زمین پر جو میرے لیے سمیٹ دی گئی۔ میری امت کا قبضہ اور تسلط ہو کر رہے گا اور مجھے سُرخ و سفید (یعنی سونا چاندی) دونوں قسم کے خزانے عطا فرمائے گئے ہیں جو میری اُمت کو فرد امل کر رہیں گے۔

۸۔ غم و پریشانی سے نجات

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجاھدوا الناس القریب والبعید ولا تبالوا فی اللہ لومة لائم واقیموا حدود اللہ فی السفر والحضر فان الجھاد باب من ابواب الجنة عظیم ینجی اللہ بہ من الھم والغم[1]

ترجمہ: حکومت الٰہیہ کے قیام کے لیے لوگوں سے جہاد کرو خواہ وہ قریب ہوں یا بعید خویش ہوں یا اجنبی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرو اور سفر و حضر میں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرو اور جان لو کہ جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک عظیم الشان دروازہ ہے اس جہاد اور اقامت حدود (نفاذ شریعت) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمہیں دنیاوی فکر و غم سے نجات دے دے گا۔

۹۔ امن و سلامتی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعدی بن حاتم حین وفد علیہ اتعرف الحیرة قال لم اعرفھا ولکن قد سمعت بھا قال فوالذی نفسی بیدہ لیتمن اللہ ھذا الامر حتی تخرج الظعینة من الحیرة حتی

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۱۳

تطوف بالبيت فی غیر جوار احد ولتفتحن کنوز کسری بن هرمز قلت کسری بن هرمز قال نعم کسری بن هرمز و لیبذلن المال حتی لا یقبله احد قال عدی بن حاتم بهذه الظعینة تخرج من الحیرة فتطوف بالبیت فی غیر جوار ولقد کنت فی من فتح کنوز کسری بن هرمز والذی نفسی بیده لتکون الثالثة لان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قد قالها [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم سے فرمایا کیا تو حیرہ کو جانتا ہے انہوں نے کہا میں نے اس کا نام سنا ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا اے عدی بن حاتم اگر اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی دراز کرے تو تم دیکھ لو گے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل فرمائے گا اور ایک بڑھیا مقام حیرہ سے اکیلی چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی پھر فرمایا کہ تم دیکھ لو گے اللہ تعالیٰ کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو تمہارے ہاتھوں پر فتح کرے گا اور فرمایا کہ تم دیکھ لو گے کہ تمہارے پاس اتنا مال ہو جائے گا کہ ایک شخص زکوٰۃ کا مال لے کر پھرے گا مگر کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ حضرت عدی بن حاتم فرماتے تھے کہ میں نے ایسی بڑھیا کو بھی حج کرتے دیکھا کہ کوفہ سے اکیلی حج کرنے آئی تھی اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا اور خزائن کسریٰ کی فتح میں تو میں خود شامل تھا اور تیسری بات بھی تم دیکھ لو گے امام بیہقی فرماتے ہیں تیسری بات حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں پوری ہو گئی تھی۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

واللہ لیتمن اللہ هذا الامر حتی یسیر الراکب من صنعاء الی حضرموت لا یخاف الا اللہ والذئب علی غنمه ولکنکم قوم تستعجلون [2]

---

[1] ابن کثیر ج ۳ ص ۲۸۳

[2] ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۶

ترجمہ: خدا کی قسم میرا رب میرے اس دین کو اس قدر پورا کرے گا کہ بلا خوف خطر ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا سوائے اللہ کے کسی کا ڈر نہ ہوگا ہاں بکریوں پر بھیڑیئے کا خطرہ اور بات ہے۔

وفی حدیث ابی رزین عجب ربك من قنوط عباده وقرب غیثه فینظر الیهم قنطین فیظل یضحك یعلم ان فرجهم قریب[1]

ترجمہ: ابو رزین سے روایت ہے کہ بندے جب نا امید ہونے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تعجب کرتا ہے کہ میری فریاد رسی تو پہنچنے والی ہے اور یہ نا امید ہوتا چلا جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ ان کی عجلت اور اپنی رحمت کے قرب پر ہنس دیتا ہے۔

وقد ثبت فی الصحیحین من غیر وجه عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انه قال لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم الی یوم القیمة[2]

ترجمہ: صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی اور غالب رہے گی۔ اور ان کے مخالف ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے قیامت تک یہی حالت رہے گی۔

وفی روایة حتی ینزل عیسی بن مریم وهم ظاهرون

ترجمہ: اور ایک روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تک وہ کافروں پر غالب رہیں گے۔

۱۰ فتوحات ممالک اور مادی خزانے بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ خندق کھودتے ہوئے ایک بہت بڑا اور بہت سخت پتھر نکل آیا جس پر کدال کا اثر نہ ہوتا تھا ہم نے

---

[1] ابن کثیر ج ۲ ص ۳۷۶

[2] ابن کثیر ج ۳ ص ۴۸۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کو دیکھا اور کدال کو ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی تو ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام

مجھے ملک شام کی چابیاں (خزانے) عطا کی گئیں :

بخدا میں نے وہاں کے سُرخ محلات کو دیکھا ۔

پھر دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر توڑ دیا پھر فرمایا :

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الفارس واللہ لاَ اُبصِرُ قصر المدائن الابیض ۔

ترجمہ : مجھے ملک فارس کی چابیاں (خزانے) عطا کی گئیں اور اللہ کی قسم میں نے مدائن کے سفید محلات کو دیکھا ہے ۔

پھر تیسری ضرب لگائی اور مکمل پتھر چکنا چور ہو گیا ۔ اور فرمایا :

اللہ اکبر انی اعطیت مفاتیح الیمن واللہ انی لابصر ابواب الصنعا من مکانی الساعۃ ۔

ترجمہ : اللہ اکبر مجھے ملک یمن کی چابیاں (خزانے) عطا کی گئیں واللہ میں یہاں سے اس وقت شہر صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں ۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں حرف بحرف پوری ہوئیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام کی برکت سے یہ سب مادی اور دنیاوی خزانے حاصل کئے [1]

۱۱۔ ایرانی خزانے حاصل ہونا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا :

کیفَ بکَ اِذَا لبستَ سواری کسری

تیری کیا شان ہو گی جب کہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے ۔

---

[1] رحمۃ للعالمین ج ۳ ص ۱۸۷ ۔

بیہقی کی دوسری روایت ہے کہ عہد فاروقی میں جب ایران سے مال غنیمت آیا جس میں بے شمار مال و دولت اور سونے چاندی کے انبار تھے اس میں کسریٰ کے کنگن بھی تھے تو حضرت فاروق اعظمؓ نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور اسے وہ کنگن پہنائے اور خدا کا شکر ادا کیا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے ایک متکبر ظالم اپنے منہ رب الناس بننے والے سے یہ کنگن چھین کر اسلام کے ایک سپاہی سراقہ مدلجی اعرابی کو (اسلام کی برکت سے) پہنائے[1]

یہ سب بشارات سید المرسلین تمام النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثاروں فرمانبرداروں کو اس وقت سنائیں جبکہ وہ اعلاء کلمۃ اللہ و احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہولناک خطرناک حالات سے گزر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسْرًا ہ بے شک تنگیوں کے بعد آسانیاں ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونے میں اتنی برکات ہیں کہ جن کی کوئی حد و شمار نہیں۔

یہ بشارات و برکات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ تک محدود نہیں تھیں بلکہ یہ برکات احکام الٰہی و شریعت نبوی میں مضمر ہیں جب بھی جس جگہ بھی ان پر عمل ہوگا اسی وقت برکات الٰہی کا نزول شروع ہو جاتا ہے ہم اپنے ملک میں نفاذ شریعت سے یہ تجربہ کر سکتے ہیں نفاذ شریعت سے سب سے زیادہ فائدہ اور دنیاوی برکت جو انسان کو حاصل ہوتی ہے وہ ہے امن و سلامتی۔ ایمان اور اسلام کے الفاظ ہی امن و سلامتی کا پیغام دے رہے ہیں جب ہم مکمل اسلامی نظام نافذ کر دیں گے تو انشاء اللہ مکمل امن و امان اور سلامتی و عافیت حاصل ہوگی

بقیہ صـ ۴۰ کا

جماعت کی نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اس لئے جماعت کو ضروری سمجھ، بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمی کا بھیڑیا شیطان ہے[2]

(بشکریہ ریاض الجنۃ)

فقہی سیمنار کیوں؟

ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں ادھر دس پندرہ سال سے جو فقہی سیمناروں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اس کے پیچھے کچھ شرعی مقاصد اور دینی وعلمی فوائد ہیں جن کو بروئے کار لانے کے لئے یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے مگر بعض افراد ان کی افادیت کے سلسلہ میں کچھ شکوک کا اظہار کرتے ہیں یا اس کو مفید کام نہیں سمجھتے اس لئے اس کی وضاحت کے لئے چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ کے جواب کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ انفرادی طور پر کوئی مفتی اس کا جواب دے جیسا کہ عام طور پر شخصی معاملات میں ایسا ہوتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کی ایک پوری جماعت غور کرکے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دے۔

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ انفرادی اور شخصی معاملات میں انفرادی فتویٰ ہمیشہ دیا جاتا رہا ہے، اور دیا جاتا رہے گا مگر ایسے قدیم مسائل جنکی نئی نئی متنوع اور مختلف صورتیں پیدا ہوگئی ہوں یا وہ جدید معاشرتی اور اقتصادی مسائل جنکی حیثیت اجتماعی ہو اور اس کا اثر پوری ملت پر پڑ رہا ہو یا پڑنے کا اندیشہ ہو یا پوری ملت اس میں مبتلا ہو تو ایسے مسائل میں سب سے بہتر صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے بارے میں اہل علم اجتماعی طور پر بحث ومباحثہ اور غور وفکر کرکے اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا کوئی شرعی حکم لگائیں۔ عام طور پر عہد صحابہ میں یہی طریقہ رائج تھا۔ کلالہ کے مسئلہ میں، دادا کی وراثت کے مسئلہ میں اور سواد عراق کی زمینوں کے مسئلہ میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے یہی طریقہ اختیار کیا تھا اور یہی طریقہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اپنی مجلس درس میں اختیار فرماتے تھے۔

کسی نئے مسئلے میں انفرادی فتوے کے مقابلہ میں کوئی اجتماعی فتویٰ بہرصورت ملت کے افراد کے لئے زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے کیونکہ انفرادی فتویٰ میں بسا اوقات دو متضاد فتوے سامنے آجاتے ہیں، اجتماعی فتووں میں یہ صورت نہیں پیدا ہو پاتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو اس کی حیثیت عزیمت یا رخصت کی ہوتی ہے بس یہی صورت اس وقت ان سیمناروں میں اختیار کی جارہی ہے اور یہی اس کا بنیادی مقصد ہے۔ مثلاً سود کی حرمت ایک متفق علیہ حکم ہے مگر ایک صدی کے اندر اس کے لینے دینے کی بےشمار نئی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں اسی طرح بہت سے بالکل نئے مسائل پیدا ہوگئے ہیں۔ اب آپ بتائیے کہ ان کے بارے میں پہلی صورت اختیار کرنی بہتر ہے یا دوسری؟ اس بنیادی مقصد کے ساتھ کچھ اور مقاصد اور فوائد بھی ہیں جو اس بنیادی مقصد کو تقویت دینے کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔

۱۔ آج سے تیس چالیس برس پہلے دینی تعلیم میں جو اساتذہ اور طلبہ لگتے تھے وہ بالکل یکسو ہوکر لگتے تھے اساتذہ یکسو ہوکر پڑھاتے تھے اور طلبہ یکسو ہوکر پڑھتے تھے ان کے لئے زندگی کا سب سے محبوب ترین مشغلہ تعلیم و تعلم تھا۔ اسی لئے ان کی علمی استعداد ٹھوس ہوتی تھی اور ان میں علم دین کا ذوق اور اس میں ملکہ پیدا ہوجاتا تھا مگر اب عام طور پر صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ نہ تو طلبہ یکسو ہوکر پڑھتے ہیں اور نہ اساتذہ یکسو ہوکر پڑھاتے ہیں بلکہ بہت سے مشاغل کے ساتھ یہ بھی ایک مشغلہ ہوتا ہے اس لئے طلبہ میں وہ علمی شغف پیدا نہیں ہو پاتا جو مطلوب ہے۔ ان سیمناروں کے ذریعہ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ مسائل کے حل کے ساتھ عام علماء اور خاص طور پر باصلاحیت نوجوان علمائ کے اندر علمی تحقیقی ذوق اور اخذ مسائل کا ملکہ پیدا ہو اور انفرادی علمی کمیاں اس اجتماعی علمی کوشش کے ذریعہ دور ہوسکیں اور بحمد اللہ اس کے اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں۔

۲۔ نئے معاشرتی اور اقتصادی مسائل ہمیشہ پیدا ہوتے رہے ہیں مگر اس وقت مغربی تہذیب کے اثر سے اتنے پیچیدہ اور تہ در تہ معاشرتی اور اقتصادی مسائل پیدا

ہو گئے ہیں اور ہوتے جارہے ہیں کہ ان پر کوئی شرعی حکم لگانے کے لئے محض فقہی جزئیات پر نظر رکھنا کافی نہیں ہے بلکہ مقاصد شریعت اصول شریعت اور اصول فقہ پر بھی گہری نظر ہونی چاہئے اور ساتھ ہی ائمہ اربعہ کے مجتہدات پر بھی کسی طرح نگاہ ہونا ضروری ہے تاکہ انہیں وسعت نظر کے ساتھ استنباط مسائل کی صلاحیت یعنی صحیح معنوں میں تفقہ فی الدین پیدا ہو جو قرآن وسنت میں مطلوب ہے۔ ان سیمناروں کے ذریعہ انکے اندر مسائل پر اسی وسعت نظری کے ساتھ غور کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اسلئے کہ ان سیمناروں میں کسی مسئلہ پر غور کرتے وقت تمام مذکورہ بالا پہلوؤں پر بحث ہوتی ہے۔

۳۔ ان سیمناروں کے ذریعہ جو فیصلے ہوتے ہیں ان سے شریعت اسلامی کی دوامی حیثیت کا اظہار بھی ہوتا ہے اسی وجہ سے اب یہ آواز قدرے دب گئی ہے کہ شریعت اسلامی موجودہ دور کے پیچیدہ مسائل کا ساتھ نہیں دے سکتی خاص طور پر پاکستان اور بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں چند سال پہلے آزاد خیال مسلمانوں کی طرف سے یہ آواز بہت بلند آہنگی سے لگ رہی تھی مگر بحمد اللہ اب یہ آواز بہت دھیمی پڑ گئی ہے۔

۴۔ ان کے ذریعہ سیکولر قوانین کے مقابلہ میں اسلامی قانون کی اہمیت نہ صرف عام مسلمان اہل علم کے دلوں میں بڑھی ہے بلکہ خود ہمارے ملک کے اور دوسرے غیر مسلم ممالک کے ماہرین قانون بھی اس کی اہمیت تسلیم کرنے لگے ہیں۔ مصطفیٰ زرقاء نے المدخل الفقہی العالم کے مقدمہ میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

۵۔ ان سیمناروں کے ذریعہ عام مسلمانوں میں بھی شریعت اسلامی پر اعتماد بڑھا ہے اب وہ بڑے اعتماد سے ساتھ اپنی مجلسوں میں شریعت اسلامی کی برتری کا اظہار کرنے لگے ہیں۔

ان مقاصد و فوائد کو اگر ذہن میں رکھا جائے تو شاید ان کی مقصدیت اور افادیت کے بارے میں انشاء اللہ کوئی خلجان باقی نہیں رہے گا۔

مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

کے

چند اہم ملفوظات

(۱) آپ کو خط لکھا گیا کہ حضرت کامیابی نظر نہیں آتی، حضرت نے جواب میں لکھا "کامیابی تو موت کے بعد نظر آئے گی۔

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔

جس کو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا۔

اور دنیا میں اشخاص کی کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنا کام کئے جائیں یہاں تک کہ مقصد پر اپنے آپ کو قربان کر دیں۔ جب انھوں نے اپنے آپ کو مقصد پر قربان کر دیا تو اپنے سفر میں وہ منزل مقصود تک پہونچ گئے اور کامیاب ہو گئے اب یہ سوال باقی نہیں رہتا کہ مقصود حاصل ہوا یا نہیں اس سفر میں نہ تھکنا اور آخر تک چلتے ہی رہنا سب سے بڑا مقصود ہے اس لئے جس مسافر نے اس مقصود کو پا لیا اس نے اپنا کام پورا کر دیا یہاں راہ اور منزل دو نہیں ہیں ایک ہی ہیں ؎

رہرواں را خستگی راہ نیست
عشق ہم راہ ست و ہم خود منزل ست

(۲) فرمایا "دل کو ریا اور نمائش سے خالی اور اخلاص سے پر رکھو۔ نیتوں کا تین بار محاسبہ کرو اول عمل کے شروع میں دوئم عمل کے درمیان میں سوئم عمل کے خاتمہ پر۔

۳:۔ فرمایا "مسائل میں اختلاف نہ مضر ہے۔ نہ اس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ اختلاف رائے ایک فطری اور طبعی امر ہے۔ جس سے نہ کبھی انسانوں کا کوئی گروہ خالی رہا ہے نہ رہ سکتا ہے

کسی جماعت میں ہر کام اور ہر بات میں مکمل اتفاق رائے صرف دو صورتوں میں ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اس جماعت میں کوئی سوجھ بوجھ والا انسان نہ ہو جو معاملہ پر غور کر کے کوئی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اس لیے مشورے میں ایک شخص کوئی بات کہہ دے تو دوسرے سب اس پر اس لئے اتفاق کر سکتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی رائے اور بصیرت ہی نہیں اور دوسرے اس صورت میں مکمل اتفاق رائے ہو سکتا ہے کہ لوگ ضمیر فروش اور خائن ہوں کہ ایک بات کو غیر مناسب اور مضر جانتے ہوئے محض دوسروں کی رعایت سے اختلاف رائے کا اظہار نہ کریں۔ اس لیے جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی یہ ممکن نہیں کہ اختلاف رائے نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف رائے عقل و دیانت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ اپنی ذات کے اعتبار سے مذموم نہیں، اگر حالات و معاملات کا صحیح جائزہ لیا جائے تو اختلاف رائے کا ہونا یقینی ہے۔ لیکن اگر اختلاف رائے اپنی حدود کے اندر رہے تو کسی جماعت کے لئے مضر نہیں ہوتا بلکہ بہت سے مفید نتائج پیدا کرتا ہے۔ اسلام میں مشورہ کی تکریم و تاکید فرمانے کا یہی منشا ہے کہ معاملہ کے متعلق مختلف پہلو اور آراء سامنے آجائیں تو فیصلہ بصیرت کے ساتھ کیا جا سکے۔

اگر اختلاف رائے کو مذموم سمجھا جائے تو مشورے کا فائدہ ہی ختم ہو جائے۔

اسلام کی اجتماعی زندگی محض ظاہری رکھ رکھاؤ کا نام نہیں اس میں ایک طرف اپنے عقیدے اور اصول پر مضبوطی سے جمنے کی دعوت ہے تو دوسری طرف اجتماعی فیصلوں کی سامنے سر تسلیم خم کر دینے کی بھی تلقین ہے۔

۴۲:۔ فرمایا "ہر شخص کی صلاحیت جدا ہے اب مختلف صلاحیتوں سے نفع اٹھانا سوائے مشورے کے اور کسی دوسری شکل سے ممکن نہیں۔ مشورہ کبر اور تکبر سے بچنے بچانے کا بہترین ذریعہ ہے کیونکہ اگر مشورہ نہیں ہوگا تو امر ہوگا، امر اور حکم کبر تک پہونچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے، مشورہ سے قوم کو نفاق سے بچایا جا سکتا ہے کیوں کہ انسان کا مزاج حکم ماننے کا نہیں

ہے چاہے وہ کمزور ہو جائے طاقت ور، اگر وہ حکم مانتا ہے تو کسی خوف یا ڈر کی وجہ سے اور جو چیز خوش دلی سے نہ مانی جائے اس سے نفاق پیدا ہوتا ہے اور بغض وحسد پیدا ہوتا ہے۔ مشورے سے طے کئے ہوئے کام پر عمل کا اجر ہر شخص کو ملتا ہے ایک شخص گھر بیٹھا ہوگا اور ایک شخص میدان کارزار میں ہوگا لیکن دونوں اجر وثواب میں برابر کے شریک ہوں گے کیونکہ گھر بیٹھنے والا اپنی خواہش سے گھر نہیں بیٹھا ہوگا بلکہ مشورہ سے گھر بیٹھا ہوگا۔

۵ :- فرمایا "قناعت دنیا کی غیر ضروری مشغولی سے بچاتی ہے۔ سادگی اور قناعت کے بغیر دین پر عمل اور دین کی خدمت اور اللہ کے احکامات پر سو فیصد عمل بہت مشکل ہے۔ نیز سادگی اور قناعت سے لازمی طور پر غیرت مندی پیدا ہوتی ہے کیونکہ غیرت کا نقصان صرف احتیاج کی وجہ سے ہوتا ہوتا ہے۔ اور قانع شخص محتاج نہیں ہوتا"

۶ :- فرمایا "اللہ کے ہر حکم کو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر طریقے کو عمل میں لانا آسان ہے۔ صرف کرنا کیا ہے؟ عزم وارادہ اور فیصلہ۔ اور ارادہ وفیصلہ اپنی ذات کو سامنے رکھ کر نہیں بلکہ اللہ کی ذات کو سامنے رکھ کر۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

۷ :- فرمایا "ہم نے دین اور دنیا کو تقسیم کر رکھا ہے یعنی دین اور کسی چیز کا نام ہے اور دنیا کسی اور چیز کا نام لیکن یہ تقسیم اسلام میں ہے ہی نہیں اسلام میں یا تو ہر عمل دین ہوگا یا ہر عمل دنیا ہوگی۔ دین اس عمل کو کہتے ہیں جو اللہ کے لئے ہو اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا جائے۔ یعنی صحیح نیت اور صحیح نہج کے ساتھ۔

۸ :- فرمایا مصلح بننے سے پہلے صالح بننا ضروری ہے اور اپنی اصلاح دوسروں کی اصلاح پر مقدم ہے۔ اپنی اصلاح پر توجہ کم رکھنا مقصد اصلاح ہی کو ضائع کر دیتا ہے۔ اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔

۹ : سوال کیا گیا کہ بہت سے لوگ دعوت میں لگنے کے بعد بیٹھ جاتے ہیں فرمایا اس کا سبب نیتوں میں تلاش کرنا چاہیئے۔ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنھَونَ عَنِ المُنکَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ دنیا میں مسلمانوں کے وجود کا مقصد یہ ہے کہ خود ایمان اور ایمانی زندگی کے حامل ہوں اور انسانی دنیا کو اللہ کے نور سے منور کرنے کی جدوجہد کر رہے ہوں جو اپنے مقصد وجود کے لئے دعوت میں چلتا رہے۔ وہ موت تک چلتا رہے گا ورنہ جو اس نیت کے علاوہ اور کسی نیت سے چل رہا ہو گا اس کا آخر تک چلنا قابل تعجب ہے نہ کہ اس کا بیٹھ جانا۔

۱۰ : ۔ فرمایا دعوت میں لگنے والے ہمارے لئے آئیڈیل اور نمونہ نہیں ہیں۔ ہمارے لئے نمونہ صرف جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ اگر افراد سے کام پرکھا جائے گا تو پھر اسلام کو مسلمانوں سے پرکھنا پڑے گا۔

یہ پوچھنے پر کہ بہت سے لوگ جماعتوں میں جاتے ہیں لیکن خالی ہاتھ واپس آتے ہیں۔ فرمایا اس کا سبب فکر و طلب اور نیتوں میں تلاش کرنا چاہیئے۔ پھر ایک بزرگ کا واقعہ سنایا کہ ایک اللہ والے ایک بار سخت بیمار ہوئے خادموں نے عرض کیا اگر کوئی شخص آپ کی ملاقات کو نہ آئے تو بہتر ہے۔ تاکہ آپ کے آرام میں کوئی خلل نہ آنے پائے بزرگ نے فرمایا کہ جو بھی ملاقات کو آتا ہے اس کو منع نہ کرو۔ خلق اللہ میں سے جو لوگ بھی برائے ملاقات فقراء آتے ہیں وہ اپنے اخلاص کے مطابق فیض حاصل کرتے ہیں جو لوگ اخلاص زیادہ لاتے ہیں وہ فیض زیادہ حاصل کرتے ہیں جو لوگ اخلاص کم لاتے ہیں وہ لوگ فیض کم لے جاتے ہیں اور جو بالکل اخلاص سے خالی ہوتے ہیں وہ فیض سے بھی خالی ہاتھ واپس جاتے ہیں۔

پھر ایک مثال بیان فرمائی کہ جو لوگ بازار جاتے ہیں اپنی استطاعت

کے مطابق سامان خریدتے ہیں جس کے پاس رقم زیادہ ہوتی ہے وہ زیادہ اشیاء خریدتا ہے اور جو کم دام رکھتا ہے وہ اشیاء کم خریدتا ہے اور جو بالکل خالی ہاتھ ہوتا ہے واپس جاتا ہے۔

سوال کیا گیا بہت سے لوگ روحانی بیماریوں کو لے کر جماعتوں میں جاتے ہیں لیکن بیمار ہی واپس آتے ہیں فرمایا ایسا تو جسمانی بیماریوں میں بھی ہوتا ہے کہ لوگ دواء استعمال کرتے کرتے موت کے آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی اس کو علاج نہ کرنے کے لئے دلیل نہیں بناتا۔ تبدیلی اس وقت محسوس ہوتی ہے جب خوبیاں غالب ہو جائیں تم اس رخ سے غور کرو ایک شخص آج دعوت کی محنت میں لگتا ہے اور اس کے اندر ننانوے عیب ہیں تو اگر اس کو غور سے دیکھو گے تو یہ بات صاف نظر آئے گی کہ روز بروز برائیوں میں کمی آرہی ہوگی۔

اس طرح ایک شخص اپنی ساری کوتاہیوں کو ختم کرنے کی نیت سے چل رہا ہے لیکن اس سے پہلے کہ اس کی ساری کوتاہیاں دور ہوں موت آگئی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی نیت کے مطابق پاک وصاف کر کے اٹھائیں گے جس طرح بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا واقعہ احادیث کے ذخیرے میں مذکور ہے۔

یہ پوچھنے پر کہ کسی بھی عمل میں طبیعت نہیں لگتی لیکن خدا کا حکم سمجھ کر کر لیتا ہوں۔ فرمایا حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرید نے خط لکھا کہ حضرت اعمال میں طبیعت نہیں لگتی لیکن خدا کا حکم سمجھ کر کر لیتا ہوں۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ یہی عین اخلاص ہے طبیعت نہ چاہتے ہوئے خدا کا حکم سمجھ کر کرنا اسی کا نام اخلاص ہے۔ اگر طبیعت لگتی اور دل چاہتا تب ہم عمل کرتے تب ڈرنے کی بات تھی کہ کہیں ہم طبیعت کی خواہش کی وجہ سے عمل تو نہیں کر رہے ہیں۔

۱۱:۔ فرمایا صرف نفع مند ہونا کسی چیز کی اچھائی کی دلیل نہیں ہے صرف نفع ہونا ہی اچھے ہونے کی دلیل مانی جائے تو چور کو چوری میں ڈاکو کو ڈاکے میں قاتل کو قتل میں طاوث

کرنے والے کو ملاوٹ میں دھوکہ دینے والے کو دھوکے میں فائدہ نظر آتا ہے۔ ان سارے عملوں کو صحیح ماننا پڑے گا تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ نفع زیادہ ہے یا نقصان کہیں انفرادی طور سے دیکھا جائے گا کہیں اجتماعی طور سے اور صرف دنیا کے اعتبار سے نہیں بلکہ آخرت کے اعتبار سے بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔
عقلی دلیل قابل اعتماد نہیں ہو سکتی جب تک نقلی دلیل نہ ہو جو عقل یہ نہیں بتا سکتی کہ جو کھانا میں کھا رہا ہوں اس میں میرے لئے صحت ہے یا بیماری جس سواری پر سفر کر رہا ہوں یہ منزل تک پہونچائے گی یا راستے میں کسی حادثہ کا شکار ہو جائے گی یا جو اسباب میں نے حفاظت کے لئے بنائے ہیں اس میں میرے لئے زندگی ہے یا موت جو عقل ایسی موٹی باتوں کو نہ جان سکے تو وہ عقل ہماری رہنمائی کیسے کر سکتی ہے۔ اس لئے ہمارے لئے رہنما تو نقل ہے۔ جو نقل ہوتے ہوتے صحیح طریقے سے ہم تک پہونچی ہے یعنی قرآن و حدیث۔

۱۲:۔ فرمایا "جتنا ہم کو اعمال کی فکر کرنی چاہئے اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ اس کی بھی کوشش کرنی چاہئے کہ اس کا نفع اور اجر و ثواب باقی رہے ورنہ اگر صرف عمل کی کوشش ہوتی رہی اور اس کے بقاء کی کوشش نہ ہوتی رہی تو امت کے محتاجوں میں ہمارا بھی شمار ہوگا کل قیامت میں اہل حقوق آئیں گے اور سارے اعمال کو لے جائیں گے اور ہم خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔"

۱۳:۔ فرمایا "اس سوال پر کہ اہل علم کی بھیڑ میں علماء کو کیسے پہچانا جائے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خود علماء کی پہچان بتلا دی ہے۔ "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں اور جتنا ہی جس کے اندر خوف و خشیت ہوگا اتنا ہی وہ علم والا ہوگا۔

۱۴:۔ فرمایا "انفرادی طور سے خدا کی مددوں اور نصرتوں کے واقعات برابر ہوتے رہتے ہیں لیکن اجتماعی طور سے من حیث القوم خدا کی مددیں اور نصرتیں جو نہیں آ رہی

ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ انفرادی طور سے اعمال وجود میں آرہے ہیں انفرادی طور سے اللہ سے تعلق وجود میں آرہا ہے اس لئے انفرادی طور سے خدا کی مددیں آرہی ہیں اور ابھی اجتماعی طور سے من حیث القوم اعمال وجود میں نہیں آرہے ہیں۔ اس لئے ابھی اجتماعی طور سے خدا کی مددیں نہیں آرہی ہیں جب تک قوم کے ایک بڑے طبقے کے اندر تبدیلی نہیں آئے گی اس وقت تک ہم اجتماعی مدد کے مستحق نہ ٹھہریں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ کی سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی گروہ کے ما بقوم (اجتماعی حالت) کا انحصار اس کے ما بانفس (انفرادی حالت سے ہے) مسلمانوں کو باعزت زندگی ملنا ایک باعزت واقعہ ہے اس کے لئے اللہ کی اجتماعی مدد درکار ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ اجتماعی مدد ہمیشہ اجتماعی عمل پر آتی ہے انفرادی عمل پر اجتماعی مدد نہیں آیا کرتی ہے۔"

۱۵:۔ فرمایا "جب بھی کسی دعوت وتحریک میں نصرتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور عمومی طور سے رجوع عام ہونے لگتا ہے تو ایک طبقہ اس میں ایسا شامل ہوجاتا ہے جس کے سامنے دنیا اور دنیا کا نفع ہی رہتا ہے اور وہ ہمیشہ خوف کی نفسیات میں مبتلا رہتا ہے کہ کہیں کوئی مجھ سے آگے نہ بڑھ جائے۔

"اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ" دین اور دینی زندگی موروثی نہیں ہوتی تم اللہ والوں کی زندگی کا مطالعہ کرو تو یہ بات معلوم ہوگی کہ اکثریت اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کی ہے جن کے سرپرست ولی نہیں تھے ان کے لئے ماحول بھی سازگار نہیں تھا لیکن وہ اللہ والے اپنی طلب اور تڑپ سے ولی کامل بن گئے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دین اور دینی زندگی کا دارومدار تڑپ اور طلب پر ہے اور ساتھ ہی ساتھ صحیح طریقے سے محنت پر اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ اور ایک ضابطہ اللہ کا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود منتخب فرما لیتے ہیں لیکن یہ عمومی ضابطہ نہیں ہے۔"

۱۶ :- فرمایا "دعوت کی محنت کرنے والوں کو خدا بغیر سبب کے بھی دیں گے جہاں ظاہری شکلیں ناکام ہوجائیں خدا سے وہاں پالیں گے اور گمان کے پرے سے روزی عطا فرمائیں گے لیکن جو کچھ خدا دیں اس کو ہم خدا ہی کے راستے میں دین کے فروغ کے لئے خرچ کر دیں اس کو اپنی فانی دنیا کے لئے نہ استعمال کریں ورنہ وہی مال ہمارے لئے فتنہ بن جائے گا۔"

۱۷ :- فرمایا "اہل ایمان اور اہل یقین کو جب ہر طرف مزاحمتیں اور آزمائشیں نظر آتی ہیں تو ان کا اپنے عقیدے پر ایمان اپنے اصول کی صداقت کا یقین اور اس پر قائم رہنے کا جذبہ اور جوش بڑھ جاتا ہے ہر رکاوٹ میں ان کو اپنے عقیدے کی صحت کی دلیل اور ہر آزمائش میں ان کو اپنے مسلک کی صداقت کا تازہ ثبوت نظر آتا ہے اس لئے جب دقتوں اور وقت کی آزمائشوں میں لوگوں کے لئے تذبذب و تردد کا سامان ہوتا ہے اہل یقین کے لئے یقین کی ترقی اور اطمینان کی زیادتی کا سامان ہوتا ہے موجوں کے تھپیڑوں سے وہ سمجھتے ہیں کہ جہاز سمندر میں آچکا ہے اور اپنے سفر پر روانہ ہے۔ گودی میں لگے ہوئے اور خشکی پر کھڑے ہوئے جہاز کے لئے کیسی موج اور کہاں کا تلاطم مزاحمتوں سے وہ سمجھتے ہیں کہ اب ہماری دعوت اور ہمارے عقیدے نے اپنا طبعی سفر شروع کر دیا ہے اور جو کچھ پیش آرہا ہے اس کی قدرتی منزلیں ہیں اور راستے کی مشکلات اہل یقین اور اہل عزم کے لئے تازیانۂ شوق کا کام دیتی ہیں۔

فَلَمَّا رَاَی الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا۔

۱۸ :- فرمایا صبر اور برداشت کی صفت پر اتحاد وجود میں آجاتا ہے۔ اسلام میں اتحاد بہت زیادہ مطلوب نماز باجماعت کی اہمیت بتلا کر اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں

نائجیریا میں تحریک جہاد اور خلافت کا قیام

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی

نائجیریا آبادی اور ذرائع آمدنی کے اعتبار سے براعظم افریقہ کا ایک اہم ملک ہے اس میں مسلمانوں کی تعداد ۷۰ فیصد ہے، مگر ان کی اکثریت انکے خاص صوبوں میں ہے، اور دوسرے صوبوں میں عیسائی اور بت پرستوں کی اکثریت ہے، اٹھارہویں صدی عیسوی میں اس ملک میں سات حکومتیں تھیں جو نام کی اسلامی حکومتیں کہلاتی تھیں۔ مگر بدعات وخرافات نے دین کی اصل روح ختم کردی تھی۔ جہالت اور شرک کے اس اندھیرے میں ایک مرد مومن اٹھا اور اس نے اس ملک کی کایا پلٹ دی، اس کی صوتِ ہادی بجلی کا کڑکا بن گئی۔ اسنے اسلامی بیداری کی ایک نئی لہر پیدا کر کے ہر طرف اس کا بول بالا کردیا۔ چھوٹے چھوٹے نواب جو شخصی مفادات کا شکار اور شرک وبدعت میں گرفتار تھے۔ انکو صاف وپاک کر کے اس مرد مومن نے اسلامی خلافت قائم کردی جو سو برس پورے آب وتاب سے قائم رہی۔ یہ عظیم شخصیت عثمان فودی کی ہے جن کا تعلق فلانی قبیلہ سے تھا۔ فلانی قبیلہ پورے مغربی افریقہ میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ چرواہوں کا قبیلہ ہے۔ آج تک اس قبیلہ کے لوگ جانور پالتے ہیں اور اسی سے زندگی گزارتے ہیں۔ انکا ایک حصہ شہروں میں آباد ہوگیا ہے۔ مگر دوسرا بڑا حصہ خانہ بدوش ہے۔

عثمان بن فودی کی جرأت ایمانی دیکھیے کہ جو قوم بکریاں چراتی تھی اور جانوروں کی گلہ بانی کرتی تھی، اس کو تخت وتاج کا مالک بنادیا۔ اور حکومت وخلافت سے سرفراز کردیا۔ جو اعجاز تھا اسلام کے ابدی پیغام کا، حضرت اکبر آبادی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

اگرچہ خود وہ حج وزیارت کرنے کبھی نہیں گئے مگر اپنے استاد شیخ جبریل سے انھوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے حالات سنے تھے۔ حج کی واپسی پر شیخ عثمان بن فودی ان سے ملے گئے ان سے وہاں کے حالات معلوم کئے، پھر انھوں نے ردِ بدعت کے لئے ایک تحریک چلائی، اس تحریک کا نام "الجماعت" پڑ گیا۔ الجماعت تحریک کیلئے انھوں نے کتابیں

لکھیں، انکی تمام تصانیف عربی زبان میں ہیں، وہ خود، انکے بھائی شیخ عبداللہ بن فودی اور ان کے صاحبزادے شیخ محمد بلو سب عربی کے شاعر تھے اور عربی زبان میں تصنیف وتالیف پر قادر تھے، چنانچہ شیخ عثمان نے رد بدعت پر ایک عظیم کتاب تصنیف کی جسکا نام "احیاء السنۃ واخماد البدعۃ" ہے، اس کتاب نے نائجیریا میں بدعت کا قلع قمع کر دیا۔

شیخ عثمان نے رد بدعت کے ساتھ ساتھ وعظ کا سلسلہ بھی جاری رکھا، خدا نے انکے وعظ میں سحر کی تاثیر رکھی تھی، لوگ جوق در جوق انکے وعظ سننے کو آتے اور وہ دور دور وعظ کہنے نکل جاتے، ایک بار تو تین برس تک گھر نہیں سوئے، اور وعظ ہی میں وقت صرف کرتے رہے، انہوں نے ریاست غوبر میں قیام فرمایا وہاں پایۂ تخت میں انکو بڑا اثر ورسوخ حاصل ہوگیا، اور انکے متبعین کا ایک بڑا حلقہ بھی انکے گرد جمع ہوگیا، مگر وہاں کے علماء کو ان کی مقبولیت اور بادشاہ غوبر "نفاٹا" کے یہاں ان کی عظمت واہمیت دیکھ کر ان سے حسد ہوگیا، اور بالآخر بادشاہ کو شیخ عثمان سے بدظن کر دیا، اس نے حکم دیا کہ وہ پایۂ تخت چھوڑ دیں، مگر اپنے متبعین کو ساتھ نہ لے جائیں۔ شیخ نے فرمایا کہ ان کو میں کیونکر منع کر سکتا ہوں، غرض شیخ اپنے ہزاروں مریدوں کے ساتھ غوبر سلطنت کی سرحد پر آگئے) اور ایک گاؤں گدو (GUDU) میں قیام فرمایا، یہاں ان کے متبعین اور مریدوں کی تعداد بڑھتی رہی، جس سے شاہ غوبر خائف ہوگیا، اور کچھ علماء نے بھی اسکو اکسایا، اور اس نے شیخ کی بستی پر حملہ کا ارادہ کرلیا۔ جب ان کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس گاؤں گدو (GUDU) کے گرد خندق کھود کر دیواریں بنا کر حفاظت کا پورا سامان کرلیا گیا۔ جب بادشاہ یںف نے حملہ کیا تو شکست کھائی اور شیخ عثمان کے ہاتھ بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا دوبارہ پھر حملہ کیا، اور شکست کھائی اب شیخ نے اپنے صاحبزادے شیخ بلو کو غوبر حکومت کے پایۂ تخت پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا، پہلی بار کامیابی نہ ہوسکی، مگر دوسری بار غوبر کا پایۂ تخت فتح ہوگیا، تو بادشاہ نے باقی چھ ملکوں کے بادشاہوں کو مدد کے لئے بلایا اور ان کو ڈرایا کہ فلانی قبیلہ کے شیخ عثمان نے ہم کو شکست دے دی ہے، اسی طرح تم کو بھی شکست دے کر تمہارے ملک پر قبضہ کرلیں گے چونکہ فلانی قبیلہ ہر جگہ پھیلا ہوا تھا اس لئے ان بادشاہوں نے اس قبیلہ پر ظلم شروع کر دیا،

اس کی وجہ سے یہ سب ایک جگہ جمع ہو کر اپنے اپنے ملک میں اپنے بادشاہوں سے جہاد کرنے لگے۔ اور وہ جہاد کا جھنڈا اور اجازت شیخ عثمان کے پاس آکر لیجاتے اور حسب موقع شیخ عثمان ان لوگوں کو کمک بھی بھیج دیتے۔ اس طرح شیخ عثمان کی فوجوں نے سارے ممالک جن کی تعداد سات تھی، فتح کر لئے اور خلافت کا اعلان کر دیا۔ وہ پہلے خلیفہ اور امیر المؤمنین قرار پائے

انھوں نے اصحاب لواء کو (جن کو جہاد کے جھنڈے عطا کئے تھے) مجلس شوریٰ میں شامل کیا۔ انکی حکومت کی بنیاد کتاب وسنت پر قائم ہوئی۔ صرف ایک ملک انکے ہاتھ سے نکل گیا۔ یعنی بورنو۔ شیخ محمد امین کانمی نے جنگ کر کے اس کو واپس لے لیا، انہوں نے بعد میں معاہدہ صلح کر لیا۔

اس خطہ کی اسلامی تاریخ میں یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ اس نے اسلام پھیلانے کے سوا اس کی برکتوں سے مغربی افریقہ کے لوگوں کو متمتع ہونے کا موقع عطا کیا۔ لوگ بڑی تعداد میں اسلام میں داخل ہوئے۔ اسی انداز سے متعدد اصحاب نے جہاد کیا، اور اسلامی بنیادوں پر حکومتیں قائم کیں۔ اس وقت نائجیریا میں گہرا دینی جذبہ اور پورے معاشرہ میں اسلامی قدریں جس انداز سے نظر آتی ہیں اس کی مثال شاید ہی کسی ملک میں مل سکے شیخ عثمان کی تحریک الجماعت نے اس ملک کو اسلام کے نور سے پر نور کر دیا۔ بدعات کا خاتمہ کر دیا اور کتاب وسنت کے قوانین کو رائج کر کے سارے علاقہ میں امن وامان قائم کر دیا۔ شیخ عثمان کی خلافت کے زمانہ میں ایک نیا پایۂ تخت بنایا گیا جس کو "سکوٹو" کہا جاتا ہے جو دریائے سکوٹو کے کنارے بسایا گیا ہے۔

بقیہ صـ ۴۲ کا

دشمن عناصر کے ہاتھوں میں زمام کار ہے انہیں دونوں آزاد ریاستوں میں سے سربیا نے بلاوجہ ہلا بول دیا ہے۔ اور بوسنیا کی سرحد کے اندر گھس کر توپوں اور ٹینکو سے حملے کر رہی ہیں انکا مقصد یہ ہے کہ اس مسلم ریاست کو توڑ دیں۔ پھر مکمل طور پر اسے اپنے ملک میں شامل کرلیں اس طرح اس مسلم اکثریت والے ملک کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ جائیگا اور یہاں کے مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائیگا یہ ہے مختصر کہانی۔ (ترجمان دہلی)

بوسینا ایک مظلوم ملک

آج کل ریڈیو ٹی وی اور اخبارات میں بوسینا موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ وہاں کے مسلمانوں پر ہوئے ظلم و تشدد اور قتل و غارت گری کی خبروں سے اخبارات بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک خبر کے مطابق ابتک تقریباً ۲ر لاکھ مسلمان مرد و عورت بوڑھے جوان قتل کئے جا چکے ہیں۔ ہنوز قتل کا یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

پڑھے لکھے لوگوں میں سے بھی بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں کہ بوسینا کیا ہے؟ اور وہاں مسلمانوں کا قتل عام کیوں ہو رہا ہے؟ آخر ان کا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے انہیں اتنی سخت ترین سزائیں مل رہی ہیں؟ ان سب باتوں کو جاننے کیلئے تھوڑی سی تفصیل درکار ہے۔

روس کے بکھرنے کے بعد دیگر کمیونسٹ ممالک بھی بکھرنا شروع ہو گئے ہیں انہیں میں سے ایک ملک یوگوسلادیہ ہے روس کے بکھرنے کے ساتھ ہی یہ بھی بکھر گیا۔ جسطرح روس کی ریاستیں آزاد ملک کی حیثیت سے ہو گئیں اسی طرح یوگوسلادیہ کی تین ریاستیں آزاد ملک کی حیثیت سے ہو گئی ہیں۔ جنہیں اقوام متحدہ اور دیگر ممالک نے تسلیم بھی کر لیا ہے۔

ان تینوں ریاستوں میں بوسینا میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ برسر اقتدار پارٹی مسلم ہے۔ اسکے صدر علی جاہ عزت بیگ ہیں۔ یہاں مسلمان ۴۵ فیصد، سربی ۳۱ فیصد، کروشی ۱۷ فیصد اور دیگر قومیں ۹ فیصد ہیں۔ کل آبادی ۴ر۳ ملین ہے۔ اس ملک کی راجدھانی سراجیوو ہے۔ جو ٹوکیو کے بعد دنیا کا سب سے خوبصورت شہر ہے۔ یہاں کے مسلمانوں پر اسلامی تہذیب و ثقافت کی اچھی چھاپ ہے۔ انکی اپنی الگ ہی مادری زبان ہے جو اور ریاستوں سے الگ ہے۔ انکا اپنا ایک الگ ہی تشخص ہے جس پر وہ صدیوں سے قائم و دائم ہیں اس بات کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ یوگوسلادیہ جیسے کٹر پنتھی کمیونسٹ ملک میں رہتے ہوئے بھی اپنی تہذیب و ثقافت کو نہیں چھوڑا۔

بوسنیا کے دائیں بائیں متصل ہی دو اور ریاستیں سربیا اور کروشیا آزاد ہوئی ہیں۔ یہاں مسلمان حد درجہ اقلیت میں ہیں۔ ان دونوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کی حکومت ہے اور اسلام

بقیہ ص ۳۴۱ پر

وفیات

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

--- ...... تحریر ڈاکٹر محمود الحسن صاحب (ایم اے پی ایچ ڈی)

مولانا سید محمد متین ہاشمی .... قدس سرہ

۱۱۔ جنوری بروز ہفتہ ۱۹۷۳ء۔ سی فیصل ٹاؤن کے سامنے سوگواروں کا ایک ہجوم جمع تھا۔ اس ہجوم میں ہر طبقے اور ہر مکتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ ان میں علماء بھی اور صوفیا بھی تھے ان میں وکلاء بھی تھے اور اعلیٰ عدالتوں کے فاضل جج بھی۔ ان میں سفید بالوں والے بزرگ بھی تھے اور نوجوان نسل کے نمائندہ لوگ بھی تھے۔ یہ سب اداس چہروں، پرنم آنکھوں اور غم زدہ صورت کے ساتھ ایک ایسی ہستی کا آخری دیدار کرنے اور انہیں کندھا دینے کیلئے جمع تھے۔ جس کی زندگی کا چراغ بظاہر گل ہوچکا تھا، مگر درحقیقت وہ اپنی یادوں، اپنی خوشیوں، اپنی تقریروں، اپنے کارناموں اور اپنی تصانیف کی صورت میں زندہ تھی اور شاید اسکی اس زندگی کو موت کا کوئی حملہ شکست نہ دے سکے گا۔

مولانا محمد متین ہاشمی سفید لباس اور مسکراتے چہرے کے ساتھ آرام سے ایک چارپائی پر محو خواب تھے۔ انکے چہرے سے ایک بشاشت اور مسکراہٹ عیاں ہورہی تھی اور انکا جسد خاکی علامہ اقبال کے اس شعر کی عملی تفسیر کررہا تھا کہ:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم ۔۔۔ چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

وہ سفید بالوں، سفید لباس اور نورانی چہرے کے ساتھ اپنے مولا کی ملاقات کے لئے تیار ہوکر لیٹے ہوئے تھے۔ سوگواروں کی ٹولیاں آتیں اور ان کی زیارت سے مستفید ہوکر باہر چلی جاتی تھیں۔ اس دن واقعی یہ محسوس ہوتا تھا کہ لاہور شہر کی آبرو چلی گئی ہے اور وہ ایک بزرگ ہستی سے محروم ہوکر یتیم ہوگیا ہے۔ بڑے بڑے ثقہ

لوگوں کی زبان پر ایک ہی فقرہ تھا۔۔ "مولانا کی وفات پاکستان اور عالم اسلام کیلئے سانحہ کبریٰ ہے۔" اسی لئے عالم کی موت کو ایک عالم یعنی جہان کی موت کہا جاتا ہے۔

سید صاحب اپنے مولد مسکن کے اعتبار سے "غازی پور" سے تعلق رکھتے تھے جہاں ان کی ۱۹۲۷ء میں ولادت ہوئی لیکن دراصل ان جیسے لوگوں کا کوئی وطن نہیں ہوتا۔۔ ہر ملک خدا ان کا وطن اور ہر سرزمین ان کا مسکن ہوتی ہے۔ اسی لئے پیدا ہیشک غازی پور میں ہوئے لیکن انہوں نے اپنی تمام تر توانائیاں پاکستان سمیت تمام عالم اسلامی کی فلاح و بہبود کے لئے صرف فرمائیں۔

تعلیمی طور پر آپکی ذات قدیم وجدید کا حسین امتزاج اور پرانے اور نئے نظام تعلیم کا خوبصورت سنگم تھی۔ خاندانی رسم ورواج کی بنا پر پہلے دینی تعلیم کی تکمیل ایشیا کی عظیم ترین درسگاہ "دارالعلوم دیوبند" سے فرمائی۔ ان کے اساتذہ کی فہرست میں ان تمام نامور علماء کے نام شامل ہیں جن کے اسمائے گرامی ہندوستان کی علمی تاریخ کا حسین سرمایہ ہیں۔ بعدازاں آپ نے جدید نظام تعلیم کے تحت ایم اے تک تعلیم مکمل فرمائی۔ اسی لئے ان کی ذات قدیم وجدید خیالات کا مجمع البحرین تھی۔

نظریاتی طور پر آپ پاکستان کے حامی علماء میں سے تھے۔ اسی نظریئے کے جرم میں انہیں پہلے سابق مشرقی پاکستان اور پھر موجودہ پاکستان میں دوبارہ ہجرت کرنا پڑی۔ گویا وہ دوہرے مہاجر تھے۔ مگر اس دہری ہجرت کے باوجود وہ اپنی کسی الگ پہچان کے حق میں قطعاً نہ تھے۔

مسلم لیگ، قیام پاکستان کے کچھ عرصے کے بعد، اپنے نظریئے سے منحرف ہوگئی مگر سید صاحب مرحوم اپنے دم واپسیں تک اپنے نظریئے پر قائم رہے اسی لئے وہ پاکستان میں مہاجر ہی آئے اور اسی "مہاجرت" کے عالم میں دنیا سے کوچ کر گئے۔ پاکستان میں انہوں نے نہ کوئی مکان بنایا اور نہ جائیداد خریدی۔ ساری زندگی کرایہ کے مکان میں رہے اور کرایہ کے مکان سے ہی اپنے سفر آخرت پر رخصت ہوگئے، شاید "کن فی الدنیا کانک غریب" کا اس سے بہتر مصداق

کوئی نہ ملاوہ اگر چاہتے تو اپنے علم فضل کی بڑی سے بڑی قیمت وصول کر سکتے تھے۔ کئی کوٹھیاں بنا سکتے تھے" مگر انہوں نے نہ تو کبھی اپنے تعلیم کی آبرو کو رسوا کیا اور نہ اپنے علم و فضل کی دوکان سجائی۔ اسکے برعکس انکی تمام زندگی "عزم و استقلال" کی زندگی تھی۔

وہ ایسے عاشق جانباز تھے، جو راہ عشق میں دونوں جہان کی بازی ہار کر بھی مسکراتے ہیں" مگر اپنے بڑے صاحبزادے "سراج منیر" کی بے وقت موت نے انہیں ہلا کر رکھدیا۔ وہ اس صدمہ سے نڈھال ہو گئے۔ میں نے "زندگی" میں انہیں اتنا افسردہ کبھی نہیں دیکھا۔ لگتا تھا کہ ان کے جسم سے تمام خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ اس حزن و ملال کی وجہ سے یہ بیان فرمائی کہ انہوں نے اپنے اس برخوردار کو اعلیٰ ترین تعلیم و تربیت کے ذریعے، پاکستان میں نفاذ اسلام کی کوششوں میں علمی کردار ادا کرانے کیلئے تیار کیا تھا۔ فرمایا میں نے نہایت عزبت میں اس کو اعلیٰ تعلیم دلائی تھی . . . سراج . . جس زمانے میں ڈھاکہ یونیورسٹی کا طالب علم تھا اس زمانے میں سر پر آٹا اٹھا کر گھر لایا کرتا تھا اور پھر جب انکے ہاتھوں سے لگایا ہوا پودا پھلدار درخت بننے کے قابل ہوا تو سابق مشرقی پاکستان میں نسلی فسادات شروع ہو گئے اور پاکستانیت کے "جرم" میں قوم پرست بنگالی ان کے جانی دشمن بن گئے۔ سید صاحب نے نوجوان سراج کو پاکستان بھیج دیا۔ مگر "سراج" عین اس وقت مولانا کو بھی منجدھار میں چھوڑ گئے جب ملک اور وطن کو ان جیسے باصلاحیت نوجوان کی اشد ضرورت تھی۔ سید صاحب کو اصل غم اسی بات کا تھا کہ انہوں نے اپنے برخوردار کو، جس وقت کیلئے تیار کیا تھا، جب وہ وقت آیا تو وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ انہیں اشک بار آنکھوں سے فرماتے تھے اور یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ انہوں نے سراج کو تیار کرنے پر بڑی محنت کی تھی۔ مگر افسوس کہ اس کی زندگی نے وفا نہ کی۔ آپ نے سابق مشرقی پاکستان سے اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا۔ وہاں پہلے ایک اسکول میں اور پھر کالج میں تدریسی فرائض انجام دیئے، پاکستان میں "جامعہ محمدی شریف" میں تدریس کے ساتھ الجامعہ کی ادارت کے فرائض بھی دیتے رہے بعد ازاں دیال سنگھ ریسرچ سیل کے دم واپسیں تک ڈائریکٹر اور نگران رہے۔

مرحوم کی تصانیف آپکے نظریاتی نصب العین کے محور پر گھومتی ہیں۔ اٹھارہ کے قریب ان تصانیف میں ابوداؤد شریف اور سطعات جیسی علمی کتابوں کے ترجمہ کے ساتھ اسلام کے "قانون شہادت" اور اسلامی حدود اور انکا فلسفہ جیسی طبع زاد کتابیں بھی شامل ہیں۔

پاکستان میں نفاذ اسلام "ان کا ایسا خواب تھا" جسے وہ خون جگر دیکر پورا کرنا چاہتے تھے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کی ان کے دل میں اسی لیئے قدر منزلت تھی، کیونکہ مرحوم کے خیال میں صدر ضیاء پاکستان میں نفاذ اسلام کیلئے مخلص تھے۔ تاہم نفاذ اسلام کا مسئلہ چٹکی بجاتے ہی حل نہیں ہوسکتا، اس کے لئے بہت سے تصنیفی سرمایے کی ضرورت ہے۔ سید صاحب مرحوم نے اس کمی کو پورا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور اپنے "ریسرچ سیل" کو اس کام کے لئے مختص کر دیا۔ وکلاء اور قانوندان طبقے کی علمی اور فکری رہنمائی کے لئے مرحوم نے نہ صرف سہ ماہی "المنہاج" جاری کیا اور اس میں اہل علم و فکر کو لکھنے کی دعوت دی بلکہ ایسی عربی کتابوں کے اردو تراجم کا بھی اہتمام کیا۔ جن کی وکلاء اور قانون دان طبقے کو ضرورت پیش آسکتی ہے۔ الشاطبی کی الموافقات اور الکاسانی کی بدائع الصنائع کے تراجم اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

مرحوم کو قدرت نے جن نعمتوں سے نوازا تھا، ان میں خوبصورت تحریر کے ساتھ خوبصورت اور شستہ وعظ و تقریر کی خوبی بھی شامل ہے۔ مرحوم ایک انتہائی کامیاب واعظ اور شعلہ بیان مقرر تھے۔ پی ٹی وی پر انکے مواعظ اور خطبات سے ایک زمانہ مستفید ہوتا رہا۔ انکے یہ مواعظ، قرآن وسنت کے گہرے ادراک کے ساتھ ساتھ مقرر کے خلوص نیت اور ان کے سوز دروں کے بھی آئینہ دار ہوتے تھے۔

مرحوم بڑوں کی عزت و تکریم اور اپنے سے چھوٹوں پر شفقت کا فن خوب جانتے تھے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب المنہاج میں میرا ایک مضمون شائع ہوا تو ملاقات پر اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا "تمہارا انداز تحریر" .... "مولانا اکبرآبادیؒ" ملتا جلتا ہے... پھر فرمایا حکیم سعید نے خصوصی طور پر خط لکھ کر تمہارے

مضمون کی تعریف کی ہے۔

یہ سب باتیں مرحوم میری حوصلہ افزائی کیلئے کرتے تھے" ورنہ من آنم کہ من دانم" مولانا سید محمد متین ہاشمی ایک شخصیت نہ تھے بلکہ ایک ادارہ اور ایک انجمن تھے۔ آج اگرچہ ان کی شفقت و محبت والا سایہ ہم سے اٹھ گیا ہے، لیکن انکا قائم کردہ ادارہ اس سے تربیت یافتہ ان کے روحانی بیٹے موجود ہیں اور مجھے یقین ہے کہ سید صاحب مرحوم کا عہد آفریں مشن جاری رہیگا اور جلد یا بدیر "وطن عزیز" نفاذ اسلام کی برکتوں سے مستفید ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو خلد بریں میں جگہ عطا فرمائے اور انکے لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور پاکستان میں ان کے مشن کو کامیابی سے ہم کنار فرمائے، آمین۔

عبیدالرحمٰن خان شیروانی مرحوم

یہ افسوسناک خبر قارئین کو مل ہوگی کہ جناب عبدالرحمٰن شیروانی ۵ رمئی ۹۲ء کو ۹۵ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم ملک کے مشہور عالم اور رئیس وقت مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کی شخصیت قدیم و جدید کا بہترین سنگم تھی انکی اسی اعتدال پسندی کی بنا پر تحریک ندوۃ العلماء میں انکو اعلیٰ مقام حاصل تھا مرحوم عبدالرحمٰن شیروانی اپنی وضع و قطع اور رکھ رکھاؤ اور نیکی و شرافت میں اپنے والد کے نقش ثانی تھے گو انکی تعلیم جدید علوم کی درسگاہوں میں ہوئی تھی مگر جس طرح فرزندان مسلم یونیورسٹی سے انکا تعلق تھا اسی طرح علماء و صلحاء میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے مسلم یونیورسٹی کے ٹریزرر تو وہ زندگی بھر رہے مگر اس عہدے کیساتھ دوسری ذمہ داریاں بھی گاہے گاہے اٹھاتے رہے۔ ۱۹۶۵ء میں مدرسہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر اور پھر ۱۹۷۱ء میں دوبارہ مدرسہ پر تشریف لائے اور واپس جاکر مدرسہ کی مالی اعانت بھی کی زمینداری ٹوٹنے کے بعد انکی رئیسانہ حیثیت میں قدرے فرق آگیا تھا مگر بحمد اللہ رکھ رکھاؤ اور وضعداری میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ انکے انتقال سے جدید و قدیم اتصال کی جو کڑیاں باقی رہ گئی تھیں ← ان میں سے ایک اور ٹوٹ گئی اللہ تعالیٰ انکی نیکیوں کے بدلے انکی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عنایت کرے۔

پانچواں فقہی سیمنار

بتاریخ ۳۰/۳۱/اکتوبر، ا/۲/نومبر ۱۹۹۲ء

بمقام جامعۃ الرشاد رشاد نگر، اعظم گڑھ

یہ **اعلان** کرتے ہوئے انتہائی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اگلا فقہی سیمنار بتاریخ ۳۰/۳۱/اکتوبر اور ا/۲/نومبر ۹۲ء کو جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں ہوگا اس سیمنار میں پچھلے سیمنار کے دو مسئلوں انشورنس اور اسلامی بینکنگ پر آخری بحث کے ساتھ زکوۃ کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو ہوگی اور مقالے پیش کیے جائیں گے۔ انشاء اللہ پاکستان، بنگلہ دیش کے علاوہ عرب ملکوں سے بھی کئی علماء سیمنار میں شریک ہونگے۔

سوال نامہ جاری کردیا گیا ہے جن حضرات کو نہ پہونچا ہو وہ حسب ذیل پتہ پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں:

اسلامی فقہ اکیڈمی انسٹی ٹیوٹ بلڈنگ ۱۶۲
پوسٹ بکس ۹۷۲۵ جوگابائی جامعہ نگر نئی دلی

یا پھر جامعۃ الرشاد کے پتہ پر خط لکھیں۔

انشاء اللہ باقاعدہ دعوت نامہ اگست میں بھیجدیا جائے گا مقالہ نگار حضرات اپنے اپنے مقالے جولائی کے اخیر تک اسلامی فقہ اکیڈمی کو مذکورہ بالا پتہ پر بھیجدیں دعوت نامہ ملنے پر مدعوین حضرات اپنی شرکت کی اطلاع دفتر مجلس استقبالیہ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ کے پتہ پر ستمبر کے آخر تک ضرور دے دیں۔

ضلع کے باہر کے جو حضرات مدعو نہ ہونگے یا ضلع کے جو حضرات مدعوین کے علاوہ سامعین کی حیثیت سے اسمیں شریک ہونا چاہیں گے انکو شرکت کی اجازت ہوگی اور حتی الوسع قیام کی گنجائش بھی پیدا کیجائیگی البتہ کھانے وغیرہ کی کوئی ذمہ داری مدعوین حضرات کے علاوہ ادارہ پر نہ ہوگی۔

ندوۃ الرشاد

یعنی

انجمن طلبۂ قدیم

جس طرح جامعۃ الرشاد کے موجودہ طلبہ کی انجمن کا نام "ندوۃ الطلبہ" ہے جسکے تحت وہ اپنی علمی اور تحریری و تقریری صلاحیتیں بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح جامعۃ الرشاد کے قدیم طلبہ کی انجمن کا نام "ندوۃ الرشاد" ہے۔ اس کے تحت ان تمام طلبہ کو منظم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو یہاں سے عالمیت یا فضیلت کر چکے ہیں یا پھر انھوں نے یہاں تین سال تعلیم حاصل کی ہے ایسے تمام رشادی طلبہ سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ اپنا اپنا موجودہ پتہ ادارہ کو روانہ فرما دیں تاکہ انکو دعوت نامہ ان کے گھر پر یا موجودہ پتہ پر روانہ کیا جا سکے۔

پروگرام

پہلی مجلس:

۲ نومبر ۱۹۹۲ء کو ۹ بجے دن سے ۱۲ ½ بجے تک وہ آپس میں اپنا تعارف کرائیں گے۔ اور موجودہ مشاغل کی تفصیل بیان کریں گے۔ انشاء اللہ کچھ اور ضروری باتیں بھی ان سے ہونگی۔

دوسری مجلس:

مغرب بعد سے عشاء تک ہندوستان کی موجودہ صورتحال میں انکی ذمہ داریوں پر علماء کی تقریریں ہونگی اور انکی تنظیم ندوۃ الرشاد کا قیام عمل میں آئے گا۔ اور فارغ علماء و حفاظ کی دستار بندی بھی ہوگی

طلبہ کو اپنی مادر علمی جو تعلق خاطر ہے اس سے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اسمیں پوری دلچسپی لیں گے۔

رحمت اللہ رشادی

کنوینر- ندوۃ الرشاد، انجمن طلبۂ قدیم، جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ

الرشاد کی ڈاک

مولانا محترم ادام اللہ فیوضکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خدا کرے حضرت کا مزاج گرامی بخیر ہو الرشاد کا مئی، جون کا مشترکہ شمارہ ملا، پڑھکر دلی خوشی ہوئی، یوں تو پورا پرچہ ہی معیاری مضامین کا مجموعہ ہے مگر آپ نے اتحاد ملت کانفرنس میں جو تحریر پڑھی تھی وہ اس کی حیثیت تو ملت کے لئے دستاویز کی ہے آپ نے ملت کی تین کمزوریوں کی نشاندھی کی ہے اور جو مثالیں دیکر اس کی وضاحت کی ہے وہ حرزجان بنانے کے قابل ہیں اللہ تعالیٰ ملی کونسل کو اتحاد ملت کا ذریعہ بنائے،

——— محمد اسرائیل رانچی ———

میرے مولانائے محترم مدظلہ،   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو ہر طرح خیر وعافیت سے رکھے اور عمر دراز کرے،

آپ کی ذرہ نوازی ہے کہ آپ نے سفر نامہ میں احقر کا ذکر کیا ہے مولانا منیر احمد صاحب وغیرہ شکر گزار ہیں، اور سلام عرض کرتے ہیں،

آپ نے معہد ملت مالیگاؤں کے بارے میں جو تاثرات ظاہر فرمائے ہیں وہ حسب حال نہیں کاش اسے لوگ تنقید نہیں بلکہ خیر خواہی اور اصلاح حال پر محمول کریں، دینی مدارس میں واقعی اہل تقویٰ علماء کی گرفت ضروری ہے۔

احقر اقبال احمد رحمانی کمانی مسجد ——— ایولہ ——— احمد نگر ———

بقیہ صـ ۵۵ کا

اب تقریباً ایک ہفتہ گزرنے کے بعد حالات معمول پر آرہے ہیں۔ آج صبح ۶ بجے سے ۹ بجے رات تک کرفیو اٹھانے کا اعلان ہوا ہے۔

دعا فرمائیے کہ بابری مسجد رام جنم بھومی مسئلے پر مسلمان کسی نئی مصیبت کا شکار نہ ہوں۔ اور ان کا اتحاد واختصاص برقرار رہے اور اس جمہوری ملک میں عدالت کی برتری قائم و برقرار رہ سکے۔ جس ملک کے بارے میں جگر مرادآبادی مرحوم نے سچی بات کہی ہے۔

ناز جس خاکِ وطن پر تھا مجھے آہ! جگر   اسی جنت پہ جہنم کا گماں ہوتا ہے

[illegible] معہد ملت مالیگاؤں ۲۶/۷/۱۹۹۲

بروز اتوار ۲۶/[illegible]/۱۹۹۲

معہد ملت ۔ مالیگاؤں

ذوالمجد والکرم حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی متعنا اللہ بطولِ بقائکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خیریت دارم و عافیتِ شما خواہم !

عرض تحریر یہ ہے کہ گزشتہ ہفتہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ کے نقیب اور ترجمان ماہنامہ جامعۃ الرشاد کے مئی و جون کے مشترکہ شمارہ کی بذریعہ ڈاک وصولیابی ہوئی۔ جس کا مجھے خاص طور سے شدت سے انتظار تھا۔ کیونکہ بڑی بات یہ تھی کہ کئی سالوں کے بعد آں محترم سے اتحاد ملت کانفرنس بمبئی کے خاتمہ پر آپ کی مالیگاؤں آمد پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ نیز آپکے افکار و خیالات سے مختلف مجامع میں مستفید ہونے کا موقع بھی ملا۔

اس شمارہ کے رشحات کو حسب سابق تمام ہی دیکھنے والوں نے بیباکانہ و جرأتمندانہ قرار دیا۔

البتہ مالیگاؤں و کوپر گاؤں کے پروگراموں کے ذکر میں حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی سابق ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کا نام شاید سہواً چھوٹ گیا ہے جنکی پر مغز و دلانگیز تقریر دونوں جگہ ہی قابلِ قدر و وقعت رہی تھی۔ آخری قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ گزشتہ ہفتہ ۱۹ر جولائی بروز اتوار کو ہمارے شہر کے جنتا دل ایم ایل اے جناب نہال احمد صاحب نے اترپردیش حکومت کے عدالت کے حکم امتناع کی خلاف ورزی کرنے پر شہر میں بند اور جلوس کا اعلان کیا تھا۔ اس وجہ سے مذکورہ تاریخ و دن کو بند منایا گیا۔ اور جلوس بھی نکلا تاہم بعض اسباب کی بناء پر شہر میں فساد پھوٹ پڑا۔ تقریباً پانچ دن شہر میں کرفیو تھا اس دوران تین مسلم افراد آگ اگلتی ہوئی لوٹ میں جل بسے اور تقریباً ۱۰۸ افراد کو پولیس حراست میں لے لیا گیا تھا جنہیں بعد میں رہا کیا گیا اسی طرح جلوس کو ایک مقام پر روک کر جلوس میں شریک افراد پر پولیس نے زبردست لاٹھی چارج کیا جسمیں بہت سے افراد زخمی ہوئے۔ بعد میں دونوں فرقوں کی طرف سے مار دھاڑ اور چاقو زنی کی واردات بھی ہوتی رہی۔ جس کی بناء پر ریاستی وزیر داخلہ اور بعض دیگر وزراء شہر میں آئے اور حالات کا جائزہ لیا۔ بقیہ ص ۵۴

(نوٹ: یہ عزیزی منیر الحق مرحوم کے چھوٹے بھائی شاہ محی الحق فاروقی کا
خط ہے یہ خط ایک علمی خط بھی ہے اور استدراک بھی ہے (مرتب)

برادر گرامی قدر السلام علیکم

دعا گو ہوں کہ آپکا (اور تمام متعلقین کا) مزاج گرامی بخیر ہو۔ اپنی اور متعلقین کی خیریت کے لئے آپ کی دعاؤں کا طالب ہوں۔ گزشتہ سال دہلی سے واپس آتے ہی میں نے آپکو عین الحق (دیوان آسی غازی پوری) کی ایک جلد بھیجی تھی جس کی رسید کی اطلاع سے اب تک محروم ہوں یوں اسکے بعد الرشاد کا ایک شمارہ ضرور ملا تھا جس سے آپکی خیریت بالواسطہ مل گئی تھی۔ آج مئی/جون کا مشترک شمارہ ملا تو اس سے دوبارہ آپ کی خیریت ملی۔ صفحہ ا پر آپ نے لکھا ہے...

"ایک کتاب جسکا نام یاد نہیں ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ بابری مسجد کے مسئلہ کو سب سے زیادہ واجد علی شاہ نے بگاڑا جسکے نتیجہ میں مولانا امیر علی کی قیادت میں کئی سو مسلمانوں کو جام شہادت پینا پڑا۔ انا للہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اس ضمن میں مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ آج سے تقریباً پچیس سال پہلے جب میں راولپنڈی میں مقیم تھا تو میرے ایک پڑوسی نے مجھے ایک کتاب دکھائی۔ یہ مولانا امیر مرحوم والے جہاد (۱۸۵۵ء کے لگ بھگ) کی مکمل تفصیلات پر مشتمل ایک کتاب تھی تقریباً دو سو صفحات کی یہ کتاب تھی۔ مجھے اس کتاب کا اب نام یاد نہیں کچھ حدیقۃ الاسلام قسم کا نام تھا۔ بدقسمتی سے مصنف کا نام بھی ذہن سے اتر گیا۔ غالباً محمد جان قسم کا نام تھا۔ مصنف خود بھی اس جہاد میں شریک تھے۔ راولپنڈی والے صاحب نے جو اصلاً لکھنؤ کے تھے اور قیام پاکستان کے بعد ادھر آگئے تھے مجھے بتایا کہ جہاد کے کچھ ہی دنوں (یعنی چند ماہ) کے بعد یہ کتاب چھپنے لگی تو اندیشہ یہ تھا کہ حکومت وقت اسے ضبط کر لے گی لہٰذا اسے بہت پوشیدہ طور پر ایک اصطبل میں ایک دستی پریس لگا کر چھاپا گیا۔ لیکن کتاب کی طباعت ختم ہوتے ہی کارپردازان حکومت کو علم ہوگیا اور چھاپہ مار کر تمام جلدیں ضبط کر لی گئیں اور ضائع تاہم کسی طرح ان میں سے سات جلدیں بچا لی گئیں انھیں میں کی ایک جلد راولپنڈی والے صاحب کے پاس تھی جو ان کا خاندانی سرمایہ تھی۔ میں نے یہ کتاب مستعار لے کر پوری پڑھ ڈالی۔ کچھ دنوں کے بعد

مولانا عبدالقدوس ہاشمی مرحوم سے میں نے ذکر کیا جو ان دنوں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد میں ریڈر اور مہتمم کتب خانہ تھے انھوں نے اپنے ایک مخصوص انداز میں اسکی تائید کی اور کہا کہ "جس کتاب کی سات جلدیں محفوظ رہ گئیں اسکی کچھ جلد یا جلدیں آپ کے دوست کے علاوہ کہیں اور بھی تو ہو سکتی ہیں آئیے ہم اپنے کتب خانہ میں دیکھیں" یہ کہہ کر مولانا نے ایک الماری سے اسی کتاب کی ایک جلد نکال کر مجھے دکھائی۔ اسکے بعد مولانا مرحوم نے ہنستے ہوئے مجھ سے کہا کہ آپ کے دوست کو یہ نہیں معلوم کہ پہلی طباعت کے تقریباً پچاس سال بعد یہ کتاب دوبارہ چھپی اور پھر ضبط کر لی گئی۔ اس وقت بھی چند جلدیں محفوظ رہ گئیں اور دیکھئے ان میں کی ایک جلد یہ ہے" یہ کہہ کر مولانا نے مجھے دوسرے ایڈیشن کی بھی ایک جلد دکھائی۔ ممکن ہے اس کتاب کا کوئی نسخہ دارالمصنفین میں بھی ہو بہرحال جہاں تک کتاب کے مشمولات کی دستیابی کا مسئلہ ہے تو وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد میں ایک بار مولانا نجم الغنی رام پوری کی تاریخ اودھ پڑھ رہا تھا تو دیکھا کہ اس کی ایک جلد میں انہوں نے من وعن اس کتاب کو چھاپ دیا ہے۔ ایک اور ضمنی بات۔ صـ ۴۵ پر آپ نے سراج الدولہ کی شہادت پر اردو کا جو شعر نقل کیا ہے اسے سراج الدولہ کے ایک وزیر "راجہ رام موہن رائے موزوں" کی طرف منسوب کیا ہے۔ راجہ رام موہن رائے بنگال کے ایک لیڈر اور ہندو نشاۃ ثانیہ کے چیمپیئن تھے۔ انگلینڈ اس وقت گئے جب ہندو مذہب میں سمندر کا سفر حرام تھا۔ سراج الدولہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ شعر جس وزیر کی طرف منسوب ہے انکا نام "رام نرائن لال موزوں" تھا

"رشحات" اور "اتحاد ملت کانفرنس کی روداد" دونوں ہی میں نے بڑے غور اور "عقیدت" سے پڑھیں۔ ۱۵ جون سے میں ریٹائر ہو چکا ہوں لہٰذا اب یہی دلچسپیاں رہ گئی ہیں۔

عین المعارف کے بارے میں آپ کی رائے کا ہنوز منتظر ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو براہ کرم یاد فرمائیے۔

فقط والسلام

خادم محی الحق ۲۰/۷/۹۲

محترم مرتب الرشاد مدظلہ کی وہ قابل قدر علمی و دینی تصانیف

جو مجلس التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد سے یا دوسرے مکتبوں سے شائع ہوئی ہیں

۱۔ اسلامی فقہ اول دوم

محترم مولانا مجیب اللہ ندوی کی تصنیف کردہ اسلامی فقہ کو بحمد اللہ ملک میں قبول عام حاصل ہے اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تک اس کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مصنف موصوف نے اس میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے خاص طور پر معاشرتی و معاملاتی مسائل والے حصہ میں سیکڑوں جدید مسائل مثلاً خون چڑھانا، پوسٹ مارٹم، نسبندی اور نلکی زادہ انسانی اعضا کی پیوندکاری وغیرہ کے احکام کا اضافہ کر دیا گیا ہے گویا شریعت اسلامی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر اس کتاب میں روشنی نہ پڑ گئی ہو یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا اسلامی فقہ کے موضوع پر اردو زبان میں اس سے زیادہ مفصل کوئی کتاب موجود نہیں ہے تمام اہم مسائل میں ائمہ اربعہ کے مسلک کا متن یا حاشیہ میں ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ شریعت اسلامی کی وسعت کا پورا اندازہ ہوسکے اب اس کی ضخامت صفحات سے زیادہ ہوگئی ہے اس لئے دو حصوں میں کر دی گئی ہے یہ کتاب نہ صرف عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مفید ہے بلکہ عربی مدارس کے طلبہ و اساتذہ کے لئے بھی ایک نادر تحفہ ہے یہ کتاب ہر گھر ہر لائبریری اور ہر مدرسہ میں رکھے جانے کے قابل ہے۔

قیمت حصہ اول ۲۵ حصہ دوم ۵۵

اسلامی فقہ کا سرقہ

اسلامی فقہ پہلے مکتبہ الحسنات سے شائع ہوئی تھی اسکے موجودہ مالک نعیم صاحب کی بدمعاملگی کی وجہ سے انہیں شائع کرنے سے روک دیا گیا، اس انتقام میں انہوں نے اصل کتاب میں تھوڑی سی عبارت کی تبدیلی کر کے اسے ایک غیر معروف آدمی کے نام سے شائع کر دیا مگر ان شاء اللہ وہ اصل اسلامی فقہ کی جگہ نہ لے سکے گی لیکن یہ افسوس ضرور ہے کہ اقامت دین کے داعی لوگ اس کی تائید کر رہے ہیں اور اپنے مکتبوں میں بیچ رہے ہیں۔

۳۔ قرآن پاک کی تعلیم اور اسکی عظمت اس میں قرآن پاک کی تعلیم اور اس کی عظمت کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ساری مثالیں قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبوی سے دی گئی ہیں جس سے تلاوت قرآن اور اس کے سمجھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ قیمت ۵

۴۔ اہل دل کی باتیں یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کے پڑھنے سے ایمان میں تازگی، آخرت کی یاد اور عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس کا نیا ایڈیشن کچھ اضافہ کے ساتھ چھپ گیا ہے۔ قیمت ۲/۵

۵۔ خطبۂ نکاح جو خطبۂ نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے وہ ایک زبردست معاشرتی ہدایت ہے مصنف نے اسکی بڑی موثر تشریح کی ہے یہ ہر نکاح کے وقت تقسیم کرنے کے قابل ہے قیمت ۳/ روپے

۶۔ مسئلہ کفاءت شادی بیاہ میں برابری کا خیال کرنا صحیح ہے مگر یہ برابری دین وتقوی میں ہونی چاہیئے مسلمانوں میں جو پیشہ کے اعتبار سے مستقل طور پر برادریاں قائم ہوگئی ہیں ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ ہندو تہذیب کے اثر سے ہے اس مسئلہ پر مصنف نے سیر حاصل بحث کی ہے قیمت ۵/ روپے

۷۔ جہیز کی شرعی حیثیت اس وقت شادی بیاہ میں جہیز کے مطالبہ نے ایک فتنہ کی صورت اختیار کرلی ہے جس سے لڑکیوں کی شادی عام آدمی کیلئے ایک مصیبت بن گئی ہے اس پر ایک عالم نے بہت تحقیقی بحث کی ہے جس پر مولانا ندوی کے قلم سے ایک دیباچہ بھی ہے۔ قیمت ۷/ روپے

یہ تینوں کتابیں اصلاح معاشرہ کے لئے بہترین تحفہ ہیں۔

۸:۔ دینی مدارس اور انکی ذمہ داریاں اس میں دینی مدارس کی ذمہ داریاں کو بڑے پراثر اور پرسوز انداز میں

بیان کیا گیا ہے اس کے بعض مضامین کو شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے کئی سو کے مجمع میں پڑھ کر سنوایا اور فرمایا کہ اس کو ہر استاذ اور طالب علم کو پڑھنا چاہیئے۔

قیمت صرف عنا روپئے

۹:- عبادت وخدمت اس میں خدمتِ خلق پر اس نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے کہ خدمت خلق بھی عبادت ہے اس کا انگریزی اور عربی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

قیمت عشہ/ روپئے

۱۰:- سرمد اور ان کی رباعیاں اس میں سرمد کے حالات زندگی اور ان کی رباعی گوئی اور ان کے قتل کے اسباب پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں ان کی رباعیاں ترجمہ کے ساتھ شامل کر دی گئی ہیں اس سے پہلے کسی نے اتنی تفصیل سے اس موضوع پر کوئی چیز نہیں لکھی ہے یہ کتاب اردو اکیڈمی یوپی کی مدد سے شائع ہو گئی ہے۔

۱۱:- خواجہ میر درد اور انکی شاعری عام طور پر خواجہ میر درد کو ایک شاعر سمجھا جاتا ہے لیکن شاعری میں ایک بلند مقام رکھتے ہوئے یہ انکی قانونی حیثیت ہے وہ ایک زبردست عالم اور صاحب سلسلہ شیخ اور صاحب دل بزرگ تھے مصنف نے ان کی کتابوں کی روشنی میں ان کی زندگی اور شاعری کی والہانہ انداز میں تفصیل کی ہے۔ کتاب زیر ترتیب ہے اس کا کچھ حصہ الرشاد میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۲:- ریاض الحدیث یہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر مجموعہ ہے جسمیں ایمان وعقیدہ اور عبادات سے زیادہ معاملات معاشرت اور اخلاق سے متعلق حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں اور محترم مرتب مدظلہ نے حدیث کی مختصر مگر جامع اور دل نشین تشریح کر دی ہے۔ جس سے اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ مشغول سے مشغول آدمی بھی اس سے سفر و حضر ہر جگہ فائدہ اٹھا سکتا ہے

قیمت بیس/ روپئے

۱۳:- وقت ایک دولت ہے وقت اللہ کی عطا کی ہوئی کتنی قیمتی نعمت ہے اسکی

اہمیت کو اس میں بڑے موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے یہ بقامت کہتر اور بقیمت بہتر کا مصداق ہے اسے ہر مسلمان کو نہ صرف پڑھنا چاہیئے بلکہ ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔
قیمت ۱٫۵۰ روپیئے

۱۴:- اسلامی قانون اجرت اس کتاب میں مزدوروں کے مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے اس کا ملیالم میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے اس کا پہلا ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا ہے اب یہ کتاب تاج کمپنی دلی بھی شائع ہو گئی ہے۔

۱۵:- تبع تابعین اس کتاب میں انتیس (۲۹) اکابر تبع تابعین اکابر امت کے علم و فضل کا مفصل ذکر ہے جس میں امام ابو یوسف، امام محمد اور عبد اللہ بن مبارک، امام ظفر، فضیل بن عیاض، سفیان ثوری وغیرہ جیسے اکابر امت شامل ہیں
قیمت عہ ۵/ روپیئے

۱۶:- اہل کتاب صحابہ و تابعین اس کتاب میں ان ترانوے صحابہ صحابیات اور تابعین کا ذکر ہے جو اسلام سے پہلے یہودی یا نصرانی تھے اور پھر مسلمان ہوئے دنیا کی کسی زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں۔
قیمت عہ ۲۵/ روپیئے

۱۶:- اجتہاد اور تبدیلیٔ احکام اس کتاب میں ان نئے مجتہدین کا مدلل اور مفصل جواب دیا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن و سنت کے صریح احکام کو بھی اجتہاد کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے۔
قیمت عہ ۴/ روپیئے

۱۸:- فتاویٰ عالمگیری اور اسکے مولفین عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے فتاویٰ عالمگیری کو علماء کی ایک پوری جماعت نے مرتب کیا تھا مگر اب تک اس کے مصنفین کے نام سے لوگ نا واقف تھے مصنف نے بڑی تلاش و جستجو سے ان کے حالات جمع کر دیئے ہیں اور اس میں فقہ کی جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اسکی تفصیل بھی کر دی ہے۔ قیمت سہ ۳۵

۱۹۔ **اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات** اسلام نے بین الاقوامی تعلقات کے سلسلہ میں جو اصول دیئے ہیں ان پر ان میں مفصل بحث کی گئی ہے یہ مقالہ تھا جو ۱۹۵۷ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں پڑھا گیا تھا اب اضافہ کرکے اسے کتابی شکل دے دی گئی ہے یہ تینوں کتابیں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور سے شائع ہوئی ہیں ہندوستان میں بھی اس کے چھاپنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ قیمت ۶۵ روپے

۲۰۔ **فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل** ان میں ان بنیادی اصولوں کی تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ جن کی بنیاد نئے پیش آمدہ مسائل میں ایک مفتی غور کرکے انکے جوابات دے سکتا ہے یہ کتاب مکتبہ جامعہ نئی دلی سے شائع ہوئی تھی اب دوبارہ یہ کتاب دارالتالیف والترجمہ سے شائع ہوئی ہے۔

۲۔ **اسلامی تعلیم حصہ اول، دوم، سوم، چہارم** اس میں اسلامی مسائل کو بڑے سلیس اور دلچسپ انداز میں بچوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے یہ سیکڑوں مکاتب اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے پورے سیٹ کی قیمت ۲۰ روپئے ہے

۲۱ :۔ ان کتابوں کے علاوہ ابھی مصنف مدظلہ کے درجنوں مضامین الرشاد کے قیمتی اداریئے ہیں جنکو کتابی شکل دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مثلاً خدمت حدیث میں عورتوں کا حصہ، قرآن پاک میں رجم، نماز اور خشوع، تواضع وخاکساری، مسلمان بادشاہوں کی تصانیف ذرائع آمدنی اور تقسیم ملکیت کا مسئلہ وغیرہ،

مکتبہ الرشاد دارالتالیف والترجمہ کے علاوہ دوسرے مکتبوں سے شائع شدہ اردو عربی کتابیں بھی مکتبہ سے مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔

پتہ :۔ مہتمم مکتبۃ الرشاد۔ رشادنگر۔ اعظم گڈھ

I-2

SEP.
1992

ماہنامہ

الرشاد

جامعۃ

مرتبہ

مجیب اللہ ندوی

دار التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ یوپی

جامعۃ الرشاد ایک نظر میں

جامعۃ الرشاد محض ایک عربی درسگاہ نہیں بلکہ یہ وسیع المقاصد ادارہ ہے یہاں دینی علوم کی معیاری تعلیم کے ساتھ بقدر ضرورت جدید علوم کی بھی تعلیم دیجاتی ہے یہاں سے فارغ طلبہ ایک طرف علوم دینیہ میں مہارت رکھتے ہیں تو دوسری طرف جدید علوم سے بھی بے بہرہ نہیں رہتے گویا یہ ادارہ قدیم وجدید کا بہترین سنگم ہے اعلیٰ دینی تعلیم کیساتھ یہ ادارہ بہت سے ملی کاموں کا مرکز بھی ہے نہ صرف ضلع بلکہ مشرقی اضلاع میں اسوقت جتنے ملی کام ہورہے ہیں ان کا مرکز یہی ہے۔

تعلیم وتربیت

(۱) صرف ونحو اور عربی ادب وانشاء پر شروع سے زور دیا جاتا ہے تاکہ طلباء کو عربی تقریر وتحریر پر پوری قدرت ہوجائے۔ (۲) فقہ، اصول فقہ، حدیث اور اصول حدیث اور ترجمہ قرآن پاک اور تفسیر کی معیاری تعلیم تیسرے درجہ سے آخر تک جاری رہتی ہے یونانی فلسفہ ومنطق بھی بقدر ضرورت پڑھائی جاتی ہے (۳) قرآن پاک سے زیادہ سے زیادہ لگاؤ پیدا کرنے کے لئے عربی درجات کے پہلے ابتدائی تین سالوں میں ہر طالب علم کو سورہ حجرات سے ختم قرآن تک مع تجوید حفظ کرنا ضروری ہے (۴) جامعۃ الرشاد کا نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم وتربیت اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے پورے ملک میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک ہے تفصیل کیلئے "مقاصد اور خصوصیات" اور نصاب تعلیم اور جامعۃ الرشاد اکابر کی نظروں میں" والے کتابچوں کا مطالعہ کریں۔ (۵) معیاری تعلیم کیساتھ بچوں میں زیادہ سے زیادہ علم دین کا ذوق، عمل کا جذبہ، اسلامی اخلاق وکردار کی خوبی، ایمان ویقین کی کیفیت اور دعوت دین اور اتباع سنت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تاکہ ان کا علم خود انکے لئے بھی مفید ثابت ہو اور دوسروں کے لئے بھی ان کے مزاج میں زیادہ سے زیادہ سادگی خاکساری محنت وقناعت پسندی اور جذبۂ خدمت پیدا کرنیکی کوشش کیجاتی ہے تاکہ وہ اپنے اخلاق وکردار کی خوبی اور محنت وخدمت سے بندگان خدا کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرسکیں۔

سالانہ چندہ
ہندوستان سے 50/-
خصوصی معاون 100/-
قیمت فی پرچہ 5/-

جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ کا ترجمان
جامعۃ
ماہنامہ
الرشاد

سالانہ چندہ
غیر ممالک سے
پندرہ ڈالر امریکی
15/- ی

جلد نمبر ۲۱ | ستمبر ۱۹۹۲ء مطابق ربیع الاول ۱۴۱۳ھ | شمارہ ۴۹

فہرست مضامین

مجلس ادارت

مجیب اللہ ندوی پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر نے نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ سے چھپوا کر دفتر جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

رشحات

افریقہ کے کئی ملکوں مثلاً صومالیہ سوڈان، ایتھوپیا، نائجیریا چاڈ وغیرہ سے برابر یہ خبریں آرہی ہیں کہ پورا کا پورا ملک خشک سالی اور قحط سالی میں مبتلا ہے لوگ جھڑے، گھاس اور پتے کھا کر کسی طرح جان بچانے کی کوشش کر رہے ہیں اور ہزاروں بچے اور بوڑھے مرد و عورت لقمۂ اجل بن چکے ہیں ایک طرف لاکھوں انسان غذا نہ ملنے کی وجہ سے موت کا انتظار کر رہے ہیں دوسری طرف لاکھوں کروڑوں روپئے ان کھیلوں پر خرچ کئے جا رہے ہیں جو آئے دن ہوتے رہتے ہیں صرف ہندوستان کئی کروڑ روپئے سالانہ اس پر خرچ کر رہا ہے اور دوسرے ممالک کے اخراجات کو شامل کر لیا جائے تو یہ اربوں نہیں بلکہ کھربوں تک پہونچتا ہے۔ انسانیت دوستی کا دم بھرنے والے ممالک نے آج بارسلونا (اسپین) میں کھیل اور تفریح پر جو بے دریغ پیسہ خرچ کیا ہے اگر یہ پیسہ فاقہ زدہ ان ممالک میں بھیج دیا جاتا تو کم از کم ہزاروں لاکھوں بوڑھے اور بچے لقمۂ اجل بننے سے بچ جاتے اس سے زیادہ افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اسلامی ممالک بھی اپنا پورا حق ادا نہیں کر رہے ہیں سیاسی کاموں اور تفریحات پر خرچ کرنے میں تو یہ ممالک مغرب کی ریس میں دن بدن آگے ہی بڑھتے جا رہے ہیں مگر خالص انسان دوستی کی بنیاد پر انکے اندر کوئی پرسوز جذبہ دکھائی نہیں دے رہا ہے حالانکہ یہ فرض سب سے زیادہ انہیں پر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو اپنا خاندان قرار دیا ہے، ان پر رحم و کرم کرنے کو اپنی ذات قدوسی پر احسان قرار دیا ہے، ایک حدیث میں ہے الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔

اب یہ بات بالکل کھل کر سامنے آگئی ہے کہ اقوام متحدہ مغربی ملکوں کے مفادات کا پاسبان بن کر رہ گیا ہے، اسرائیل کے مقابلہ میں اسکا جو طرز عمل ہے

سے چلا آرہا ہے اس سے دنیا واقف ہے، اب بوسینیا کے معاملہ میں تو اس کی بالکل برہنہ تصویر سامنے آگئی ہے۔ اس وقت عراق کے باغی شیعوں اور کردوں کی حفاظت کے نام پر وہاں امریکہ جو جارحانہ کارروائی کر رہا ہے اس پر اقوام متحدہ نے اسے کھلی چھوٹ دے رکھی ہے مگر ایک ملک بوسینیا پر بغیر کسی قانونی اور اخلاقی استحقاق کے سربیا کی ظالم حکومت جو جارحانہ کارروائی کر رہی ہے اور پورے ملک کو برباد کرنے کا جو ظالمانہ اقدام کر رہی ہے اس پر نہ تو اقوام متحدہ کو کوئی تشویش دکھائی دیتی ہے اور نہ امریکہ اور مغربی ملکوں میں کوئی حرکت دکھائی دے رہی ہے، لندن میں اس سلسلہ میں جو کانفرنس ہوئی اس میں کسی فوجی اقدام سے گریز کیا گیا گویا ایک چھوٹے سے ملک کو ایک ظالم کے حوالہ کرنے پر اقوام متحدہ اور پورا مغرب راضی ہے، یہ ظالم جہاں ضرورت سمجھتے ہیں وہاں انسانیت دوستی اور جمہوریت سب کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان ظالموں کا سر کچلنے کیلئے غیب سے کوئی صورت پیدا فرمائے۔ امریکہ اور مغربی دنیا نے بوسینیا کے مظلوموں کے بارے میں جو مجرمانہ طرز عمل اختیار کر رکھا ہے وہ تو اپنی جگہ قابل مذمت ہے ہی مگر اس معاملہ میں ممالک کا چپ سادھ لینا سمجھ میں نہیں آتا اب تک ملیشیا کے علاوہ کسی نے کھل کر اس کی مذمت نہیں کی ہے اور ترکی نے اپنے یہاں یوگوسلاویہ سفارت خانہ بند کیا ہے۔

تیرہ برس کی زبردست جانی و مالی قربانی کے بعد افغانستان کمیونزم کی گرفت سے آزاد ہوا تھا جب تک روس فریق بنا رہا امریکہ مجاہدین کی حمایت کرتا رہا، مگر جونہی روس میں شکست و ریخت شروع ہوئی اور افغانستان کے ایک اسلامی ملک بن جانے کی صورت دکھائی دینے لگی تو امریکہ کا طرز عمل بدل گیا، اور وہ اس سازش میں لگ گیا کہ اسلامی جذبات رکھنے والے افراد اقتدار پر قابض نہ ہونے پائیں بلکہ کوئی سیکولر طرز کی حکومت وہاں قائم ہو جائے۔ عبداللہ مسعود شاہ اور ربانی جذبات کے اعتبار سے حکمت یار کے ہم نوا نہیں مگر مسعود شاہ نے رشید دوستم کی فوج کو جو برسوں سے نجیب اللہ کی پشت پناہ تھی جس میں وہ ملیشیا کی شمولیت کو مناسب نہیں سمجھا، اس کا بدلہ کر ان کے حوالہ کر دیا،

حکمت یار کا اصرار تھا کہ رشید دوستم کی فوج کابل سے باہر چلی جائے اس لئے کہ اسی نے لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا ہے مگر ربانی اور مسعود شاہ نے مصلحتاً ایسا نہیں کیا جسکے نتیجہ میں گلبدین حکمت یار نے کابل پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں ربانی وغیرہ کو مجبور ہو کر حکمت یار کی بات ماننی پڑی، اور اب دونوں گروپوں میں مصالحت ہو گئی ہے، اس دوران مغربی پریس اور خود ہمارا ہندوستانی پریس حکمت یار کی ہر طرح سے مذمت ہی نہیں کی بلکہ انہیں سیاسی گالی دیتا رہا ہے، مگر حکمت یار نے جو حکمت عملی اختیار کی وہ بڑی دوراندیشی پر مبنی تھی، مصر کے انقلاب کے بعد الاخوان المسلمون کے جاں نثاروں کو ناصر سے یہی دھوکہ اٹھانا پڑا تھا اور ایران کے انقلاب کے بعد بنی صدر کا صدر ہونا اسی طرح کی غلطی تھی، ایران کے ذمہ داروں نے فوراً اس غلطی کا احساس کر لیا اور بنی صدر کو ہٹا دیا مگر مصر میں ناصر کو نجیب وغیرہ ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے جس کی وجہ سے اخوان کی ساری قربانی پر پانی پھر گیا، اور مصر اسلامی ملک ہوتے ہوئے پھر سیکولر ملک ہو گیا۔

خدا کا شکر ہے کہ حکمت یار کی حکیمانہ نگاہ نے اسے پہلے دن بھانپ لیا تھا، انہوں نے تیرہ برس کی تھکا دینے والی جدوجہد کے بعد بھی ہار نہیں مانی جس کی وجہ سے افغانستان کیمونزم کی گرفت سے نکل کر سیکولرازم کے چنگل میں جانے سے بچ گیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد افغانستان کو عملاً ایک اسلامی ملک کی صورت میں کھڑا کر دے۔ اور اس کو دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

راقم الحروف برسوں سے مسلمانوں سے یہ عرض کرتا رہا ہے کہ وہ ہندوستان کے موجودہ حالات کو سمجھنے کی کوشش کریں، مگر افسوس ہے کہ عوام تو عوام علماء اور خواص میں بھی اس کا کوئی نمایاں احساس پیدا ہوتا نظر نہیں آرہا ہے، بہر حال ہم اس سلسلہ میں احساس ذمہ داری سے مجبور ہو کر برابر یہ آواز اس لئے لگا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں معذرت خواہ ہو سکیں آج ہم ایک نئے خطرہ کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ ۸ راگست ۱۹۴۲ء کو انگریزی حکومت کے خلاف کوئٹ انڈیا ہندوستان چھوڑو کا جو ریزولیوشن بمبئی میں منظور ہوا تھا اس کی

یادگار بنائی گئی ہے اور وہ سلسلہ سال بھر جاری رہیگا، مگر کوئٹ انڈیا تحریک میں جن لوگوں کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی تھی بلکہ وہ اس وقت وہ انگریزوں کی حکومت کی حمایت کر رہے تھے یہ لوگ اب ایک دوسری کوئٹ انڈیا تحریک شروع کر رہے ہیں جنکی نمائندہ ہے ہماری بہادر آر۔ ایس۔ ایس اور بی، جے، پی پارٹی جو یہ نعرہ عوام کے سامنے لگا رہی ہے کہ ہمارے ہندوستان میں ڈیڑھ کروڑ بنگلہ دیشی گھس آئے ہیں جو مغربی بنگال، بہار اور مدھیہ پردیش وغیرہ میں پھیل گئے ہیں اور انہوں نے اپنا نام ووٹر لسٹ میں داخل کر لیا ہے، یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے، جو اس وقت ہندوستان میں اٹھانے کی کوشش کی جا رہی ہے اس میں کہیں مسلمان کا نام تو نہیں لیا گیا ہے مگر جسطرح آسام میں یہ تحریک چلی تھی تو اسکا نشانہ ہزاروں مسلمان بنے تھے یہاں بھی ایسی ہی صورت پیدا ہونے کا امکان ہے، ایک طرف شیلا پوجا کے بعد کھڑاؤں پوجا کی تحریک چل رہی ہے دوسری طرف یہ نیا نیا فتنہ جگانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اگر خدانخواستہ یہ فتنہ بڑھا تو اسکا اثر ہمارے ہر طبقہ پر پڑیگا اس لئے تمام مسلمان جماعتوں اور بڑے بڑے اداروں کے ذمہ داروں اور علماء اور خواص سب کو ملکر اسکے خلاف ایک متحدہ آواز اٹھانی چاہیئے، اس پر بہت سے غیر مسلم منصف مزاج افراد نے لکھنا بھی شروع کر دیا ہے یہ نہ صرف مسلمانوں کا مسئلہ ہے بلکہ ایک انسانی بھائی چارہ کا مسئلہ ہے، اس لئے اس کے خلاف ہمیں مؤثر طور پر آواز اٹھانے کی صورتوں پر غور کرنا چاہئے۔

---

۲۳ ر ۲۴ مئی ۱۹۹۲ء کو جو اتحاد ملت کانفرنس بمبئی میں ہوئی تھی اس نے متفقہ طور پر آل انڈیا ملی کونسل کے نام سے ایک نئی غیر سیاسی تنظیم بنائی تھی اسی وقت اس نے اسکا دستور بنانے کیلئے ایک کمیٹی بنادی تھی جس کے کنوینر محترم مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب بنائے گئے بحمد اللہ اس نے جولائی میں اپنا دستوری خاکہ مکمل کر کے بنیادی ارکان کے پاس ترمیم واضافہ کے لئے بھیج دیا اور پھر اسکو آخری شکل دینے کیلئے ۱۳، ۱۴، اگست کو بنیادی ارکان کی میٹنگ طلب کی جس میں ۵۰ میں سے ۴۰ حضرات حاضر ہوئے اور دو دن کے بحث ومباحثہ

کے بعد اسکو آخری شکل دیدی گئی اب انشاء اللہ جلد ہی اسکی روشنی میں عمومی میٹنگ بلاکر جنرل کونسل کے ۲۰۱ ممبران اور ۴۱ مجلس عاملہ کے اور ۷ سرپرستان کا انتخاب عمل میں لانے کی کوشش کیجائے گی۔

افسوس ہے کہ کوئی کام کتنی ہی نیک نیتی سے شروع کیا جائے کچھ لوگوں کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہی قرار پاتا ہے مگر ہم کو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس سلسلہ میں جو غلط فہمیاں ہیں جلد ہی دور ہو جائیں گی جن حضرات کو ملی کونسل کے قیام کے سلسلہ میں کوئی خلجان ہے ہم چاہتے ہیں کہ وہ حضرات ان باتوں کو ذہن میں رکھ کر پھر اسکے بارے میں کوئی رائے قائم کریں، تو ہمیں امید ہے کہ ان کا خلجان ضرور دور ہو جائیگا پہلی بات یہ کہ یہ ایک غیر سیاسی تنظیم ہے غیر سیاسی تنظیم کا مطلب ہے کہ یہ نہ تو انتخابی سیاست میں حصہ لے گی اور نہ کسی سیاسی جماعت کا ضمیمہ بنے گی اب تک ہم مسلمانوں کے مسائل سیاسی سطح سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں پہلی مرتبہ ملی کونسل یہ کوشش کر رہی ہے کہ مسلمانوں کو متحد کر کے غیر سیاسی سطح سے پریشر گروپ بنایا جائے دوسری بات یہ ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ ہم نے اپنا دائرہ کار تعمیری کاموں تک محدود رکھا ہے اور یہ بھی ایک منصوبہ کے تحت کرنا پیش نظر ہے۔ پھر جو کام جہاں ہو رہا ہے وہاں ملی کونسل کام کرنیوالوں کا ہر طرح سے تعاون کریگی اس سلسلہ میں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ ہندوستان میں اس وقت مسلمانوں کو اوپر اٹھانے کیلئے مختلف جماعتوں کی طرف سے جتنا بھی تعلیمی اور معاشی ترقی کا کام ہو رہا ہے اس سے مشکل سے دس فیصد مسلمانوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے ہم اس دس فیصد میں ایک دوسرے سے سابقت کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں ۹۰ فیصد کے وسیع و عریض تعلیمی اور معاشی میدان کو ہم نے خالی چھوڑ رکھا ہے ملی کونسل اسی ۹۰ فیصد کے وسیع میدان میں کام کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے وہ کسی کی مدمقابل بننے کی کوشش نہیں کرنا چاہتی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ جب اس کے اندر مختلف مسلم سیاسی جماعتوں کے افراد شریک ہیں تو جب انکے اندر کشمکش ہوگی تو لامحالہ کونسل پر اسکا اثر پڑیگا اور

سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ مسلمانوں کی جو سیاسی جماعتیں سیاسی سطح سے کام کر رہی ہیں ہمارے نزدیک وہ سب قابل قدر ہیں ہم حتی الامکان ان سے اخلاقی تعاون کریں گے اور جہاں آپس میں ایک دوسرے سے کشمکش کی کوئی صورت دکھائی دے گی اسے حتی الامکان رفع کرنے کی کوشش کریں گے اور اگر وہ کسی وجہ سے رفع نہ ہو سکی تو ملی کونسل کے عام ارکان اسمیں خود فریق نہیں بنیں گے۔

میں نے ملی کونسل کے سلسلہ میں جو کچھ عرض کیا ہے اپنی فہم کے مطابق وہ میری ذاتی رائے ہے ملی کونسل کی اصل پالیسی اجلاس عام کے بعد ہی واضح ہوگی اور وہی آخری پالیسی سمجھی جائے گی مگر راقم الحروف نے جن بنیادی نکتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بظاہر اس کا دستوری مزاج وہی ہے جسکا ذکر اوپر ہوا ہے۔ ...

فقہی سمینار کے سلسلے میں چند گزارشات

منعقدہ ۳۰ر اکتوبر تا ۲ر نومبر ۱۹۹۲ء

۱:۔ جن حضرات نے اپنے مقالے نہ بھیجے ہوں براہ کرم وہ جلد از جلد اسلامی فقہ اکیڈمی دلی کے پتہ پر روانہ کریں۔ یا جامعۃ الرشاد بھیج دیں۔

۲:۔ براہ راست ٹرین سے اعظم گڑھ پہنچنے میں قدرے دقت ہے اسلئے جو حضرات بس سے سفر کر سکتے ہوں وہ گورکھپور، بستی، گونڈہ، بہرائچ، کانپور، لکھنؤ اور رانچی وغیرہ سے براہ راست اعظم گڑھ آسکتے ہیں،

۳:۔ جامعۃ الرشاد یا رشاد نگر سے ممکن ہے کچھ ٹمپو اور رکشے والے واقف نہ ہوں تو ان سے کہئے کہ ہم کو چکی والے مدرسہ میں لے چلو، بنارس سے آنیوالی بسیں سب مدرسہ سے گزرتی ہیں۔ ڈرائیور سے کہکر پھاٹک پہ اتر سکتے ہیں۔

۴:۔ جو حضرات گجرات، مہاراشٹر، مدراس، آندھرا پردیش، مدھیہ پردیش، کرناٹک، کیرل، دلی اور وغیرہ سے بذریعہ ٹرین آئیں وہ بنارس یا مغل سرائے یا شاہ گنج اتریں۔ اتری بہار سے آنے والے حضرات مئو اتریں۔

۵:۔ جو حضرات ہوائی جہاز سے تشریف لائیں ان کی اطلاع کیلئے لکھا جاتا ہے کہ بمبئی، احمد آباد اور دہلی سے براہ راست فلائٹ وارانسی تک ہے ... وارانسی سے ... تین دن۔

۶:۔ آپ جس ذریعہ سے جس دن جس وقت آنا چاہتے ہوں وہ آنے سے کم از کم ایک ہفتہ پہلے مطلع کر دیں تاکہ آپ کو اعظم گڑھ پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہو ... آپ کے استقبال کیلئے موجود رہیں گے۔

۷:۔ واپسی کا ریزرویشن نہ کرایا ہو تو اس کیلئے آپ پہلے سے لکھ دیں تاکہ واپسی میں پریشانی نہ ہو۔

شریعت اسلامیہ
اور نفاذ حدود

پروفیسر ڈاکٹر فرید الدین گورنمنٹ کالج ڈیرہ اسماعیل خاں

جرم وسزا کے باہمی تعلق پر آج کل دنیا میں بڑا زور دیا جاتا ہے اور اسلامی سزاؤں کو بے رحمانہ اور ظالمانہ کہا جاتا ہے لیکن اسلام نے جرم و سزا کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے بہتر تصور آج تک کسی نظام نے پیش نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ انسان اور کائنات کے خالق نے جو سزا تجویز فرمائی ہے اور پھر اس کی جو حکمت بیان کی ہے اسکے مقابلہ میں خود مخلوق کی تجویز کی ہوئی سزا کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ یہ انسان کی حد درجہ نادانی ہے کہ وہ اپنی تجویز کی ہوئی سزاؤں کو اپنے پیدا کرنے والے اور معبود برحق کی تجویز کردہ سزاؤں سے بہتر سمجھے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں بعض معاصی کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہے یہ وہی معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا۔ نظام تمدن میں خلل پیدا ہوتا اور مسلم معاشرے کی طمانیت اور سکون قلب رخصت ہو جاتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ دو چار بار انکا ارتکاب کرنے سے انکی لت پڑ جاتی ہے اور پھر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے معاصی میں محض آخرت کے عذاب کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرتناک سزا مقرر کی جائے کہ اسکا مرتکب ساری زندگی معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور سوسائٹی کے دیگر افراد کیلئے سامان عبرت بنا رہے اور اس کے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کرنے کی جرأت کریں [2]

حد کا مفہوم

حد کی جمع حدود ہے قرآنی اصطلاح میں حدود اللہ ان چیزوں کا نام ہے جن کا حلال و حرام ہونا واضح ہو چکے [3]

قرآن پاک میں ہے۔ تلک حدود اللہ فلا تقربوھا

یہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں سو ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ

لغت میں حد دو۲ چیزوں کے درمیان فصل کرنے والی چیز کو کہتے ہیں ۵ یا کسی چیز کے منتہا کو بھی حد کہتے ہیں ۶۔ فتاویٰ عالمگیری میں حد کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ شریعت میں حد ایسی عقوبت مقدرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق کے واسطے ہو پس قصاص کو حد نہیں کہیں گے کہ وہ حق العبد ہے اور تعزیر کو حد نہیں کہیں گے اسواسطے کہ وہ مقدر نہیں ہے۔ بہر حال حد کے معنیٰ دو چیزوں کے درمیان امتیاز کرنے کے ہیں یا ایک دوسرے سے تجاوز نہ کرنے کے ہیں۔ اوامر و نواہی کی پرواہ نہ کرنا اور حدود اللہ سے آگے بڑھ جانے کو قرآن کریم کی نگاہ میں معصیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

بقول امام راغب حد دو۲ چیزوں کے درمیان اس حاجز اور مانع کو کہا جاتا ہے جو حاجز اور مانع ان چیزوں کے درمیان اختلاط سے روکتا ہو۔ چنانچہ حد الزنا و الخمر کے حد کو اسلئے حد کہا جاتا ہے کہ وہ مرتکب زنا و خمر کو معاودہ سے روکتی ہے۔ لفظ حد کے اصل معنیٰ ممنوع یا حائل اگر پیش نظر ہوں تو واضح ہوگا کہ شرعی سزاؤں کو حدود اسلئے کہتے ہیں یہ سزائیں بندوں کو گناہوں میں مبتلا ہونے سے روکتی ہیں اور انکا خوف انسان اور جرم کے درمیان حائل رہتا ہے ۸۔ حدود اللہ حرام کام کے معنیٰ میں بھی منقول ہے جیسے اعتکاف میں مباشرت سے منع کرنے کے بعد ہے تلک حدود اللہ فلا تقربوها یہ حرام ہے اسکے قریب نہ جاؤ اسی طرح مقادیر شرعی یعنی تین طلاقوں کا مقرر ہونا وغیرہ کے معنیٰ میں بھی منقول ہیں ۹۔ شریعت میں حد ایک ایسی سزا ہے جو خالص حق الٰہی کے واسطے مقدر کر دی گئی ہے حتیٰ کہ قصاص کو حد نہیں کہتے کیونکہ وہ بندہ کا حق ہے۔ چنانچہ ولی کو قصاص معاف کر کے دیت لینے کا اختیار ہے اور تعزیر کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ وہ مقدر نہیں کیونکہ تعزیر کا کوئی ایسا اندازہ نہیں ہے کہ کم و بیش نہ ہو سکے اور حد مشروع کرنے کا مقصد اصلی یہ ہے کہ جس بات سے بندوں کو ضرر پہنچتا ہو اس کے کرنے والے کو زجر کیا جائے اور گناہ سے پاک ہونا اس کا مقصد اصلی نہیں ہے اس دلیل سے کہ حد تو کافر کے حق میں بھی مشروع ہے، حالانکہ کافر کبھی گناہ سے پاک نہ ہوگا ۱۰۔ رد المحتار میں ہے "الحد لغة المنع وشرعًا عقوبة مقدرة وجبت

حق اللہ تعالیٰ زجراً فلا تعزیر حد لعدم تقدیرہ ولا قصاص حد لانہ حق المولیٰ "لغت میں حد منع کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں حد وہ سزا ہے جس کی مقدار متعین ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو ان جرائم سے باز رکھیں تعزیر بھی حد نہیں کیونکہ اس کی مقدار نہیں اور قصاص بھی حد نہیں کیونکہ وہ مقتول کے وارث کا حق ہے" ۱۱

چنانچہ حد شرعاً اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ یا اس کے رسول کی جانب سے مقرر ہو۔ اسلامی حدود آیات قرآنی سے بھی ثابت ہیں جیسے حد رجم ۱۲ نیز جن جرائم پر اللہ اور اس کے رسول نے بطور حق اللہ ایک سزا متعین کر دی ہو وہ جرائم بھی حدود ہیں اور ان کی سزائیں بھی حدود ہیں یعنی ان جرائم کو حدود کہا جاتا ہے اور ان کی سزاؤں کو بھی حدود کہتے ہیں اور اکثر اس جرم کی طرف حد کی اضافت بھی کر دیتے ہیں۔ جیسے حد السرقہ۔ حد الزنا وغیرہ پھر سزائے حد کے حق اللہ ہونے کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ یہ سزا نہ تو معاف ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس میں کمی بیشی یا رد و بدل کیا جا سکتا ہے اور اسی وجہ سے قصاص وغیرہ حدود سے خارج ہے کہ اسے مجنی علیہ یا اس کے ورثاء معاف کر سکتے ہیں ۱۳ چنانچہ فقہاء نے پوری وضاحت کر دی ہے کہ تعزیر بھی حد میں شامل نہیں اور قصاص کو بھی حد نہیں کہا جاتا اس لئے کہ وہ حق العباد ہے۔ ۱۴ شیعہ مسلک کے مطابق شرائع الاسلام میں یہی تعریف درج کی گئی ہے "کل ما لہ عقوبۃ مقدرۃ یسمی حداً وما لیس کذالک یسمی تعزیراً" ۱۵ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں اکثر فقہائے اسلام کا یہی نظریہ ہے کہ وہ ہر قسم کے تمام حقوق پر شرعاً مقرر ہو جانے والی عقوبات پر حد کا لفظ استعمال کرتے ہیں فقہاء حنفیہ میں سے علامہ کمال الدین بن ہمام کی یہی رائے ہے لیکن جمہور فقہاء احناف اور ان کے ماسوا دیگر علماء اسلام حد کا اطلاق صرف اس عقوبت پر کرتے ہیں جو یا تو خالص اللہ تعالیٰ کا حق یا اللہ تعالیٰ کا حق اس پر غالب ہو اسی لئے وہ حد کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ:

ھو العقوبۃ المقدرۃ حقاً للہ تعالیٰ "یعنی حد وہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق

موت ہونے کی بنا پر دی جائے اس لیے جمہور فقہاء قصاص پر حد کا لفظ استعمال نہیں کرتے[16]۔ فقہاء اسلام نے بالعموم جرائم حدود کی پانچ اقسام بیان کی ہیں

اقسام حدود

(۱) حد زنا (۲) حد قذف (۳) حد سرقہ (۴) حد قطع الطریق (۵) حد شرب خمر ایک دوسری رائے یہ ہے کہ جرائم حدود چھ ہیں۔ مذکورہ بالا جرائم کے علاوہ ارتداد بھی حدود میں شامل ہے۔ یہ رائے جسٹس تنزیل الرحمٰن کی ہے[17]۔ ایک تیسری رائے یہ ہے کہ جرائم حدود سات ہیں مذکورہ بالا جرائم ستہ کے علاوہ بغاوت بھی اس میں شامل ہے یہ رائے علامہ فرید وجدی نے دائرۃ المعارف القرن العشرین میں ظاہر کی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے سترہ جرائم کو قابل حد شمار کیا ہے اور گیارہ جرائم کے متعلق اتفاق ظاہر کیا ہے۔ مذکورہ بالا جرائم سبعہ کے علاوہ ترک صلوٰۃ۔ ترک صوم۔ سحر۔ وطی بہائم کو بھی حدود میں شمار کیا ہے[19]۔

ڈاکٹر عبد العزیز عامر نے اپنی تالیف التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ میں صرف سات جرائم قابل حد قرار دیا ہے[45]۔

لیکن جن جرائم کے حدود ہونے پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے وہ سب قرآن پاک سے ثابت ہیں (۱) حکم زنا کا ثبوت سورۃ النور آیت نمبر ۲ میں ہے۔ (۲) حکم قذف سورۃ النور آیت نمبر ۴ میں ہے (۳) حکم حرابہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۳-۳۴ میں ہے۔ (۴) حکم سرقہ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۸ میں ہے (۵) حکم شرب خمر سورۃ المائدہ آیت نمبر ۹ میں ہے (۶) حکم بغاوت سورۃ الحجرات آیت نمبر ۹ میں ہے (۷) حکم ارتداد سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۷ میں ہے۔

شرح السنۃ میں ہے کہ لواطت کرنے والے کی حد کے متعلق اختلاف ہے۔ صاحبین کے نزدیک جو شافعیؒ کا ظاہری قول بھی ہے، یہ کہنا فاعل پر حد زنا جاری ہوگی۔ بقول امام شافعیؒ مفعول پر جلد تمانہ و نفی عام چاہے مفعول بہ مرد ہو یا عورت محصن ہو یا غیر محصن۔ کیونکہ بصورت لواطت جو تمکین فی الدبر ہوتی اس نے اس کو محصن

نہیں بنایا۔ فلا یلزم حد المحصنات پھر شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ فاعل اور مفعول بہ کو قتل کیا جاویگا۔ کما فی حدیث عکرمہ فاقتلوا الفاعل والمفعول بہ
امام مالک اور امام احمد کے نزدیک لواطت کرنے والے کو رجم کیا جائے گا۔ لوطی محصن ہو یا غیر محصن کما فی روایۃ فارجموا الاعلی والاسفل۔

امام اعظم کے نزدیک لواطت پر شرعاً کوئی حد مقرر نہیں ہاں امام المسلمین جس قسم اور جس قدر مصلحت سمجھے بطور تعزیر جاری کر سکتا ہے اور کمال پاشا نے شرح جامع الصغیر سے نقل کیا ہے اگر لواطت کا عادی ہو جائے تو امام المسلمین اگر چاہے تو قتل کر سکتا ہے۔
وان شاء ضربہ وحبسہ۔ لاختلاف الصحابۃ فی موجبہ من الاحراق بالنار۔ وھدم الجدار والتنکیس عن مکان مرتفع باتباع الحجار وغیر ذالک کما فی الھدایہ دراصل بات یہ ہے کہ لواطت کا معاملہ انسانی بلکہ حیوانی طبیعت کے خلاف قانون معاملہ ہے اس پر قانونی حد کیسے جاری ہوگی۔ فلذالک قال ابو حنیفہؒ لا حد فیھما فقہاء مذکور نے قتل و رجم کے متعلق جو حدیث بیان کی ہے وہ سب مجرد تہدید پر محمول ہے[۲۱]

حدود میں سزا کا تعین اور مصلحت خداوندی

حد زنا جو سزائیں قرآن پاک میں متعین کر دی گئی ہیں۔ زنا کی سزا ان تمام جرائم کی سزا سے اشد اور زیادہ ہے۔ زنا خود ایک بڑا جرم ہونے کے علاوہ پوری انسانیت کیلئے تباہی کا باعث ہے نیز بہت سے جرائم کا مجموعہ ہے۔ خاندانی سلسلے کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ نسل ضائع چلی جاتی ہے۔ کوئی شخص کسی بچے کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا پرورش گاہوں میں پرورش ہونے کی بنا پر بچے یہ نہیں سمجھ سکتے انکے ماں باپ کون ہیں۔

نیز اس گھناؤنے جرم کے بعد عورت چونکہ اپنی عصمت اور عفت سے محروم ہو جاتی ہے جس سے قبیلہ اور خاندان کو ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر نا کام ہو جائے

تو وہاں کسی قسم کا نسب محفوظ نہیں رہتا۔ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ اسلئے اسلام نے تمام جرائم میں فحش تر جرم زنا کا جرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسکی سزا بھی انتہائی مقرر فرمائی۔

ارشاد ربانی ہے

الزانیہ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مأۃ جلدۃ [۲۲]

یہ سزا تو غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے مقرر ہوئی۔

شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اگر زنا کے مرتکب ہوتے ہیں تو اسلام نے رجم کی سزا مقرر کی۔ یہ سزا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین کے تعامل اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

حضرت عمرؓ نے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا فرجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہ [۲۳] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زانیوں کو رجم فرمایا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا۔ حضرت ماعز اسلمی اور غامدیہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے رجم کیا گیا۔ وعلی ھذا اجماع الصحابہ [۲۵]

حد قذف

قذف یہ ہے بغیر شرعی ثبوت کے کوئی کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام یا تہمت لگائے تو اس تہمت لگانے کو شدید جرم قرار دیا گیا۔ اور اس جرم پر حد شرعی اسی کوڑے مقرر کی۔ جسکا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ کوئی شخص صرف اس وقت زنا کا الزام لگائے گا جب وہ اس فعل خبیث کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے صرف ایک آدمی سے شہادت پوری نہ ہوگی یہاں تک کہ چار اشخاص اس قسم کی کامل گواہی دے دیں۔ نصاب شہادت کی کمی کی صورت میں الزام لگانے والے حد قذف کے مستوجب قرار پائیں گے۔ چونکہ شریعت اسلامی نے زنا کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح زنا کی تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس سے محصن انسان کی عزت عصمت اور عفت کو دھبہ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمٰنین

جلدۃ ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابداً واولئک ھم الفسقون ۲۶

حد سرقہ انہی قوانین میں سے ایک قطع ید کا قانون بھی ہے چور چونکہ معاشرہ کی فضا درہم برہم کرنا چاہتا ہے بلکہ اس چوری کے جرم میں چور قتل کرنے کی واردات کا مرتکب ہو جاتا ہے ۔ یہ ایک ایسا جرم ہے جو اپنے ساتھ قتل کے جرم کو سمیٹے ہوئے ہے چور ہمیشہ مسلح رہتا ہے ۔ درندہ صفت انسان اپنے اس خبیث حصول مقصد کیلئے سب کچھ کر گذرتا ہے جس سے پورے معاشرے کا امن مال و جان کی حفاظت سے اطمینان جاتا رہتا ہے ۔ ان خطرناک اثرات و نتائج کے پیش نظر اسلام نے سخت ترین سزا کا حکم نافذ فرمایا ۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے ۔

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم ۲۷

حرابہ چوری کی طرح رہزنی بھی قابل حد جرم ہے اور معاشرے کا امن تہہ وبالا ہو جاتا ہے ۔ سرکشی مال کا لوٹ لینا یا علی الاعلان چوری کر لینا یہ انتہائی جرائم ہیں جس سے پوری سلطنت کا نظم و نسق تباہ ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام سزاؤں کے مقابلہ میں اس کی سزا بھی انتہائی شدید مقرر فرمائی ہے ۔

ارشاد ربانی ہے ۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرتے ہیں ایسے لوگوں کی بس یہی سزا ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان میں سے ہر ایک کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا شہر بدر کر دیئے جائیں ۔ یہ سزا ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور آخرت میں انکے لئے بڑا عذاب ہے ۲۸

جمہور فقہاء کے نزدیک یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور رہزنی کے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں ۲۹

حد شرب خمر

خمر چونکہ ساتر للعقل ہے۔ انسان کی انسانیت چونکہ عقل پر موقوف ہے خمر انسان کو انسانیت ہی سے نہیں بلکہ حیوان سے بھی بدتر بنا کر دیوانے کتا کی طرح بنا دیتا ہے۔ اس لئے کتاب وسنت واجماع سے خمر کی حرمت قطعیت ثابت ہے۔ والاصل فیہ قولہ علیہ السلام ومن شرب الخمر فاجلدوہ فان عادفاجلدوہ۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شراب پئے اس کو دُرے مارو پھر اگر دوبارہ پئے پھر دُرے مارو نیز بعض احادیث میں مزید صراحت ہے پھر اگر تیسری بار پئے پھر درے مارو۔ پھر اگر چوتھی بار پئے تو اسکو قتل کر دو رواہ ابن حبان والحاکم والشافعی والدارمی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ پس چوتھی بار قتل کرنا اس امر پر محمول ہے کہ وہ اس کی حرمت کا قائل نہ ہو بلکہ حلال سمجھے چنانچہ ابن حبان کی روایت میں مصرح ہے اور حضرت معاویہؓ سے مرفوع روایت ہے لیکن ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حد ماری اور قتل نہیں فرمایا تو چنانچہ علماء سلف وخلف نے اتفاق کیا کہ چوتھی بار شراب پینے میں قتل نہ کیا جائے[۲۳]۔ درحقیقت حد خمر اور حد نشہ آزاد آدمی کے واسطے اسّی دُرے ہیں کیونکہ اسی پر صحابہ کرام نے اجماع کیا ہے۔

شریعت میں نفاذ حد کی شرائط

۱۔ ثبوت شہادت میں احتیاط

اسلامی قانون میں جس جرم کی سزا سخت ہے اسکے ثبوت کیلئے شرائط بھی سخت رکھی گئی ہیں اور ان سزاؤں کے اجراء میں انتہائی احتیاط برتنے کا حکم ہے۔ چونکہ زنا کی سزا اسلام میں انتہائی سخت ہے چنانچہ ثبوت زنا کے لئے سخت ترین شرط عائد کر دی گئی ہے۔ صرف معمولی شبہہ پیدا ہو جانے کی بناء پر حد ساقط ہو جاتی ہے صرف تعزیری سزا بقدر جرم باقی رہ جاتی ہے۔ عام معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ثبوت کیلئے کافی ہے لیکن

حد زنا کے لئے چار مرد گواہوں کی عینی شہادت جس میں کوئی التباس نہ ہو ضروری شرط ہے۔

اگر شہادت زنا کی کوئی شرط مفقود ہونے کی بنا پر شہادت رد کردی گئی ہو تو پھر شہادت دینے والوں کی خیر نہیں ان پر قذف یعنی زنا کی جھوٹی تہمت کا جرم قائم ہو کر حد قذف اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ ۳۱

۲:۔ صحیح العقل ہونا ضروری ہے

اجراء حد کیلئے ضروری ہے جس پر حد واقع ہوئی ہے

وہ صاحب عقل ہو۔ دیوانہ مجنوں اور پاگل نہ ہو۔ حصول عبرت کے لئے عقل و احساس اور ادراک ہونا شرط ہے جیسے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ماعز اسلمیؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زنا کا اعتراف کیا تو آپؐ نے اس سے رخ مبارک پھیر لیا۔ وہ اعتراف کرتا رہا۔ آپؐ رخ انور پھیرتے رہے یہاں تک کہ اس نے اپنے گناہ پر چار مرتبہ شہادت دی۔ تب آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

کیا تو پاگل ہے اس نے عرض کیا نہیں پھر آپؐ نے فرمایا تو شادی شدہ ہے اس نے کہا ہاں۔ تب آپ نے رجم کرنے کا حکم دیا۔ ۳۲ تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا جس پر حد جاری ہو وہ صحیح العقل ہو جیسے آپؐ نے حد جاری کرنے سے پہلے تحقیق فرمالی۔

۳:۔ تندرست اور سلیم البدن ہونا ضروری ہے

جس پر حد جاری ہو اسے صحت مند ہونا ضروری ہے

بیمار اور کمزور پر حد جاری نہ کی جائے بلکہ اسے مہلت دی جائے کہ وہ تندرست اور قوی البدن ہو جائے اور حد کے برداشت کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ حضرت سعد بن عبادہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن وہ ایک ایسے شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے جو ناقص الخلقت اور بیمار شخص تھا، ایسا بیمار تھا کہ اچھے ہونے کی امید نہ تھی اس شخص کو اہل محلہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے

ہوئے پکڑا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں حکم فرمایا کہ کھجور کی ایک ایسی ٹہنی لو جس میں سو چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں ہوں۔ پھر اس ٹہنی سے اس شخص کو ایک دفعہ مارو۔ ۳۳

بقول قاضی عیاض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام المسلمین کے لئے مناسب ہے کہ جس پر تازیانہ لگایا جائے گا اسکا لحاظ کرے اور اس کی حیات پر محافظت کرے کیونکہ جلد میں تو قتل کرنا نہیں ہے پھر قاضی نے کہا کہ حمل کی صورت میں تو اقامت حد کے اندر تاخیر کی جاوے گی لیکن دوسرے امراض کے اندر تاخیر نہیں ہے جیسے کہ حدیث بالا بحالت مرض (چونکہ تندرست ہونے کی امید نہ تھی) کے اندر حضور علیہ السلام نے حد جاری فرمادی۔ امام اعظمؒ کے نزدیک مریض کے تندرست ہونے تک حد کو مؤخر کیا جاوے گا۔ ۳۴

اسیطرح آپ ایک غامدیہ عورت کو اعتراف جرم پر لوٹاتے رہے یہاں تک کہ وہ تیسری بار حاضر ہوئی تو ارشاد فرمایا جب بچے کی ولادت ہوجائے تو آنا۔ ولادت کے بعد نومولود بچے کو لے کر حاضر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا جب یہ کھانے پینے کے قابل ہوجائے تو لے کر آنا۔ دودھ پلانے کی مدت گذارنے کے بعد پھر بچے کو لے کر حاضر ہوئی تو تب آپؐ نے رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ۳۵

حضرت علیؓ کی ایک حدیث میں ایک لونڈی نے زنا کا ارتکاب کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ حال ہی میں اس کی ولادت ہوئی ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں اسے پچاس کوڑے مارتا ہوں تو وہ مر جائے گی۔ چنانچہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا کہ اس حالت میں اس پر حد جاری نہ کی۔ ۳۶

تو ان احادیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ مریض کو اس کے اچھا ہونے تک مہلت دینی چاہئے ابن ہمام فرماتے ہیں اگر کوئی مریض زنا کا مرتکب ہوا اور شادی شدہ

ہونے کی وجہ سے اس کو رجم کا سزاوار گردانا جاچکا ہو تو اس کو اسی مرض کی حالت میں رجم کیا جائے اور غیر شادی شدہ ہونے کی وجہ سے اسے اگر کوڑے مارے جانے کا سزاوار گردانا جاچکا ہو تو پھر اس کو اس وقت تک کوڑے نہ مارے جائیں جب تک کہ وہ اچھا نہ ہو جائے۔ ہاں اگر وہ کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس سے اچھا ہونے کی امید نہ ہو جیسے دق، سل وغیرہ یا وہ ناقص الخلقت ہو تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک سزا پوری کرنے کیلئے اس کو کھجور کی ایک ایسی بڑی شاخ سے مارا جائے جس میں چھوٹی چھوٹی سو ٹہنیاں ہوں وہ شاخ اس کو ایک اسی طرح ماری جائے کہ اسکی اسکی ایک ایک ٹہنی اس کے بدن پر لگ جائے۔ ۳۷ غامدیہ عورت کے بارے میں جو رجم کی سزا گردانی جاچکی تھی تو اسے جو مہلت دی گئی تو وہ اس لئے کہ وہ حاملہ ہو چکی تھی تو حاملہ کو بچے کی پیدائش کے بعد حد جاری کی جائے گی۔ تو اس میں بچہ کی ولادت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اگر بچے کی پرورش کا کوئی معقول انتظام نہیں تو رضاعت کی مدت تک مزید دو سال کی مہلت دی جائے گی۔

اجرائے حد میں شک کا فائدہ

شک و شبہ کی حالت میں حد کا اجراء نہیں ہو سکتا مثلاً یہ ممکن ہے کہ یہ شک و شبہ شرعی احکام کو مقدمہ کے خاص حالات سے متعلق کرنے یا شہادت کی نوعیت یا ملزم کی دماغی حالت یعنی اس کے احکام شریعت یا واقعات کے علم یا بروقت ارتکاب جرم منسوبہ اس کے ارادہ کی نسبت پیدا ہو۔ اگر کسی مسلم حکم کے مقابلہ میں جو کہ کسی خاص فعل کو قابل اجرائی حدود قرار دیتا ہو۔ کوئی ظاہری اور ضعیف حکم بھی پایا جائے تو وہ بطور شبہ متصور ہو کر مانع اجراء حد قرار پائے گا۔ اگرچہ خود ملزم کو اس بارہ میں کوئی شبہہ نہ رہا ہو۔ اسکا نام شبہۃ المحل ہے۔ اگر ملزم کو احکام شریعت میں ایسی صورت میں بھی غلط فہمی واقع ہوئی جس میں ایسی غلط فہمی کی کوئی کافی وجہ نہ تھی اور اس نے حقیقی طور سے بیان کیا کہ جو کچھ وہ کر رہا تھا وہ جرم نہ تھا تب بھی اس پر حد جاری نہ کیا جائے گی

اس کو شبہۃ الفعل کہتے ہیں۔ بعض خصوصیات مثلاً مقدمات زنا میں بعض فقہا نے اس حد تک مبالغہ کیا ہے کہ وہ ایسے شخص کو جس نے یہ عمل ہوتے ہوئے دیکھا اطلاع یا شہادت نہ دینے کی صلاح دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کی شہادت اگر وہ گواہی دینا چاہے بشرطیکہ وہ عادل ہو قابلِ قبول ہوگی۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ اس جرم کے متعلق شریعت کی مصلحت یہ ہے کہ سزا انہی مجرموں کو ملنی چاہئے جو تہذیب عام کی خلاف ورزی کرکے اور اپنے معاصی کا عام طور سے اظہار کرتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے چار ایسے مردوں کی ضرورت ہے جنہوں نے اس عمل کو اپنے آنکھوں سے دیکھا ہو۔ اول تو ایسے چار آدمیوں کا ملنا ہی مشکل ہے اگر وہ مل جائیں تو قاضی کو ہدایت ہے کہ وہ ان کی شہادت بنظر تعمق جانچ کرے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان کو کوئی دھوکہ تو نہیں ہوا۔ اور ان کو اپنی شہادت سے رجوع کرنے کا موقع دے۔ مزید براں اگر گواہوں نے فوراً حاضر ہو کر گواہی دینے میں تعویق کی تو یہی واقعہ شبہ پیدا کرنے کیلئے کافی قرار دیا گیا ہے۔[۳۸]

ابن حزم وغیرہ اہلِ ظاہر گو شبہات کی وجہ سے اسقاط حد کے منکر ہیں لیکن احادیث مرفوعہ، آثار صحابہ اور اتفاق فقہاء سے سقوط حد ثابت ہے اس لئے اس کا انکار قابل التفات نہیں۔[۳۹] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ادرؤا الحدود ما استطعتم حدود کو ٹالو جہاں تک ہو سکے۔ علامہ ابن رشد نے فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے وحجتہ الجماع قولہ علیہ السلام ادرءوا الحدود بالشبہات۔[۴۰] حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اگر میں شبہات کی وجہ سے حدود کو معطل کر دوں تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں ان کو شبہات کے ہوتے ہوئے قائم کروں۔ حضرت معاذ، ابن مسعودؓ اور عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ جب تجھے حد میں شبہ پڑ جائے تو اس کو ٹال دے۔[۴۱]

شبہہ اس کو کہتے ہیں جو شئی ثابت کے مشابہ ہو اور نفس الامر میں ثابت نہ ہو۔ بالفاظ دیگر شبہہ امر غیر واقعی کو کہتے ہیں۔ جو امر واقعی سے مشابہت رکھتا ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شبہہ فی المحل دوسرا شبہہ فی الفعل۔

شبہہ فی المحل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی گئی ہو اور یہ وہاں ہوتا

جہاں محل میں شبہہ رقبہ یا شبہہ ملک وطی ہو۔ یعنی جس عورت سے وطی کی ہے اس میں حلال ہونے کا شبہہ ہو۔ اس کی چند صورتیں ہیں۔ (۱) اپنے لڑکے یا پوتے کی باندی سے وطی کرنا۔ وجہ شبہہ یہ حدیث شبہے انت ومالک لابیک۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کا مال باپ کا مال ہے۔ پس لڑکے اور پوتے کی باندی سے وطی کرنا گویا حلت شبہہ پیدا ہوگیا گو بنظر ادلہ شرعیہ واقع میں اس کی حلت ثابت نہیں

(۲) دوسری صورت معتدہ کنایات کے ساتھ وطی کرنا۔

وجہ شبہہ صحابہ کرام کا اختلاف ہے کہ کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے یا طلاق بائنہ بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور بعض صحابہ کرام سے مروی ہے کہ تین طلاق واقع ہوتی ہیں تو اس سلسلہ میں گو مختار یہی ہے کہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے تاہم حلت وطی کا شبہہ پیدا ہوگیا۔

(۳) تیسری صورت فروخت کردہ باندی کے ساتھ قبل از تسلیم بائع کا وطی کرنا۔

وجہ شبہہ یہ ہے کہ بائع کا جو قبضہ وطی کرنے پر مسلط تھا وہ اب بھی باقی ہے تو یہ شبہہ فی المحل ہے۔

(۴) چوتھی صورت شوہر کا اپنی باندی کے ساتھ وطی کرنا جس کو اپنی بیوی کے مہر میں مقرر کیا ہے۔ اور ابھی وہ باندی زوجہ کے قبضہ میں نہیں گئی۔

(۵) پانچویں صورت شریکین میں سے ایک کا مشترک باندی کے ساتھ نکاح کرنا والشبہۃ لقیام الملک فی النصف۔ چنانچہ اسی طرح اور بہت سی صورتیں کتب فقہ کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ بہرکیف شبہہ محل کی صورتوں میں حد نہیں اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو کیونکہ شبہہ محل میں اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ کہ زانی کے اعتقاد پر۔

دوسری قسم شبہہ فعل ہے یعنی نفس صحبت میں حلت کا شبہہ ہو۔ اس سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے بشرطیکہ زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اس کی بھی چند صورتیں ہیں۔

(۱) تین طلاقوں کی عدت والی عورت سے جماع کرنا۔ مطلقہ ثلثہ کی گو حرمت

غلطی ہے لیکن بعض احکام نکاح یعنی وجوب سکنیٰ، منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہ کے باقی رہنے کی وجہ سے حلت کا شبہہ ہو سکتا ہے۔

(۲) والدین کی یا اپنی بیوی کی یا اپنے آقا کی باندی سے جماع کرنا۔ اس میں اتصال املاک کی وجہ سے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ لڑکے کو اپنے باپ کی باندی پر ولایت ہے جیسے کہ باپ کو بیٹے کی باندی پر ولایت ہے۔

(۳) مرتہن کا مرہونہ باندی کے ساتھ وطی کرنا اگر مرتہن یہ کہے کہ میں نے مرہونہ باندی کی حرمت جانتے ہوئے وطی کی ہے حد کو ساقط کر دیتا ہے اس وقت یہ مسئلہ شبہۃ المحل کی فروع سے ہوگا۔

(۴) طلاق بعوض مال کی عدت والی یا مختلعہ عورت کے ساتھ وطی کرنا وغیرہ۔

ان سب صورتوں میں حد ساقط ہے بشرطیکہ وطی کنندہ اپنے گمان میں حلال جانتا ہو ورنہ حد لازم ہوگی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جتنا تم سے ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کیا کرو اگر اس بات کی ذرا بھی گنجائش ہو کہ ملزم سزا سے بچ جائے تو اسے بچ جانے دو۔ کیونکہ معاف کر دینے میں اگر حاکم سے غلطی سرزد ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں وہ غلطی کرے ؁ ۴۳

اسلامی سزائیں اگرچہ عبرتناک سزائیں ہیں لیکن ان سزاؤں کے اجراء میں احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے اجراء سزا میں شک سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ خود حضور علیہ السلام کا عمل اس پر دال ہے۔ حضرت ماعز اسلمیؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اعتراف زنا کیا۔ تو آپؐ نے حضرت ماعزؓ کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب حضرت ماعزؓ نے چار مرتبہ صریحاً اعتراف گناہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کیا تو پاگل ہے۔ عرض کیا نہیں کیا تو شادی شدہ ہے عرض کیا نہیں تب آپؐ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا۔ ؁ ۴۴ ایک روایت میں ہے کہ اس کے اہل دیہال سے پوچھا کہ تم لوگ اس کی عقل میں کچھ فتور سمجھتے ہو تو انہوں نے کہا نہیں۔ ؁ ۴۵ تو خود اندازہ لگائیے

کہ اجرائے حدود میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا محتاط قدم اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ حد رجم میں سب سے پہلے گواہ پتھر ماریں پھر امام پھر دوسرے لوگ۔ ایسا ہی حضرت علیؓ سے روایت ہے ممکن ہے گواہ کبھی جھوٹی گواہی دینے پر جرأت کرتا ہے پھر اس کے قتل کا مرتکب ہونے سے ڈر کر گواہی سے پھر جاتا ہے۔ تو گویا گواہ سے شروع کرانے میں حدود کرنے کا حیلہ نکلتا ہے۔ اگر گواہوں نے ابتدا کرنے سے انکار کیا تو حد ساقط ہو گئی کیونکہ یہ گواہی سے پھر جانے کی دلیل ہے۔ اسی طرح اگر گواہ مر گئے یا غائب ہو گئے تو بھی ظاہر روایت میں حد ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ حد مارے جانے کی شرط جاتی رہی ۔۴۶

ابو داؤد کی روایت ہے کہ جب حضرت ماعزؓ کو پتھر کی سخت چوٹ لگی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن عبداللہ بن انیس نے انہیں اونٹ کی ایک ہڈی سے ایسا مارا کہ وہ ہلاک ہو گئے۔ جب آپؐ کو بتلایا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ ھلا ترکتموہ لعلہ یتوب فیتوب اللہ علیہ ۴۷ تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ توبہ کر لیتا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتے۔ نیز جب تک مجرم کا معاملہ عدالت تک نہ پہنچے اس کی پردہ پوشی کا حکم ہے لیکن جب قضیہ عدالت میں آجائے اور تحقیق و تفتیش کے بعد جرم ثابت ہو جائے تو حد کا نفاذ ناگزیر ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت ماعز اسلمیؓ کے اقرار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا مگر حضرت ہزالؓ جنہوں نے حضرت ماعز اسلمیؓ کو بارگاہ نبوت میں حاضر ہونے اور اقرار جرم کا مشورہ دیا تھا ان سے فرمایا یا ھزال لو سترتہ بردائک فکان خیراً لک ۴۸ ہزال اگر تم اس پر پردہ ڈال دیتے تو تمہارے حق میں بہتر ہوتا۔

ایک طرف آنحضرتؐ کی شفقت کا یہ عالم کہ مشورہ دینے والے کو پردہ پوشی کا حکم فرماتے ہیں اور دوسری طرف حد کے نافذ کرنے میں کوئی رو رعایت نہیں فرمائی جاتی۔ اسلام نے اجراء حد میں یہاں تک حکم دیا ہے کہ جس شخص پر زنا اسکے اپنے اقرار سے ثابت ہوا ہے اگر اس پر حد جاری ہو رہی ہو تو وہ اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو فوراً کوڑے مارنا یا رجم کرنا موقوف کر دیا جائے گا کیونکہ اسکے اقرار میں شبہ پیدا ہو گیا ہے

اور شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ ۴۹ یہی صورت حال بوجہ شبہ پیدا ہو جانے کے حد سرقہ میں حد ساقط ہو جاتی ہے جو شئی کہ اصلاً مباح ہو امام ابو حنیفہؒ اس کی چوری میں حد ساقط فرماتے ہیں جیسے محفوظ شدہ پانی کی چوری، شکار شدہ جانور کی چوری۔ کیونکہ وہ اشیاء اصلاً مباح ہیں اور ان میں عام لوگوں کا اشتراک ہے ان اشیاء کی اباحت اصلیہ اشتباہ پیدا کرتی ہے کہ یہ حفاظت میں لے لئے جانے کے بعد بھی مباح باقی رہیں۔ اور ان اشیاء میں عام لوگوں کے اشتراک سے یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ اشتراک حفاظت میں لئے جانے کے بعد باقی ہو۔ اس صورت میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک حد ساقط نہیں ہے کیونکہ یہ مال کے مباح الاصل ہونے کو اشتباہ نہیں قرار دیتے۔ ۵۰

موجب حد سرقہ ہونے کیلئے مال مسروق میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے مال مسروق مال منقول ہو۔ شرعاً مال منقول ہو۔ مال محرز ہو۔ مال بقدر نصاب ہو۔ ۵۱ ان میں سے ایک شرط نہ پائی گئی تو حد ساقط ہو جائے گی۔

حاکم کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ مال مسروق سارق کی شبہ ملک سے خارج ہو۔ مثلاً مال مسروق ایسا مال غنیمت نہ ہو جس میں سارق کا بھی حصہ تھا یا مال بیت المال کا نہ ہو اس لئے کہ بیت المال میں سارق کا بھی حصہ ہے۔ ۵۲ حضرت علیؓ نے مال خمس میں چوری کرنے والے کیلئے قطع ید کا فیصلہ نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں اسکا بھی حصہ ہے ۵۳ اسی طرح جبر کی صورت میں سارق کا فعل موجب حد نہیں متصور ہوگا ۵۴

بہر حال شریعت اسلامیہ کا عام قاعدہ ہے کہ شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ تاہم اس قاعدہ کا کلی اطلاق تعزیرات پر نہیں ہوتا۔ علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں کہ علماء اسلام نے فرمایا ہے کہ قاضی کو تو اس بات کی طرف مائل کیا گیا ہے کہ وہ حد کو دفع کرنے کے لئے راستے پیدا کرے ۵۵ جدید قانون میں بھی شک کا فائدہ ملزم کو بطور استحقاق حاصل ہے۔ ملک کی اعلیٰ عدالتوں کے نظائر اس اصول کو بطور قانون پیش کرتے ہیں۔

عدالت میں جرم قابل اجرائے حد ثابت ہونے کے بعد حد کسی طرح ساقط نہیں ہوتی۔ بسبب شبہ حدود سے تو درگزر کیا جا سکتا ہے لیکن جرم ثابت ہونے کے بعد حد ساقط نہ ہوگی۔

قرآن کریم میں زانی غیر محصن کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ۲۴-۲ ہر ایک کو دونوں میں سے سو سو درے مارو) اور نہ آوے تم کو ان پر ترس اللہ تعالیٰ کے حکم چلانے میں اگر تم یقین رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر۔

اس آیت کریمہ میں پوری صفائی اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ زانی پر حد جاری کرنا اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین ہے اور جو لوگ دین خداوندی پر ایمان رکھتے ہیں اور جنہیں محاسبہ آخرت پر ایمان ہے ان کا فرض ہے کہ حکم خداوندی کے نفاذ میں کسی رو رعایت سے کام نہ لیں، اور مجرم کے حق میں شفقت کا ادنیٰ سے ادنیٰ داعیہ بھی انکے دل میں پیدا نہیں ہونا چاہئے اور یہ ان کے ایمان کا عقلی تقاضا ہے۔

حدود اربعہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایک خاتون پر قطع ید کی حد جاری کرنے کا فیصلہ صادر فرمایا تو بعض حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب بن محبوب حضرت اسامہؓ کو سفارش کیلئے بھیجا کہ اس سے حد معاف کر دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہؓ کی گفتگو سے نہایت غضبناک ہوئے اور فرمایا اتشفع فی حد من حدود اللہ۔ کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ اس پھر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

انما ہلک الذین قبلکم انہم کانوا اذا سرق منہم الشریف ترکوہ واذا سرق فیہم الضعیف اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سرقت لقطعت یدہا۔

تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ اگر ان میں بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور کوئی چھوٹے درجے کا چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے اور اللہ تعالیٰ کی

قسم اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا۔ حضور علیہ السلام کے فرمان مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کے قانون سزا کے نفاذ میں کسی قسم کی نرمی و مداہنت اور کسی قسم کی سفارش ناقابل برداشت اور موجب ہلاکت ہے۔ ایک حدیث مبارک میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کا قائم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی زمین پر چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے ۵۸ نیز فرمان مبارک ہے جس شخص کی سفارش اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے درمیان حائل ہو اس نے اللہ تعالیٰ سے ضد کی گویا اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی۔ ۵۹

مجرم کو معاف کرنے کا حق حاکم کو بھی حاصل نہیں۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک چور لایا گیا اور آپ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا ہمیں تو یہ خیال نہ تھا کہ آپ اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمائیں گے بلکہ ہمارا گمان تو یہ تھا کہ آپ اس کو معاف کر دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا اگر فاطمہؓ بھی ہوتی تو میں اسکا ہاتھ کٹوا دیتا۔ ۶۰

آپ کا واضح فرمان مبارک ہے کہ قریب و بعید سب پر حدود اللہ جاری کرو اور خبردار اللہ تعالیٰ کا حکم یعنی حد جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہارے آڑے نہ آئے ۶۱ آپ نے اپنی امت کو ہدایت کے انداز میں فرمایا تم آپس میں اپنی حدود کو معاف و محو کر دیا کرو ہاں اگر جرم کی اطلاع محمدؐ تک پہنچ جائے گی اور وہ ثابت ہو جائے تو اس پر حد جاری کرنا واجب ہو گا۔ ۶۲

حد لگانے میں اعتدال کا حکم

کوڑے یا دُرے مارنے میں ایسی مار مارے جو متوسط درجے کی ہو اور کوڑے یا دُرے میں گرہ نہیں ہونا چاہیئے۔ متوسط مار سے یہ مراد ہے کہ کوڑا اس قدر سخت نہ ہو جو زخم کر دے اور نہ زیادہ نرم ہو کیونکہ زخم سے ہلاکت پر نوبت پہنچے گی اور نہ زیادہ نرم سے مقصود حاصل نہ ہو گا۔ ۶۳

نیز حد کا اجرا متفرق اعضاء پر ہونا چاہیئے کیونکہ ایک ہی عضو میں جمع کرنا موجب ہلاکت ہو سکتی ہے کیونکہ حد صرف زجر کے واسطے ہے اور تلف مقصود نہیں ہونا چاہیئے۔ خصوصاً سر چہرہ اور شرمگاہ پر دُرّے نہ مارے جاویں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو ضرب حد کا حکم دیا اسکو ارشاد فرمایا کہ چہرہ اور شرمگاہ کو چھوڑ دو کیونکہ یہ جگہیں چوٹ لگنے سے موجب ہلاکت بن سکتی ہیں۔ ۶۴ حدود میں مردوں کو کھڑا کر کے اور عورتوں کو بٹھا کر حد ماری جائے۔ ۶۵ حضرت علیؓ کا یہی حکم تھا۔ ۶۵ مجرم اگر مریض ہو تو صحت یاب ہونے تک انتظار کیا جائے۔ اسی طرح عورت حاملہ ہو تو ولادت کے بعد جب عورت نفاس سے فارغ ہو جائے تو پھر حد جاری کیجائے۔ ۶۶ تفصیل گزر چکی ہے۔

حدود اسلامی اور اس کا نفاذ عین فطرت کے مطابق ہے

ہمیں اعتراف ہے کہ قرآن کریم اور سنت نبوی میں اجراء حدود میں سنگین سزائیں رکھی گئی ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی نظر ان سزاؤں کی سنگینی پر جاتی ہے اگر ان میں انسانیت کی کوئی رمق باقی ہے تو انہیں اس پر بھی نظر کرنی چاہیئے کہ جس فعل پر یہ سزائیں مقرر کی گئی ہیں وہ فعل کس قدر گھناؤنا اور کس قدر انسانیت سوز ہے۔ آج وہ لوگ جو اسلامی سزاؤں کو غیر مہذب وحشیانہ اور ظالمانہ بتا رہے ہیں اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں غیر مرد کے پاس دیکھ لیں تو یقیناً غیرت مند شخص دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرے گا۔ اسلئے کہ یہ انسانی فطرت ہے۔ تعجب ہے جب شریعت زانی مرد اور زانی عورت کی وہی سزا تجویز کرتی تو لوگ ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور اس سزا کو غیر مہذب اور وحشیانہ کہنے لگتے ہیں۔ تفصیل گزر چکی ہے جبکہ اسلام نے سزا کے جاری کرنے میں انتہائی احتیاط برتنے کا حکم دیا۔ سخت سے سخت شرائط مقرر کیں اور شک کا فائدہ پہنچا کر حد ساقط کرنے کا حکم صادر فرمایا جبکہ زنا ایک بڑا گھناؤنا جرم ہونے کے علاوہ پوری انسانیت کیلئے تباہی کا باعث

ہے خاندانی شرافت اور نسب کیلئے باعث ذلت ہے تو پھر اسلام اگر زانی مرد اور زانی عورت (غیر شادی شدہ) کو سو کوڑے مارنے اور شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کو رجم کرنے کی سزا صادر کرتا ہے تو کیا یہ عین فطرت نہیں تاکہ معاشرہ اور پوری انسانیت فساد سے بچ جائے۔ غضب خدا کا کہ خود تو اپنی بیوی کو مشتبہ حالت میں دیکھ کر قتل کرنے پر تل جائیں۔ اور جب شریعت انتہائی واضح شہادتوں کے بعد وہی فیصلہ کرے تو وہ سزا انہیں وحشیانہ نظر آنے لگے۔ ۶۷

یہی حال چوری کا ہے ایسی حالت میں ایک چور سارے گھر کو لوٹ کر چلا جائے اور اسی اثنا میں مالک مکان اگر دیکھ لے اور اس کے ہاتھ میں اسلحہ بھی ہو تو کیا وہ اسے چھوڑ دے گا بلکہ فطرت کا تقاضا ہے ایسی صورت میں یقیناً اس پر فائر کیا جائیگا اور اگر نہیں تو کم از کم اس کے پاؤں میں گولی مار کر اسے بیکار کر دیا جائیگا۔ یہی کام جرم ثابت ہونے کے بعد شریعت صرف ہاتھ کاٹنے کی سزا دے تو اسے وحشیانہ سزا قرار دیا جاتا ہے یہی صورت حال حد قذف میں ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی پاک دامن بیٹی پر زنا کی تہمت لگا دے تو کیا ایک غیرت مند آدمی اپنی بیٹی کی عصمت اور عفت کو داؤ پر لگا کر اس کی زندگی کو تلف کریگا یا پھر پاکدامن بیٹی کا بدلہ چکانے کیلئے تہمت لگانے والے کا کام تمام کردیگا۔ فطرت کا تقاضا ہے ایسا آدمی کبھی قابل معافی نہیں تو پھر یہی جرم ثابت ہونے کے بعد اسلام تہمت لگانے والے پر اسی درے لگانے کا حکم صادر کرتا ہے تو کیا یہ وحشیانہ سزا ہے شریعت نے جس طرح کسی انسانی جان اور اس کے مال کو قابل احترام قرار دیا ہے اسی طرح عزت نفس کی بھی رعایت رکھی گئی ہے لہذا شریعت جسطرح زنا کو گناہ کبیرہ قرار دیتا ہے اسی طرح اس کے نزدیک زنا کی تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے یہی صورتحال شرب خمر کی حد میں ہے جس سے پورے معاشرے کا بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں انسان جب نشے میں ہوتا ہے تو اول فول بکنے لگتا ہے۔ اول فول بکتے وقت عموماً وہ تہمتیں لگاتا ہے لہذا شراب نوشی کی حد بھی وہی ہونی چاہیے جو حد قذف کی ہے جب صحابہ کرام اس بات پر متفق ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے تمام ممالک محروسہ

میں یہ حکم نامہ لکھ کر بھیج دیا کہ شراب نوشی کی حد اسّی کوڑے ہیں۔ اسی روایت کی بنیاد پر امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ شراب خوری کی حد اسّی کوڑے ہیں اور اسی پر سب کا اجماع ہے ۶۸۔ چنانچہ اسلامی سزائیں عین فطرت کے مطابق ہیں۔ لیکن حقیقت میں جرم کی سختی اور اس کے ضرر کے مقابلہ میں وہ سخت نہیں ہیں۔ جو لوگ انسانی حقوق کے نام پر اس فطرت کو بدلنا چاہتے ہیں وہ ممسوخ الفطرت انسانی فطرت کے خلاف آمادہ جنگ ہیں اور ان کے بارے میں یہ کہنا بالکل بجا ہے۔

نیستند آدم خلاف آدم اند — ایں بہائم در غلاف آدم اند

بقیہ ص ۳۱

۵۶:۔ القرآن سورۃ النور آیت نمبر ۲
۵۷:۔ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۶۳۰
۵۸:۔ ابن ماجہ ص ۱۸۲۔ مشکوٰۃ ص ۳۱۳
۵۹:۔ مظاہر حق ج ۳ ص ۶۲۰
۶۰:۔ ایضاً ج ۳ ص ۶۲۸
۶۱:۔ ایضاً ج ۳ ص ۶۳۰
۶۲:۔ ایضاً ج ۳ ص ۶۱۱
۶۳:۔ الشوکانی محمد ابن علی۔ نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۸۔ عین الہدایہ ج ۲ ص ۷۴۴
۶۴:۔ ابن نجیم۔ البحر الرائق ج ۵ ص ۹ طبع مصر
۶۵:۔ ابن نجیم البحر الرائق ج ۵ ص ۹ طبع مصر
۶۶:۔ ابن نجیم البحر الرائق ج ۵ ص ۱۱ طبع مصر
۶۷:۔ اسلامی حدود ص ۱۷
۶۸:۔ ابن قدامہ۔ المغنی ج ۱۰ ص ۲۲۶ طبع مصر۔

حوالہ جات

۱:۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی۔ حاشیہ تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی ص ۴۶۵ سورۃ النور: ۳
۲:۔ شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغہ ۲ ص ۱۵۸ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۷۵ء
۳:۔ ابن منظور افریقی۔ لسان العرب ج ۳ ص ۱۴۰ بیروت ۱۹۵۵ء
۴:۔ القرآن، سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۷
۵:۔ المعلم لبنانی۔ محیط المحیط ج ۱ ص ۲۵۸ بیروت ۱۸۶۷ء
۶:۔ الزبیدی۔ تاج العروس ج ۲ ص ۱۳۱ بیروت ۱۸۶۶ء
۷:۔ محمد ابوالحسن۔ تنظیم الاشتات ج ۴ ص ۵۲ مکتبہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ لاہور
۸:۔ علامہ محمد قطب الدین۔ مظاہر حق ج ۳ ص ۵۹۷ جدید شرح مشکوٰۃ۔ دارالاشاعت کراچی
۹:۔ تنظیم الاشتات ج ۴ ص ۵۲
۱۰:۔ علامہ سید امیر علی۔ عین الہدایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۲۴۴ نعمانی کتب خانہ لاہور
۱۱:۔ پی۔ ایل ڈی۔ ۱۹۸۳ء فیڈرل شریعت کورٹ ص ۳۹۸
۱۲:۔ عبدالرحمٰن الجزیری۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ج ۵ ص ۷
۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن۔ اسلامی قوانین ص ۶۱ - ۶۲
۱۳:۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ج ۵ ص ۹۴
۱۴:۔ علامہ السرخسی المبسوط ج ۹ ص ۳۶
۔ علامہ الشوکانی۔ نیل الاوطار ج ۷ ص ۹۳
۔ علامہ علاؤالدین کاسانی۔ بدائع الصنائع ج ۷ ص ۲۱۳
۱۵:۔ علامہ نجم الدین جعفر الحلی۔ شرائع الاسلام کتاب الحدود
۱۶:۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن۔ جرم و سزا کا اسلامی فلسفہ ۱۰۷
۔ مطبوعات حرمت بینک روڈ راولپنڈی۔

۱۷:۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمن ۔ اسلامی قوانین ص ۴۴
۱۸:۔ علامہ فرید وجدی ۔ دائرۃ المعارف القرآن العشرین ج ۳ ص ۲۷۸ طبع مصر
۱۹:۔ احمد بن علی بن حجر عسقلانی فتح الباری شرح البخاری ۔ ج ۱۵ ص ۶۱
— والنشر الکتب الاسلامیہ لاہور پاکستان
۲۰:۔ عبد العزیز عامر ۔ التعزیر الشریعۃ الاسلامیہ ص ۱۳ طبع قاہرہ ۱۳۲۸ھ
۲۱:۔ تنظیم الاشتات ۔ ج ۴ ۔ ص ۵۹
۲۲:۔ القرآن سورۃ النور آیت نمبر ۲
۲۳:۔ صحیح البخاری حدیث نمبر ۱۰۰۹ ج ۲ ۔ طبع دہلی ۱۳۲۵ھ
۲۴:۔ امام مالک مترجم وحید الزمان ۔ موطا امام مالک ۔ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور
— ص ۵۹۶ ۔ ۷ کتاب الحدود حدیث نمبر ۴ ۔ ۵
۲۵:۔ سید امیر علی عین الہدایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۲۴۶
۲۶:۔ القرآن سورۃ النور آیت نمبر ۴
۲۷:۔ القرآن سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۸
۲۸:۔ القرآن سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۴
۲۹:۔ ابن حجر عسقلانی ۔ فتح الباری ج ۱۵ ص ۱۱۹
— قسطلانی ۔ ارشاد الساری ج ۱۰ ص ۲ طبع مصر ۱۳۲۷ھ
۳۰ عین الہدایہ ۔ ج ۲ ص ۳۷۴ ۔ ۴۷۴
۳۱:۔ مفتی محمد شفیع ۔ معارف القرآن ج ۶ ص ۸۴۳ ادارۃ المعارف کراچی
۳۲:۔ بخاری ج ۲ حدیث نمبر ۱۰۰۷ طبع دہلی ۱۳۲۵ھ
۳۳:۔ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۴۱۴
۳۴:۔ تنظیم الاشتات ج ۴ ص ۵۸
۳۵:۔ ابوداؤد سلیمان السجستانی سنن ابوداؤد ج ۴ ص ۲۰۵ طبع مصر ۱۹۵۱ء
۳۶:۔ مظاہر حق ج ۳ ص ۶۰۹

۳۷:- الصحاح ۳ ص ۹۰۶
۳۸:- جسٹس سر عبدالرحیم سابق جج ہائی کورٹ۔ اصول فقہ اسلام ص ۳۰۴،۴۰۳،۴۰۴ طبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد
۳۹:- ابو عیسیٰ ترمذی۔ جامع الترمذی۔ حدیث نمبر ۱۴۲۴ کتاب الحدود طبع نور محمد کراچی
۴۰:- ابن رشد۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ج ۲ ص ۴۳۲ مکتبہ علمیہ لاہور
— شرح فتح القدیر ابن ہمام ج ۴ ص ۱۴۷ المکتبۃ نوریہ الرضویہ سکھر
۴۱:- محمد حنیف گنگوہی۔ معدن الحقائق ج ۱ ص ۴۱۱۔ مکتبہ اشرفیہ لاہور
۴۲:- معدن الحقائق ج ۱ ص ۴۱۲
۴۳:- مولانا سید متین ہاشمی دیال سنگھ لائبریری لاہور۔ اسلامی حدود ص ۱۸
۴۴:- صحیح البخاری ج ۲ حدیث نمبر ۱۰۰۷ طبع دہلی ۱۳۲۵ھ
۴۵:- عین الہدایہ ج ۲ ص ۴۴۴
۴۶:- عین الہدایہ ج ۲ ص ۴۴۶-۴۴۷
۴۷:- ابو داؤد سجستانی" سنن ابو داؤد ج ۴ ص ۲۰۵ طبع مصر ۱۹۵۱ء
۴۸:- شیخ ولی الدین التبریزی۔ مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹۲ کتاب الحدود
— ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۵۔ موطا امام مالک ص ۵۹۶
۴۹:- بدائع الصنائع ج ۷ ص ۶۱۔ التشریع الجنائی ج ۲ ص ۴۲۸
— عین الہدایہ ج ۲ ص ۴۴۵
۵۰:- شرح فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷۳۔ ابن قدامہ۔ المغنی ج ۱۰ ص ۲۷۴
۵۱:- التشریع الجنائی ج ۲ ص ۵۴۳
۵۲:- اسلامی حدود ص ۱۳۵
۵۳:- اسلامی حدود ص ۱۳۵
۵۴:- عبدالرحمٰن الجزیری۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۵ ص ۱۵۵
۵۵:- دائرۃ المعارف القرآن العشرین ج ۳ ص ۸۷۳ طبع مصر ۱۹۶۷ء

بقیہ ص ۲۳

ارشاد کی ڈاک

بسمہ سبحانہ تعالیٰ

۲۸/ذلعہ از لکھنؤ

مخدوم ومحترم حضرت مولانا مدظلہ العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج عالی وسامی ؟

الفرقان سے شائع ہونیوالی کتاب "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" پر جو تبصرہ جناب کے قلم سے نکلا ہے، توازن واعتدال اور علم وبصیرت کا شاہکار ہے، بلکہ میری دانست میں اب تک جو کچھ لکھا گیا سب پر فائق ہے، اپنے اس تاثر کا اظہار میں نے اہل الفرقان سے بھی کر دیا ہے، چونکہ میں آپ کے قلم کی اعتدال پسندی اور سنجیدگی سے انتہا متاثر ہوا اسلئے میں نے خود پر آپ کا یہ حق سمجھا کہ اپنے تاثرات سے آپ کو مطلع کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ اس حق گوئی کے صلہ میں دنیا وآخرت میں آپ کو سرخرو فرمائے۔ (آمین)

چونکہ جامعۃ الرشاد میں زندگی کے کچھ دن گذرے تھے اسلئے اس کی یاد بھی آیا کرتی ہے اور کبھی کبھی حاضر ہوکر اسے دیکھنے کا بھی جی چاہا کرتا ہے، ایک بار حاضر ہو بھی چکا ہوں امید ہے کہ جامعہ کی پرسکون فضا میں طلباء عزیز خوب خوب علمی ترقی کی منزلوں پر منزلیں طے کر رہے ہوں گے۔

توفیق نیک کیلئے دعا کا طالب

محمد عارف سنبھلی

دفتر الفرقان نظیر آباد لکھنؤ

مخدوم گرامی جناب مولانا حافظ حبیب اللہ ندوی صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی۔ الرشاد کے تازہ شمارے میں [illegible] کانفرنس کا

آپ کا خطبہ بیحد پسند آیا۔ نفس اس مسئلے پر شاید گفت گو کی گنجائش بلکہ ضرورت کے باوجود کہ اتحادِ ملت کے متفقہ مطلوبہ مقصد کیلئے پلنے فرقوں کا احیا زیادہ بہتر اور مناسب ہے یا نئے فرقوں کا قیام" آپ کا اس کانفرنس کا خطبہ بہت خوب اور لائق توجہ ہے۔ غالباً مسلمانوں کے نمائندہ اجتماعات میں اس قدر جامع مختصر اور موثر خطبے کم ہی پڑھے گئے۔ کاش کہ ملت اس کے نکات پر توجہ دے سکے تو خواص کے مذکورہ مقصد کے حصول کے دو مختلف دھاروں کے باوجود اس کا بہت کچھ بھلا ہو سکے اور ایک بامقصد اور باشعور ملت کی حیثیت سے اس کے اندر زندگی کی نئی جوت پیدا ہو جائے۔

ص ۶۵ پر "غزالاں تم تو واقف ہو الخ" کو غالباً سبقت قلم سے سراج الدولہ شہید کے وزیر راجہ رام موہن رائے موزوں کا شعر لکھا گیا ہے۔ جبکہ چار سال قبل پٹنہ کے ایک علمی سفر کی روداد میں جناب والا نے اسی شعر کیلئے وزیر مذکور کا نام راجہ رام نرائن موزوں لکھا تھا۔ الرشاد نومبر/دسمبر ۱۹۸۶ء زیرِ عنوان: پٹنہ کا ایک علمی سفر از مرتب۔ اور غالباً وہی صحیح بھی ہے۔

باقی احوال لائق شکر ہیں۔ فی سبیل اللہ کے مسئلہ پر محترم مولانا شہاب الدین ندوی کا موقف مجھے بہت مضبوط معلوم ہوتا ہے۔ شاید کہ اللہ تعالیٰ اس موضوع پر مجھے بھی کچھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ دعاؤں کی درخواست کے ساتھ

خادم سلطان احمد اصلاحی

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از خیریت و عافیت عرض کہ آج "جولائی اگست" کا مشترکہ شمارہ نظر نواز ہوا، پرچے کی ضخامت گرچہ بہت کم ہے مگر مواد ہزار گنا زیادہ ہے۔ اس پرچہ میں خصوصاً شریعت کے نفاذ اور حضرت مولانا یوسفؒ کے ملفوظات نہایت ہی قیمتی مضامین ہیں۔ ایک خاص امر دریافت طلب یہ ہے کہ "فقہ اسلامی" کی کتنی جلدیں شائع ہوئی ہیں؟ میرے نزدیک "دو" ہیں اور میرا خیال کہ ان دونوں جلدوں سے قبل (قاضی پبلشرز) سے بھی کوئی جلد شائع ہوئی ہوگی؟ ... میں "اسلامی فقہ اکیڈمی" دہلی کے پتہ پر دو تین خط لکھ چکا ہوں مگر ہنوز جواب سے محروم ہوں۔ اور قاضی پبلشرز والوں نے جو کتابیں

بقیہ ص ۳۶

وفیات

چند مرحومین

مولانا منظور الحسن صاحب افسوس ہیکہ ایک مہینے کے اندر ہمارے ضلع مئو اعظم گڑھ کے کئی اہل علم اور اہل خیر
افسوسناک خبر سننی پڑی ان میں ایک قصبہ ادری کے مولانا منظور الحسن صاحب جنکو اب مرحوم
لکھنا پڑتا ہے اعظم گڑھ کے قریب ایک حادثہ میں جاں بحق ہوگئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
بروقت صحیح اطلاع نہ مل سکی ورنہ ان کے جنازہ میں ضرور شرکت کرتا

(۱) مولانا صاحب عالم ہوتے ہوئے بے پناہ محنت وجد وجہد کے عادی تھے انہوں نے
اپنی کوشش سے قصبہ ادری میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا اور اس کو کافی ترقی دی اس کے لئے
ملک کے باہر کا بھی کئی سفر کیا اور ایسے شاگرد چھوڑ گئے ہیں کہ امید ہیکہ وہ لوگ مدرسہ کا کام
انجام دیتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہیکہ ان کی نیکیوں کے بدلے ان کی مغفرت فرمائے اور انکو جنت
میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور انکے متعلقین کو صبر جمیل عنایت کرے۔

ڈاکٹر عبد السلام صاحب مرحوم

(۲) دوسری افسوسناک موت ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی ہے جنکا انتقال امریکہ میں حرکت
قلب بند ہونے سے ہوا ڈاکٹر عبد السلام صاحب مرحوم قصبہ کوپاگنج کے رہنے والے تھے
انہوں نے میتھمیٹکس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کیا تھا۔ تعلیم کے بعد انہوں نے علمی زندگی کی شروعات
مسلم انٹر کالج مئو میں ملازمت سے کیا پھر وہاں سے شبلی کالج اور پھر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ
میں رہے اور غالباً ۱۹۷۰ء سے کچھ پہلے شکاگو یونیورسٹی میں ان کا تقرر ہوگیا اور کچھ دنوں بعد
وہیں کے شہری ہوگئے کئی بچے اور بچیاں یادگار چھوڑ گئے ہیں الحمد للہ وہ سب برسرکار ہیں
ان میں دو ڈاکٹر ہیں اور ایک چھوٹا بچہ زیر تعلیم ہے۔

امریکہ جانے کے بعد انہوں نے اپنی شرقیت اور اسلامیت میں کوئی فرق نہیں آنے

دیا۔ اور بچوں کی تربیت بھی اسی انداز سے کی ہے امریکہ میں وہاں کے اسلامک سینٹر سے وابستہ رہے اور دعوت و تبلیغ کے کام میں برابر حصہ لیتے رہے میتھومیٹک میں انکو امتیازی حیثیت حاصل تھی مگر حد درجہ متواضع تھے اور ملنے جلنے میں یہ محسوس نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ کوئی ممتاز حیثیت کے مالک ہیں سنہ ۱۹۵۰ء میں جب وہ مئو کے انٹر کالج میں ملازم تھے اسی وقت سے راقم الحروف سے تعلق تھا وہ جب امریکہ سے آتے تھے تو ملنے ضرور آتے تھے البتہ ادھر کئی برس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی ان کی موت سے ملت میں نہ صرف ایک لائق آدمی کی کمی ہوگئی ہے بلکہ اسلام کے ایک داعی اور شیدائی کی کمی واقع ہوئی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل اور عافیت عطا فرمائے۔

---

(۳) مولانا محمد یونس صاحب اصلاحی مرحوم مولانا محمد یونس صاحب ایک مدت تک مدرسۃ الاصلاح میں مدرس رہے اور کچھ دن کتابت کے سلسلہ میں مہاراشٹر کے مختلف شہروں میں رہے آخر عمر میں جامعۃ الرشاد میں آگئے تھے اور بڑی محنت اور خلوص سے اس کی خدمت کی عام اصلاحیوں کے برخلاف انتہائی درجہ کے نہ صرف صوم وصلوٰۃ کے بلکہ نوافل اور اذکار کے بھی پابند تھے تبلیغی جماعت کے کاموں سے خاص شغف تھا راقم الحروف سے ان کو بڑا قلبی تعلق تھا ایک زمانہ میں جب مدرسہ پر غنڈوں کی بڑی یلغار تھی تو جب میں رات کو سو جاتا تو چپکے سے میری چارپائی کے اردگرد حفاظت کے خیال سے خود اور کئی لڑکوں کی چارپائیاں بچھوایا کرتے صبح کو جب میں اٹھتا اور کہتا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ حفاظت کریگا اس سے تو ان غنڈوں سے خوف ظاہر ہوتا ہے ازراہ مزاح کہتے کہ آپکا منصب وہ ہے جو آپ کرتے ہیں اور میرا منصب یہ ہے جو میں کرتا ہوں وہ وصیت کر گئے تھے کہ انکی نماز جنازہ میں پڑھاؤں گھر والوں نے فون سے اطلاع بھیجی مگر افسوس ہے کہ میں ان دنوں دہلی میں تھا اور اس سعادت سے محروم رہا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انکی نیکیوں کے بدلے انکو اپنی رحمت خاص سے نوازے اور انکی مغفرت فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل عنایت کرے بحمداللہ ہم لوگ ان کے لئے برابر دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔

مولانا طبیعت کے بہت سخی تھے اپنی آمدنی کا ایک اچھا خاصا حصہ وہ غریب طلبہ پر بغیر کسی اظہار کے خرچ کر دیا کرتے تھے۔ موضع نندراؤں انکا وطن تھا مگر زیادہ تر بجرڈیہ سسرال میں رہتے تھے دو لڑکیاں تھیں اور ان دونوں کی شادی انہوں نے دو عالموں سے کردی تھی اللہ تعالیٰ ان کو اس اعتبار سے بالکل فارغ البال کر رکھا تھا۔

حاجی عین الحق صاحب مرحوم

افسوس ہے کہ پچھلے مہینہ ہمارے قدیم رفیق حاجی عین الحق صاحب اعظمی کا کانپور میں انتقال ہوگیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن حاجی صاحب نے اپنا کاروبار اعظم گڈھ شہر سے شروع کیا اور معمولی حیثیت سے ترقی کرکے کانپور میں ایک ٹینری کے قیام تک پہونچے ادھر کئی برس سے وہ بالکل معذور ہوگئے تھے اور سارا کاروبار اپنے چاروں لڑکوں کے سپرد کر دیا تھا ان کے سب سے بڑے لڑکے مظفر الحق ندوی ہیں جنہوں نے ندوہ سے فراغت کے بعد مدینہ یونیورسٹی کے قیام کے شاید پہلے ہی سال اس میں داخلہ لیا اور پھر وہاں سے آکر کاروبار میں لگ گئے۔ انکے دوسرے تین بھائی اجمل، احمد اور ڈاکٹر صہیب ہیں۔

حاجی صاحب نہ صرف نماز روزہ کے حد درجہ پابند تھے بلکہ شروع سے اپنے کاروبار کی پوری زکوٰۃ نکالنے کے عادی تھے۔

۱۹۴۷ء کے عین ہنگامہ کے زمانہ میں اعظم گڈھ شہر میں ایک غیر آباد گری پڑی مسجد کی تعمیر کرائی جس پر ایک غیر مسلم نے قبضہ کر لیا تھا ہندوستان کے تمام دینی اداروں کی مدد کے ساتھ خود بھی لڑکیوں کا ایک مدرسہ جامعۃ الزہرئی کے نام سے جاج مئو میں قائم کیا جو چل رہا ہے۔ غرض بہت سی خوبیوں کے مالک تھے جامعۃ الرشاد کے ابتدائے قیام سے بہی خواہوں میں رہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو غریق رحمت کرے اور بچوں کو صبر جمیل عطا کرے اور ان کو انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ ص ۳۲

شائع کی ہیں تو کیا وہ تینوں سیمینار کے مقالوں پر مشتمل ہیں؟ براہ رہنمائی فرمائیں، اس پرچہ میں اور اس سے پہلے پرچہ میں آپنے اسٹیٹ کے شہر مالیگاؤں کا تذکرہ فرمایا بہت خوشی ہوئی در حقیقت مالیگاؤں اتر پردیش کا بنارس بھی ہے۔ اعظم گڈھ۔ دیوبند، ندوۃ العلماء اور ملک کے تمام بڑے بڑے مدارس کا لمحوہ بھی ہے اس مختصر اور مفلوک الحال شہر نے پورے بھارت کے اسلامی اداروں کا پیٹ بھی

خواجہ میر دردؒ کی دو عارفانہ غزلیں

خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب سلسلہ بزرگ اور علامۂ وقت تھے افسوس ہے کہ شاعری میں انکی اصل حیثیت میں بدلا کر۔"

۱

چھاتی پہ گر پہاڑ بھی ہووے تو ٹل سکے
مشکل ہے، جی میں بیٹھے سوچی سے نکل سکے

نشو و نما کی کس کو امید اے بہار! یاں
میں خشک شاخ ہوں کہ نہ پھولے نہ پھل سکے

تحریک ہے یہ پاس تائید قدرت کی، ورنہ کب
بے دست و پا صبا سے، کوئی پات ہل سکے

مثل حباب، جب کہ نظر سے گیا اگیا
میں وہ غریق ہوں کہ نہ ڈوبا اچھل سکے

گرنے نہ دیویں خلق کی نظروں سے دل کو ہم
کوئی اگر کسو کے سنبھالے سنبھل سکے

دیتے عبث ہو شیشہ گراں! سنگ کو گداز
پگھلائیے جو تم سے کوئی دل پگھل سکے

کہہ اور بھی غزل کوئی اب اس ردیف کی
اے درد! قافیے کو اگر تو بدل سکے

۲

ارض و سما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آ سکے
آئینہ کیا مجال، تجھے منہ دکھا سکے

میں وہ فتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے
نقش قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے

قاصد! نہیں یہ کام ترا، اپنی راہ لے
اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے

غافل! خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار
اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا سکے

یارب! یہ کیا طلسم ہے ادراک و فہم یاں
دوڑے ہزار آپ سے باہر نہ جا سکے

گو بحث کر کے بات بٹھائی بھی کیا حصول
دل سے اٹھا غلاف، اگر تو اٹھا سکے

اطفائے نار عشق، نہ ہو آب اشک سے
یہ آگ وہ نہیں ہے جسے پانی بجھا سکے

مست شراب عشق، وہ بے خود ہے جسکو حشر
اے درد! چاہے لائے بخود پھر نہ لا سکے

محترم مرتب الرشاد مدظلہ کی وہ قابل قدر علمی و دینی تصانیف

جو طلال التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد سے یا دوسرے مکتبوں سے شائع ہوئی ہیں

۱- اسلامی فقہ اول دوم

محترم مولانا مجیب اللہ ندوی کی تصنیف کردہ اسلامی فقہ کو بحمداللہ ملک میں جو قبولیت حاصل ہے اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب تک اس کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں مصنف موصوف نے اس میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے خاص طور پر معاشرتی و معاملاتی مسائل والے حصہ میں سیکڑوں جدید مسائل مثلاً خون چڑھانا، پوسٹ مارٹم، نسبندی اور نکی زادہ انسانی اعضا کی پیوندکاری وغیرہ کے احکام کا اضافہ کر دیا گیا ہے گویا شریعت اسلامی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر اس کتاب میں روشنی نہ پڑ گئی ہو یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا اسلامی فقہ کے موضوع پر اردو زبان میں اس سے زیادہ مفصل کوئی کتاب موجود نہیں ہے تمام اہم مسائل میں ائمہ اربعہ کے مسلک کا متن یا حاشیہ میں ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ شریعت اسلامی کی وسعت کا پورا اندازہ ہو سکے اب اس کی ضخامت صفحات سے زیادہ ہو گئی ہے اس لئے دو حصوں میں کر دی گئی ہے یہ کتاب نہ صرف عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مفید ہے بلکہ عربی مدارس کے طلبہ و اساتذہ کے لئے بھی ایک نادر تحفہ ہے یہ کتاب ہر گھر ہر لائبریری اور ہر مدرسہ میں رکھے جانے کے قابل ہے

قیمت حصہ اول ۲۵ حصہ دوم ۲۵

اسلامی فقہ کا سرقہ

اسلامی فقہ پہلے مکتبہ الحسنات سے شائع ہوئی تھی اسکے موجودہ مالک نسیم صاحب کی بدمعاملگی کی وجہ سے انہیں شائع کرنے سے روک دیا گیا، اس کا انتقام میں انہوں نے اصل کتاب میں تھوڑی سی عبارت کی تبدیلی کر کے اسے ایک غیر معروف آدمی کے نام سے شائع کر دیا مگر ان شاء اللہ وہ اصل اسلامی فقہ کی جگہ نہ لے سکے گی لیکن یہ افسوس ضرور ہے کہ اقامت دین کے حامی لوگ اس کی تائید کر رہے ہیں اور اپنے مکتبوں [illegible] رہے ہیں۔

۳۔ قرآن پاک کی تعلیم اور اسکی عظمت

اس میں قرآن پاک کی تعلیم اور اس کی عظمت کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ساری مثالیں قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبوی سے دی گئی ہیں جس سے تلاوت قرآن اور اس کے سمجھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ قیمت ۵/

۴۔ اہل دل کی باتیں

یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کے پڑھنے سے ایمان میں تازگی، آخرت کی یاد اور عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس کا نیا ایڈیشن کچھ اضافہ کے ساتھ چھپ گیا ہے۔ قیمت ۲/۵۰

۵۔ خطبۂ نکاح

جو خطبہ نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے وہ ایک زبردست معاشرتی ہدایت ہے مصنف نے اسکی بڑی موثر تشریح کی ہے یہ ہر نکاح کے وقت تقسیم کرنے کے قابل ہے قیمت ۳/ ۱ ہے

۶۔ مسئلۂ کفاءت

شادی بیاہ میں برابری کا خیال کرنا صحیح ہے مگر یہ برابری دین و تقوی میں ہونی چاہئے مسلمانوں میں جو پیشہ کے اعتبار سے مستقل طور پر برادریاں قائم ہو گئی ہیں ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ ہندو تہذیب کے اثر سے ہے اس مسئلہ پر مصنف نے سیر حاصل بحث کی ہے

قیمت ۵/ ہے

۷۔ جہیز کی شرعی حیثیت

اس وقت شادی بیاہ میں جہیز کے مطالبہ نے ایک فتنہ کی صورت اختیار کرلی ہے جس سے لڑکیوں کی شادی عام آدمی کیلئے ایک مصیبت بن گئی ہے اس پر ایک عالم نے بہت تحقیقی بحث کی ہے جس پر مولانا ندوی کے قلم سے ایک دیباچہ بھی ہے۔ قیمت ۷/ ہے

یہ تینوں کتابیں اصلاح معاشرہ کے لئے بہترین تحفہ ہیں۔

۸۔ دینی مدارس اور انکی ذمہ داریاں

اس میں دینی مدارس کی ذمہ داریاں کو بڑے پراثر اور پرسوز انداز میں

بیان کیا گیا ہے اس کے بعض مضامین کو شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے کئی سو کے مجمع میں پڑھ کر سنوایا اور فرمایا کہ اس کو ہر استاذ و طالب علم کو پڑھنا چاہئے۔

قیمت صرف [illegible] روپئے

۹:- عبادت و خدمت

اس میں خدمتِ خلق پر اس نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے کہ خدمتِ خلق بھی عبادت ہے اس کا انگریزی اور عربی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

قیمت [illegible] روپئے

۱۰:- سرمد اور ان کی رباعیاں

اس میں سرمد کے حالات زندگی اور ان کی رباعی گوئی اور ان کے قتل کے اسباب پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں ان کی رباعیاں ترجمہ کے ساتھ شامل کر دی گئی ہیں اس سے پہلے کسی نے اتنی تفصیل سے اس موضوع پر کوئی چیز نہیں لکھی ہے یہ کتاب اردو اکیڈمی یوپی کی مدد سے شائع ہو گئی ہے۔

۱۱:- خواجہ میر درد اور انکی شاعری

عام طور پر خواجہ میر درد کو ایک شاعر سمجھا جاتا ہے لیکن شاعری میں ایک بلند مقام رکھتے ہوئے یہ انکی ثانوی حیثیت ہے وہ ایک زبردست عالم اور صاحب سلسلہ شیخ اور صاحب دل بزرگ تھے مصنف نے ان کی کتابوں کی روشنی میں ان کی زندگی اور شاعری کی والہانہ انداز میں تفصیل کی ہے۔ کتاب زیر ترتیب ہے اس کا کچھ حصہ الرشاد میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۲:- ریاض الحدیث

یہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر مجموعہ ہے جسمیں ایمان و عقیدہ اور عبادات سے زیادہ معاملات معاشرت اور اخلاق سے متعلق حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں اور محترم مرتب مدظلہ نے حدیث کی مختصر مگر جامع اور دل نشین تشریح کر دی ہے۔ جس سے اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ مشغول سے مشغول آدمی بھی اس سے بغیر ہر جگہ فائدہ اٹھا سکتا ہے

قیمت ۲۰ بیس روپئے

۱۳:- وقت ایک دولت ہے

وقت [illegible] کتنی قیمتی شے ہے اس کی

اہمیت کو اس میں بڑے موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے یہ ضخامت لیکن بہتر اور قیمت کمتر کا مصداق ہے اسے ہر مسلمان کو نہ صرف پڑھنا چاہیئے بلکہ ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ قیمت ۱/۵۰ روپئے

۱۴:- اسلامی قانون اجرت

اس کتاب میں مزدوروں کے مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے اس کا ملیالم میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے اس کا پہلا ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا ہے اب یہ کتاب تاج کمپنی دہلی بھی شائع ہو گئی ہے۔

۱۵:- تبع تابعین

اس کتاب میں انتیس (۲۹) اکابر تبع تابعین اکابر امت کے علم و فضل کا مفصل ذکر ہے جس میں امام ابو یوسف، امام محمد اور عبداللہ بن مبارک، امام ظفر، فضیل بن عیاض، سفیان ثوری وغیرہ جیسے اکابر امت شامل ہیں۔ قیمت ۵۵/ روپئے

۱۶:- اہل کتاب صحابہ و تابعین

اس کتاب میں ان ترانوے صحابہ صحابیات اور تابعین کا ذکر ہے جو اسلام سے پہلے یہودی یا نصرانی تھے اور پھر مسلمان ہوئے دنیا کی کسی زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں۔ قیمت ۲۵/ روپئے

۱۶:- اجتہاد اور تبدیلیٔ احکام

اس کتاب میں ان نئے مجتہدین کا مدلل اور مفصل جواب دیا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن و سنت کے صریح احکام کو بھی اجتہاد کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے۔ قیمت ۴/ روپئے

۱۸:- فتاویٰ عالمگیری اور اسکے مولفین

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے فتاویٰ عالمگیری کو علماء کی ایک پوری جماعت نے مرتب کیا تھا مگر اب تک اس کے مصنفین کے نام سے لوگ ناواقف تھے مصنف نے بڑی تلاش و جستجو سے ان کے حالات جمع کر دیئے ہیں اور اس میں فقہ کی جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اسکی تفصیل بھی کر دی ہے۔ قیمت ۳۵/

۱۹ :- **اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات** | اسلام نے بین الاقوامی تعلقات کے سلسلہ میں جو اصول دیئے ہیں ان پر ان میں مفصل بحث کی گئی ہے یہ مقالہ تھا جو ۱۹۷۵ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں پڑھا گیا تھا اب اضافہ کر کے اسے کتابی شکل دے دی گئی ہے یہ تینوں کتابیں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور سے شائع ہوئی ہیں ہندوستان میں بھی اس کے چھاپنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قیمت ۔/۲۵ روپے

۲۰ **فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل** | ان میں ان بنیادی اصولوں کی تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ جن کی بنیاد پر پیش آمدہ مسائل میں ایک مفتی غور کر کے ان کے جوابات دے سکتا ہے یہ کتاب مکتبہ جامعہ نئی دلی سے شائع ہوئی تھی اب دوبارہ یہ کتاب دار التالیف والترجمہ سے شائع ہوئی ہے۔

۳ **اسلامی تعلیم حصہ اول، دوم، سوم، چہارم** | اس میں اسلامی مسائل کو بڑے سلیس اور دلچسپ انداز میں بچوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے یہ سیکڑوں مکاتب اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے پورے سیٹ کی قیمت ۲۰ روپئے ہے

۲۱ :- ان کتابوں کے علاوہ ابھی مصنف مدظلہ کے درجنوں مضامین الرشاد کے قیمتی اداریئے ہیں جنکو کتابی شکل دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مثلاً خدمت حدیث میں عورتوں کا حصہ، قرآن پاک میں رحم، نماز اور خشوع، تواضع و خاکساری، مسلمان بادشاہوں کی تصانیف ذرائع آمدنی اور تقسیم ملکیت کا مسئلہ وغیرہ،

مکتبۃ الرشاد | دار التالیف والترجمہ کے علاوہ دوسرے مکتبوں سے شائع شدہ اردو عربی کتابیں بھی مکتبہ سے مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔

پتہ :- مہتمم مکتبۃ الرشاد۔ رشاد نگر۔ اعظم گڑھ

OCT.
NOV.
1992

ماہنامہ
جامعۃ

الرشاد

مرتبہ

مجیب اللہ ندوی

دار التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ یوپی

M.ALI.MAU

جامعۃ الرشاد ایک نظر میں

جامعۃ الرشاد محض ایک عربی درسگاہ نہیں بلکہ یہ وسیع المقاصد ادارہ ہے یہاں دینی علوم کی معیاری تعلیم کے ساتھ بقدر ضرورت جدید علوم کی بھی تعلیم دیجاتی ہے یہاں سے فارغ طلبہ ایک طرف علوم دینیہ میں مہارت رکھتے ہیں تو دوسری طرف جدید علوم سے بھی بے بہرہ نہیں رہتے گویا یہ ادارہ قدیم وجدید کا بہترین سنگم ہے اعلیٰ دینی تعلیم کیساتھ یہ ادارہ بہت سے ملی کاموں کا مرکز بھی ہے نہ صرف ضلع بلکہ مشرقی اضلاع میں اسوقت جتنے ملی کام ہو رہے ہیں ان کا مرکز یہی ہے۔

تعلیم و تربیت

(۱) صرف و نحو اور عربی ادب و انشاء پر شروع سے زور دیا جاتا ہے تاکہ طلباء کو عربی تقریر و تحریر پر پوری قدرت ہو جائے۔ (۲) فقہ، اصول فقہ حدیث اور اصول حدیث اور ترجمہ قرآن پاک اور تفسیر کی معیاری تعلیم تیسرے درجہ آخر تک جاری رہتی ہے یونانی فلسفہ و منطق بھی بقدر ضرورت پڑھائی جاتی ہے (۳) قرآن پاک سے زیادہ سے زیادہ لگاؤ پیدا کرنے کے لئے عربی درجات کے پہلے ابتدائی تین سالوں میں ہر طالب علم کو سورہ حجرات سے ختم قرآن تک مع تجوید حفظ کرنا ضروری ہے (۴) جامعۃ الرشاد کا نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم و تربیت اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے پورے ملک میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک ہے تفصیل کیلئے "مقاصد اور خصوصیات" اور نصاب تعلیم اور جامعۃ الرشاد اکابر کی نظروں میں" والے کتابچوں کا مطالعہ کریں۔ (۵) معیاری تعلیم کیساتھ بچوں میں زیادہ سے زیادہ علم دین کا ذوق، عمل کا جذبہ، اسلامی اخلاق و کردار کی خوبی، ایمان و یقین کی کیفیت اور دعوت دین اور اتباع سنت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تاکہ انکا علم خود انکے لیے بھی مفید ثابت ہو اور دوسروں کے لئے بھی ان کے مزاج میں زیادہ سے زیادہ سادگی خاکساری محنت و قناعت پسندی اور جذبہ خدمت پیدا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تاکہ وہ اپنے اخلاق و کردار کی خوبی اور محنت و خدمت سے بندگان خدا کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کر سکیں۔

سالانہ چندہ
ہندوستان سے 50/-
خصوصی معاون 100/-
قیمت فی پرچہ 5/-

جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ کا ترجمان
ماہنامہ
جامعۃ
الرشاد

سالانہ چندہ
غیر ممالک سے
پندرہ ڈالر امریکی
15/- $

جلد نمبر ۲۲ اکتوبر، نومبر ۱۹۹۲ء ربیع الآخر، جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ شمارہ ۵۰

فہرست مضامین

مجیب اللہ ندوی پرنٹر و پبلشر و ایڈیٹر نے نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ سے چھپوا کر دفتر جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ سے شائع کیا

رشحات

راقم الحروف بار بار یہ لکھتا رہا ہے کہ اس وقت امریکہ اور مغربی ممالک بین الاقوامی طور پر مسلمان ملکوں میں سیاسی انتشار اور انکو معاشی اور فوجی اعتبار سے کمزور کرنے کی جس سازش میں لگے ہوئے ہیں اب وہ سازش کھل کر سامنے آگئی ہے اس سلسلہ میں امریکہ کے پیش نظر کئی خاص منصوبے ہیں ۔

۱:۔ دنیا کے ایٹمی معاملات پر کنٹرول۔ ۲:۔ کمزور ممالک میں امریکی پالیسی پر عمل درآمد

۳:۔ اسلامی ممالک میں زیادہ سے زیادہ اثر و رسوخ ۔

۴:۔ طاقتور ممالک کے ساتھ دوستی ۔

اس کیلئے امریکہ ایک نئے خفیہ نظام کو ترتیب دے رہا ہے گو کہ اندرونی ملک اس کی مخالفت اس بنا پر ہو رہی ہے کہ اس کے اخراجات کی وجہ سے امریکہ کی معاشی حالت پر برا اثر پڑیگا مگر بہر حال ان منصوبوں پر کم و بیش عمل درآمد ہو کر رہے گا۔

راقم الحروف اس سے پہلے یہ بات کئی بار عرض کر چکا ہے کہ ان تمام منصوبوں کا نشانہ افریقہ اور ایشیاء کے کمزور ممالک اور خاص طور پر اسلامی ممالک ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ روس کے کمزور ہو جانے کے بعد امریکہ صرف اسلام کو اپنا حریف سمجھ رہا ہے گویا یہ فرانس اور برطانیہ وغیرہ کو ملا کر ایک نئی صلیبی جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہے اسلام کو اپنا حریف سمجھنے کی وجہ صرف عیسائیت اور اسلام کی پرانی تاریخ ہی نہیں ہے بلکہ اس وقت مختلف ملکوں میں جو اسلامی تحریکیں چل رہی ہیں وہ ان سے مستقبل میں اپنے لئے خطرہ محسوس کر رہا ہے۔ خطرہ محسوس کرنے میں اسلام اور عیسائیت کی پرانی کشمکش سے زیادہ اسے یہ احساس ہے کہ یہ تیل سے مالا مال اسلامی ممالک کی دولت سے وہ محروم نہ ہو جائے۔ یہاں ہم عاشق صاحب کے ایک مضمون کا کچھ حصہ سہ روزہ دعوت کے حوالہ سے نقل کر رہے ہیں "امریکی خفیہ اداروں میں تبدیلی اور ان کے کام کا نیا طریقہ کار دنیا پر اثر انداز ہوگا اس لئے سرد جنگ کے خاتمہ اور حالیہ خلیجی بحران کے بعد امریکہ اسلام کو اپنا

بنیادی حریف سمجھ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے بنیاد پرستی کی اصطلاح متعارف کرائی گئی دنیا بھر میں ابھرتی ہوئی اسلامی تحریکیں امریکہ کو کھٹک رہی ہیں جن پر برملا وہ ناراضگی کا اظہار بھی کر چکا ہے گو کہ امریکی وزیر خارجہ نے اس سلسلہ میں کہا ہے کہ امریکہ اسلام کو کسی ایسے نئے ازم کے طور پر نہیں دیکھتا جس سے مغرب کا ٹکراؤ ہو یا جس سے عالمی امن کو خطرہ ہو لیکن اصل حقیقت یہی ہے کہ سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد دراصل اسلام اور امریکہ کے درمیان ہی مقابلہ آرائی جگہ لے رہی ہے دنیا کے مختلف ممالک میں اسلامی لہر کو روکنے کے لئے سی۔ آئی۔ اے کے کئی نئے چیپٹر کھل گئے ہیں افغانستان مسئلہ کے حل کے بعد ایک مضبوط اسلامی گروپ کو برسرِ اقتدار نہ آنے دینا بھی سی۔ آئی۔ اے کا مسئلہ تھا لیکن امریکی توقعات کے برعکس مجاہدین نے بالآخر قومی حکومت قائم کر لی سی۔ آئی۔ اے دورِ حاضر میں اسلامی ممالک میں زیادہ سے زیادہ اثر و رسوخ بڑھانا چاہتی ہے تاکہ تمام مسلمانوں کو ایک ایسے خاص طریقے اور نظام پر چلایا جائے جو کسی موقع پر ان کی پالیسیوں سے متصادم نہ ہو۔"

افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام اور اسلامی ملکوں ہی کے خلاف یہ سازش ہو رہی ہے مگر وہ اس کے خلاف کوئی منصوبہ بندی کیا کرتے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انکو یا تو اس کا پورا احساس نہیں ہے یا اپنے سیاسی مفاد کی وجہ سے اس سے صرفِ نظر کئے ہوئے ہیں جو اسلامی ممالک معاشی حیثیت سے کمزور ہیں یا کمزور کر دیئے گئے ہیں وہ تو معذور ہیں مگر جو ممالک خوش حال ہیں انکی ذمہ داری تھی کہ وہ اس سازش کے خلاف کوئی منصوبہ بندی کرتے۔

بوسنیا ہرزگوینا پر سربیا، یوگوسلاویہ کی مدد سے جو ظلم و جور کا بازار گرم کئے ہوئے ہے اسکے خلاف جو قدم اقوام متحدہ کو تین مہینے پہلے اٹھانا چاہیئے تھا غنیمت ہے کہ اس نے اب اٹھایا ہے مگر دیکھئے کہ یوگوسلاویہ کا یو۔ این۔ او سے اخراج صرف کاغذی حد تک محدود رہتا ہے یا اس کے لئے وہ کوئی عملی قدم اٹھاتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہمارے سامنے اسلامی ممالک ملیشیا کی طرح جرأت سے کام لیکر یوگوسلاویہ اور سربیا سے

سفارتی تعلقات فوراً منقطع کر لیتے اور یو۔ این۔ او پر حقیقی دباؤ ڈالتے تو یقین ہے کہ بوسینا میں مسلمانوں کا اتنا خون نہ بہتا۔ جو اسلامی ملک اس وقت عراق کے خلاف امریکہ کے اشارے پر سلامتی کونسل جو اقدامات کر رہی ہے اس سے خوش ہو رہے ہیں یا اس پر خاموش ہیں ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کبھی انکو یہ شعر نہ دھرانا پڑے۔

اضاعونی وّای فتیً اضاعوا   یوم کریہۃ وسداد ثغر

پچھلے مہینے ہم نے لکھا تھا کہ کروڑوں آدمیوں کو بنگلہ دیشی قرار دیکر جو تحریک چلانے کی دھمکی بی۔ جے۔ پی نے دی ہے اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہماری مرکزی سرکار اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ اسکا سہرا بی۔ جے۔ پی کے بجائے کانگریس کے سر بندھے جیسا کہ مسلمانوں کے سارے مسائل کے سلسلہ میں کانگریس ۴۴ برس سے یہی رول ادا کرتی رہی ہے کہ جن سنگھ اور بی۔ جے۔ پی جو کہتی رہی ہے کانگریس اسے عملی جامہ پہناتی رہی ہے۔ ۲۹ ستمبر کے اخبارات میں وزیر داخلہ شری چوہان صاحب نے سرحدی صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کی جو میٹنگ طلب کی تھی اس میں بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ۔

"بنگلہ دیشی مہاجروں کے بھارت میں غیر قانونی داخلہ کی جو بھی وجہ ہو اس سے ہمارے یہاں خطرناک مسئلہ پیدا ہوگیا ہے وزیر داخلہ نے دراندازی روکنے کے لئے مرکزی سرکار کے ذریعہ اٹھائے گئے اقداموں کی تفصیل سے جانکاری دی اور کہا کہ اس کام میں متاثرہ ریاستوں کا سرگرم تعاون بہت ضروری ہے انہوں نے اس سلسلہ میں دخل اندازی کی روک تھام اور چلنا پھرنا ملی گروپ منصوبوں کی چرچا کی۔ شری چوہان کے کہنے کے مطابق ان منصوبوں کے نافذ کرنے میں مشکلات پیش آرہی ہیں کیونکہ جائز شہریوں کے سطح کے ریکارڈ پیدا نہیں ہیں انہوں نے کہا کہ گاؤں کی سطح کے ریکارڈ کے صحیح مطالعہ سے کسی بھی غیر ملکی شہری کے رجسٹریشن کو روکنے میں مدد ملے گی انہوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ مہاجروں کی دراندازی کے وقتی اور طویل عرصے

کے برے نتائج کے بارے میں لوگوں میں بیداری کی کمی ہے انہوں نے اس کے لئے مہم چلانا ضروری بتایا اور کہا کہ اس مسئلے سے نپٹنے کیلئے مناسب ماحول بنانے میں مدد ملے گی" مقصد یہ کہ حکومتی کوشش کے ساتھ وہ عوام کو بھی بیدار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے خلاف ایک مہم چلائیں گویا بی جے پی کے کارسیوکوں کو اختیار دیا جا رہا ہے کہ تم قانون اپنے ہاتھ میں لے لو جیسا کہ اس سے پہلے آسام میں ہو چکا ہے اور یہاں بھی یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ مگر افسوس ہے ہمارے بے شمار مسلمان اپنے ادنیٰ مفاد کیلئے کانگریس کی ہمنوائی کر کے اس بازاری شعر کے مصداق بنے ہوئے ہیں

میر کیا سادہ ہیں جسکے سبب بیمار ہوئے
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

یوپی کی بھاجپا حکومت نے نصاب تعلیم میں جو تبدیلیاں کی ہیں وہ نہ صرف تعلیمی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں ہیں بلکہ وہ دستور میں دیئے گئے حقوق سے بھی ٹکراتی ہیں اس کے خلاف ملی کونسل نے ۲۰ ستمبر کو اپنا ایک نمائندہ اجتماع لکھنؤ میں بلایا تھا جس میں اس نے اس تبدیلی پر اپنے سخت ردعمل کا اظہار کیا تھا اور اس کے خلاف وہ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے ذمہ داروں کو ایک میمورنڈم دینے کی بھی تیاری کر رہی ہے اس کیلئے نصاب کی کتابوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے دوسری طرف دینی تعلیمی کونسل بھی دسمبر میں اس سلسلہ میں ایک کانفرنس کر رہی ہے ضرورت ہے کہ اس کے لئے تمام جماعتوں کے اشتراک سے کوئی موثر قدم اٹھایا جائے یہ مسئلہ ہمارے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

اگر آج عربی زبان یہاں کے نصاب میں داخل کر دی جاتی تو اس سے کم سے کم کچھ لوگوں کی روزی روٹی کا انتظام ہو جاتا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ سنسکرت پڑھ کر بچہ کو کیا مادی فائدہ حاصل ہوگا بلکہ وہ شاید عوام کے لئے بیگانہ بن جائے تو تعجب نہیں مگر فرقہ پرستو ں پر ہندو تہذیب کا اتنا زبردست بھوت سوار ہے کہ اس نے ان کو اندھا بہرا کر دیا ہے۔ راقم الحروف نے اس سلسلہ میں ذمہ داروں کو قانونی چارہ جوئی کا مشورہ دیا تھا مگر موجودہ صورتحال میں عدلیہ سے بھی کوئی اچھی توقعات قائم نہیں کی جا سکتی اس لئے یہ قدم اٹھانے کے سلسلہ میں وہ متامل ہیں۔

بابری مسجد کے سلسلہ میں مرکزی حکومت نے اس کے حل کیلئے تین مہینے کی جو
مہلت لی تھی وہ اب ختم ہو رہی ہے مرکزی حکومت نے اس کو مزید طول دینے کے لئے آپسی
گفتگو کا سلسلہ شروع کرایا ہے اب تک مسلمانوں کے جتنے وفود حکومت کے ذمہ داروں
سے ملے ہیں سب نے یک زبان ہو کر ایک ہی بات کہی ہے کہ مسجد سے مورتیوں کو ہٹا
کر اسے مسلمانوں کے حوالہ کر دیا جائے اور ہندوؤں کو اس سے ہٹ کر مندر بنانے کی
اجازت دے دی جائے۔ ظاہر ہے کہ بابری مسجد ایکشن کمیٹی ہو یا رابطہ کمیٹی یا کوئی اور ادارہ
اس کے علاوہ کوئی دوسرا موقف اختیار ہی نہیں کر سکتا دوسری طرف وشو ہندو پریشد
اور دوسری فرقہ پرست جماعتیں نہ تو عدالت کا فیصلہ ماننے کیلئے تیار ہیں اور نہ تاریخی حقائق
کو اس لئے اب اس صورت میں مرکزی حکومت کو اپنا موقف ظاہر کرنا چاہئے اور اس
کے مطابق اس پر عمل درآمد کرنا چاہئے کئی برسوں سے بات چیت میں جو وقت ضائع
کیا جا رہا ہے اس سے بظاہر کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں ہے اس لئے اس سلسلہ کو بند
کر کے مرکزی حکومت سے یہ پوچھنا چاہئے کہ اس صورت میں آپ کیا موقف اختیار
کرنا چاہتے ہیں اسے واضح کریں جون کے مہینے میں مرکزی حکومت اور عدالت کی ہدایت
کے باوجود دہشت پسندی جا بجا حکومت کی نگرانی میں فرقہ پرست جماعتوں نے ابھی
یں اختیار کی اس کے بعد بات چیت کا کیا موقع ہے اب تو صرف مرکزی حکومت کو یہ طے
کرنا ہے کہ اس کے حل کیلئے وہ کیا عملی قدم اٹھاتی ہے یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ
اسی کے دور حکومت میں یہ مسئلہ پیدا ہوا اور اسی نے اسے ایک جذباتی مسئلہ بنایا۔

• • •

نفاذ شریعت کی دنیوی و مادی برکات

قسط ———— دوم

نفاذ شریعت سے امن عالم پیدا ہوتا ہے

بنیادی طور پر انسان کو پانچ چیزوں کی حفاظت کی ضرورت ہے ۱۔ حفاظت جان۔ ۲۔ حفاظت مال۔ ۳۔ حفاظت عزت۔ ۴۔ حفاظت نسل۔ ۵۔ حفاظت عقل۔

نظام شریعت میں ان پانچوں چیزوں کی حفاظت کے راہنما اصول و قوانین موجود ہیں پہلے ترغیباً و ترہیباً ان اصول سے روشناس کرایا جاتا ہے جب اس سے کام نہ بن سکے تو پھر سزائیں لاگو کی جاتی ہیں۔

اسلامی حدود کا فلسفہ

اور ان شرعی سزاؤں کے اجراء و نفاذ کا مقصد وحید نظام تمدن کے اختلال کو روکنا۔ شریف اور امن پسند شہریوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا اور سماج دشمن عناصر کے دل میں خوف پیدا کر کے انہیں ایسی حرکات سے باز رکھنا جن کے باعث اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد جنم لیتا اور معاشرے کا اخلاقی معیار پست ہو جاتا ہے۔ [1]

حفاظت جان کا قانون

ارشاد ربانی ہے: وَلَا تَقْتُلُوٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا [2]

ترجمہ: تم اپنے جیسے انسانوں کا خون ناحق مت بہاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے۔

---

[1] اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ۔ ص ۱۲۔

[2] سورۂ نساء آیت ۲۸۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ [1]

ترجمہ: کسی انسان کو بلا قانون حق قتل مت کرو۔

ترهیبی ارشاد:

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُہٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّلَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا [2]

ترجمہ: جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کر دیتا ہے پس اس کی سزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر خدا کا غضب اور لعنت ہوگی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا گیا ہے۔

قانونی دفعات

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی۔ الخ [3]

ترجمہ: تم پر قتل کا قصاص فرض کر دیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد۔ غلام کے بدلے غلام۔ عورت کے بدلے عورت۔

وَکَتَبْنَا عَلَیْہِمْ فِیْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ۔ [4]

ترجمہ: اور ہم نے توراۃ میں ان پر فرض کیا کہ جان کے بدلے جان۔ اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ناک کے بدلے ناک۔ کان کے بدلے کان۔ دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا قصاص ہے۔

حد قصاص کی برکت

وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ [5]

ترجمہ: اور قصاص میں تمہاری زندگی ہے اے عقل والو۔

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳۲۔ [2] سورۂ نساء آیت ۹۲۔ [3] سورۂ بقرہ آیت ۱۷۸۔ [4] سورۂ مائدہ آیت ۴۵۔ [5] سورۂ بقرہ آیت ۱۷۹۔

حفاظت مال کا قانون

ترغیبی ارشاد: وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ [1]

ترجمہ: اور نہ کھاؤ تم ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے۔

لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ قَلْبِهٖ: الحدیث [2]

ترجمہ: کسی مسلمان آدمی کا مال بغیر اس کی رضا کے کھانا حلال نہیں۔

اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ۔ الحدیث [3]

ترجمہ: رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا [4]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا ــ الحدیث [5]

ترجمہ: جو شخص ملاوٹ کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

چوری اور ڈاکہ حرام ہے۔ کیونکہ اس میں غیر کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانا ہوتا ہے۔ شریعت میں ہر وہ صورت جس سے غیر کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانا ہوتا ہے وہ سب حرام ہیں مثلاً چوری، ڈاکہ، سود، رشوت، ملاوٹ، جوا، بد دیانتی، لاٹری وغیرہ وغیرہ [6]

قانونی دفعات

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا [7]

ترجمہ: چوری کرنیوالے مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔

اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا

---

[1] سورۃ بقرہ آیت ۱۸۷ [2] مشکوٰۃ: ۱۳ [3] ایضاً

[4] بقرہ آیت ۲۷۵ [5] اسلامی ریاست ص ۹۴

[6] مائدہ آیت ۳۸

أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ [۱]

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرتے پھرتے ہیں ان لوگوں کی بس یہی سزا ہے کہ وہ بری طرح قتل کئے جاویں یا سولی پر چڑھائے جائیں۔ یا ان کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے۔ یہ سزا ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور آخرت میں ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ [۲]

ترجمہ: اگر تم سود کھانا بند نہ کرو تو پھر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

حد سرقہ کی بنیادی برکت

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقامۃ حد من حدود اللہ خیر من مطر اربعین لیلۃ الخ [۳]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک حد کو قائم کرنا چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔ اور حاشیہ پر مرقاۃ کے حوالے سے لکھا ہے۔

لان فی اقامتہا زجراً للخلق عن المعاصی وسبب فتح ابواب السماء والمنع عن اھلاک مال الغیر [۴]

ترجمہ: کیونکہ اس حد کے قائم کرنے میں لوگوں کو معاصی سے ڈانٹنا ہوتا ہے اور برکات الٰہی کے دروازوں کے کھلنے کا سبب ہے اور لوگوں کے مال ضائع

---

[۱] مائدہ آیت ۳۳ [۲] بقرہ آیت ۷۷ [۳] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۱۳ باب قطع السرقہ [۴] ایضاً

اور ہلاک ہونے سے بچاتا ہے۔

یعنی چوری کی سزا قائم کرنے سے دنیاوی فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس سے لوگوں کا مال محفوظ ہو جاتا ہے اور ڈاکہ کی حد قائم کرنے سے جان بھی محفوظ ہو جاتی ہے اور مجرم آئندہ کے لئے ایسے شنیع فعل سے باز رہتا ہے اور دوسروں کو عبرت حاصل ہوتی ہے۔

حفاظت عزت کا قانون

ترغیبی ارشاد: لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ [1]

ترجمہ: کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مزاق نہ اڑائے ہو سکتا ہے کہ جنکا مزاق اڑایا جارہا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک عورت دوسری عورت کا مزاق اڑائے ہو سکتا ہے وہ عورت جسکا مزاق اڑایا جارہا ہے وہ ان سے بہتر ہو۔

وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا الخ [2]

ترجمہ: اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرسکتا ہے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ الخ [3]

ترجمہ: ہر عیب چین تہمت باز کے لئے ہلاکت ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً الخ [4]

ترجمہ: اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی کوڑے لگاؤ

---

[1] حجرات آیت ۱۱ [2] حجرات آیت ۱۲ [3] ھمزہ پ ۳۰
[4] سورہ نور

وکذالک القذف معصیۃ کبیرۃ فیہ الحاق عار عظیم علی الزنا [1]

ترجمہ: اور اسی طرح تہمت بھی گناہ کبیرہ ہے اور جس پر تہمت لگی اس کی عزت پر دھبہ لگ جاتا ہے۔

الغیبۃ اشد من الزنا الحدیث [2]

ترجمہ: غیبت زنا سے بھی بدتر گناہ ہے۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ ویقول ما اطیبک واطیب ریحک ما اعظمک واعظم حرمتک والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المؤمن اعظم عند اللہ تعالیٰ حرمۃ منک [3]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا طواف کعبہ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ تو کس قدر پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کس قدر پاکیزہ ہے تو کس قدر باعظمت ہے اور تیری عزت واحترام کتنا عظیم ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے مومن کا احترام اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے احترام سے بڑا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم حسبک من صفیۃ کذا وکذا تعنی قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لقد قلت کلمۃ لو مزجت بماء البحر لمزجتہ۔ رواہ الترمذی [4]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت صفیہ کا تذکرہ کیا کہ اس کا قد تو ٹھگنا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو وہ

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۶۱۔ [2] تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۳۲۷ مطبوعہ بیروت۔ [3] ایضاً۔
[4] تحفۃ الاحوذی۔ ص ۲۰۸۔: ابن کثیر ج ۴ ص ۳۲۸۔

بھی کڑوا ہو جائے۔

قانونی دفعات

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [۱]

ترجمہ: جو لوگ پاک دامن عورتوں پر الزام لگاتے ہیں پھر چار گواہ پیش نہیں کر سکتے تو انہیں اسی کوڑے لگادو اور ان کی ہمیشہ کے لئے گواہی بھی قبول نہ کرو اور وہی لوگ فاسق ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ [۲]

ترجمہ:۔ جو لوگ پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر الزام لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

عن حذیفة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قذف المحصنة یھدم عمل مائة سنة۔ الحدیث [۳]

حد قذف کی دنیاوی برکت

اس قانون کے نفاذ سے ہر باشندہ اطمینان قلبی حاصل کر لیتا ہے کہ میری عزت و حرمت کلی طور پر محفوظ ہے وہ پرسکون ہو کر ملک و ملت کی ترقی کے لئے کوشاں ہوتا ہے تو اس سے ملک مالی و افرادی قوت میں مضبوط ہوتا ہے۔ جہاں لوگوں کی عزت و ناموس محفوظ نہ ہو وہاں سے لوگ خروج کرتے ہیں اور ملک ویران و برباد ہو جاتا ہے اور دشمن بآسانی اس ملک پر قابض ہو جاتے ہیں [۴]

حفاظت نسل کا قانون

ترغیبی ارشاد: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِیْلًا [۵]

---

[۱] نور آیت ۴، [۲] نور آیت ۲۳، [۳] ابن کثیر ج ۳، ص ۲۷۳، [۴] خدام الدین نظام شریعت نمبر ۲۴۔
[۵] بنی اسرائیل آیت ۳۲۔

ترجمہ: زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ [1]

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو نہیں پکارتے اور نہ ہی کسی کو شرعی سزا کے بغیر قتل کرتے ہیں اور نہ ہی وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں

عن الهيثم الطائی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مامن ذنب بعد الشرك اعظم عند الله من نطفة وضعها رجل فی رحم لا يحل له [2]

ترجمہ: حضرت ہیثم بن مالک طائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ اللہ تعالٰی کے نزدیک وہ نطفہ ہے جو آدمی ایسے رحم میں ڈالتا ہے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زنا کی اجازت مانگتا ہے تو لوگ اس ڈانٹنا شروع کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا ٹھہرو ٹھہرو میں اسے سمجھاتا ہوں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریب بلا کر فرمایا فَقَالَ اِجْلِسْ فَجَلَسَ فَقَالَ اَتُحِبُّهُ لِاُمِّكَ قَالَ لَا وَاللّٰهِ الخ بیٹھ پس وہ بیٹھ گیا پس آپ نے فرمایا کہ کیا تو اپنی ماں کے لئے یہ فعل پسند کرتا ہے، اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم اللہ تعالٰی مجھے آپ پر فدا کرے بلکہ سب لوگ اس فعل کو اپنی ماؤں کے لئے ناپسند کرتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو یہ فعل اپنی بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ کے لئے پسند کرتا ہے تو اس نے وہی جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تو اس فعل کی کیسے اجازت مانگتا ہے پس وہ شخص اس فعل سے تائب ہوا

---

[1] الفرقان آیت ۶۸۔ [2] ابن کثیر ج ۳ ص ۶۳، مطبوعہ بیروت

اور آپ نے اس کے لئے دعا مانگی ۔ [1]

قانونی دفعات

الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائة جلدة ولا تاخذکم بہما رافة فی دین اللہ ۔ الخ ۔ [2]

ترجمہ: زنا کار مرد و عورت ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ اور تم کو ان پر اللہ تعالیٰ کی حد جاری کرنے میں کسی قسم کا ترس نہ آئے ۔

عن عبادة ابن الصامت قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا الثیب بالثیب والبکر بالبکر الثیب جلد مائة ثم رجم بالحجارة والبکر جلد مائة ثم نفی سنة [3]

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے شریعت کا حکم لے لو ۔ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لئے راستہ مقرر کر دیا ہے شادی شدہ مرد و عورت اگر زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں سو کوڑے اور سنگسار کرنا ہے اور اگر غیر شادی شدہ مرد اور عورت زنا کرے تو ان کو سو کوڑے اور ایک سال جلاوطن کرنا ہے ۔

حد زنا کی دنیاوی برکات

ا ۔ اس حد کی دنیاوی برکت یہ ہے کہ اس سے حفاظت نسب و نسل ہوتی ہے ۔ دوسری عصمتوں کی حفاظت ہے کیونکہ عفت و عصمت کے ازالے کے بعد عورت اور اس کے قبیلے کے تمام افراد میں دنائت پیدا ہو جاتی ہے عورت خود بھی ذلیل ہوتی ہے اور اس کے بعد اس کے خاندان کا وقار بری طرح مجروح ہو جاتا ہے ۔

---

[1] ابن کثیر ج ۳ ۔ صفحہ ۲۶۴ ۔ [2] سورۂ نور آیت ۲ ۔

[3] صحیح بخاری کتاب التفسیر ۔ اسلامی ریاست ص ۱۰۴ ۔

۳ :۔ برکت خاندان کا تحفظ ہے کیونکہ زنا میں مبتلا ہو جانے کے بعد عورت کو نہ اپنے شوہر کا خیال رہتا ہے اور نہ بچوں کا اپنے شوہر اور بچوں سے نفرت ہو جاتی ہے جو عائلی نظام کے فساد پر منتج ہوتی ہے۔

۴ :۔ برکت توالد و تناسل کا مقصد ہوتا ہے اولاد و نسل کا صالح اور والدین کیلئے حقیقی معاون ہونا۔ زناکاری کے عمل سے یہ دونوں مقاصد پورے نہیں ہوتے اولاد ناپاک نطفہ کے سبب غیر صالح اور بے غیرت ہو جاتی ہے اور والدین کی عزت و ناموس کو داغدار کر دیتی ہے۔

۵ :۔ برکت امراض جنسیہ مثلاً سوزاک۔ آتشک اور جزام وغیرہ سے حفاظت ہو جاتی ہے کیونکہ زانی اور زانیہ یہ نہیں جانتے کہ جس سے وہ جنسی طلاپ کر رہے ہیں وہ کس مرض میں مبتلا ہے یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک جن میں زناکاری فیشن بن چکی ہے ان کی اکثر آبادی ان مہلک بیماریوں میں مبتلا ہے۔

۶ :۔ برکت فقر و فاقہ سے حفاظت ہوتی ہے کیونکہ زانی کو مزینہ کی لمبی لمبی فرمائشیں مجبور کرتی ہیں کہ وہ جس طرح بھی ہو انہیں پورا کرے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زانی اپنی جائداد فروخت کر کے مزینہ کی فرمائشوں کو پورا کرتا ہے اسی طرح پورے کا پورا خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔

۷ :۔ برکت معاشرے کی حفاظت ہوتی ہے کیونکہ ولد الزنا والدین کی تعلیم و تربیت سے محروم ہونے کے سبب طرح طرح کی بری عادتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے جس سوسائٹی میں رہتا ہے وہاں کے سب بچے اس کی صحبت کی وجہ سے اخلاقی طور پر تباہ ہو جاتے ہیں [۱]

حفاظت عقل کا قانون

ترغیبی ارشاد : لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی [۲]

ترجمہ :۔ تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

یَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا [۳]

ترجمہ :۔ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے

---

[۱] اسلامی حدود کا فلسفہ ص ۳۲ [۲] سورہ نساء آیت : ۴۳ [۳] البقرہ آیت : ۲۱۹

بہت بڑھا ہوا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ؎۱

ترجمہ: اے ایمان والو واقعی بات یہ ہے کہ شراب۔ جوا اور بتوں کے تھان اور فال کھولنے کے تیر یہ سب ناپاک کام شیطان کے ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو شاید کہ تم فلاح پاؤ۔

وَلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ ۔ ؎۲

ترجمہ:۔ اور شراب پینے والا جس وقت شراب پی رہا ہوتا ہے وہ مومن ہی نہیں رہتا۔

کل مُسْکِرٍ حَرَامٌ: ترجمہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرھا ومعتصرھا وشاربھا وحاملھا والمحمولۃ الیہ وساقیھا وبائعھا وآکل ثمنھا والمشتری لھا والمشتری لہ ؎۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے سلسلہ میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (۱) شراب نچوڑنے والا۔ (۲) نچڑوانے والا (۳) پینے والا۔ (۴) اٹھانے والا۔ (۵) جس کے پاس لے جائی گئی۔ (۶) پلانے والا (۷) بیچنے والا (۸) اس کی قیمت کھانیوالا (۹) خریدنے والا۔ (۱۰) جسکے لئے خریدی گئی

قانونی دفعات

اِذَا شَرِبُوا الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثُمَّ اِنْ شَرِبُوْا فَاجْلِدُوْھُمْ ثُمَّ اِنْ شَرِبُوْا فَاجْلِدُوْھُمْ ثُمَّ اِنْ شَرِبُوْا فَاقْتُلُوْھُمْ ؎۴

ترجمہ: اگر لوگ شراب پئیں تو انہیں کوڑے مارو اگر دوبارہ پئیں تو پھر کوڑے مار دو اگر سہ بارہ پئیں تو پھر کوڑے مارو اور اس کے بعد بھی پئیں تو انہیں قتل کر دو۔

؎۱ المائدہ آیت: ۹۰ ؎۲ بخاری ج ۲ ص ۸۳۶

؎۳ جامع ترمذی ؎۴ ابوداؤد ج ۲ ص ۶۱۶

مو. امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ کی رائے یہ ہے کہ شراب نوشی کی حد اسّی کوڑے ہیں امام صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شراب نوشی بڑھ رہی تھی تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع فرما کر مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ سب سے کم حد۔ (حد قذف) اسّی کوڑے ہے آپ اسی کو مقرر فرما دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بھی یہی رائے تھی چنانچہ اسی پر سب صحابہ کرام کا اتفاق ہوگیا: تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام ممالک محروسہ میں حکم کو بھیج دیا۔ [1]

خمر کی تعریف

لغت میں خمر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل پر پردہ ڈال دے اصطلاح فقہ میں ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو خواہ وہ انگور کا رس ہو یا کھجور یا گندم وغیرہ کا اسکا قلیل و کثیر سب حرام ہے۔

ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ منشیات عقل کو خراب کرتی ہے۔ لہٰذا شریعت نے اس کی حفاظت کے لئے سزا مقرر فرمائی۔

حد شراب کی دنیاوی برکت

۱۔ بغض و عداوت کا سد باب: اس حد کی برکت یہ ہے کہ انسان جب نشہ آور اشیاء سے باز آجائیگا تو عقل اپنے ٹھکانے پر رہے گی اور وہ اپنے پرائے کی تمیز کر سکے گا اور انکی عزت و ناموس کا خیال رکھے گا تو آپس میں محبت پیدا ہوگی۔ اور نشہ کی حالت میں انسان حیوانی لذتوں اور نفسانی خواہشات کے گرداب میں کچھ اس طرح گھر جاتا ہے کہ روحانی کیفیت و سرور اور ملکوتی مشاہدات کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے ——— اور وہ کسی کی عزت و حرمت کا خیال نہیں کرتا جس سے بغض و عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ [2]

---

[1] المغنی ج ۱۰ ص ۳۲۶ | اسلامی حدود کا فلسفہ ص ۶۷ [2] المائدہ آیت ۹۰

ترجمہ: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے مابین دشمنی اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز کے ادا کرنے سے باز رکھے سو کیا تم اب بھی باز رہوگے یا نہیں۔

۲:۔ نیز شراب نوشی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ شرابی قتل وغارت۔ ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ جس سے بہت سی انسانی جانوں کا بے سود ضیاع ہو جاتا ہے تو اس سزا کے اجراء و نفاذ سے ان تمام خرابیوں اور برائیوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور انکا جان ومال محفوظ ہو جاتا ہے۔

۳:۔ شرابی اور منشیات کا عادی اپنی اس بری لت کی تسکین کیلئے جائداد تک کو بیچ دیتا ہے بالآخر پورا خاندان مفلسی کا شکار ہو جاتا ہے۔

۴:۔ شرابی آدمی بے شمار جسمانی امراض کا شکار ہو جاتا ہے مثلاً کینسر اعصابی تناؤ سوء ہضم التہاب امعاء۔ جنون۔ فالج۔ استرخاء۔ صرع زوال حافظہ۔ زوال بصر۔ دائمی نزلہ وغیرہ اس لئے اس حد کے نفاذ سے معاشرہ ان تمام موذی اور مہلک امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ [۱]

بقیہ صـ ۶۲ کا

گیا نا میں مبلغین کا دار العلوم کھل جانے سے عیسائی مشنری کا توڑ موثر طریقہ پر ہوگا۔
بحر الکاہل کے ہندی نژاد باشندے ہندوستان سے سات سمندر پار ملک کا نام روشن کر رہے ہیں اور ان علاقوں کو گلزار بنا دیا۔ نیا سورج طلوع ہو رہا ہے اور نئی روشنی نمودار ہو رہی ہے۔ یہاں مسلمانوں کا مستقبل تابناک ہے اور ان کا میلان مذہب کی طرف زیادہ ہے۔

---

۱ اسلامی حدود کا فلسفہ۔ روح الاسلام ص ۲۴۴ مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۲

اب تک جو فقہی سیمنار ہو چکے ہیں ان کے تمام فیصلے اور تجاویز کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہیں۔ (مرتب)

پہلا فقہی سیمنار

یکم تا ۳/اپریل ۱۹۸۹ء کو مرکز البحث العلمی کا پہلا سیمنار دہلی میں منعقد ہوا جس میں تین مسائل، اعضاء کی پیوند کاری، پگڑی اور ضبط ولادت زیر بحث تھے، ان موضوعات پر تفصیلی مقالات پیش ہوئے، ضبط ولادت کے مسائل طے پا گئے۔

تجاویز ضبط ولادت کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد شرکاء سیمنار نے مندرجہ ذیل تجاویز متفقہ طور پر منظور کیں :

(۱) — کوئی بھی ایسا عمل جس کا مقصد نسل انسانی کے سلسلے کو منقطع یا محدود کرنا ہو اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور ناجائز ہے۔

(۲) — بطور فیشن خاندان کو مختصر رکھنے یا تجارت و ملازمت کی مشغولیتوں کے متاثر ہونے یا سماجی دلچسپیوں میں رکاوٹ پیدا ہونے کی وجہ سے اولاد کی ذمہ داری سے انکار و گریز کو شرع اسلامی کسی حال میں قبول نہیں کر سکتی۔

(۳) — جو خواتین بلند معیار زندگی کے حصول یا زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی خاطر نوکریاں کرنا چاہتی ہیں اور اپنے مقصد تخلیق اور اس مقدس فریضے کو بھول جاتی ہیں جو قدرت نے نسل انسانی کی ماں کی حیثیت سے ان پر عائد کیا ہے۔ ان مقاصد کی خاطر خاندان کو محدود کرنے کا تصور قطعاً غیر اسلامی ہے۔

(۴) — جو بچہ موجود ہے اس کی پرورش، رضاعت، اور نشو و نما اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کی خاطر عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

(۵) — دائمی منع حمل کی تدابیر کا استعمال مردوں کیلئے کسی بھی حال میں درست نہیں ہے۔ عورتوں کے لئے بھی منع حمل کی مستقل تدابیر ممنوع ہے۔ سوائے ایک صورت کے۔

وہ استثنائی صورت یہ ہے کہ "ماہر قابلِ اعتماد اطباء کی رائے میں اگلا بچہ پیدا ہونے کی صورت میں عورت کی جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا ظن غالب ہو" تو اس صورت میں عورت کا آپریشن کر دینا تاکہ استقرارِ حمل نہ ہو سکے جائز ہے۔

(۶) ـــ عارضی منع حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال بھی عام حالت میں جائز نہیں۔

(۷) ـــ چند استثنائی صورتوں میں عارضی منع حمل کی تدابیر و ادویہ کا استعمال مردوں اور عورتوں کیلئے درست ہے مثلاً ـــ :

:ـــ عورت بہت کمزور ہے ـــ ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہو سکتی اور حمل ہونے سے اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

:ـــ ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں ناقابلِ برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔

بقیہ دو مسئلے :- اعضاء کی پیوندکاری اور پگڑی کے مسائل زیرِ بحث کر کے مختلف گوشوں پر بحث ہوئی اور محسوس کیا گیا کہ ان مسائل پر مزید غور و فکر کی ضرورت ہے چنانچہ عجلت سے کام لینے کے بجائے دوبارہ سوال نامے بھیجے گئے اور جواب طلب کئے گئے۔

دوسرا فقہی سمینار

اکیڈمی کے زیرِ اہتمام انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز کے تعاون سے "بنک انٹرسٹ" اور "کرنسی کی شرعی حیثیت" پر دوسرا فقہی سمینار ۸/۹/۱۰/۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء ۸/۹/۱۰/۱۱ جمادی اولیٰ ۱۴۱۰ھ کو دہلی میں منعقد ہوا۔

تجاویز

اس اجلاس میں مذکورہ مسائل پر جو تجاویز منظور ہوئیں، وہ اس طرح ہیں:

(۱)

پہلے فقہی سمینار منعقدہ یکم تا ۳ اپریل ۱۹۸۹ء میں پگڑی کے مسئلہ کے بارے میں

مختلف رائیں سامنے آئی تھیں ان کو پیش نظر رکھ کر ہندوستان کے مستند علماء اور مفتیان عظام کی خدمت میں پانچ سوالات بھیجے گئے تھے ان کے جوابات کی روشنی میں درج ذیل تجاویز پر اتفاق پایا گیا۔

(۱) ـــــ مالک مکان زرِ ضمانت وڈپوزٹ کے نام سے کرایہ دار سے جو پیشگی رقم وصول کرتا ہے بہتر ہے کہ اس کو بعینہ محفوظ رکھا جائے اگر مالک اس کو خرچ کر دے تو وہ اس بات کا ضامن ہوگا کہ کرایہ داری کی مدت ختم ہوتے ہی وہ رقم کرایہ دار کو فوراً واپس کر دے۔

(۲) ـــــ اگر کوئی مکان یا دوکان کرایہ پر دیا جائے اور مالک مکان مروجہ پگڑی کے نام پر اصل ماہوار کرایہ کے علاوہ بھی نقد رقم کرایہ دار سے وصول کرے تو سمجھا جائیگا کہ مالک مکان بحیثیت مالک اپنے مکان کو کرایہ دار سے واپس لینے کے حق سے دست برداری کا عوض وصول کر لیا ہے۔ یہ رقم اس کے لئے اس حق کے عوض ہونے کی بنیاد پر جائز ہوگی آئندہ اگر مالک مکان کرایہ دار سے مکان واپس لینا چاہے تو کرایہ دار کو اسکا حق ہوگا کہ وہ مکان خالی کرنے کے عوض جس پر ہر دو فریق راضی ہوجائیں مالک مکان سے وصول کرلے اور اس صورت میں کرایہ دار دوسرے کرایہ دار کے حق میں باہمی طے شدہ رقم کے عوض اپنے اس حق سے جو اس نے اصل مالک سے عوض دے کر حاصل کیا تھا دست بردار ہوسکتا ہے۔

(۳) ـــــ مکان مالک نے پگڑی لئے بغیر مکان کرایہ پر دیا اور اجارہ کی مدت معاہدہ میں مقرر نہیں کی گئی ہو تو اس صورت میں مالک مکان کو حق ہوگا کہ جب چاہے مکان خالی کرالے۔ البتہ مکان مالک کو چاہئے کہ خالی کرانے کا نوٹس اور خالی کرنے کی تاریخ کے درمیان ایسی مہلت دے جو مقامی حالات کے پیش نظر مناسب ہو اور جس میں مالک اور کرایہ دار کو کوئی خاص ضرر لاحق نہ ہو اور کرایہ دار کو چاہئے کہ اس مناسب مہلت میں مکان خالی کردے۔

(۴) ـــــ جو مکان یا دوکان بغیر پگڑی لئے کرایہ پر دی گئی ہو، مالک مکان کو مکان واپس کرتے وقت کرایہ دار کیلئے اس سے پگڑی طلب کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۵)۔ سیمینار مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ اپنے معاملات میں شریعت کا خاص خیال رکھیں شریعت چاہتی ہے کہ کسی بھی معاہدہ کے بارے میں معاہدہ کے ہر دو فریق تمام ضروری متعلقہ امور کو وضاحت اور صراحت کے ساتھ باہم طے کرلیں تاکہ آئندہ کوئی نزاع پیدا نہ ہو اور فریقین ضرر سے محفوظ رہیں۔ اس سلسلہ میں سیمینار خصوصیت سے یہ سفارش کرتا ہے کہ کرایہ داری کا معاملہ طے کرتے وقت مدت کا تعیین کرلیا جائے اور اگر مالک مکان عوض لے کر ہمیشہ کیلئے اپنے خالی کرانے کے حق سے دست بردار ہونا چاہتا ہے تو فریقین صراحۃً آپس میں اس کو طے کرلیں۔

(۲) اعضاء کی پیوندکاری کے مسئلہ پر پہلے فقہی سیمینار منعقدہ یکم، ۲، ۳ اپریل ۱۹۸۹ء میں سیر حاصل بحث کی گئی تھی اس مسئلہ پر پیش کئے گئے مقالات اور مباحثے تفصیل کے ساتھ مجلہ بحث ونظر فقہی سیمینار نمبر میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس سیمینار میں چند امور پر اتفاق کیا گیا۔ اور باقی ماندہ امور کے بارے میں آخری فیصلہ تک پہونچنے کے لئے ایک سب کمیٹی کو سیمینار کے مباحثوں کی روشنی میں سوالات مرتب کرکے علماء وفقہاء کی خدمت میں ارسال کرنے کا کام سونپا گیا۔ اس کمیٹی نے اس موضوع پر ایک سوالنامہ تیار کیا جو علماء وفقہاء کی خدمت میں بھیجا گیا اور ان کے جوابات حاصل کئے گئے۔

ان تمام مباحث اور جوابات پر غور کرنے کے بعد ہم دستخط کنندگان ذیل مندرجہ ذیل امور پر اپنے اتفاق کا اظہار کرتے ہیں۔

کسی انسان کا کوئی عضو ناکارہ ہو چکا ہو اور اس عضو کے عمل کو آئندہ جاری رکھنے کے لئے کسی متبادل کی ضرورت ہو تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے:

(الف) غیر حیوانی اجزاء کا استعمال۔

(ب) ایسے جانوروں کے اعضاء کا استعمال جن کا کھانا شرعاً جائز ہے اور جو بطریقہ شرعی ذبح کئے گئے ہوں۔

(ج) جان کی ہلاکت یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو اور اس مطلوبہ عضو

کا بدل صرف ایسے جانوروں میں ہی مل سکتا ہے جنکا کھانا حرام ہے، یا حلال تو ہے لیکن بطریق شرعی مذبوح نہیں کئے گئے ہیں۔ تو ایسی صورت میں ان غیر ماکول اللحم یا ماکول اللحم مگر غیر مذبوح جانوروں کے اعضاء کا استعمال جائز ہے۔

اور اگر جان یا عضو کی ہلاکت کا شدید خطرہ نہ ہو تو خنزیر کے اجزاء کا استعمال جائز نہیں۔

(۲) ـــــ اسی طرح ایک انسان کے جسم کا ایک حصہ اسی انسان کے جسم میں بوقتِ حاجت استعمال کیا جانا جائز ہے۔

(۳) اعضاءِ انسانی کا فروخت کرنا حرام ہے۔

(۴) ـــ اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی۔ اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کمی کو پورا نہیں کر سکتا۔ اور ماہر قابلِ اعتماد اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوندکاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے۔ اور عضوِ انسانی کی پیوندکاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی۔ اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لئے فراہم ہے، تو ایسی ضرورت، مجبوری اور بے کسی کے عالم میں عضو انسانی کی پیوندکاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کیلئے مباح ہوگا۔

(۵) ـــــ اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑیگا، اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اسکا خراب گردہ اگر نہیں بدلا گیا تو بظاہر حال اس کی موت یقینی ہے اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچالے۔

(۶) ۔ اگر کسی شخص نے ہدایت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء پیوندکاری کیلئے استعمال کئے جائیں جسے عرف میں وصیت کہا جاتا ہے۔ ازروئے شرع اسے اصطلاحی

طور پر وصیت نہیں کہا جا سکتا اور ایسی وصیت اور خواہش شرعاً قابل اعتبار نہیں۔
پیوندکاری سے متعلق ان تجاویز پر جن حضرات نے دستخط کئے ہیں ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب — مفتی دار العلوم دیوبند
۲۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی — 〃 〃 〃
۳۔ حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی — مفتی و صدر دار العلوم کراچی (پاکستان)
۴۔ حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری — استاذ حدیث دار العلوم دیوبند
۵۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب — مفتی مدرسہ امینیہ دہلی
۶ حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی — جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ
۷۔ حضرت مولانا محمد آدم پالن پوری — مفتی جامعہ نذیریہ کاکوسی ضلع مہسانہ شمالی گجرات
۸۔ حضرت مولانا نور علی اعظمی — مفتی دار العلوم مئو
۹۔ حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب — مفتی جامعہ مفتاح العلوم مئو
۱۰۔ حضرت مولانا جمیل احمد نذیری — مفتی و ناظم جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور
۱۱۔ حضرت مولانا خلیل الرحمٰن عمری — ناظم جامعہ عربیہ دار السلام عمرآباد تمل ناڈو
۱۲ حضرت مولانا محمد ایوب ندوی — جامعہ اسلامیہ بھٹکل (کرناٹک)
۱۳۔ حضرت مولانا زبیر احمد قاسمی — شیخ الحدیث دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد
۱۴۔ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی — صدر مدرس دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد
۱۵۔ حضرت مولانا محمد عبید اللہ اسعدی — استاذ حدیث جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ
۱۶۔ حضرت مولانا ضیاء الدین اصلاحی — ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ
۱۷۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ طارق — بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی
۱۸۔ حضرت مولانا اسعد قاسمی — دار العلوم اسلامیہ بستی، یوپی
۱۹۔ حضرت مولانا معاذ الاسلام صاحب — استاذ مدرسہ امدادیہ مرادآباد (یوپی)
۲۰۔ حضرت مولانا محمد مصطفیٰ مفتاحی — مفتی دار العلوم راجستھان

۲۱۔ حضرت مولانا عبد الاحد ازہری — قاضی شریعت دار القضاء مالیگاؤں (مہاراشٹر)

۲۲۔ حضرت مولانا سراج احمد صاحب — مفتی مدرسہ معہد ملت مالیگاؤں (مہاراشٹر)

۲۳۔ حضرت مولانا ابو الحسن علی صاحب — شیخ الحدیث دار العلوم اسلامیہ، بھروچ

۲۴۔ حضرت مولانا عتیق احمد بستوی — استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۵۔ حضرت مولانا انیس الرحمن قاسمی — معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

۲۶۔ حضرت مولانا محمد سعود عالم قاسمی — ناظم دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۲۷۔ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد فضل الرحمن گنوری — پروفیسر شعبہ دینیات و سابق ڈین فیکلٹی دینیات

۲۸۔ حضرت مولانا نسیم صاحب قاسمی — گول بازار، سمرا (نیپال)

۲۹۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن فتحپوری — مفتی دار العلوم امدادیہ، بمبئی ۳

۳۰۔ حضرت مولانا فضیل الرحمن ہلال عثمانی — مفتی جامعہ دار السلام مالیر کوٹلہ (پنجاب)

۳۱۔ حضرت مولانا نسیم احمد قاسمی مظفرپوری — "بحث و نظر" پھلواری شریف، پٹنہ

۳۲۔ حضرت مولانا زید صاحب — استاذ و مفتی جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ (یوپی)

۳۳۔ حضرت مولانا محمد جنید عالم ندوی قاسمی — مفتی دار الافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

۳۴۔ حضرت مولانا حبیب اللہ قاسمی — مفتی و استاذ مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور

۳۵۔ حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی — قاضی شریعت بہار و اڑیسہ مرکزی امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ پھلواری شریف پٹنہ و سکریٹری جنرل اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

نوٹ:۔ مولانا برہان الدین سنبھلی استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دفعہ ۴، ۵ سے اتفاق نہیں ہے۔

کرنسی نوٹ کا مسئلہ

موجودہ دور میں سونا چاندی ذریعہ تبادلہ نہیں رہا اور کاغذی نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں سونے چاندی کی جگہ لے لی ہے حکومت کے قوانین بھی کاغذی نوٹوں کو مکمل طور پر ثمن کی حیثیت دیتے ہیں اور بحیثیت ثمن نوٹوں کو قبول کرنا لازم قرار دیتے ہیں

غرضیکہ کاغذی نوٹوں کی حیثیت عرف اور رواج میں زرِ قانونی کی ہوگئی ہے کرنسی کے
اس ہمہ گیر رواج نے جو شرعی اور فقہی مسائل پیدا کئے ہیں ان کے مختلف پہلوؤں کا جا
لینے اور غور و خوض کرنے کے بعد شرکاء سیمینار درج ذیل نکات پر متفق ہوئے۔

(۱) کرنسی نوٹ سند و حوالہ نہیں ہے بلکہ ثمن ہے اور اسلامی شریعت کی نظر
کرنسی نوٹ کی حیثیت زرِ اصطلاحی و قانونی کی ہے۔

(۲) عصرِ حاضر میں نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر خلقی (سو
چاندی) کی جگہ لے لی ہے اور باہمی لین دین نوٹوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے اس
کرنسی نوٹ بھی احکام میں ثمن حقیقی کے مشابہ ہے لہٰذا ایک ملک کی کرنسی کا تبا
اسی ملک کی کرنسی سے کمی و بیشی کے ساتھ نہ تو نقد جائز ہے نہ ادھار۔

(۳) دو ملکوں کی کرنسیاں دو اجناس ہیں اس لئے ایک ملک کی کرنسی کا تبادل
دوسرے ملک کی کرنسی سے کمی و بیشی کے ساتھ حسبِ رضائے فریقین جائز ہے۔

(۴) کرنسی نوٹوں پر زکوٰۃ لازم ہے۔

(۵) نوٹوں میں زکوٰۃ کا نصاب چاندی کے نصاب کی قیمت کے مساوی ہوگا

(۶) موخر مطالبات کے سلسلے میں کرنسی نوٹوں کی قوتِ خرید اور قدر و قیمت میں
ہونے والے اتار چڑھاؤ کا احکام شرعیہ میں اعتبار کیا جائے یا نہیں۔
اس سلسلہ میں شرکاء سیمینار کے درمیان دو نقطہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ کمیٹی
رائے میں اس مسئلہ کے بارے میں کوئی فیصلہ آئندہ مزید غور و فکر کے بعد کیا جائے گا

(۷) اس اجلاس کا احساس ہے کہ مہر کی سونے اور چاندی کے ذریعہ تعیی
عمل میں آئے تاکہ پوری طرح عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہو سکے اور سکوں کی قوت خ
میں کمی کی وجہ سے ان کو نقصان نہ پہونچے۔

سود سے متعلق مسائل

دوسرے فقہی سیمینار منعقدہ مورخہ ۸ رتا ۱۱ ر دسمبر ۱۹۸۹ء میں سودی قرض

علق سوالات زیر بحث آئے۔ احکام شرعیہ، قواعد فقہ اور نظائر، نیز زمانہ کے حالات اور
مالم کو پیش نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل امور پر اتفاق کیا گیا۔

(۱) ربا (سود) قطعی حرام ہے۔ اور جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا
ا حرام ہے۔

(۲)۔۔۔ سود ادا کرنے کی حرمت بذات خود نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ یہ
د خواری کا ذریعہ ہے، اس لئے بعض خاص حالات میں عذر کی بنیاد پر سود ادا کر کے
ض لینے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ کون سا عذر معتبر ہے اور کون سا نہیں اور
ن سی حاجت قابل لحاظ ہے اور کون سی قابل لحاظ نہیں، اس سلسلہ میں معتمد اصحاب
ء کے مشورہ پر عمل کیا جائے

(۳)۔۔۔ ہندوستان میں محض سرکاری قرضے ایسے ہیں، جس میں سرکار کیطرف
سے چھوٹ SUBSIDY دی جاتی ہے۔ اور سود کے نام سے اضافی رقم بھی لی جاتی ہے۔
سود کے نام سے لی جانیوالی یہ اضافی رقم چھوٹ SUBSIDY کے مساوی ہو یا اس
سے کم ہو تو یہ اضافی رقم شرعاً سود نہیں۔

(۴)۔۔۔ ہندوستان میں حکومت جب آراضی مملوکہ کو ایکوائر کرتی ہے (یعنی
م سرکاری وہ آراضی مفاد عامہ کے لئے جبراً خریدی جاتی ہیں)، اور حکومت اس کی
مت مالکان آراضی کو اپنے ضابطوں کے پیش نظر اپنی منشاء کے مطابق ادا کرتی ہے۔
لکان آراضی سرکاری حکم کے خلاف عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں، عدالتیں عادلانہ
ت کا تعین کرتی ہیں اور مالکان آراضی کو ایکوزیشن کی تاریخ سے بذریعہ فیصلہ عدالت
ں قیمت کے علاوہ اضافی رقم بھی سود کے نام سے دلاتی ہیں۔ سیمنار کی رائے میں یہ
ضافی رقم سود نہیں بلکہ قیمت کا جزء ہے جس کا لینا اور اپنے مصرف میں خرچ کرنا جائز ہے۔

(۵)۔۔۔ سرکاری بنکوں سے ملنے والے ترقیاتی قرضوں اور ان ادا کئے جانے
الے سود کے مسئلہ پر ہندوستان کے مخصوص پس منظر میں غور کر کے کسی فیصلہ تک
ہو نچنے کے لئے یہ سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی سے علماء و متخصصین کی ایک کمیٹی کی

تشکیل کی سفارش کرتا ہے، جو مسئلہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر کسی نتیجہ پر پہونچے۔

بنک انٹرسٹ کے سود ہونے پر شرکار سیمینار کا اتفاق ہے۔ انٹرسٹ کی رقم بنک سے نکال جائے یا چھوڑ دی جائے؟ نکالی جائے تو کس مصرف میں خرچ کی جائے؟ اس سلسلہ میں طے پایا کہ :-

بینکوں سے ملنے والی سود کی رقم کو بینکوں میں نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے نکال کر مندرجہ ذیل مصارف میں خرچ کیا جانا چاہیے۔

(۱) ـــ بینک کے سود کی رقم کو بلانیت ثواب فقرار و مساکین پر خرچ کر دیا جائے اس پر تمام ارکان کا اتفاق ہے۔

(۲) ـــ سود کی رقم کو مساجد اور اس کے متعلقات پر خرچ نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) ـــ اکثر شرکار سیمینار کی یہ رائے ہے کہ اس رقم کو صدقاتِ واجبہ کے مصارف کے علاوہ رفاہِ عام کے کاموں پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔ بعض حضرات کی رائے میں اس کے مصرف کو فقرار و مساکین تک محدود رکھنا چاہیئے۔

تیسرا سیمینار ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، جون ۱۹۹۰ء کو دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور میں منعقد ہوا۔ اس سیمینار میں جو تجاویز منظور ہوئیں وہ اس طرح ہیں :

قرارداد نمبر ۱

اسلامی بینکاری: ضرورت اور رہنما خطوط

دورِ حاضر کے مالیاتی اور اقتصادی نظام میں بینک ایک کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ فاضل سرمایہ کو جمع کر کے مختلف اقتصادی ضروریات کی تکمیل کے لئے اس کے ذریعہ سرمایہ بھی فراہم ہوتا ہے اور قومی پیداوار میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔ مزید برآں بنکنگ ادارے متعدد ایسی خدمات بھی انجام دیتے ہیں جو تجارت، صنعت اور زراعت کے لئے ناگزیر ہیں۔ ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کی معاشی جدوجہد اور سرمایہ کاری بھی اس امر کی محتاج ہے کہ وہ موجودہ بینکوں کی طرف رجوع کریں۔ مگر یہ پورا

نظام بینکنگ سود کی بنیاد پر قائم ہے جسے اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ سودی نظام غیرعادلانہ اساس پر قائم ہے۔ سود پر مبنی عقد سرمایہ دار کا یہ حق تسلیم کرتا ہے کہ وہ ہر حال میں ایک متعین شرح پر منافع وصول کرے جب کہ صاحب العمل ENTRENEUR کا منافع اس کی اقتصادی جدوجہد کی کامیابی یا ناکامی پر منحصر ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ عقد فاسد ہے کیونکہ یہ ظلم پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ سود موجودہ زمانہ میں تفریق دولت اور ترکیز سرمایہ CONCENTRATIONOFWEALTH کا موثرترین ذریعہ بن گیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں موجودہ معاشرہ میں قرض پر دیئے جانے والے سرمایہ LOANCAPITAL کو جو تسلط اور قاہرانہ حیثیت حاصل ہوگئی ہے اس کا شعور تقریباً سارے ہی اصحاب فکر کو کسی نہ کسی درجہ میں حاصل ہوگیا ہے۔

سود کے مفاسد کا یہ ایک مجمل بیان ہے اس کے مضر اور ظالمانہ اثرات کا حصر یہاں ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ شریعت انسان کی معاشی جدوجہد کی اہمیت کی نہ صرف یہ کہ منکر نہیں ہے بلکہ وہ اس جدوجہد کو ابتغاء فضل اللہ قرار دیتی ہے۔ یہ شریعت انسانوں کے معاشرہ میں بالعموم اور معاشی جدوجہد کے میدان میں بالخصوص عدل ورحمت، دیانت اور امانت کی نہ صرف مقتضی ہے بلکہ وہ بھی ایسے احکام اصول اور اقدار بھی فراہم کرتی ہے جن پر ایک صحت مند عادلانہ اور مشفقانہ نظام معیشت قائم ہوتا ہے۔ سود کی حرمت فی الحقیقت اسی مقصد کے پیش نظر کی گئی ہے۔ اسلامی نظام معیشت ظالمانہ مقابلہ اور تنافس کے بدلے باہمی اخوت، عدل اور مساوات اور عام انسانوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ کی وسیع بنیادوں پر قائم ہے۔

ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ اپنی معاشی سرگرمیوں کو بھی انہی بنیادوں پر استوار کریں تاکہ ایک طرف وہ اس نظام عدل ومساوات کے داعی بن سکیں، اور دوسری طرف اپنی معاشی اور معاشرتی زندگی کو بہتر اور مضبوط بنیادوں پر قائم رکھ سکیں۔

غیر سودی بنیادوں پر بینکنگ کے نظام کے قیام کیلئے شریعت حقہ نے جو اصول اور ضوابط عطا فرمائے ہیں وہ موجودہ دور کے مسائل کا بہتر حل پیش کرتے ہیں بلکہ ہمیں یقین ہے کہ اپنی کارکردگی کے اعتبار سے وہ موجودہ طریق تنظیم سے بہتر ہیں۔ ان کے اختیار کرنے سے مسلمانوں کی معاشی حالت بھی بہتر ہوگی اور ایسا عادلانہ معاشرہ قائم ہوگا جس کا ہمارا ملک بدرجۂ اولیٰ محتاج ہے۔ یہ سیمینار سمجھتا ہے کہ مضاربت (PARTNERSHIP ــــــ) مشارکت (EQUITY PARTICIPAT) اور مرابحہ (MAKE UP PRICING) جیسے اصولوں سے قابل عمل اور بہتر نظام بینکنگ قائم کیا جاسکتا ہے ایسا نظام مالیات اور سرمایہ کاری جو ملک کے لئے ایک پیغام بھی ثابت ہو اور قابلِ عمل نمونہ بھی۔ البتہ اس سیمینار کو اس بات کا مکمل شعور ہے کہ موجودہ عصر کے متعدد وسائل اور سرمایہ کاری کے متعدد وسائل اور معاملات کے پیش نظر ان اصولوں کے انطباق کیلئے ہمیں انتھک جدوجہد کرنا ہوگی۔

اسلامی نظام بینکنگ کا خاکہ مرتب کرتے وقت مندرجہ ذیل اصول ہدایات کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

(۱) ـــــ اسلام سودی نظام تعاقد کی ہر شکل کو حرام قرار دیتا ہے۔

(۲) ـــــ اسلام مالیاتی اور اقتصادی عقد میں جانبین کے لئے عدل کو ضروری شرط قرار دیا جائے جسکا مقتضیٰ یہ ہے کہ صاحب المال اور صاحب العمل دونوں کے ساتھ عدل ہو، صاحب المال منافع میں شریک ہو اور سرمایہ کے نقصان کا مکمل ذمہ دار قرار دیا جائے، جب کہ صاحب العمل (مستقرض) نفع میں شریک ہو اور بصورتِ نقصان وہ اپنی محنت کی اجرت سے محروم ہو۔

(۳) ـــــ زر کو وسیلہ سمجھا جائے نہ کہ مطلوب بالذات جس طرح بضائع ضروریہ اور عیش و راحت کے سامان ہوتے ہیں۔

(۴) ـــــ سرمایہ کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھا جائے اور اس کے ذریعہ انسانوں کی حقیقی ضروریات اور ان کی مالی اور اقتصادی استعداد میں اضافہ کا ذریعہ بنایا جائے،

برعکس موجودہ طریقِ تصرف کے جہاں سرمایہ کو صاحب المال اور بینک اپنی ازدیادِ دولت کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

(۵)—— سرمایہ کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ کمزور اور پسماندہ طبقات کی معاشی حالت میں بہتری ہو اور نامنصفانہ تقسیم اور تفریقِ دولت میں کمی واقع ہو۔ اس اصول کے پیش نظر اسلامی بینکوں کو سرمایہ کی تقسیم اور فراہمی کرتے وقت ضروریات، تحسینات اور کمالیات میں اول الذکر کو ترجیح دینا ہوگا اور شرح منافع کے ساتھ اس امر کا بھی لحاظ کرنا ہوگا کہ ملت کے کمزور اور ضعیف صاحبانِ استعداد کی ہمت افزائی کی جائے۔

(۶)—— ان تمام وسائل تمویل سے احتراز کرنا ہوگا، جو اگرچہ عصر حاضر میں مروج ہیں لیکن خیانت، دھوکہ اور کتمانِ حقیقت کے شاہکار ہیں۔

(۷)—— ان اصولی ہدایات اور اسلامی نظام معیشت و معاشرت کے عمومی مقاصد اس کی اخلاقی روح، دیانت و صداقت کی عملی اقدار کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا، تاکہ یہ کوشش محض ایک میکانکی مشق نہ بن جائے بلکہ حقیقی معنوں میں جاری نظام منافعت لوٹ کھسوٹ نفسانیت کی جگہ پر نظام رحمت اور باہمی خیر سگالی اور تعاون کا آئینہ دار ہو۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر سمینار نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ماہرین اور علماء پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو شریعت کے مذکورہ اصول اور اس کے عمومی ہدایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندوستان کے حالات اور مسلمانوں کے مسائل کے پیش نظر ایسا نظام مالیات تجویز کرے جو مسلمانوں کی امنگوں اور ان کی پسندیدہ اقدار کا آئینہ دار بھی ہو اور ان کے حقیقی معاشی مسائل کا حل بھی۔

قرارداد نمبر ۲

بابت مرابحہ

یہ سمینار منعقدہ ۸ تا ۱۱ جون ۱۹۹۰ء تا ۱۶ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ مرابحہ سے متعلق غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہے:

(۱) ــــ مرابحہ کا فقہاء کے نزدیک ایک متعین مفہوم ہے ۔
(۲) ــــ اسلامی بینکوں میں مرابحہ جن شکلوں میں رائج ہے وہی شکلیں اس سیمنار میں زیر بحث ہیں ۔
(۳) ــــ مشہور فقہی قاعدہ ہے کہ عقود و معاملات میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے محض الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا مرابحہ کے نام پر جو معاملات مروج ہیں انکی حقیقت کا اعتبار ہے محض ان کے ناموں کا اعتبار نہیں ہے ۔
(۴) ــــ اسلامی بینکوں میں استعمال ہونے والی مرابحہ کی شکلیں مرابحہ کی معروف شرطوں کے ساتھ اس صورت میں جائز ہوں گی جب کہ :
(الف) بینک کی طرف سے جاری کردہ مخصوص فارم (QUOTATION) میں بینک کے ذریعہ فروخت کی جانے والی اشیاء کی نوعیت ، ان کی کیفیت (QUALITY) اور دوسری ضروری صفات واضح طور پر ذکر کی گئی ہوں تاکہ جہالت اور ابہام کی وجہ سے معاملہ کے ہر دو فریق کے درمیان کسی نزاع کا امکان باقی نہ رہے نیز اس قیمت خرید یا لاگت پر بینک کو ملنے والے نفع (قیمت) اس کی ادائیگی کی مدت اور اقساط کی صراحت کر دی گئی ہو ۔
(ب) یہ درست نہیں ہوگا کہ معاملہ کرتے وقت یہ کہا جائے کہ اگر نقد خریدا جائے تو یہ قیمت ہوگی اور ادھار خریدا جائے تو دوسری قیمت ، یا ادھار کی مدت کے کم از کم زیادہ ہونے پر قیمت کی کمی اور زیادتی کا ذکر معاملہ کرتے وقت کیا جائے بلکہ بینک خریدار کو مطلوبہ سامان کا نمونہ دکھا کر وضاحت کرے کہ اس کی قیمت اتنی مدت میں اتنی قسطوں میں ادا کرنی ہوگی اور بینک کو اس کی لاگت پر اتنا نفع دینا ہوگا ۔ (اور یہی بینک سے خریداری کی قیمت ہوگی)۔

قرارداد نمبر ۳

غیر سودی امدادی سوسائٹیاں

تیسرے فقہی سمینار میں غیر سودی امدادی اداروں اور ان سے متعلق مسائل پر غور کیا گیا۔ یہ سمینار غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ:

(۱) ـــــ ہندوستانی مسلمانوں کے اقتصادی اور معاشی حالات کے پیش نظر ایسے امدادی مالیاتی اداروں کا قیام ضروری اور مفید ہے جو عامۃ المسلمین سے بلا سود قرض حاصل کریں اور ضرورت مند مسلمانوں کو سود کی ادنیٰ آمیزش کے بغیر قرض فراہم کر سکیں۔

ایسے ادارے دراصل رفاہی اور فلاحی ادارے ہوتے ہیں جن کی بنیاد صلہ، احسان اور تعاون پر ہوتی ہے۔

(۲) ـــــ قرض خواہوں سے قرض میں دی گئی رقم سے زائد وصول کرنا چاہے اسکا کوئی سا بھی طریقہ اختیار کر لیا جائے، ہرگز جائز نہیں اور قرض سے زائد حاصل کی گئی رقم شرعاً سود ہے۔ لہٰذا ذاتی مفاد یا ادارے کے مفاد یا دیگر رفاہی اسکیموں پر خرچ کرنے کے لئے بھی قرض سے زائد کوئی رقم وصول کرنا جائز نہیں نیز ان اداروں میں جمع شدہ رقوم کو فکسڈ ڈپازٹ میں رکھنا اور ان پر سود حاصل کرنا بھی حرام ہے۔

رہا یہ سوال کہ ایسے اداروں سے انتظامی مصارف کس طرح پورے کئے جائیں تو یہ "فقہی سمینار" اس کے لئے مندرجہ ذیل طریقوں کو درست قرار دیتا ہے۔

(الف) ایسے مالیاتی اداروں کو کچھ اصحاب خیر ایک ملی ضرورت سمجھ کر محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنے خرچوں سے چلائیں۔ یعنی انتظامی اخراجات کا باریہ اصحاب خیر برداشت کریں۔ اگر یہ ادارے مسلمانوں میں اپنا یہ اعتماد حاصل کرلیں کہ یہ خالص شرعی حدود میں عام مسلمانوں کی مالی امداد کے لئے اور ان کو سودی لین دین سے بچانے کے لئے کام کر رہے ہیں اور علمائے کرام کی رہنمائی بھی ان کو حاصل ہے تو قوی امید ہے کہ اہل ثروت مسلمان ایسے اداروں کے انتظامی مصارف بلکہ ترقیاتی مصارف کے لئے بھی آگے بڑھیں گے۔

(ب) سمینار کی رائے میں ایسے تمام امدادی مالی اداروں کو ہر طور پر یہ کوشش

کرنی چاہیئے کہ سرمایہ کا کچھ حصہ پیداواری ذرائع میں لگا کر جائز آمدنی حاصل کیجائے اور کم از کم اتنی آمدنی ضرور حاصل کر لیجائے جس سے سوسائٹی کے انتظامی اخراجات پورے کئے جاسکیں۔

(ج) سیمنار کے شرکار میں سے متعدد علمار کی رائے یہ ہے کہ اجرالخدمت (SERVICE CHARGE) یا انتظامی اخراجات (OPERATIONAL EXPENSES) اگرچہ وہ ضروری اور واقعی اخراجات تک محدود ہوں، قرض خواہوں سے نہیں لئے جاسکتے، بعض علمار کی رائے میں اگرچہ یہ اصلا جائز ہوں لیکن سود کا دروازہ کھل جانے کا خطرہ ہے، اس لئے اسے قطعی طور پر ممنوع قرار دیا جانا چاہیئے۔

دیگر علمار (شرکار سیمنار) کی رائے میں اس طرح کے اداروں کا قیام مفید اور ضروری ہے، اور اگر اصحاب خیر کی طرف سے تعاون یا پیداواری ذرائع میں سرمایہ لگا کر بقدر ضرورت جائز آمدنی حاصل کر کے بھی ادارہ چلانا ممکن نہیں ہو تو ادارے کے ضروری اور حقیقی انتظامی اخراجات قرض خواہوں سے وصول کئے جا سکتے ہیں کہ اس ادائگی کا کوئی نفع نہ سرمایہ جمع کرنے والوں کو پہونچتا ہے اور نہ ادارہ کے لئے ذریعہ آمدنی ہے۔

ان علمار کی رائے میں ان واقعی اور ضروری اخراجات کے تعین میں اسکا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اصلا قرض کی جو روح شریعت کے پیش نظر ہے، اس کے ساتھ قرض خواہوں سے ان اخراجات کا وصول کرنا میل نہیں کھاتا، لیکن ان اخراجات کے وصول کرنے کی اجازت ناگزیر حالت کی وجہ سے دی جارہی ہے۔ لہٰذا ان اخراجات کے تعین میں حد درجہ احتیاط برتی جائے۔

ضروری اور واقعی اخراجات محتاط انداز کے ساتھ متعین کئے جا سکتے ہیں لیکن اگر حسابی مدت کے پورا ہونے کے بعد یہ معلوم ہو کہ انتظامی اخراجات کی مد میں وصول کی گئی تخمینی رقم حقیقی اخراجات سے زائد ہے تو یہ زائد رقم قرض خواہوں کو وصول کئے گئے خرچ کے تناسب سے واپس کر دینا واجب ہوگا۔

تجاویز متعلقہ حقوق

قرارداد نمبر ۴

بیع حقوق

یہ سمینار منعقدہ ۸/۹/۱۰/۱۱/ جون ۱۹۹۰ء حقوق کی خرید وفروخت کے مسئلہ پر کافی غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ :

(۱) ـــــ بیع میں مال کی شرط جوہری ہے۔

(۲) ـــــ مال کی حقیقت نصوص شرعیہ نے متعین نہیں کی ہے۔ پس اسکا اصل مدار ہر عہد کے اس عرف ورواج پر ہے جو شریعت سے متصادم نہ ہو۔

(۳) وہ تمام حقوق جن کی مشروعیت اصالتاً نہیں بلکہ صاحبِ حق سے کسی ضرر کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہے ایسے حقوق پر عوض لینا جائز نہیں جیسے شفعہ۔

(۴) ـــــ جو حقوق نصوص شرعیہ سے ثابت ہوں البتہ ان سے مالی منفعت متعلق ہوگئی اور عرف میں ان کا عوض لینا مروّج اور معروف ہوچکا ہو، نیز ان کی حیثیت محض دفع ضرر کی نہ ہو اور نہ وہ شریعت کی عمومی مقاصد ومصالح سے متصادم ہوں، ایسے حقوق پر عوض حاصل کرنا جائز اور درست ہے۔

(۵) کون سے حقوق کس نوع میں داخل ہیں اور اس تفصیل کے مطابق عصر حاضر میں مروج کون سے حقوق قابلِ عوض ہیں اور کون قابلِ عوض نہیں ہیں، اس کی تعیین و تطبیق کے لئے مستند دارالافتاء اور اصحابِ فتویٰ کی طرف رجوع کیا جائے۔

۹/ تا ۱۲/ اگست ۱۹۹۱ء کو دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد کے احاطے میں مجمع الفقہ الاسلامی الہند کی طرف سے چوتھا فقہی سمینار منعقد ہوا۔

یہ سمینار اس حیثیت سے غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا کہ اس میں اسلامی بینکنگ کے اہم موضوع پر ایک جامع پروجکٹ پیش کیا گیا جسے اکیڈمی کی تشکیل کردہ ماہرین کی کمیٹی نے تیار کیا تھا۔ سبھی شرکاء اور خصوصیت کے ساتھ مولانا

محمد تقی عثمانی جسٹس شریعت کورٹ پاکستان، ڈاکٹر انس زرقاء پروفیسر شعبہ اقتصادیات ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ سعودیہ عربیہ اور دیگر ماہرین وعلماء نے اس کی قدر وقیمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر وجیکٹ کو بہترین اور کامیاب ترین محنت قرار دیا۔ اکیڈمی نے کام کو آگے بڑھانے کے لئے علماء اور ماہرین کی دو کمیٹیاں تشکیل کی ہیں جو انشاء اللہ مسلسل اپنا کام اس موضوع پر جاری رکھیں گی۔

(۳)

دو ملکوں کی کرنسیوں کے تبادلہ کے بارے میں تجویز

دو ملکوں کی کرنسیوں کے باہمی تبادلہ کے مسئلہ میں "مجمع الفقہ الاسلامی الہند" کی طرف سے منعقد ہونے والے دوسرے فقہی سمینار میں یہ طے ہو چکا ہے کہ دو ملکوں کی کرنسیاں دو جنسیں ہیں جن کا باہمی تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے۔

چوتھے سمینار میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کے تبادلہ میں عوضین پر فوری قبضہ مجلس عقد میں ضروری ہے یا نہیں؟ شریک علماء کے دو رجحانات سامنے آئے۔ ایک رائے ہے کہ مجلس عقد میں ہر دو عوض پر فوری قبضہ ضروری نہیں۔ ایک عوض پر قبضہ کافی ہے۔ کیونکہ نوٹوں کی حیثیت کلی طور پر سونے چاندی جیسی نہیں کہ یہ اعتباری اور اصطلاحی اثمان ہیں۔

علماء کی ایک جماعت اسے خلقی اثمان (سونے چاندی) کی طرح تصور کرتی ہے۔ اس لئے بدلین پر قبضہ کو مجلس عقد میں ضروری قرار دیتی ہے۔ البتہ یہ حضرات عام طور پر قبضہ کی تعریف کو وسیع کرتے ہوئے ڈرافٹ اور چیک کے حصول کو اصل بدل پر قبضہ کے مرادف قرار دیتے ہیں۔

"مجمع الفقہ الاسلامی" کا یہ اجلاس ہر دو موقف کو سامنے رکھتے ہوئے طے کرتا ہے کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کے ادھار تبادلہ میں بہر حال احتیاط برتی جائے۔ لیکن واقعی

حاجت و ضرورت کی صورت میں اول الذکر رائے پر عمل کیا جا سکتا ہے:

چوتھے فقہی سمینار کی تجاویز

(۱)

تجویز تعزیت

گزشتہ عرصہ میں مسلمانان ہند کو متعدد گرامی قدر علماء کی وفات کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے جن میں حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ امیر شریعت بہار و اڑیسہ حضرت مولانا ابو اللیث ندویؒ سابق امیر جماعت اسلامی ہند۔ حضرت مولانا محمد تقی امینیؒ حضرت مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھیؒ، مولانا قاضی سجاد حسین دہلی، حضرت مولانا محمد یوسف سابق امیر جماعت اسلامی ہند، اور مولانا عابد وجدی الحسینیؒ بھوپال خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ یہ سب حضرات مختلف میدانوں میں مسلمانان ہند کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے تھے۔ اور ملت اسلامیہ ہندیہ ان کے علم و عمل، ان کے تجربوں اور ان ہمت و عزیمت سے مستفید ہو رہی تھی۔ اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ سمینار ان سب حضرات کی وفات پر ان سب کے متعلقین بلکہ پوری ملت کی تعزیت کرتا ہے۔ اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے ساتھ رحمت و مغفرت کا خاص معاملہ فرمائے۔ ان کی کاوشوں اور نیکیوں کو قبول فرما کر انہیں درجات عالیہ سے نوازے اور ان کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کے پُر ہونے کا انتظام مقدر فرمائے۔ (آمین)

(۲)

ہندوستان کے پس منظر میں انشورنس کا مسئلہ

ہندوستان کے موجودہ حالات میں انشورنس کے جواز یا عدم جواز سے متعلق اکیڈمی کی جانب سے جاری کردہ سوالنامہ کی روشنی میں غور کیا گیا۔ انشورنس جان کا ہو

یا مال کا یا دوسری اقسام کا، سبھی پر بحث و گفتگو کی گئی۔ اس سلسلے میں تجویز مرتب کرنے کے لئے مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل کی گئی۔

(۱) مولانا عبید اللہ اسعدی (باندہ) کنوینر (۲) مولانا خلیل الرحمٰن

(۳) مولانا سید نظام الدین (پٹنہ) (۴) مولانا زبیر احمد قاسمی (حیدرآباد)

(۵) مفتی ظفیر الدین مفتاحی (دیوبند) (۶) مفتی نظام الدین رضوی (مبارکپور)

(۷) مولانا خلیل الرحمٰن اعظمی (اعظم آباد) (۸) مولانا عتیق احمد قاسمی (لکھنؤ)

(۹) مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی (پنجاب) (۱۰) مولانا صدر الحسن ندوی (اورنگ آباد)

(۱۱) مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی (دیوبند) (۱۲) مولانا محمد نوح قاسمی (کیرالہ)

(۱۳) مولانا ریاض الرحمٰن رشادی (بنگلور) (۱۴) مولانا موسیٰ ابن احمد (کیرالہ)

(۱۵) سید امین الحسن رضوی (دہلی)

کمیٹی نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور کیا، اور یہ محسوس کیا کہ انشورنس کمپنیوں کی پالیسی اس سلسلے میں واضح نہیں ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات میں ہونے والے جانی و مالی نقصانات کو موجودہ انشورنس قانون کی رو سے تحفظ حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلہ پر تفصیل کے ساتھ غور کیا جائے۔ اور انشورنس کے ماہرین سے مختلف اسکیموں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی جائے۔

سیمینار کے عام اجلاس میں کمیٹی کی اس تجویز سے اتفاق کیا گیا اور مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر اور ماہرین سے پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد کوئی قطعی رائے قائم کرے۔

(۱) مولانا مجیب اللہ ندوی۔ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ (۲) مولانا برہان الدین سنبھلی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۳) مولانا عبید اللہ اسعدی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ (۴) مولانا عتیق احمد بستوی۔ " "

(۵) مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی۔ دارالعلوم دیوبند (۶) مولانا مفتی احمد خانپوری۔ مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل

(۷) مولانا عبد الاحد ازہری۔ معہد ملت مالیگاؤں (۸) مفتی منظور احمد کانپوری۔ مفتی جامع العلوم کانپور

(۹) مولانا نظام الدین اشرفی۔ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور (۱۰) مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی۔ دارالعلوم دیوبند
(۱۱) مفتی عبدالقدوس رومی۔ مفتی آگرہ (۱۲) مولانا زبیر احمد قاسمی۔ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد
(۱۳) مفتی جنید عالم قاسمی مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف (۱۴) مولانا خلیل الرحمن اعظمی جامعۃ دارالسلام عمرآباد
(۱۵) مولانا خلیل الرحمن سجاد ندوی۔ لکھنؤ (۱۶) جناب عبدالستار یوسف شیخ۔ بمبئی
(۱۷) مولانا مجاہد الاسلام قاسمی۔ قاضی امارت شرعیہ (پٹنہ)

(۳)

اسلامی بینکنگ کا مسئلہ

اسلامی بینکنگ کے موضوع پر بینکنگ کمیٹی کی تفصیلی رپورٹ جو تقریباً ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ پیش ہوئی اس رپورٹ کی تلخیص اردو زبان میں جناب عبدالحسیب صاحب سابق ڈائرکٹر رزرو بینک آف انڈیا اور جناب محمد حسین کھٹکھٹے نے شرکاء سمینار کے سامنے پیش کیا۔

اس رپورٹ میں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ جب تک بینکنگ کے موجودہ قوانین میں ترمیم نہیں کیجاتی اور بینکوں کو تجارت وصنعت میں براہ راست سرمایہ لگانے کی اجازت نہیں دی جاتی، موجودہ قانون کے تحت غیر سودی اسلامی بینک قائم نہیں کئے جا سکتے۔

رپورٹ میں متبادل کے طور پر "انڈین کمپنیز ایکٹ" اور "کوآپریٹو کریڈیٹ سوسائٹیز ایکٹ" کے تحت اسلامی مالیاتی اداروں اور غیر سودی سوسائٹیز قائم کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ بعض خاص حالات میں پارٹنر شپ کی گنجائش بھی ہو سکتی۔

رپورٹ کی روشنی میں مضاربت، شرکت، مرابحہ، اجارہ جیسے اسلامی طریق تجارت کو نیز بینکس کی ان خدمات کو اختیار کئے جانے کی سفارش کی گئی ہے جو سود سے پاک ہیں جنہیں (NONBANKIG SERVICIS) کہا جاتا ہے۔

اس رپورٹ میں ایک ایسے مرکزی ادارہ (وفاق) کے قائم کرنے کی سفارش

بھی کی گئی ہے جو اس طرح کے قائم اسلامی مالیاتی اداروں کو کنٹرول کرے، انکے استحکام اور قابل اعتماد ہونے کی سرٹیفکٹ جاری کرے۔ نیز اگر ایسے نئے مالی ادارے قائم کئے جانے کا منصوبہ ہو تو پہلے ان کی صلاحیت کار اور قابل اعتماد ہونے کے سلسلے میں ضروری جائزہ لے اور انہیں اس سلسلے میں مفید مشورہ دے۔ اور ایک مالیاتی ادارہ کے منجمد سرمایہ کو دوسرے مالیاتی ادارہ کے ذریعہ مفید اور جائز کاروبار میں لگانیکا انتظام کرے۔

ساتھ ہی ساتھ یہ سفارش بھی کی گئی ہے کہ مستند علماء پر مشتمل ایک ایسا بورڈ بھی تشکیل دیا جائے جو وقتاً فوقتاً اسلامی مالیاتی اداروں میں اختیار کئے گئے طریق تجارت پر غور کرکے شرعی حیثیت سے رہنمائی کرے۔

"مجمع الفقہ الاسلامی" کے چوتھے سمینار منعقدہ ۹ تا ۱۲ راگست بہ احاطہ دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد (الہند) میں بینکنگ کمیٹی کی اس رپورٹ کی تحسین کی گئی اور شریک علماء و فقہاء و ماہرین کی آراء کو سننے کے بعد طے کیا گیا کہ:

۱ـــــ یہ اجلاس اس رپورٹ کو "مجمع الفقہ الاسلامی" کے دستاویزات کے ساتھ ریکارڈ کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور بینکنگ کمیٹی کے ارکان کا اس جامع رپورٹ کے پیش کرنے پر شکریہ ادا کرتا ہے۔

۲ـــــ یہ سمینار طے کرتا ہے کہ علماء کا ایک بورڈ مجمع الفقہ الاسلامی کے ذریعہ تشکیل دیا جائے جو ماہرین کی طرف سے اس طرح کے اسلامی مالیاتی اداروں میں روزمرہ پیش آنے سوالات اور عملی مشکلات ـــــ جنہیں بینکنگ کے ماہرین کی طرف سے پیش کیا جائے وہ ان پر شرعی رائے اور فتویٰ صادر کریں۔

نیز مذکورہ بالا رپورٹ میں اٹھائے گئے سوالات کا فقہ اسلامی کی روشنی میں جائزہ لے کر ان کا شرعی حل پیش کرے۔

۳ـــــ سمینار یہ بھی طے کرتا ہے کہ بینکنگ اور اسلامی اقتصادیات کے ماہرین پر مشتمل ایک مستقل بورڈ تشکیل کیا جائے جو مسلسل اپنا کام جاری رکھے اور ایسے بہتر سے بہتر

ممکن العمل مالیاتی اداروں کے قیام کے لئے نمونے تیار کرے جن کی بنیاد پر ایسے ادارے کا قیام عمل میں آسکے جو مختلف مالی خدمات انجام دے سکیں جن کی ضرورت مسلمانان ہند کو ہے۔ اور وہ شرعاً درست اور قانوناً قابل عمل ہوں۔

۴ــــــ یہ بھی طے کیا گیا کہ علماء کے بورڈ میں ایک یا دو بینکنگ کے ماہرین اور ماہرین کے بورڈ میں ایک یا دو علماء کو بھی رکھا جائے۔

تجویز ڈاکٹر انس زرقاء

اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ سمینار اکیڈمی سے ایک ایسی آزاد ایجنسی یا باڈی کی تشکیل کے سلسلے میں تعاون کی گزارش کرتا ہے جس کا کام سرمایہ کاری کی ان کمپنیوں کی کارکردگی اور شرعی اصولوں کی پابندی کے بارے میں تازہ ترین معلومات جمع کرنا اور ضرورت پڑنے پر متعلقہ افراد یا اداروں کو وہ معلومات فراہم کرنا ہو۔ اس ایجنسی کو (وکالۃ المعلومات الاستثماریہ) یعنی INVEST MENT INFORMATION SERVICS AGENCY کا نام دیا جا سکتا ہے۔

اس ایجنسی کا یہ بھی کام ہوگا کہ جو لوگ یا جو ادارے شرعی طور پر قابل قبول اور اقتصادی طور پر کامیاب اسکیموں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں ان کو بروقت صحیح مشورے دے، اگر ایسی ایجنسی کا قیام عمل میں آتا ہے تو اسلامک فقہ اکیڈمی اس ایجنسی کا علمی تعاون کرتی رہے۔

طے پایا کہ یہ تجویز مجمع الفقہ الاسلامی الہند کی انتظامی کمیٹی کے حوالہ کیا جائے جو اس کے قابل عمل اور مفید ہونے کے سلسلہ میں تمام پہلوؤں پر غور کرکے کوئی فیصلہ کرے۔

بقیہ صفحہ ۶۹ کا

وہ امریکہ اور امریکہ کے توسط سے یواین او اور دنیا پر حکومت کررہے ہیں جس عراق کو اس نے مفلوج کر رکھا ہے کہ اسرائیل خوش ہو۔ اور عرب ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔

کاش ہندوستانی مسلمان اس سے کچھ سبق سیکھیں۔

(سہ روزہ دعوت)

ماحولیاتی آلودگی: جاہلیت جدیدہ اور اسلام

حکیم ایم اجمل فاروقی دھرہ دون

اللہ علیم اور حکیم کی رہنمائی سے گریزاں اور باغی تہذیب نے زندگی کے تمام شعبوں میں فطرت اور حق سے انحراف کر کے انسانیت کو مزید تباہی کی طرف دھکیلا ہے۔ اور قرآنی ارشاد کے مطابق "لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائیوں کے نتیجہ میں خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے"

اس زمانہ میں اس فساد کے نہایت مہلک مظہر نے ماحولیاتی کثافت کے نام پر تمام باشندگان ارض کو تشویش میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس فساد کے محرک کیا ہیں؟ اور اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے؟

خدا کے انکاری اور باغی نظریات زندگی کے حامل معاشرہ نے انسانی زندگی کا صرف اتنا مقصد بتایا ہے کہ "کھاؤ پیو اور موج کرو" آج کی فکر کرو کل مرنے کے بعد کیا ہوگا اس کی پرواہ مت کرو۔ اس ذہنیت کے نتیجہ میں انسان نے کائنات میں پائی جانیوالی تمام نعمتوں کو جو زندگی گذارنے کیلئے ضروری تھیں "آج" کی "موج" بنانے کیلئے اندھا دھند استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور زمین کے طاقتور "جاہلیت جدیدہ" کے علمبرداروں نے قدرتی وسائل پہاڑ، جنگل، دریا، میدان، سمندر، و زیر زمین ذخائر کی اندھا دھند لوٹ شروع کر دی۔ اور ہوشیاری بھی کی گئی کہ اپنے ذخائر محفوظ رکھکر ترقی پذیر غریب ممالک کے وسائل کو بے رحمی اور بیدردی سے لوٹا گیا۔ ان کے جنگلوں کو ویران کیا گیا۔ برما کی بہترین لکڑیوں کے جنگل انڈونیشیا کے جنگل اور افریقہ کے جنگلات بیدردی سے کاٹ کاٹ کر زرمبادلہ کمانے کے نام پر یورپ آسٹریلیا اور امریکہ کے ڈرائنگ روموں کی زینت بنتے رہے ہے۔

یہاں تک بھی کیا جاتا رہا کہ اپنی غلاظت اور کچرا دفن کرنے کے لئے بین الاقوامی سمندروں کو استعمال کیا گیا۔ افریقہ اور تیسری دنیا کے دیگر ممالک کے جنگلوں سے نایاب جنگل جانوروں کی کھالیں اور سر انسانیت کے "ہمدردوں" کے محلوں کی زینت بنتے رہے امریکہ نے ایٹمی ری ایکٹروں کا فضلہ (جو کہ انتہائی مہلک تابکاری اثرات رکھتا ہے)

معمولی کرایہ ادا کر کے تیسری دنیا کے غریب ممالک کے ویران مقامات پر دفن کرا رہا ہے۔
انٹارکٹکا (قطب جنوبی) کے حساس ترین علاقہ پر نظریں گاڑی ہوئی ہیں کہ وہاں سے معدنیات
وغیرہ کیسے نکالی جائیں۔ یہاں تک کہ خلا میں بھی لاتعداد سیارچہ satellites
اپنے فضلہ کے ساتھ گھومتے رہتے ہیں جو کبھی بھی بہت بڑے خطرہ کا موجب ہو سکتے ہیں۔
جیسا کچھ عرصہ پہلے اسکائی لیب' نامی سیارچہ کے بے کنٹرول ہو کر آسٹریلیا کے علاقہ میں
گرنے سے ہوا۔ یورپ اور امریکہ پٹرول اور توانائی کی دیگر شکلوں کی کھپت سب سے زیادہ
کرتے ہیں۔ یہ ممالک دنیا کی آبادی کا 15% ہیں مگر پٹرول کی پیداوار کا ۵۰٪ حصہ استعمال
کر جاتے ہیں۔ فی کس بجلی کی کھپت بھی یہیں سب سے زیادہ ہے۔ ہر آدمی کے پاس
کار اور ریفریجریٹر اور A.C. ہے۔ مکانات گرم رکھنے کے لئے ڈیزل یا گیس کا سب سے
زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ سفر بھی انہیں ممالک میں سب سے
زیادہ ہوتا ہے جس میں سب سے زیادہ فضائی شور ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ جدید جاہل تہذیب کا سب سے تازہ ایڈیشن ہے "استعمال کرو
اور پھینک دو" use it and throw it کا۔ جس نے نہ صرف وسائل کے
اندھادھند ضیاع کا سلسلہ تیز تر کر دیا ہے بلکہ مہلک اور ناقابل تلافی فضلہ کے وجود
کا مسئلہ بھی کھڑا کر دیا ہے۔ لفافوں سے لیکر انجکشن کے سرنج تک۔ بچوں کے لنگوٹوں
سے لیکر موٹر کاروں تک ایک ہمہ گیر سلسلہ ہے۔ پہلے ایک ہی item ہزار بار استعمال
ہوتا تھا اب ایک item ایک بار استعمال ہو کر فضلہ کے ڈھیر میں بے محابہ اضافہ کا سبب
بنتا ہے۔ اب تو ماں جیسا مقدس رشتہ بھی اس کی بھینٹ چڑھ گیا ہے اور کرایہ کی
ماں (Surrogate motherhood) کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے جس میں
بچہ کو اپنے شکم میں اٹھانے اور جننے کی زحمت جوڑے کی خاتون کے بجائے کوئی تیسری
خاتون کرایہ کے عوض انجام دیتی ہے۔ پہلے کاغذ کا ایک لفافہ یا دونا یا مٹی کا کلھڑ بیکار
ہو جانے پر مٹی میں مل جاتا تھا مگر آج کا پالی تھین کا لفافہ سالہا سال دھرتی کے سینہ
پر مضر اثرات چھوڑنے پر آمادہ ہوتا ہے۔

طبلے کی بلا بندر کے سر

اب جب ہنگامہ ہوا اور قدرت کے ذخائر کے اندھا دھند لوٹ مار پر انگلیاں اٹھنی شروع ہوئیں تو یہ کہا گیا کہ یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کہ یہ غریب ترقی پذیر ممالک بچے زیادہ پیدا کر رہے ہیں اور اس کو نام دیا گیا آبادی کے دھماکہ یا Population explosion کا۔ اور پھر اس کا اتنا پروپیگنڈہ اور شور ہوا کہ ترقی پذیر ممالک کا ہر فرد آنکھ موند کر اپنے آپ کو ہی مجرم سمجھ رہا ہے اور اس معاملہ میں غریب ممالک کے غلام اور مکار رہنما بھی اپنے مغربی آقاؤں کے سُر میں سُر ملا رہے ہیں۔ یہ بڑی ذلیل مہم ہے جو جاہلیت جدیدہ کے علمبرداروں نے چھیڑ رکھی ہے۔ جس کے ذریعہ وہ آبادی کے اضافہ کے شور میں اپنے مجرمانہ اسراف کو چھپانا چاہتے ہیں۔ ان عیاشیوں کے مزہ وہ خود لے رہے ہیں اور اس کی ذمہ داری بھی لینے کو تیار نہیں ہیں۔

اس سلسلہ کی ایک مثال سے معاملہ سمجھ میں آسکتا ہے۔

آج کل زمین کے گرم ہونے Green House effect کا نظریہ بہت زور شور سے بحث اور فکر کا موضوع بنا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ فضا میں کاربن مونو آکسائڈ اور کاربن ڈائی آکسائڈ کی حد سے زیادہ مقدار ہے جو کہ پٹرول اور دیگر کاربن رکھنے والی توانائیوں کے ذرائع کے استعمال کے نتیجہ میں پیدا ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ CFC کلورو فلورو کاربن کے نام سے پایا جانے والا فضلہ جو کہ ایر کنڈیشن اور ریفریجریشن میں استعمال ہونے والی گیس کے استعمال سے پیدا ہوتا ہے۔ ان کی وجہ سے ہمارے کرۂ ارض کے چاروں طرف پائی جانے والی حفاظتی ہوائی چادر (جو کہ روزون ozone گیس کی بنی ہوتی ہے) خطرناک طور سے متاثر ہوتی ہے۔ یہ حفاظتی چادر سورج اور دیگر اجسام فلکی سے آنے والی مضر صحت شعاعوں اور اجسام کو زمین تک پہونچنے سے روکتی ہے۔ یہ حفاظتی چادر ان CCF کے اثرات سے کمزور ہو گئی ہے اور اس چادر میں چھید ہونے لگے ہیں جنہیں اوزون چھید ozone hole کہا جاتا ہے۔ اس طرح کا ایک چھید آسٹریلیا کے اوپر وجود میں آچکا ہے وہاں پر لوگ اس کے مضر اثرات سے بچنے کے

لگتے ہیں جسم کو شعاعیں سے بچانے میں بڑے بڑے چشمہ لگائے ہیں اور بہت چھوٹیوں کو کھلی فضا میں زیادہ چھوڑنے سے بچتے ہیں۔ کیونکہ ان چھیدوں سے آنے والی شعاعیں کینسر پیدا ہونے کا سبب ہو سکتی ہیں۔ کاربن ڈائی آکسائڈ کے زیادہ مقدار میں فضا میں اکٹھا ہونے سے زمین کا درجۂ حرارت بڑھ جائیگا۔ اور پہاڑوں کی برف بڑے پیمانہ پر پگھل کر سیلاب اور تباہی کا باعث ہو سکتی ہے اس تباہی کو دعوت دینے میں جاہلیت جدیدہ کا کیسا حصہ ہے؟ وہ دیکھتے ہیں !۔

سب سے زیادہ CFC اور کاربن ڈائی آکسائڈ کا اخراج یورپین اور ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے ۔ ان ممالک نے خطرناک مضر صحت اور مضر ماحول مگر نفع بخش صنعتوں کے کارخانہ غریب ممالک میں سرمایہ کاری کے نام پر لگائے ہیں۔ جن کے مالک وہ خود ہوتے ہیں اور باقی خطرات چاہے مضر انسان ہوں یا مضر ماحول کو برداشت کرنا تیسری دنیا کے غریب ممالک کا کام ہوتا۔ خاص طور سے کرم کش ادویہ Insecticides کی تیاری کے کارخانہ جیسا کہ ہمارے یہاں بھوپال میں یونین کاربائیڈ کے نام سے تھا جس میں MIC میتھائیل آئسوسیانیٹ گیس سے کیمیاوی مادہ بنائے جاتے تھے اور جسکے رساؤ نے دنیا کے بھیانک ترین صنعتی حادثہ کو جنم دیا تھا۔ اس کے علاوہ بہت سی کرم کش ادویہ ایسی ہیں جن کا استعمال اور پیداوار دونوں ہی مغرب میں ممنوع ہے۔ مگر ان مغربی ممالک کی کثیر القومی کمپنیاں multinationals یہ کیمیاوی مادہ تیسری دنیا کے ممالک میں پیدا کرتے ہیں اور نفع موج سے اپنے ممالک میں جمع کرتے ہیں۔

اندھا دھند اور بے جا استعمال تو شاید مغربی دنیا کا طرۂ امتیاز ہی ہے۔ عیش و تفریح اور پر خطر تفریح Adventure کے نام پر کاروں کی بڑی بڑی دوڑیں موٹر سائیکلوں کی دوڑیں ہوائی جہازوں کے ایئر شو جہاں کے کرتب نان اسٹاپ ہوائی پرواز وغیرہ جانے کتنی بے مصرف کتنی ہو رہی ہیں۔ جو ایک طرف قیمتی وسائل کو برباد کر رہی ہیں تو دوسری طرف خطرناک زہریلے کیمیاوی مادہ اپنے تمام مضر اثرات کے ساتھ فضا میں دے رہی ہیں۔ جانوروں کا اندھا دھند شکار کیا گیا تاکہ ان جاہل تہذیب کے علمبرداروں کی ہوس کو پورا

کرنے کیلئے ان کی قیمتی کھالوں سے پرس کوٹ دستانے اور مفلر بنائیں جائیں اور کچھ نہیں تو ان جانوروں کی کھالیں اور کھوپڑیاں ہی ڈرائنگ روموں کی زینت بنادی جائیں۔ جنگلوں کی بے رحمانہ تیز ترین کٹائی، دریاؤں میں خطرناک مضر صحت صنعتی فضلہ کا بہایا جانا یہ سب دیگر مظاہر ہیں اس جاہلی تہذیب کے۔ بے مصرف نمائشی تعمیرات میں بے انتہا سنگدلی کے ساتھ ضروری کمیاب وسائل کا استعمال کیا جارہا ہے۔ ضرورت سے کہیں زیادہ کثیر المنزلہ عمارتوں کی تعمیر کو فروغ دیا گیا اور بڑے بڑے کھیل کے میدانوں، تھیٹروں، مقبروں اور شاندار یادگاروں کے بنانے میں وسائل کا بے دریغ استعمال کرنے کی ذہنیت پیدا کی گئی۔ اس ذہنیت کے جو مضر صحت اور عدم مساوات اور ذہنی گھٹن پیدا کرنے کے اثرات معاشرہ پر ہیں وہ الگ ہیں۔ ایک اور مثال سگریٹ نوشی کی۔ مغربی ممالک خاص طور سے امریکہ میں پروپگنڈہ کے ذریعہ سائنسی تحقیقات کو پیش کیا گیا کہ تمباکو نوشی۔ گلے، منہ اور پھیپھڑوں کے کینسر اور ہارٹ اٹیک میں سیدھا تعلق ہے۔ تو وہاں کی عوام نے تمباکو نوشی ترک کرنے کا رجحان بنالیا۔ امریکہ میں سنہ ۱۹۶۸ء سے اب تک تمباکو نوشی کی شرح میں ۲۸٪ کمی واقع ہوگئی ہے۔ مگر مانگ کی اس کمی کو پورا کرنے کیلئے مغربی شمالی کے افریقی ممالک، چین اور تیسری دنیا کے دیگر غریب ممالک میں زبردست پبلسٹی کے ذریعہ سگریٹ کمپنیوں نے مانگ کی کمی کے نقصان کو پورا کرلیا۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ سب سے زیادہ آلودگی اور کثافت پیدا کرنے کا کام علمبرداران جاہلیت جدیدہ یعنی مغربی ممالک کررہے ہیں۔ یا وہ لوگ بھی جو اس تہذیب کی چکاچوند سے اپنی عقلیں استعمال کرنا بھول گئے ہیں۔ مگر جب کوالالمپور اور ریوڈی جنیرو میں ماحول کو صاف رکھنے کے لئے بین الاقوامی فنڈ قائم کرنے کی بات آئی تو یہی ممالک کہتے ہیں کہ ہر ملک اپنی آبادی کے حساب سے چندہ دیگا۔ یعنی ہندوستان اور غریب ممالک کی بڑی آبادی کا وہ حصہ جس نے ایئرکنڈیشن اور ریفریجریٹر کو چھو کر بھی نہ دیکھا ہو، جس کے پاس گھاس، پھوس، ترپال اور لکڑی کے کھوکھوں کے علاوہ رہنے کے لئے کچھ بھی نہ ہو وہ بھی اتنا ہی ٹیکس ادا کریگا۔ جتنا

کسی مغربی ملک کا وہ باشندہ جو کہ سر سے پیر تک ان عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اس کے علاوہ اگر ان ممالک نے ایسی ٹکنالوجی ایجاد کر بھی لی ہے جس سے آلودگی کم ہوتی ہے تو اس کو غریب ممالک کو نہایت مہنگے داموں پر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایسے فریج اور A-C بنائے گئے ہیں جن میں CFC پیدا کرنیوالی گیس کا استعمال نہیں ہوتا مگر اس کی ٹکنالوجی بہت مہنگی ہے وہ نہیں مہیا کرائی جاتی۔

یہ ہے خدا کی رہنمائی اور ہدایات سے بیزار تہذیب کا رویہ اس کی کائنات اور اس میں پیدا کئے گئے وسائل کے ساتھ۔ جس نے انسانیت کو اس خطرناک مقام پر پہونچا دیا ہے۔ کیونکہ اس تہذیب کی اساس اس نظریہ پر ہے کہ زندگی کا مقصد Enjoy کرنے اور برتنے کا ہے۔ جب کہ قرآنی ارشاد کے مطابق اللہ نے ہر شے کو مقدار معلوم کے مطابق نازل کیا ہے۔ اور ایک فطرت پر پیدا کیا ہے۔ تو اس کائنات میں بغیر علم کے صرف اپنی مرضی کے مطابق عمل دخل کرنے سے ہم ان اشیاء کے باہمی تناسب اور تفاعل Proportion and Interaction میں خلل پیدا کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں ہزار قسم کے خطرناک مظاہر اس بگاڑ کے ظاہر ہو رہے ہیں۔

اسلام کی رہنمائی

ظاہر ہے کہ قرآن پاک اور سنت رسول میں جو ہدایات پیش کی گئی ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں اور ان میں اجمال اور اشارہ ہیں۔ تاکہ ایک مسئلہ جو آج درپیش نہیں ہے مگر ہزار سال بعد درپیش آسکتا ہے اس کی رہنمائی بھی ہے اور علاج بھی ہے یعنی جو چیز آج سمجھ میں نہیں آتی ہے مگر ہزار سال بعد اسکا relevance تطابق ظاہر ہوتا ہے۔ یہی اصل معجزہ ہے قرآن پاک کا بھی اور سیرت محمدؐ اکرم کا بھی۔ اسلام اپنی تعلیمات کے ذریعہ انسان کی فکر اور اس کا رویہ ایسا بنا دیتا ہے کہ وہ بغیر تضاد اور ٹکراؤ کے اللہ کی کائنات سے ہم آہنگ ہو کر زندگی گزار سکے۔ اس سلسلہ سے قرآن اور احادیث کی کیا رہنمائی ہے آگے مختصراً دیکھتے ہیں۔

سورہ رحمٰن میں اللہ کا ارشاد ہے "اس نے آسمانوں کو بلند کیا اور میزان قائم کر دی اس کا تقاضہ یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو" اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے لکھا

ہے کہ نظام عدل میں خلل نہ ڈالو۔ جس دائرہ کار میں تمہیں اس کائنات میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے اگر اس میں تم نے بے انصافی کی تو یہ فطرت کائنات سے تمہاری بغاوت ہوگی۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے "کھاؤ پیو مگر اسراف سے کام نہ لو اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا" اور ایک جگہ ارشاد فرمایا "فضول خرچی نہ کرو فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔"

اللہ کے رسول نے اپنے قول و عمل سے جو راہ دکھائی وہ اس قرآنی مزاج کی مکمل عملی تفسیر تھی۔ آپؐ نے فرمایا "تنگدستی اور خوشحالی ہر حال میں میانہ روی اختیار کرو" آپؐ نے اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال ممنوع قرار دیا۔ مثلاً مردوں کیلئے ازار بند یا تہبند وغیرہ کا ٹخنے سے نیچے لٹکانا یا وضو کرتے وقت بھی ضرورت سے زیادہ پانی کا استعمال وضو میں ہی نقص پیدا کرنے کا سبب ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر بہتی نہر کے کنارے بھی وضو کر رہے ہو تو پانی کا ضیاع مت کرو۔ چلتے پانی میں غلاظت ڈالنے سے منع کیا۔ راستوں کے درمیان رفع حاجت کرنے سے روکا۔ مُردوں کے دفن کرنیکا اور کچی قبریں بنانے کا حکم دیا۔ صرف کھانے پینے کو ہی زندگی کا مقصد نہ بنانے کی تلقین کی۔ اور جسموں کو عیش و آرام کا عادی نہ بنانے کی ترغیب دی۔ بلکہ حج روزہ اور جہاد جیسے فرائض تو یہ مزاج پیدا کرنے میں کافی مددگار ہوتے ہیں۔ نہ کہ مخملوں اور قالینوں کا عادی بنانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آپؐ نے صرف شوقیہ شکار کرنے سے منع کیا۔ صرف سجاوٹ یا تفریح کے لئے جان لینے یا جانوروں کو لڑوانے سے منع کیا۔ جنگ کی حالت میں بغیر ضرورت کے پیڑوں یا فصلوں کو برباد کرنے سے منع فرمایا۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ جائز اخراجات میں سب سے بڑا خرچ وہ ہے جو مٹی اور گارے پر خرچ کیا جاتا ہے۔ یعنی فضول کی تعمیرات جن کا مقصد صرف دکھاوا ہو ان سے روکا۔ یعنی قصر، محلات اور SKYC rapers والی تہذیب کی بنیاد ہی کاٹ دی۔

اجتماعی طور پر آپ نے کفایت کے ساتھ اور اعتدال کی روش اپنا کر کارخانۂ قدرت میں تصرف کا امتزاج بنایا۔ کھانے پینے میں بھی اسراف سے منع کیا۔ جیسا کہ [illegible]

میں رائج ہے کہ ایک ساتھ نہیں کھاتے ایک دوسرے کا بچا ہوا نہیں کھاتے، رکابیوں میں کھانے کی اشیاء چھوڑ دینا فیشن بن گیا ہے اور اس طرح بڑی تقریبات میں جتنا کھانا کھایا جاتا ہے اس کا تقریباً ½ حصہ یقیناً ضائع ہوکر دوسرے غریبوں اور ضرورتمندوں کے لئے مسئلہ پیدا کرتا ہے۔ ضرورت کے علاوہ صرف نام و نمود کے لئے قیمتی وسائل کو آتش بازیوں قمقموں اور سجاوٹ کی انواع و اقسام میں بے مصرف پھونک دیا جاتا ہے۔

جب کہ شریعت اسلامیہ ان سب حرکتوں سے روکتی ہے۔ اس کے علاوہ تفریح، کھیل کود اور سماجی تقریبات کے مواقع پر صرف اپنی برتری اور خوشحالی کا سکہ جمانے کے لئے قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ انہیں وسائل کے صحیح استعمال سے ہزاروں لوگوں کے لئے زندگی گذارنا آسان اور ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ بجائے اس کے یہی وسائل دھوئیں اور شور پیدا کر کے ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔

اللہ کے رسول ؐ نے کہا کہ اگر تم ایک ہاتھ میں پودا لیکر زمین میں لگا رہے ہو اور صور پھونک دیئے جانے کا یقین ہو تب بھی اس پودے کو زمین میں لگا دو۔ اس کا بھی ثواب ہوگا۔

کائنات سے فطری قرب ہر صحیح الفطرت انسان کیلئے موجب راحت اور سکون ہوتا ہے اسی لئے اللہ کے رسول ؐ رات کا ایک حصہ باقی رہنے پر ہی اٹھ جایا کرتے تھے اور اسی کی آپ نے ترغیب بھی دی ہے۔ اس وقت بیدار ہوکر جو آپؐ سورہ آل عمران کا آخری رکوع تلاوت فرمایا کرتے تھے اس میں کائنات میں غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اور یہ غور و فکر عقلمندوں کی نشانی بتائی گئی ہے۔ آپؐ موسم کی پہلی بارش کا پانی کپڑے (کرتہ) اتار کر اپنے جسم پر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ "یہ سیدھا اپنے رب کے پاس سے آیا ہے" کھجور کے باغ کے میٹھے کھجور کھا کر اور ٹھنڈا پانی پی کر اللہ کا شکر ادا کیا ہے اور کہا کہ یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں ان کے متعلق بھی تمہیں جواب دہ ہونا ہے۔ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ہم سب جانتے ہیں کہ نماز ہر مسلمان عاقل و بالغ پر ہر حال میں فرض ہے۔ اور وضو اس کے لئے ایک لازمی شرط ہے۔ یہ وضو بھی فضائی آلودگی سے بچانے میں بہت معاون ہے جب ایک نمازی دن میں کم از کم ۵ بار وضو کریگا تو اس کے جسم کے کھلے ہوئے حصے دھل جائیں گے یہاں

تک کہ ناک میں پانی ۱۵ بار ڈالیگا کان میں انگلی گھمائیگا اور اتنی ہی بار منہ میں کلی کریگا۔ غرضیکہ آلودگی کے جسم میں داخل ہونے کے جتنے ذرائع ہیں سب صاف ہوتے رہیں گے۔ تو تعدیہ Infection کے امکانات اور دھوئیں اور گرد کے جھنے کے جسم میں داخل ہوکر وجہ مرض کے امکانات بھی کم سے کم ہوتے جاتے ہیں اتنے ضمنی فائدوں سے ہی نماز کے نہ پڑھنے والے محروم رہ جاتے ہیں۔ پھر پانچ بار سکون کے ساتھ لوگوں کے ساتھ اکٹھا ہوکر صرف اللہ کی طرف لو لگا کر نماز پڑھنے سے جو جسمانی اور نفسیاتی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں پھر کشمکش اور مقابلہ اور شور شرابہ کے اس دور میں اس فرض کی ادائیگی بہت ہی موثر علاج ہے گو کہ اصل مقصد تو نماز کا اللہ کا خشوع اور خضوع ہی ہے۔ جس سے انسان کے اعمال سدھرتے ہیں اور وہ اپنے خالق اور کائنات کے خالق کی مرضی کے مطابق زندگی گذار کر دنیا اور آخرت میں بغیر کسی تضاد اور ٹکراؤ کے بہترین نتیجہ حاصل کرسکتا ہے۔

ورنہ صرف گرین پیس Greenpeace اور راؤڈی جینیرو Rio de Janeiro کی کانفرنس ہمارے دکھوں کا مداوا نہیں ہوسکتی۔ یہ تو صرف ایک انتہا سے دوسری انتہا تک پہونچانے کا کام ہی انجام دیتی رہیں گی۔

بقیہ صـ۵۷ کا

استعمال کئے جاتے ہیں کیونکہ قوم کے اکثر افراد اس کے عادی ہیں۔

البانی قوم مسلمان قوم ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسلامی تعلیمات سے بالکل ناواقف ہے۔ اس لئے کہ کمیونزم نے مذہب کی صورت کو بالکل مسخ کر کے رکھ دیا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ایک البانی مسلمان اسلام اور مسیحیت میں کوئی فرق نہیں کرتا ہے، اور ایک عیسائی عورت سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا ہے لیکن بہرحال اب یہ امید ہو چلی ہے کہ آج نہیں تو کل البانیہ میں پھر اسلام کا بول بالا ہوگا۔ اور البانیہ میں اسلام کی ضیاء پاشی سے یورپ منور ہو جائے گا۔

البانیہ الحاد سے توحید کی طرف

اس وقت مشرقی یورپ دعوت و تبلیغ کا بہترین میدان ہے، کمیونزم کے زوال سے جو نظریاتی خلا پیدا ہوا ہے اسے صرف اسلام ہی پُر کرسکتا ہے، ملی کونسل تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی تمام اسلامی اداروں کو اس طرف توجہ دینی چاہیے مگر یہ گزارش ضرور ہے کہ جماعتی اور مسلکی چھاپ ڈالنے کے بجائے توحید خالص کی چھاپ لوگوں کے ذہنوں پر ڈالی جائے یہی صورت روس کی نو آزاد جمہوریتوں میں اختیار کرنے کی ضرورت ہے، قادیانیوں نے ان ملکوں پر ایک بڑی یلغار کا منصوبہ تیار کرلیا ہے بلکہ انہوں نے کام بھی شروع کردیا ہے اس وقت ہم کو اس طرف پوری طاقت لگادینے کی ضرورت ہے، اگر کچھ دنوں کے لیے ملک کے اندر دعوتی کام کم ہو جائے جب بھی ہم کو اس کو ترجیح دینی چاہیے، اہل ثروت کی ذمہ داری ہے کہ ان ملکوں میں کام کرنیوالے افراد، جماعتوں اور اداروں کی بھرپور مدد کریں ان ملکوں میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی کوششوں سے انشاء اللہ ہم خدا کے حضور میں نصرت غیبی کے مستحق قرار پائیں گے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ ستر برس کے اندر کمیونزم نے نوجوانوں کے دل سے اسلامی قدروں کی اہمیت بڑی حد تک ختم کردی ہے وہ عام طور پر شراب کے عادی ہیں گوشت میں کوئی پرہیز نہیں یہ بات تاشقند میں ڈاکٹری پڑھنے والے ہمارے ایک عزیز نوجوان نے بتائی البتہ مسلمان کے نام کی حمیت کسی حد تک باقی ہے یہی حمیت ہمارے لئے ایک سرا ہے جس کے ذریعہ اسلامی حمیت تک انکو لیجا سکتے ہیں اس تمہید کے بعد مولانا محمد صغیر عبد الحفیظ ندوی کے مضمون کو ماہنامہ رضوان کے شکریہ کے ساتھ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

البانیہ کی راجدھانی تیرانہ کے قلب اور دشمن اسلام انور خوجہ کے مجسمہ کے پہلو میں واقع ادہم بیک کی مسجد کے میناروں سے بلند ہوتی اذان کی آواز جب سلیم کے کانوں میں پڑی تو فرط مسرت سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ اللہ اکبر کی یہ صدا جب اسکے کانوں سے ہوکر اس کے دل کی گہرائیوں میں اتری تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور اس کی زبان سے جس

پر ایک عرصہ دراز سے خموشی کا قفل لگا ہوا تھا یہ نعرہ نکلا کہ معبود حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے، اور یہ خود ساختہ انسانی معبود جس کے افکار و نظریات کے زوال کا کل تک تصور بھی محال تھا زوال پذیر اور ایک بے حقیقت شے ہے ۔

جب ہم نے نماز پڑھنے کیلئے ادھم بیک کی مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو بھیڑ کی وجہ سے مجھے مسجد کے اندر جانے کا راستہ نہ مل سکا لیکن معلوم ہونے پر کہ مسلمانوں کی یہ تعداد بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر بجا لانے کیلئے نہیں بلکہ نماز کو ایک عجوبہ اور سامان تفریح سمجھ کر عجائبات کے منظر سے لطف اندوز ہونے کیلئے جمع ہوئی ہے تو مجھے اپنی خوشی کا گلا گھٹتا محسوس ہوا۔ البانیہ دنیا کا وہ پہلا اور تنہا ملک تھا جس کے آئین میں صراحت کے ساتھ الحاد کی دعوت دی گئی تھی، اور انسان کو مذہب کی غلامی سے آزاد کرانے پر باقاعدہ زور دیا گیا تھا ایک ایسا ملک جس میں مسلمانوں کی تعداد ۸۰ فیصد سے بھی متجاوز تھا الحاد کے خونیں پنجہ کی گرفت میں کس طرح آیا اس کی ابتدا کیسے ہوئی یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔

بعض تاریخی مصادر سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی میں اسلام مسلمان تجار کے ساتھ البانیہ میں داخل ہوا، اور سلطنت عثمانیہ نے اس کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جس کی وجہ سے وہ تیزی کے ساتھ البانیہ کی حدود میں پھیلتا چلا گیا، البانیہ جو جزیرہ نمائے بلقان کے جنوب میں واقع ہے اور جس کے باشندوں کی تعداد مختلف اعداد شمار کے مطابق ۳۰ لاکھ سے زائد ہے اس میں مسلمانوں کی تعداد محتاط اندازہ کے مطابق ۷۵٪ سے ۹۸٪ کے درمیان ہے جن میں اکثریت حنفی المسلک افراد کی ہے۔ ان میں سے ۲۰٪ مسلمان بکتاشیہ، رفاعیہ، قادریہ، اور تیجانیہ جیسے مختلف سلاسل تصوف سے منسلک ہیں۔

عالم اسلام سے البانیہ کا انقطاع سب سے پہلے اس وقت ہوا جب وہ ۱۹۱۲ء پہلی جنگ عظیم کے بعد سلطنت عثمانیہ سے آزاد ہوا تھا، دوسری جنگ عظیم میں جب البانیہ پر اٹلی اور جرمنی کا قبضہ ہو گیا تو عالم اسلام سے اس کی دوری میں مزید اضافہ ہو گیا، جب البانی قوم البانیہ کو جرمنی اور اٹلی کے تسلط سے آزاد کرانے کیلئے کھڑی ہوئی تو کمیونسٹوں کو اس

خلاف میں مرکزی حیثیت حاصل تھی، سنہ ۱۹۴۴ء میں البانیہ جرمنی اور اٹلی سے تو پورے طور پر آزاد ہوگیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اقتدار کمیونسٹوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ ابتدا میں کمیونسٹوں نے نہ تو دین کی حمایت کی اور نہ اس کی مخالفت میں کوئی قدم اٹھایا۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں برسراقتدار کمیونسٹ پارٹی نے اپنا نام تبدیل کر کے (مزدور پارٹی) رکھ لیا' اور اسی وقت سے دین کے خلاف ایک محاذ کھل گیا، مذہب سے وابستہ افراد کو اب تنگ کیا جانے لگا' اعلیٰ عہدوں تک بھی ملازمتوں سے ان کو دور رکھا جانے لگا اور اس طرح دھیرے دھیرے زندگی کے ہر میدان میں مذہب کا عمل دخل ختم ہوتا گیا۔

سنہ ۱۹۴۶ء میں جب لوگوں کے دماغوں میں لگایا گیا کیمونزم کا یہ پودا تناور درخت بن گیا اور نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد اس کی پرجوش حامی بن گئی تو فرعون وقت انور خوجہ نے اپنی وہ زہر آلود تقریر کی جس کا تذکرہ ایک مدت دراز تک کیمونسٹوں کی زبان پر جاری رہا' انور خوجہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ البانیہ ایک لادینی حکومت ہے' اس کے آئین میں مذہب کی پیروی بغاوت کے مرادف ہے' مساجد اور گرجاؤں کی تعمیر یہاں کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے' چنانچہ اے البانیہ کے باشندو: 'اس کی ترقی کا خواب دیکھنے والے نوجوانو' اٹھو اور آگے بڑھو' مساجد کو مسمار' اور گرجاؤں کو نیست و نابود کر دو' اور دین کے ہر مظہر کو مٹا کر اس ملک کیلئے ترقی کی راہیں کھول دو' انور خوجہ کی اس زہریلی تقریر کے بعد وہ نوجوان جن کی فطرت مسخ ہو چکی تھی اٹھے اور مسجدوں کو ڈھاتے' دینی مظاہر کو مٹاتے اور مسلمانوں کے خون سے اپنی پیاس بجھاتے آگے بڑھتے گئے۔ اس حملہ میں اکثر مسجدیں مسمار کر دی گئیں' چند جو بچیں تو وہ گوداموں میں تبدیل کر دی گئیں' یا آثار قدیمہ کا نام دے کر ان کو میوزیم کی شکل دے دی گئی' ہم میں سے ہر اس شخص کو جو دین سے وابستہ رہنا چاہتا تھا سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا' دینی مظاہر کو اپنانے میں جان کا خطرہ نظر آنے لگا' حتی کہ یہ حال ہو گیا کہ ہم اپنے بچوں کو نماز روزہ کی تعلیم تو در کنار کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کی تعلیم بھی نہیں دے سکتے تھے کیونکہ اسکول کی استانیوں کو ہدایت تھی کہ وہ بچوں سے یہ دریافت کیا کریں کہ ان کے والدین ان سے کس طرح کی گفتگو کرتے ہیں' کن چیزوں کی انہیں ترغیب دلاتے ہیں' کن باتوں کی منع

تلقین کرتے ہیں، عید کے موقع پر ان کی والدہ نے شیر بنائی تھی کہ نہیں گھر میں نئے جوڑے سلے تھے یا نہیں، تاکہ گھر کے اندر چھپ کر دین پر عمل کرنے والوں کا پتہ چل سکے، حتیٰ کہ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ہم اپنے بچوں کا ختنہ بھی نہیں کرا سکتے تھے، چنانچہ اپنے تینوں بچوں میں سے جب بھی کسی کا ختنہ کرانا ہوا تو ہر مرتبہ مجھے رشوت کا سہارا لینا پڑا تاکہ میں ڈاکٹر سے ایسی رپورٹ حاصل کرسکوں جس سے یہ ثابت ہو کہ میرے بیٹے کی جسمانی ساخت اسطرح کے آپریشن کی متقاضی ہے، اس طرح کے معاشرہ میں میں اتنا مجبور تھا کہ پانچ سال تک مجھے قرآن شریف ایک دھات کی ڈبیہ میں بند کرکے چھت میں لگی ایک شہتیر کے نیچے چھپا کر رکھنا پڑا کہ کہیں وہ لوگ اسے میرے گھر سے برآمد نہ کرلیں، اور پھر اس برآمدگی کے نتیجہ میں مجھے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے، کمیونسٹوں کو اس بات پر فخر تھا کہ انہوں نے شہر شقودار میں الحاد کو فروغ دینے کے لئے ایک میوزیم بنایا ہے اور جس میں دین مخالف لٹریچر کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے کہ دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے کمیونسٹ ملک میں اتنا بڑا ذخیرہ نہیں پایا جاتا۔

سلیم نے کمیونسٹوں کی بد اخلاقی، سنگ دلی، ظلم و بربریت کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں، انہوں نے بتایا کہ وہ کامشاد گاؤں میں ایک مسجد کے امام کو جانتے ہیں جن کی مسجد کو ۱۹۶۷ء میں کمیونسٹوں نے شہید کردی تھی، لیکن انہوں نے کمیونسٹوں کو چیلنج کرتے ہوئے کہا تھا کہ انشاء اللہ آج نہیں تو کل وہ پھر اس میں نماز ادا کریں گے، صرف اتنا کہنے پر کمیونسٹوں نے ان پر ملک سے غداری کا الزام لگا کر ان کو پانچ سال کے لئے جیل کی کوٹھری میں ڈال دیا، اور جیل ہی میں انکا انتقال بھی ہو گیا، کمیونسٹوں کا معمول تھا کہ وہ دینداری کو پارٹی کی مخالفت اور وطن دشمنی قرار دیتے تھے، اور ایسے شخص کے لیے قید بامشقت کی سزا تجویز کرتے تھے، قید کی مدت ختم ہوتے ہی از سر نو ایک دوسری عدالت کے ذریعہ ایک نیا فیصلہ صادر ہوتا تھا، اور قید کی مدت میں مزید دس سال کا اضافہ کر دیا جاتا تھا، اس کے ساتھ ساتھ قیدی کے گھر والوں کو بھی نظر بند کر دیا جاتا اور قیدی کے بہنوئی بہن [illegible] کا کہنا تھا کہ [illegible] ہے کیونکہ اس کی بیوی کا تعلق ایسے خاندان سے ہے جو پہلے [illegible]

اور ملک کا غدار ہے۔
اس طرح اگر کسی شخص کا بیٹا ملک سے فرار ہو جاتا تو بیٹے کی سزا باپ کو بھگتنا پڑتی اور اس پر یہ الزام لگایا جاتا کہ اس نے کمیونزم کے اصولوں کے مطابق اپنے بیٹے کی پرورش کرنے میں کوتاہی کی ہے / ہم نہ تو انشاء اللہ کہتے تھے، نہ اللہ کی قسم کھا سکتے تھے اور نہ اپنی زبان سے ایسی کوئی بات نکال سکتے تھے جس سے ہمارے مسلمان ہونے کا اظہار ہوتا۔

البانی کمیونسٹ روسی اور دیگر کمیونسٹوں پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ کمیونزم پر پوری طرح عمل پیرا نہیں ہے، بلکہ وہ اس کی تحریف کے ذمہ دار اور اس کی اصل شکل کو مسخ کرنے والے ہیں، چنانچہ اسی وجہ سے البانیہ نے روس، چین اور یوگوسلاویہ سے اپنے تعلقات منقطع کر لئے تھے۔

البانیہ میں اقتدار پر قابض ہوتے ہی کمیونسٹوں نے اسکولوں میں کمیونزم کی تعلیم دینا شروع کر دی اور اس طرح کارل مارکس کے نظریات کو نو عمر بچوں کے دل و دماغ میں شروع ہی سے بٹھایا جانے لگا سب سے پہلا سبق جو بچوں کو دیا جاتا تھا وہ یہ کہ کمیونسٹ پارٹی کا درجہ ماں کے درجہ کے برابر ہے، کمیونسٹوں نے انور خوجہ کی تصانیف کی طباعت پر بہت زور دیا۔ کسیوں زبانوں میں ان کتابوں کے لاکھوں نسخے چھپوا کر مفت تقسیم کروائے گئے۔

۱۹۸۵ء میں البانیہ کے صدر اور وہاں کی کمیونسٹ پارٹی کے بانی انور خوجہ اس دار فانی سے رخصت ہو گئے، ان کے بعد حکومت کی باگ ڈور برسر اقتدار پارٹی کے سیاسی دفتر کی نامزدگی سے رامز علیا کے ہاتھ میں آئی، رامز علیا البانیہ میں کمیونزم کے پروپیگنڈہ مشن کی سربراہی کر رہے تھے اور سب سے زیادہ انور خوجہ کے قریب تھے، دو سال تک تو البانیہ میں حالات جوں کے توں رہے، یہاں تک کہ پروسترائیکا میں گورباچوف نے کچھ نئی تبدیلیوں کا اعلان کیا، اس اعلان کے ساتھ ہی کمیونزم کی دیوار میں دراڑ پڑ گئی۔

روس میں کمیونزم کے زوال نے البانیہ کے کمیونسٹوں کے پیروں سے زمین کھسکا دی عوام پہلے ہی اس ڈکٹیٹرشپ سے اکتا چکے تھے، اقتصادی بدحالی لوگوں کے لئے ایک مسئلہ بنی ہوئی تھی اخلاق، عدل اور پاکیزہ رسم و رواج پر مسلسل شب خون لوگوں کیلئے ناقابل برداشت ہو چکی تھی۔

چنانچہ عوام نکل کھڑے ہوئے اور متعدد سیاسی پارٹیوں کے جواز کی اجازت کی مانگ کو لے کر پرتشدد مظاہرے کئے ان مظاہروں کے نتیجہ میں متعدد لوگ مارے گئے بالآخر کمیونسٹ پارٹی کو مجبوراً کثیر پارٹی نظام (یعنی ملک میں ایک سے زائد بھی سیاسی پارٹیاں ہو سکتی ہیں) کی اجازت دینا پڑی۔

مارچ سنہ ۱۹۹۱ء کے اواخر میں الکشن ہوئے جو انتخابی دھاندلیوں اور بدعنوانیوں سے محفوظ نہ رہ سکے، نتیجتاً کمیونسٹ پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی لیکن پارلیمنٹ میں دوسری پارٹیوں کا بھی وجود ہوگیا، چنانچہ DEMOCRTICPARTY نے ۷۰ سیٹیں حاصل کیں اب آزادیٔ دین کی بھی اجازت دے دی گئی، اور ایک بار پھر البانیہ کی فضاؤں میں اذان کی آواز گونجنے لگی۔

فروری کے مہینہ میں دوبارہ فسادات بھڑک اٹھے، مشتعل عوام نے راجدھانی تیرانہ میں نصب انور خوجہ کے مجسمہ کو زمین بوس کردیا، اس غصہ کے آثار دوسرے شہروں میں بھی نمایاں ہونے لگے، مجبور ہو کر کمیونسٹ پارٹی کو مارچ سنہ ۱۹۹۲ء میں مختلف مغربی حکومتوں کے مشاہدین کی نگرانی میں الکشن کرانے پڑے۔ اس الکشن میں صالح بریشہ کی سربراہی میں ڈیموکریٹک پارٹی کامیاب ہوئی اور فی الوقت البانیہ میں اسی کو اقتدار حاصل ہے اس الکشن کے بعد رامز علیا نے استعفیٰ دے دیا۔ حالانکہ اس پہلی پارلیمنٹ سے پہلے جو سنہ ۱۹۹۱ء کے الکشن کے بعد تشکیل پائی تھی اور جس میں کمیونسٹوں کا غلبہ تھا وہ پانچ سال کے لئے صدر مملکت چنے گئے تھے۔

موجودہ پارلیمنٹ میں ڈیڑھ سو سیٹیں ہیں جن میں تقریباً ۴۰ سیٹیں کمیونسٹ پارٹی نے حاصل کی ہیں۔ جب کہ دوسری پارٹیوں کے ساتھ مل کر ڈیموکریٹک نے پارلیمنٹ کی بقیہ سیٹیں حاصل کی ہیں۔ نئی حکومت ۲۲ وزرا پر مشتمل ہے، ۲۲ میں سے ۱۵ وزیر مسلمان ہیں، صدر، نائب وزیر اعظم، وزیر داخلہ، اور اسپیکر کا عہدہ بھی مسلمانوں ہی کے پاس ہے۔

البانیہ اب یورپین ملکوں میں سب سے غریب ہے، کمیونزم کی بے برکتی نے پورے ملک کو جاہلیت میں دھکیل دیا ہے آپ کو وہاں کوئی کارخانہ نہیں ملے گا، انگور کی پیداوار کے علاوہ کوئی پیداوار نہیں ہوتی اور اس میں بھی کچھ بچا نہیں جاتا بلکہ وہ شراب بنانے کیلئے مقامی طور پر

ویسٹ انڈیز میں مسلمان

چودھری شرف الدین، لکھنؤ

بحرالکاربین میں کہکشاں کی طرح بکھرے چھوٹے چھوٹے جزیروں کے مجموعہ کا نام ویسٹ انڈیز ہے۔ یہ جزیرے پانچ سو سال قبل گھنے اور تاریک جنگلات سے بھرے پڑے تھے اور زہریلے سانپوں بچھوؤں اور خوفناک درندوں کی آماجگاہ تھے مگر اسپین نژاد کولمبس جب ۱۵ویں صدی ختم ہوتے ہوتے ہندوستان کی تلاش میں نکلا تو اتفاقاً ان جزیروں میں آپہنچا اور چونکہ یہ جزیرے ہندوستان سے مغربی سمت واقع ہیں اس لئے ان کو ویسٹ انڈیز کہا جانے لگا بالکل اسی طرح جیسے دریافت شدہ امریکا کے باشندوں کو ریڈ انڈین کہا گیا۔

اب سامراجی طاقتوں کو نوآبادیاں بسانے اور غریب دستے مزدوروں کے استحصال کے لئے ایک اور سرزمین مفت ہاتھ آگئی۔ اندلس کے نودولتیہ پر مغرور عیسائی جنھوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کو ماضی قریب میں ہی ملک بدر کیا تھا ہاتھ پیر مارنے لگے۔ اسی طرح فرانسیسی اور پرتگالی باشندوں نے بھی خوب سے خوب تر کی تلاش میں اپنی بادیاں کھول دیئے یہ افریقہ سے غریب لوگوں کو غلام بنا کر لاتے اور یہاں گنّے کے کھیتوں میں کام پر لگا دیتے۔ اسی طرح نئی نئی آبادیاں قائم ہونے لگیں اور ان جزیروں میں انسانی زندگی کے آثار نمایاں طور پر نظر آنے لگے۔

جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی گرفت ہندوستان پر مضبوط ہوگئی تو فرنگیوں نے بھی یوپی کے پسماندہ اور غریب ہندوؤں اور مسلمانوں کیلئے جال پھینکا اور فیصل رزاق نامی جہاز سے ۲۴۵ ہندوستانی غلاموں کی پہلی کھیپ روانہ ہوئی اور ۳۱ مئی ۱۸۴۵ کو ٹرینیڈاڈ جنوبی امریکا کے شمالی ساحل سے ملحق جزیرہ کے بندرگاہ پر جہاز لنگر انداز ہوگیا۔

یہ مزدور جن کو دائمی غلام بنا کر لایا گیا تھا بالکل ان پڑھ غریب اور بھوک سے نڈھال تھے انگریزوں نے ان کے سر جہاز کا کرایہ بھی تھوپ دیا۔

یہ لوگ جب اس دور افتادہ جزیرے میں پہنچے تو دریائے شور کے مکینوں کی طرح مجبور اور مجبوس بیس کے ہو کر رہ گئے ان کے پیروں میں غلامی کی ایسی دائمی بیڑیاں پڑیں کہ اپنے وطن

سے اور رشتہ داروں سے رابطہ بھی قائم نہ رکھ سکے۔ یہ اسیر روزگار اور جبر غ کہن کے مارے ہوئے ہندوستانی اپنے وطن کی یاد میں تڑپ تڑپ کر مر گئے اور مرتے مرتے اپنے بچوں سے کہہ گئے کہ یہ نہ بھول جانا کہ تم ہندوستانی ہو۔

کرکٹ کے شائقین جب ویسٹ انڈیز کا کھیل دیکھتے ہیں تو کبھی جمعہ دین کا نام سنتے ہیں کبھی کالی چرن کا کبھی اصغر علی کو کھیلتے دیکھتے ہیں تو کبھی کنہی کو۔ اگر امتیاز علی ٹیم میں ہیں تو ساتھ ساتھ شیو نرائن بھی۔ یقیناً یہ نام پڑھ کر آپ کے تجسس کے دروازے وا ہو گئے ہوں گے کہ بھلا یہ بیسوں ہزار میل کی دوری پر جمعہ دین اور کالی چرن ویسٹ انڈیز میں کہاں سے آگئے؟

قارئین دنیا کا نقشہ اٹھا کر دیکھ لیں شمالی امریکا اور جنوبی امریکہ کے درمیان بحرالکاریبی حائل ہے جس میں سطح سمندر پر درجنوں چھوٹے چھوٹے جزیرے ابھرے ہوئے ملتے ہیں یہ حصہ سنٹرل امریکا کہلاتا ہے اس میں جمیکا، گریناڈا، بارباڈس، ڈومینکا، ہیتی، مارٹنگ، پورٹوریکو، سینٹ لوسیا، سینٹ ویسینٹ اور ٹرینیڈاد اور توباگو وغیرہ شامل ہیں۔

یہاں پر عیسائیوں کی اکثریت ہے اور ان کے بعد ہندو مسلمانوں کی بڑی آبادیاں ہیں، طرز معاشرت مغربی اور مادری زبان انگریزی ہے۔

بحرالکاریبی کے جنوبی کنارے یعنی جنوبی امریکا کے شمالی ساحل پر گیانا اور سرینیم آباد ہیں۔

قارئین یہ پڑھ کر یقیناً خوش ہوں گے کہ یہاں عیسائیوں کی اکثریت کے باوجود مسلمان زیادہ منظم ہیں۔ تعلیم، تجارت اور سیاست میں بھی ان سے آگے ہیں یہاں نئی نئی مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں اور مدرسے قائم ہو رہے ہیں، بلا سودی بینک کھل رہے ہیں اور اب تبلیغ اسلام کا کام وسیع پیمانے پر شروع ہو گیا ہے اور یہ سب ترقیاں درحقیقت اس نئی نسل کی مرہون منت ہیں جن کے آباؤ اجداد وغیرہ ہندوستانی تھے اور جو بے یار و مددگار قرض کے بوجھ تلے مر کھپ گئے۔ اس نئی نسل کی رگوں میں ابھی تک ہندوستانی پرکھوں کا خون رواں دواں ہے۔

انگریزی اسکولوں کے اوقات کے بعد مسلمان آج بھی مسجدوں میں چلنے والے مکاتب کو مشرقی انداز سے چلا رہے ہیں جہاں بچے بچیاں باادب بیٹھے سروں پہ عالی ادا کیا ابجدی تحل

اور سوتی ٹوپیاں لگائے سپارے پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں تو یوپی کے قصباتی ماحول کا پرتو نظر آتا ہے اور جب ہم بچیوں کے سر پر اسکارف باندھے دیکھتے ہیں تو ایسا معلوم پڑتا ہے جیسے تعلیم نسواں کا پرائمری مکتب ہے یہاں کے باشندے اپنے گھروں کو عربی تغروں سے سجاتے ہیں۔ ان جزیروں میں رمضان شریف کا مہینہ بڑی ہماہمی پیدا کر دیتا ہے۔ سڑک پر چلتے راہ گیر لاؤڈ اسپیکر سے لیلۃ القدر کی اہمیت پر پند و نصائح بار بار سنتے ہیں اور جب ہم مسلمانوں کی کاروں کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو لکھا ملتا ہے "قرآن پڑھو"۔

عید کے دن اگر ہندوستان کا کوئی باشندہ ان جزیروں میں جا نکلے تو حیرت میں پڑ جائیگا اسے ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ دہلی کی نواحی بستی میں عید منا رہا ہے آپس میں گلے ملنا اور عید مبارک کہہ کر استقبال کرنے کا عام رواج ہے۔ والدین اپنے بچوں کیلئے عید کے دن طرح طرح کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔

ستمبر ۱۹۹۱ء میں ایک خبر چھپی تھی کہ ۱۸/ اگست ۱۹۹۱ کو گیانا میں ۵۰۰ معزز اور نمائندہ شہریوں کی موجودگی میں گیانا اسلامک انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام چلنے والے دار العلوم سے ۳۰ نوجوانوں کو جو مختلف جزیروں سے تعلق رکھتے ہیں سند سے نوازا گیا۔ فارغ التحصیل طلباء کا یہ پہلا جتھہ ہے۔ یہ فارغین اب اپنے علاقوں میں جا کر سرگرم عمل ہو جائیں گے۔ اور بحر الکاہل کے جزیروں میں تبلیغ اسلام کا کام کریں گے۔ اس تقریب کا افتتاح حسیب یوسف صاحب نے کیا اور صدارت محمد شہید خاں نے کی تعارف دار العلوم کے پرنسپل شیخ نظام الدین نے کرایا، اور مہمانوں کا شکریہ شیخ رؤف زماں صاحب نے ادا کیا۔

تفصیلات سے معلوم ہوا کہ گیانا کے ساحلی شہر جارج ٹاؤن میں جنوری ۱۹۸۱ء کو مسلمانوں کا ایک بڑا جلسۂ مشاورت ہوا تھا اور ایک اسلامی دار العلوم کھولنے کا پروگرام بنا تھا تاکہ ایسے مبلغ اور داعی اسلام تیار ہو سکیں جو بحر الکاہل کے مسلمانوں کو احکام شریعت پر کاربند ہونے اور دوسرے پڑوسیوں کو مساوات اسلام کا درس دے سکیں اور ساتھ ہی ساتھ معاشرہ کی اصلاح کا کام بھی دیکھیں۔ اس پروگرام کے مطابق مشرقی میٹر میر نڈونگ مسجد کامپلکس میں دار العلوم کی بنیاد پڑی تھی۔

کتابیں گیانا اسلامک انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے فراہم کی جاتی ہیں اور ۲۰۰ مضامین کا کورس رکھا گیا ہے اس تاریخ ساز دستار بندی کے موقع پر مقررین نے بڑی ہی پُر درد تقاریر کیں اور سامعین کو یاد دلایا کہ ان کے آباؤ اجداد صوبہ یوپی سے غلام بنا کر لائے گئے تھے وہ گنّوں کے کھیتوں میں اور ملوں میں کام کرتے تھے اور ظلم سہتے تھے مگر اللہ نے صبر کا پھل اس طرح دیا کہ آج ان کی اولادوں میں سے دور افتادہ جزیروں میں اشاعت اسلام کی خدمت لی جارہی ہے، آج ہم آزاد ہیں خوش حال ہیں اور ہمارا سیاسی وقار ہے۔

مندرجہ بالا خوش کن خبر نے راقم کی دلچسپی مزید بڑھا دی اور کیرابین کے مسلمانوں کے مزید حالات کی تحقیق شروع کر دی جو اطلاعات آرکو کے اشاعتی ادارے سے فراہم ہوئیں ان کے مطابق ان جزیروں میں اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں افریقہ سے کئی ہزار افراد غلام بنا کر لائے گئے تھے، وہ عربی زبان بولتے تھے مگر چونکہ جاہل اور مذہب سے بیگانہ تھے اس لئے فرنگیوں نے ان کو آہستہ آہستہ عیسائی بنا لیا۔

۲۰ سال قبل ان میں بیداری پیدا ہوئی اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ان کے آباؤ اجداد مسلمان تو نہ تھے؟

ٹھہرے ہوئے پانی میں سب سے پہلے پتھر ۱۹۶۰ میں ہملٹن گرین ایک نوجوان اعلیٰ تعلیم یافتہ عیسائی نے مارا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ اس نے کہا میرا ضمیر بار بار یہ آواز دیتا رہا کہ میرے آباؤ اجداد مسلمان تھے اور ڈچ عیسائیوں نے جو ان کو غلام بنا کر لائے تھے ان کا مذہب اور مادری زبان چھین لی تھی۔ مسٹر گرین گویانہ کے مضبوط رہنما بن کر ابھرے ہیں وہ ۱۹۸۵ء میں ملک کے وزیر اعظم بنا دیے گئے۔ یہاں ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان ہیں اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔

فوج کے چیف نورمن مسعود ہیں۔ اٹارنی جنرل محمد شہاب الدین اور ہائی کورٹ کے جج ایس والی محمد ہیں۔ ملک میں ۱۳۳ مسجدیں ہیں۔ حال ہی میں جارج ٹاؤن میں بنائی جانے والی مسجد دارالسلام جدید ترین ہے سرکاری دفتروں میں جمعہ کے دن نماز کے لئے ایک گھنٹہ کی چھٹی ہوتی ہے۔

گیانا کے علاوہ اس سے ملحق سرینیم ہے جہاں ایک لاکھ مسلمان آباد ہیں یہ اردو بھی بولتے ہیں یہاں ایک سو پچاس مساجد ہیں یہاں تعلیم کا رواج بڑھ رہا ہے۔

ترینیداد جزیرہ میں یوپی کے مسلمان سب سے پہلے ۱۸۴۵ء میں آئے تھے یہ جزیرہ اب سیر و سیاحت کا مرکز بن گیا ہے۔ دور دور سے لوگ یہاں چھٹیاں منانے آتے ہیں یہاں اگست ۱۹۸۷ء میں بلاد اسلام کی ۲۴ ویں کانفرنس ہوئی اور سعودی عرب کے شہزادے محمد ابن فیصل نے بھی کانفرنس کو خطاب کیا یہاں قریب ایک لاکھ مسلمان ہیں اور بہت ہی خوشحال اور باثر ہیں۔

ملک کے سب سے بڑے عہدہ صدارت پر مسٹر نور محمد حسن علی فائز ہیں اور پارلیمنٹ کے اسپیکر لندن کے تعلیم یافتہ نظام محمد ہیں یہاں کے مشہور ساحلی شہر پورٹ آف اسپین میں مسلمانوں کی اکثریت ہے یہاں حال ہی میں ایک ملین ڈالر خرچ کر کے مذہبی رسومات کیلئے ایک اسلامک سینٹر قائم کیا گیا ہے یہاں کے مسلمانوں کا عام پیشہ تجارت اور کاشت کاری ہے۔

بحر الکاریبی میں مسلمانوں کی کئی تنظیمیں کام کر رہی ہیں سب سے پرانی ۱۹۳۷ میں قائم ہونے والی انجمن سنت الجماعت ایسوسی ایشن ہے اور اس کے بعد ترینیداد مسلم لیگ اسلامک سنٹر اور تبلیغی جماعت ہے جو بحر الکاریبی میں بے حد مقبول ہے' اب یہاں کے باشندے تعلیم حاصل کرنے کیلئے سعودی عرب بھی جانے لگے ہیں۔ اور نوجوانوں میں بھی حج کی سعادت کا شوق بڑھ رہا ہے۔

ترینیداد سے ملحق جزیرہ ٹوباگو ہے اور یہاں کے خوبصورت ترین قصبہ لالینڈ میں ایک بڑی مسجد کی تعمیر ہو رہی ہے تیل سے مالامال ان جزیروں میں اب ٹریولنگ ایجنسیاں کافی تعداد میں کھل گئی ہیں جو ان جزیروں کو جنت الفردوس کے نام سے تعبیر کرتی ہیں۔

جزیرہ پورٹوریکو میں زیادہ تر فلسطینی مسلمان ہیں جو ۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۲ء میں یہاں آئے تھے۔

جنوبی امریکہ کے شمالی ساحل پر وینزویلا ملک ہے جہاں پچاس ہزار مسلمان آباد ہیں۔

بقیہ صفحہ ۱۵۱ پر

یہودی لابی اور امریکہ
اور دنیا پر اس کے اثرات

روس کی شکست وریخت کے بعد اس وقت دنیا کا سیاسی اور فوجی توازن بڑی حد تک امریکہ کے ہاتھ میں چلا گیا ہے اس وقت دنیا میں دو سپر طاقت نہیں بلکہ صرف ایک سپر طاقت باقی رہ گئی ہے مگر اس سپر طاقت کی سیاسی اور فوجی پالیسیوں اور منصوبوں پر واقعی کنٹرول یہودی لابی کا ہے یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اس وقت دنیا کی سپر طاقت یہودی لابی ہے ذیل کا مضمون گو امریکی صدر کے انتخاب کے تعلق سے لکھا گیا ہے مگر اس سے پوری دنیا پر اسکے اثرات کا اندازہ ہوتا ہے ——————

—————— ان کے اثرات کو عارضی چیز نہ سمجھنا چاہئے بلکہ مستقل طور پر اس میں اضافہ ہورہا ہے امید ہے کہ مضمون نگار صاحب کو اس سے کوئی اختلاف نہ ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ ہمارے ملک کی یہودی لابی آر۔ ایس۔ ایس پہلے بھی ملک پر برہمنی ازم کی گرفت اور مسلم کشی کے منصوبے بناتی رہتی ہے اب جب ان کے دباؤ سے حکومت نے باقاعدہ اسرائیل سے سفارتی تعلقات استوار کرلئے ہیں آر۔ ایس۔ ایس۔ کی منصوبہ بندی میں مزید وسعت اور شدت پیدا ہوگئی ہے ہم اس وقت انکے منصوبوں کو بے اثر کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں دکھائی دے رہے ہیں لیکن کیا ہم اپنی طاقت کو کسی ایک نقطہ پر متحد اور مرکوز نہیں کرسکتے؟ کاش مسلمانوں کے رہنما اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کرکے اس کی کوئی عملی صورت اختیار کرتے۔ ملی کونسل کا قیام اسی سمت کی کوشش کا ایک جزء ہے۔

تقریباً ۲ ماہ بعد امریکہ کے ریاست ہائے متحدہ کے صدر کا الکشن ہونے والا ہے تمام عالم اس میں دلچسپی لے رہا ہے ذرائع ابلاغ ترجیحی توجہ دے رہے ہیں کیونکہ امریکی صدر کی

پالیسی سے ساری دنیا متاثر ہوتی ہے مجلس اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل نے خود کو امریکی صدر کے تحت اور اس کی خواہشات کا محکوم ثابت کر دیا ہے یہ بھی معلوم ہے کہ امریکی صدر کبھی یہودیوں کی خواہشات سے انحراف نہیں کرتا آیئے جائزہ لیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے،

ہر جمہوری ملک مجلس نمائندگان یا پارلیامنٹ میں ہم خیال و ہم مقصد لوگوں کا ایک گروپ ہوتا ہے جو عرف عام میں لابی کہا جاتا ہے جیسے امریکی کانگریس میں یہودی لابی تائیوان لابی چینی لابی اور جب سے ہندوستان نے اسرائیل کو تسلیم کیا ہے امریکہ سے تعلقات سدھرے ہیں بھارتی لابی بھی مضبوط سے مضبوط تر ہو رہی ہے یہ لابی خارجہ پالیسی کی تشکیل اور اپنے ملک کے مفادات کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ بعض اوقات رشوت اور اسمگلنگ اور سازشوں تک سے پرہیز نہیں کرتے۔ نیویارک سے منتخب سٹیفن سولارز کو جو امریکی کانگریس میں بھارتی لابی کے سرگرم ممبر ہیں ضیاء الحق مرحوم بھارت کی آواز کہا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک زہریلے ممبر کرسیلی صاحب ہیں جنہوں نے سودیت روس کے ٹوٹتے ہی بھارت آکر شور مچانا شروع کیا کہ وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں سے اسلامی بلاک بن جائے گا اور بھارت کو سخت خطرہ ہے گو حقیقت یہ ہے کہ لادین سودیت روس کی ستر سالہ غلامی سے نو آزاد شدہ یہ ریاستیں اسلام سے بہت دور پہنچ چکی ہیں۔

گذشتہ سال ستمبر میں یہودی لابی کو ایک بہت زبردست جھٹکا لگا جب صدر بش نے اسرائیل کو دس بلین ڈالر کا وہ قرض جو اسرائیل روس اور وسطی یورپ سے آتے یہودیوں کو بسانے کیلئے چاہتا تھا یہ شرط لگا کر ملتوی کر دیا کہ پہلے اسرائیل عربوں سے امن مذاکرات کرے یہ مذاکرات تادم تحریر جاری ہیں اسی طرح بش کو یہودی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑا جب امریکہ نے سعودی عرب کو آواکس AWACS نامی جنگی ہوائی جہاز دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ ۱۹۹۲ء میں ہونے والے صدارتی الیکشن میں یہودی لابی امریکہ کی داخلی اور خارجی پالیسی پر اثرات ظاہر کرے گی عراق کو پارہ پارہ کرنے کی امریکی کوشش اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

دوسری جنگ عظیم ۴۴-۱۹۳۹ء کے بعد ۱۹۴۸ء میں برطانیہ امریکہ اور روس کی باہمی سازش سے اسرائیل قائم ہوا اور تب سے امریکہ اسرائیل کیلئے ہر بے ایمانی کو جائز گردانتا ہے اس

اس وقت کے امریکی صدر ٹرومین نے قیام اسرائیل کے بعد فوراً اعلان کیا میرے پاس ووٹ دینے والے عرب نہیں ہیں۔ اسرائیل کے ناجائز مفادات امریکہ کرۂ ارض کے ہر خطہ میں کرتا ہے مثلاً ۱۹۸۱ء میں ۳.۲ تین اعشاریہ دو بلین ڈالر کی پاکستان کو امداد زیر بحث آئی تو اس کے ساتھ شرط لگادی گئی کہ اگر پاکستان نیوکلیائی ہتھیار بنائے گا تو یہ امداد بند کردی جائے گی اس پر امریکی سینیٹ کے ایک صاف گو ممبر جیمس اے میکلور نے سوال اٹھایا۔ کیا اسرائیل ایٹمی ہتھیار بنائے گا تو اس کی امداد بند کردی جائے گی۔ ہمیں ایمانداری سے اسکا جواب دینا چاہیئے۔ میں بھی اور کوئی بھی یقین نہیں کرتا کہ ایٹم بم کا دھماکہ کرنے سے امریکہ اسرائیل کی امداد بند کردیگا جیمس میکلور نے یہ بھی یاد دلایا کہ ترکی امریکہ کا خاص حلیف تھا لیکن قبرص میں امریکی ہتھیار استعمال کرنے پر اسے سزا دی گئی۔ لیکن امریکی قانون کا اطلاق اس وقت نہیں کیا گیا جب ۱۹۸۱ میں اسرائیل نے بغداد کے پرامن نیوکلیائی تنصیبات پر بغیر اعلان جنگ حملہ کرکے تباہ کردیا۔ یا ۱۹۸۲ سے اب تک متواتر حملے کرکے لبنان کی شہری آبادی کو ہلاک کر رہا ہے لیکن امریکی قانون عراق کے لئے دوسرا ہے۔

دراصل امریکہ میں یہودی لابی ریاستہائے متحدہ امریکہ کے اندر ایک الگ ریاست کی طرح منظم اور طاقتور ہے بلکہ یوں کہیئے کہ امریکہ کے اندر ایک الگ اسرائیلی حکومت کی توسیع ہوگئی ہے جو ہر حال میں جائز یا ناجائز اسرائیلی مفادات کیلئے جنگ کرتی ہے اور وہ جنگ یہ ہوتی ہے کہ امریکہ کسی صورت فلسطین میں P. L. O کی حکومت کو تسلیم نہ کرے۔ اور دنیا کے کسی بھی خطہ میں کسی ایسی حکومت کو مدد نہ دے جو کسی طرح بھی اسرائیل کے مفادات سے انحراف کرسکتی ہو مثال کے طور پر پاکستان جیسے پرانے رفیق کی مدد اس لئے بند کردی گئی کہ اس پر نیوکلیائی اسلحہ بنانے کا شبہ ہے مگر ٹھیک انہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ یقینی حالات میں ہندوستان کی امداد بند نہیں کی گئی کیونکہ بھارت نے یہودی لابی سے الحاق ثابت کردیا ہے آیئے دیکھیں!

آخر امریکہ نے یہودیوں سے جو
من تو شدم تو من شدی
من جاں شدم تو تن شدی

کی پالیسی اختیار کی ہے اس کے کیا اسباب ہیں۔

دنیا میں یہودیوں کی آبادی چند ملین ہے جن میں سے ۶ ملین یہودی امریکہ میں رہتے ہیں، جبکہ خود اسرائیل میں یہودی تقریباً تین ملین ہیں یعنی امریکہ کی کل آبادی کا ۲.۵ فیصد یہودی ہے لیکن امریکی آبادی کا یہ ڈھائی فیصد ان کے معاشرہ میں سرفہرست ہے۔ سیلی برنر نے اکتوبر ۱۹۹۱ میں اپنی کتاب "امریکہ میں یہودی" میں لکھا تھا کہ امریکہ کے ۲۰٪ قانون داں ۲۰٪ ڈاکٹر اور سائنس داں ۳۲٪ ارب پتی یہودی ہیں جب کہ آبادی ڈھائی فیصد ہی ہے۔ ۱۹۷۴ میں ایک متعدد امریکی شہری نے امریکی سیاست کی اس بنیادی کمزوری کا پس منظر میں انکشاف کیا جارج براؤن مشترکہ امریکی افواج کے چیف آف اسٹاف تھے۔ انہیں معلوم تھا یہودی لابی کا بھی اعتماد حاصل تھا وہ ایسا کچھ نہیں چاہتے تھے جس سے یہودی اثرات کو نقصان پہونچے اس لئے اس انکشاف یعنی دکھتی رگ پکڑنے کے بعد بھی وہ محفوظ رہے اور کسی قسم کی سزا پائی۔ امریکی یہودی آبادی عموماً بڑی ریاستوں جیسے کیلی فورنیا، نیویارک پنسلوینیا، نیوجرسی میں رہتی ہے یہ لوگ بڑے منصوبہ بند طریقے سے ایک بلاک ہو کر اپنے اجتماعی ووٹ دیتے ہیں ہم ہندوستانی مسلمانوں کی طرح باہمی بغض کا شکار ہو کر بکھرتے نہیں جس سے کہ ہمارے ووٹوں کا وزن ختم ہو جاتا ہے۔ ہندوستانی مسلمان اس حد تک تفریق کا شکار ہیں کہ اگر کسی حلقہ میں ایک مسلمان الکشن میں کھڑا ہو گیا تو پچیس مسلمان جن میں نتھو خیرے بھی ہوں گے ضرور کھڑے ہو جائیں گے کچھ تو بغض، کچھ کوتاہ اندیشی اور کچھ حریف امیدواروں سے پیسے لیکر بیٹھنے کی نیت سے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کمزوری سے برادران وطن واقف ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تو اس طرح امریکی یہودیوں کے اکٹھے ایک بلاک ہو کر ووٹ دینے سے الیکشن میں امیدوار کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ ان کے مفادات کی نگرانی کریگا۔ ایک حالیہ جائزے کے مطابق امریکہ کے ۱۰۰ دانش وروں میں نصف یعنی ۵۰ یہودی ہوتے ہیں امریکہ میں یہودیوں کی تین سو سے زائد تہذیبی و مذہبی تنظیمیں ہیں جن کی ہزاروں شاخیں ہیں تین سو زائد مذہبی مراکز میں اٹھائیس ہزار تعلیمی ادارے ہیں ان تعلیمی اداروں میں دیگر مذاہب کے طالب علم ۹۰ فیصد نمبر لانے پر داخلہ پا سکتے ہیں۔ لیکن یہودی طالب علم کے لئے ستر فیصد نمبر لانا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہودی یہ سمجھتے ہیں کہ آج کی دنیا میں کیڑے مکوڑوں کی طرح تعداد بڑھانے

سے برتری نہیں حاصل ہو سکتی بلکہ صرف صلاحیت ہی کسی قوم کو برتر بنا سکتی ہے۔ افسوس کہ اس نکتہ کو ہندوستانی مسلمان آج تک نہیں سمجھ سکے۔ تعلیمی و تبلیغی ادارے چلانے والے قوم کے بینام نہاد چودھری ہمیشہ دھونس، زبردستی، بے جا مداخلت سے ہمیشہ پرنسپل کی تعلیمی معیار سدھارنے کی کوششوں میں منفی کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ انہیں تعلیم کا معیار بلند کرنے کی نہیں اپنے اقتدار اور کمائی کی فکر ہوا کرتی ہے'

امریکہ میں یہودیوں کے پانچ اپنے ریسرچ سنٹر دو یونیورسٹی سنڈیکیٹ دو روزنامے اور کئی سو ہفت روزہ اخبار ہیں علاوہ ازیں امریکہ کے تمام بڑے اخباروں کے ادارتی اسٹاف میں کافی تعداد میں یہودی ہیں جو نسل پرستی کے چشمہ سے ہی دنیا کو دیکھتے ہیں یہاں ہم ہندوستانی مسلمانوں کا ایک بھی انگریزی روزنامہ نہیں کہ ہماری آواز ملک کے دانشور طبقہ تک پہونچ سکے امریکہ میں صیہونی و اسرائیلی حکومت کے سیاسی اغراض کو فروغ دینے کا کام ایک مضبوط لابی کرتی ہے جسے امریکی اسرائیل عوامی رابطہ AIPAC (Amercen- Israil Public Affairs coummittee) کہتے ہیں یہ دراصل عوامی کمیٹی کے بھیس میں اسرائیل سفارت خانے کی ایک ذیلی تنظیم ہے یہ اپنے حصول اغراض کیلئے یہ ہر برے کام، دہشت گردی، اغوا قتل خون کو بھی جائز سمجھتے ہیں ایک دوسری تنظیم ہے پولیٹیکل ایکشن کمیٹی PAC یہ طرح طرح سے فنڈ جمع کرنے کا کام کرتی ہے سنہ ۱۹۹۰ء میں ہوئے الکشن میں اس کمیٹی نے چار ملین ڈالر اپنے حامی سینیٹ اور کانگریس کے چناؤ کے لئے خرچ کئے اس کے علاوہ دولتمند یہودیوں نے ساڑھے تین ملین ڈالر اپنے امیدواروں کے لئے خرچ کئے۔

اسرائیلی امریکی عوامی رابطہ کمیٹی کا قیام سنہ ۱۹۵۴ء میں واشنگٹن میں ہوا تھا۔ اس کمیٹی کے زیر انتظام کئی معیاری کتب خانے اور ایک ہفتہ وار اخبار ہے اس اخبار کی تیس ہزار کاپیاں مفت امریکی سینیٹ، عوامی نمائندوں کو کتب خانوں، سفارت خانوں اور حکومت کے سینئر آفیسروں کو پہونچائی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے اس میں اسرائیل کے موافق اور عربوں و مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے والے مضامین ہی ہوتے ہیں ایسے کاموں کے لئے ایک ملین ڈالر کا الگ فنڈ ہے۔ اس کمیٹی کا دعویٰ ہے کہ اسرائیل کے متعلق کوئی بھی [illegible]

پیپر چار گھنٹے کے اندر کسی بھی ممبر کانگریس کو مہیا کر سکتی ہے ایک بار امریکی سینٹ کے ممبر چارلس پرسی نے فلسطینیوں کی ہمدردی میں ایک بیان دے دیا تو ایک ہفتہ کے اندر اس بیان کے خلاف چارلس پر بیس ہزار خطوں کی بمباری کی گئی۔ چارلس کو اپنے کام سے بھی ہاتھ دھونا پڑ یہ ہے کارکردگی ۔ ۱۹۷۷ء اکتوبر میں امریکہ و روس نے ایک مشترکہ بیان میں فلسطینیوں کے حقوق کا ذکر کر دیا تو چار دنوں کے اندر وہائٹ ہاؤس یعنی امریکہ قصر صدارت کو ۲۶۸۷ خطو اور ۲۸۷ فون کال موصول ہوئے ہر طرح احتجاج ہوا اس کے تین دن بعد ہی امریکی وزیر خارجہ سائرس وانس اور یہودی وزیر خارجہ موشے دیان کا ایک مشترکہ بیان پریس کو دیا گیا جس میں اسرائیل کے کاموں اور پالیسی کی تعریف کی گئی اور فلسطینیوں کے حقوق کی بات حذف کر دی

امریکی یہودیوں کے پاس علم و دولت کے علاوہ نسلی و قومی جوش اور ولولہ بے پناہ وہ اپنے مقاصد کے لئے منظم ٹھوس و سنجیدہ طریقہ سے حکومت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ہندی مسلمانوں کی طرح جذباتیت کا شکار نہیں ہوتے۔ اپنی موجودگی کا احساس زند کے ہر شعبے میں شدت سے کراتے رہتے ہیں۔ ان میں ایک زندہ اور متحرک قوم کی طرح سیاست کے ہر مورچہ پر موجود رہتے ہیں۔ ہماری طرح پسپائی نہیں اختیار کرتے۔ آبادی کے یہی ڈھائی فیصد یہودی امریکی ذرائع ابلاغ جیسے پریس TV ریڈیو سبھی پر حاوی ہیں۔ اور اسرائیلی مفاد کے نظریہ سے پروپگنڈہ کرتے رہتے ہیں جس سے عوام کی رائے بنتی ہے ہم مسلمان اپنا انگریزی اخبار رکھتے نہیں اردو اخبار خریدنا کسرِ شان سمجھتے ہیں جاگر اور آج پڑھتے ہیں جس میں ہمارے متعلق زہر ہی زہر ہوتا ہے مثلاً مسلم یونیورسٹی میں ڈاکٹر نے ہندو مریضوں کو مار ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ علی گڑھ سول لائنس میں جہاں فساد کبھی نہیں تھا زبردست فساد ہو گیا۔ آج تک حکومت اور پریس کونسل نے کچھ نہیں کیا۔ اور اب ہمارے ہی نونہال ایسے جھوٹے زہریلے اخبار پڑھ کر یہ تاثر لے رہے ہیں کہ مسلمان وا مظلوم نہیں ظالم ہیں اور فساد کی جڑ ہیں اگر ہندوستانی مسلمانوں کی ایک چوتھائی آبادی آمدنی کا دس پیسہ روز نکالنے لگے تو ہمارا ایک شاندار اخبار کسی بھی زبان میں نکل سکتا ہے آج کی دنیا پروپگنڈہ کی ہے پریس والے ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا دیتے ہیں۔

امریکہ میں صدر کا انتخاب براہ راست نہیں۔ بلکہ غیر واسطہ طور پر ہوتا ہے پچاس ریاستیں ہیں اور ایک مرکزی اکائی کانگریس میں ریاست کے ممبروں یعنی عوامی نمائندوں کی تعداد پر ووٹ کی تعداد مقرر ہوتی ہے پہلے ہر ریاست میں عوام کے دونوں سے امیدوار کیلئے رائے عامہ معلوم کی جاتی ہے اور اسی امیدوار کو اس پارٹی کے کانگریس میں ممبر صدر کیلئے تھوک میں ووٹ دیتے ہیں یعنی جتنی بڑی ریاست اور اس کے نمائندوں کی تعداد اتنے ہی زیادہ صدر کیلئے ووٹ۔ کانگریس کے دونوں حصوں سینیٹ اور ہاؤس آف ری پرزنٹ تے ٹو Representative کے کل ۵۳۸ میں سے ۲۷۰ ممبر کسی کو بھی صدر بنا سکتے ہیں۔ اس طرح اگر چند بڑی ریاستوں پر اثر بنا لیا جائے تو صدر اپنا آدمی ہو سکتا ہے امریکی یہودی یہی کرتے ہیں ۱۹۷۶ء کے الکشن میں جمی کارٹر اور جیری فورڈ امیدوار تھے یہودیوں نے چار ریاستوں میں اپنی چال چلی اور اثر بنا لیا جمی کارٹر جیت گئے اسی فیصد یہودی عموماً ڈیماکریٹک پارٹی کو ووٹ دیتے ہیں اسی پارٹی کا ۶۰ فیصد خرچ یہودی پورا کرتے ہیں اور اہم عہدوں پر قائم ہیں امریکی مجلس کے نمائندگان (HOR) کے ساتھ اور سینیٹ کے ستر فیصد ممبران کسی نہ کسی طرح انہیں ڈھائی فیصد آبادی رکھنے والے یہودیوں کے زور و کرم پر الکشن جیتے ہیں یہودیوں کی آبادی امریکہ کی ۲/۵۰ ریاستوں میں ہے اور انہیں کے بلاک ووٹوں سے وہ صدر بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ۱۹۷۶ء میں صدارتی انتخاب جیتے ہوئے جمی کارٹر ۱۹۸۰ء میں اسلئے ہار گئے کہ ۱۹۷۶ میں جو ۵۵٪ ووٹ انہیں نیویارک اور کیلی فورنیا میں ملے تھے وہ ۱۹۸۰ء میں نہیں ملے کیونکہ اب یہودیوں کا نظریہ ہو گیا تھا کہ جمی ہمارا آدمی نہیں ہے وہ اس طرح کہ ....

مارچ ۱۹۸۰ء میں جبکہ نیویارک میں رائے عامہ لی جا رہی تھی تب ایڈور کینڈی جمی کارٹر سے اسی پوائنٹ پیچھے تھے اسی درمیان سیکوریٹی کونسل میں اسرائیل کی مغربی پٹی پر یہودی آبادکاری کی بات پیدا ہو گئی یہودی اس سے خوش نہیں ہوئے بلکہ مدعی کو یہودی رائے کینڈی کی طرف ہو گئی اور جمی کارٹر ۱۱-۵۹ کے تناسب سے ہار گئے۔

تو یہ ہے الکشن میں اپنے ووٹ کے استعمال کا طریقہ جو یہودی علم کے ذریعہ سماج و ملک میں خود کو اہل ثابت کرتا ہے اور ہر فرد پورے عالم میں یہودی مفاد کیلئے متحد بنا ہے جس کی وجہ سے آج

بقیہ صفحہ

شاہ فہد بن عبدالعزیز کا خطاب

خادم حرمین شریفین نے زور دے کر کہا کہ دنیا بھر کے مسلمان بھائیوں کی تائید و حمایت اور امداد و تعاون کرنا سعودی عرب کی اسلامی ذمہ داری کا ایک حصہ ہے حرمین شریفین کی خدمت کا شرف رکھنے والے ایک ملک کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی خبرگیری کریں اور ان کے معاملات میں مداخلت کے بغیر جہاں تک ہو سکے امن و استحکام اور خوشحالی کی فراہمی میں ان کی غیر مشروط مدد کریں۔

شاہ فہد نے وسط ایشیا کی حال میں آزاد ہونے والی اسلامی جمہوریاؤں کی امداد کرنے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جمہوریائیں ستر سال سے زیادہ عرصہ تک کمیونزم کے ظلم و استبداد کا شکار رہنے کے باوجود اب بھی اپنے اسلامی عقائد پر قائم ہیں کمیونسٹ سامراج سے آزادی حاصل کرنے کے بعد سخت ضرورت ہے کہ انکی مدد کیجائے تاکہ وہ ماضی کے زنگ کو صاف کر کے مستقبل کے تقاضوں کا سامنا کر سکیں۔

انہوں نے کہا کہ سعودی عرب نے ان اسلامی جمہوریاؤں کے تعاون کیلئے ایک منظم منصوبہ تیار کیا ہے جس میں سر فہرست یہ ہے کہ وہاں عربی زبان کی تعلیم کیلئے سعودی اساتذہ بھیجے جائیں تاکہ وہاں کے مسلمان قرآن کی زبان میں دین کے اصول و عقائد کو سمجھ سکیں۔ شاہ فہد نے کہا کہ غیر ملکی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کرنے میں بعض خطرات اور اندیشے ہیں کیونکہ کوئی بھی زبان اس زبان کے معیار کو نہیں پہنچ سکتی جس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے انہوں نے کہا کہ سعودی عرب نے غیر عربی داں لوگوں کیلئے قرآن کے جو تراجم تقسیم کئے ہیں وہ عربی زبان سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے سے قبل کے مرحلہ کیلئے ہے۔

خادم حرمین شریفین نے بتایا کہ نو آزاد اسلامی جمہوریاؤں کی مدد کیلئے متعدد ایسے منصوبے زیر غور ہیں جو ان کے لئے ترقی کی راہیں کھولنے اور موجودہ اقتصادی بحران سے نکلنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

گذشتہ دنوں متعدد نو آزاد جمہوریاؤں کے سربراہوں کے دورۂ سعودی عرب کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ جمہوریائیں سعودی عرب کو احترام و اعتبار کی نظر سے دیکھتی ہیں کیونکہ سعودی عرب ایک ایسا ملک ہے جو اپنے تمام معاملات میں اسلامی طریقہ کار نافذ کرتا ہے اور دوسروں کے معاملات میں کبھی مداخلت نہیں کرتا انہوں نے کہا کہ یہ جمہوریائیں سعودی عرب پر اعتماد کرتی ہیں اور اسکے ساتھ معاملہ اور لین دین

الرشاد کی ڈاک

محترمی و مکرمی جناب مولانا مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ بصحت و عافیت ہوں

تقریباً ایک ماہ قبل میں نے بقیہ کتابوں پر تبصرہ لکھ کر ارسال کر دیا تھا صرف مولانا شہاب الدین ندوی کی "قرآن حکیم اور علم نباتات" رہ گئی تھی۔ اس پر تبصرہ اس خط کے ہمراہ بھیج رہا ہوں۔

آپ کا خط موصول ہوا تھا جس کے مطابق میں نے انتظار کیا تھا کہ آپ دہلی سے اطلاع بھجوائیں گے مگر غالباً آپ کا دہلی کا سفر نہیں ہو سکا۔

فقہی سمینار کی تاریخیں جوں جوں قریب آتی جا رہی ہیں آپ کی مصروفیات بڑھتی جا رہی ہوں گی۔ اس میں شرکت کا دعوت نامہ ابھی کل ہی موصول ہوا ہے۔ آپ کے حسب حکم میں ان شاء اللہ وقت نکال کر ضرور شریک ہونگا۔ اور شرکت کا مقصد استفادہ سے زیادہ وہاں کے انتظامات میں آپ کا تعاون کرنا اور ہاتھ بٹانا ہے۔ تاکہ شرکاء کے سامنے حسن انتظام کا مظاہرہ ہو سکے۔ آپ فرمائیں تو میں دو روز قبل ہی آجاؤں یا ضرورت ہو تو اور پہلے۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔ علیگڑھ میں کمپیوٹر سسٹم ابھی نہیں شروع ہوا ہے اس لئے واپسی کا ریزرویشن یہاں سے نہیں ہو سکتا۔ اسلئے واپسی کا ریزرویشن بنارس یا شاہ گنج سے میرا بھی کروا دیں تو مہربانی ہوگی۔

علمی نمائش کے سلسلہ میں کچھ پوسٹرس کا میٹر میرے پاس آ رہا ہے۔ تیار کر کے ان شاء اللہ جلد ہی روانہ کروں گا۔

بقیہ سب خیریت ہے دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

والسلام آپ کا شاگرد محمد رضی الاسلام ندوی

باقی

تعارف وتبصرہ

محمد رضی الاسلام ندوی

نئی کتابیں

قرآن حکیم اور علم نباتات

مصنف: مولانا شہاب الدین ندوی

ناشر: فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ ۱۶۵۔ داسرہلی۔ بنگلور۔ ۵۷

طبع اول: ۱۹۹۰ء طباعت آفسیٹ صفحات ۴۴۲ قیمت مجلد سو روپے

قرآن حکیم اور علم نباتات کے موضوع پر مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی ایک تازہ ترین اور معرکۃ الآراء تصنیف منظر عام پر آئی ہے۔ مولانا جدید سائنس کی روشنی میں اسلام کے بنیادی عقائد کا علمی ثبوت پیش کر کے "جدید علم کلام" پر مبنی لٹریچر مرتب کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں جس کے ذریعہ عالم انسانی پر اتمام حجت ہو سکے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے کئی سیریز شروع کر رکھی ہیں۔ قرآن اور سائنس کے موضوع پر ان کی تصانیف میں تخلیق آدم اور نظریۂ ارتقاء، جدید علم کلام قرآن اور سائنس کی روشنی میں۔ اسلام اور جدید سائنس اور قرآن سائنس اور مسلمان خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب مصنف کے بقول ان کے پچیس تیس سالہ مطالعہ اور غور وفکر کا نتیجہ ہے۔ سب سے پہلے یہ آج سے بیس سال قبل ایک مبسوط مقالہ کی شکل میں ماہنامہ برہان دہلی میں "کلوروفل اور قرآن" کے عنوان سے کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں متعدد ترمیمات و اضافات سے گذرنے کے بعد وہی مقالہ اب موجودہ ضخیم کتاب کی صورت میں شائع ہوا ہے۔

مصنف نے مقدمہ میں کتاب کی قدر وقیمت اور اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "پیش نظر کتاب میں اس قسم کے (یعنی عقائد اسلام کو ثابت کرنے والے) سائنسی حقائق و شواہد تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں پیش کئے گئے ہیں اور فلسفۂ جدیدہ کے مطالبہ کے مطابق اسلام کے بعض بنیادی عقائد کی تشریح کر کے "ایجابی" نقطۂ نظر سے توحید

رسالت اور یوم آخرت کا سائنٹفک ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ پوری بحث جدید علم کلام کا ایک نمونہ قرار دی جا سکتی ہے۔ اور اس سلسلہ میں صرف دنیائے نباتات سے تعرض کرتے ہوئے بالخصوص ایک جدید ترین سائنسی انکشاف سبزینہ (کلوروفل دنیائے نباتات میں پایا جانے والا سبز مادہ جس کی بدولت نباتات ہرے ہرے نظر آتے ہیں) کو بنیاد بنا کر گفتگو کی گئی ہے۔ جو اس کتاب کا مرکزی موضوع ہے۔ اور دیگر تمام مباحث ضمناً ہیں، مولانا مزید لکھتے ہیں: "کہنے کو تو یہ قرآن اور علم نباتات کے بعض مباحث پر مشتمل ہے مگر کلامی نقطۂ نظر سے اس میں اتنی بحثیں پیدا کی گئی ہیں یا سمو دی گئی ہیں جو اصولی طور پر کسی دوسری کتاب میں شاید ہی مل سکیں" (ص۱۶-۱۷)

درج بالا اقتباس ہی سے کتاب کے مضامین و مندرجات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مصنف نے قرآن کی روشنی میں سائنس کے حدود و ضوابط متعین کر کے جدید علم کلام کا ایک خاکہ مرتب کیا ہے۔ دوسرے باب میں علم نباتات میں مسلم سائنس دانوں کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے نباتات کے بارے میں قرآنی بیانات بھی نقل کئے ہیں تیسرے اور چوتھے ابواب میں انہوں نے قرآن میں کلوروفل کے ذکر کے ثبوت پر بحث کی ہے۔ پانچویں اور چھٹے ابواب میں سائنس کی روشنی میں وجود باری تعالیٰ اور حیات ثانی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ آخر میں فہرست مراجع فرہنگ اصطلاحات اور مضامین و مندرجات کا مفصل اشاریہ بھی دے دیا ہے جس سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

مصنف کا اصرار ہے کہ سورہ انعام آیت ۹۹ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا میں خضر سے مراد کلوروفل ہے۔ اور قرآن کا اعجاز ہے جس کا انکشاف صدیوں بعد ہو سکا ہے۔ اور یہ کہ خضر سے کلوروفل مراد لیکر ہی آیت کی بصیرت افروز تاویل ممکن ہے۔ تبصرہ نگار "اصرار" کا لفظ اس لئے استعمال کر رہا ہے کیونکہ مصنف نے بار بار کلوروفل کو "اصل حقیقت" قرار دیا ہے اور مفسرین و مترجمین پر اس اصل حقیقت کے منکشف نہ ہو سکنے کا تذکرہ کیا ہے (دیکھئے کتاب کے ص ۳۰، ص ۳۳، ۱۸

دیگر مقامات اتبصرہ نگار کا احساس ہے کہ سائنسی معلومات کی روشنی میں آیات کی تفسیر و تاویل میں جتنی احتیاط مطلوب ہے وہ ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔ مصنف نے "خضرا" کا ترجمہ "کلوروفل" یہ مانتے ہوئے کیا ہے کہ "حب" (غلہ) کلوروفل سے بنتا ہے، لیکن اگر جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس عمل میں صرف کلوروفل ہی نہیں بلکہ دیگر عوامل بھی شامل ہوتے ہیں تو بحث کی پوری عظیم الشان عمارت ہی ڈھ جائے گی۔

ص۹۱ پر البیرونی کی تصنیف کا نام الصیدلۃ فی الطب درج ہے جبکہ صحیح نام الصیدنۃ (ن کے ساتھ) فی الطب ہے۔

مولانا موصوف اسلامی عقائد و ایمانیات کو سائنس کی روشنی میں ثابت کرنے کی جو کوشش کر رہے ہیں وہ قابل قدر اور لائق تحسین ہے۔ اس سلسلہ میں انکی زیر تبصرہ تصنیف اور دیگر کتابیں اہمیت کی حامل ہیں جن کی پذیرائی کی جانی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت لے (آمین)

(محمد رضی الاسلام ندوی)

بقیہ ص۷ کا

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے خیریت سے ہوں۔

منسلکہ مضمون ارسال خدمت ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو الرشاد میں شریک اشاعت فرمائیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اسے مفید بنائے۔

ایک درخواست یہ بھی ہے کہ اسلام کی رہنمائی کے ذیلی عنوان کے تحت جن احادیث رسولؐ کے مفاہیم شامل ہیں ان کی صحت پر عالمانہ نظر ڈالکر مدیرانہ حقوق اختیار کر سکتے ہیں۔ آپ کے خدمات دیکھ کر تقویت قلب کا ساماں مہیا ہوتا ہے۔ اور کچھ کوشش و جدوجہد کرنے کا داعیہ بھی زندہ رہتا ہے۔ امید ہے دعاؤں میں شامل رکھیں گے۔

متعلقین و احباب کو سلام عرض ہے۔

والسلام دعاؤں کا طالب حکیم ایم اجمل فاروقی

خواجہ میر دردؔ کی ایک عارفانہ

غزل

تہمتِ چند اپنے ذمے دھر چلے — جس لئے آئے تھے، سو ہم کر چلے،

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے! — ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

دوستو! دیکھا تماشایاں کا سب — تم رہو خوش، ہم تو اپنے گھر چلے

شمع کے مانند، ہم اس بزم میں — چشم تر آئے تھے، دامن تر چلے

ڈھونڈھتے ہیں آپ سے اسکو پرے — شیخ صاحب چھوڑ گھر، باہر چلے

ہم جہاں میں آئے تھے تنہا ولے — ساتھ اپنے اب اسے لے کر چلے

ساقیا! یاں لگ رہا ہے چل چلاو — جب تلک بس چل سکے، ساغر چلے

دردؔ! کچھ معلوم ہے، یہ لوگ سب — کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

ابوالعلاء معرّی

از علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

سنتے ہیں کبھی گوشت نہ کھاتا تھا معرّی — پھل پھول پہ کرتا تھا ہمیشہ گزر اوقات

ایک دوست نے بھونا ہوا تیتر اسے بھیجا — شاید کہ وہ شاطر اسی ترکیب سے ہو مات

یہ خوانِ تر و تازہ معرّی نے جو دیکھا — کہنے لگا وہ صاحب غفران و لزوماتؔ

اے مرغکِ بیچارہ ذرا یہ تو بتا تو — تیرا وہ گنہ کیا تھا یہ جسکی ہے مکافات

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو — دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے — ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

۱؎ غفران و لزومات اس کی دو کتابیں ہیں۔

محترم مرتب "الرشاد" مدظلہ کی وہ قابل قدر علمی و دینی تصانیف

جو ادارۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد سے یا دوسرے مکتبوں سے شائع ہوئی ہیں

۱- اسلامی فقہ اول دوم

محترم مولانا مجیب اللہ ندوی کی تصنیف کردہ اسلامی فقہ کو بحمد اللہ ملک میں جو قبول عام حاصل ہے اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب تک اس کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مصنف موصوف نے اس میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے خاص طور پر معاشرتی و معاملاتی مسائل والے حصہ میں سیکڑوں جدید مسائل مثلاً خون چڑھانا، پوسٹ مارٹم، نسبندی اور نلکی زادہ انسانی اعضا کی پیوندکاری وغیرہ کے احکام کا اضافہ کر دیا گیا ہے گویا شریعت اسلامی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر اس کتاب میں روشنی نہ پڑ گئی ہو یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا اسلامی فقہ کے موضوع پر اردو زبان میں اس سے زیادہ مفصل کوئی کتاب موجود نہیں ہے تمام اہم مسائل میں ائمہ اربعہ کے مسلک کا متن یا حاشیہ میں ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ شریعت اسلامی کی وسعت کا پورا اندازہ ہو سکے اب اس کی ضخامت صفحات سے زیادہ ہو گئی ہے اس لئے دو حصوں میں کر دی گئی ہے یہ کتاب نہ صرف عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مفید ہے بلکہ عربی مدارس کے طلبہ و اساتذہ کے لئے بھی ایک نادر تحفہ ہے یہ کتاب ہر گھر ہر لائبریری اور ہر مدرسہ میں رکھے جانے کے قابل ہے۔

قیمت حصہ اول ۲۵ حصہ دوم [illegible]

اسلامی فقہ کا سرقہ

اسلامی فقہ پہلے مکتبہ الحسنات سے شائع ہوئی تھی اسکے موجودہ مالک نسیم صاحب کی بدمعاملگی کی وجہ سے انہیں شائع کرنے سے روک دیا گیا، اس انتقام میں انھوں نے اصل کتاب میں تھوڑی سی عبارت کی تبدیلی کر کے اسے ایک غیر معروف آدمی کے نام سے شائع کر دیا مگر ان شاء اللہ وہ اصل اسلامی فقہ کی جگہ نہ لے سکے گی لیکن یہ افسوس ضرور ہے کہ اقامت دین کے حامی لوگ اس کی تائید کر رہے ہیں اور اپنے مکتبوں [illegible] رہے ہیں۔

۳۔ قرآن پاک کی تعلیم اور اسکی عظمت

اس میں قرآن پاک کی تعلیم اور اس کی عظمت کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ساری مثالیں قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبوی سے دی گئی ہیں جس سے تلاوت قرآن اور اس کے سمجھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ قیمت ۵

۴۔ اہل دل کی باتیں

یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کے پڑھنے سے ایمان میں تازگی، آخرت کی یاد اور عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس کا نیا ایڈیشن کچھ اضافہ کے ساتھ چھپ گیا ہے۔ قیمت ۲/۵

۵۔ خطبۂ نکاح

جو خطبہ نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے وہ ایک زبردست معاشرتی ہدایت ہے مصنف نے اسکی بڑی موثر تشریح کی ہے یہ ہر نکاح کے وقت تقسیم کرنے کے قابل ہے قیمت ۳/ہے

۶۔ مسئلہ کفارت

شادی بیاہ میں برابری کا خیال کرنا صحیح ہے مگر یہ برابری دین و تقوی میں ہونی چاہئے مسلمانوں میں جو پیشہ کے اعتبار سے مستقل طور پر برادریاں قائم ہوگئی ہیں ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ ہندو تہذیب کے اثر سے ہے اس مسئلہ پر مصنف نے سیر حاصل بحث کی ہے قیمت ۵/ہے

۷۔ جہیز کی شرعی حیثیت

اس وقت شادی بیاہ میں جہیز کے مطالبہ نے ایک فتنہ کی صورت اختیار کرلی ہے جس سے لڑکیوں کی شادی عام آدمی کیلئے ایک مصیبت بن گئی ہے اس پر ایک عالم نے بہت تحقیقی بحث کی ہے جس پر مولانا ندوی کے قلم سے ایک دیباچہ بھی ہے۔ قیمت ۶/ہے

یہ تینوں کتابیں اصلاح معاشرہ کے لئے بہترین تحفہ ہیں۔

۸۔ دینی مدارس اور انکی ذمہ داریاں

اس میں دینی مدارس کی ذمہ داریاں کو بڑے پر اثر اور موثر انداز میں

بیان کیا گیا ہے اس کے بعض مضامین کو شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے کئی سو کے مجمع میں پڑھ کر سنوایا اور فرمایا کہ اس کو ہر استاذ اور طالب علم کو پڑھنا چاہیے۔

۹:- عبادت و خدمت قیمت صرف مہنلے روپئے

اس میں خدمتِ خلق پر اس نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے کہ خدمتِ خلق بھی عبادت ہے اس کا انگریزی اور عربی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

۱۰:- سرمد اور ان کی رباعیاں قیمت مشے/ روپئے

اس میں سرمد کے حالاتِ زندگی اور ان کی رباعی گوئی اور ان کے قتل کے اسباب پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں ان کی رباعیاں ترجمہ کے ساتھ شامل کر دی گئی ہیں اس سے پہلے کسی نے اتنی تفصیل سے اس موضوع پر کوئی چیز نہیں لکھی ہے یہ کتاب اردو اکیڈمی یوپی کی مدد سے شائع ہو گئی ہے۔

۱۱:- خواجہ میر درد اور انکی شاعری

عام طور پر خواجہ میر درد کو ایک شاعر سمجھا جاتا ہے لیکن شاعری میں ایک بلند مقام رکھتے ہوئے یہ انکی ثانوی حیثیت ہے وہ ایک زبردست عالم اور صاحب سلسلہ شیخ اور صاحب دل بزرگ تھے مصنف نے ان کی کتابوں کی روشنی میں ان کی زندگی اور شاعری کی والہانہ انداز میں تفصیل کی ہے۔ کتاب زیر ترتیب ہے اس کا کچھ حصہ الرشاد میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۲:- ریاض الحدیث

یہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر مجموعہ ہے جسمیں ایمان و عقیدہ اور عبادات سے زیادہ معاملات معاشرت اور اخلاق سے متعلق حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں اور محترم مرتب مدظلہ نے حدیث کی مختصر مگر جامع اور دل نشین تشریح کر دی ہے۔ جس سے اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ مشغول سے مشغول آدمی بھی اس سے سفر و حضر ہر جگہ فائدہ اٹھا سکتا ہے

۱۳:- وقت ایک دولت ہے قیمت بیس/ روپئے

وقت اللہ کی عطا کی ہوئی کتنی قیمتی نعمت ہے اسکی

اہمیت کو اس میں بڑے موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے یہ بضاعت کہتر اور بقیمت بہتر کا مصداق ہے اسے ہر مسلمان کو نہ صرف پڑھنا چاہیئے بلکہ ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔

قیمت ۱۵۰ روپئے

۱۴:- اسلامی قانون اجرت

اس کتاب میں مزدوروں کے مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے اس کا ملیالم میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے اس کا پہلا ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا ہے اب یہ کتاب تاج کمپنی دہلی بھی شائع ہو گئی ہے۔

۱۵:- تبع تابعین

اس کتاب میں انتیس (۲۹) اکابر تبع تابعین کا برامت کے علم و فضل کا مفصل ذکر ہے جس میں امام ابو یوسف، امام محمد اور عبداللہ بن مبارک، امام ظفر، فضیل بن عیاض، سفیان ثوری وغیرہ جیسے اکابر امت شامل ہیں

قیمت ۵۵/ روپئے

۱۶:- اہل کتاب صحابہ و تابعین

اس کتاب میں ان ترانوے صحابہ صحابیات اور تابعین کا ذکر ہے جو اسلام سے پہلے یہودی یا نصرانی تھے اور پھر مسلمان ہوئے دنیا کی کسی زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں۔

قیمت ۲۵/ روپئے

۱۶:- اجتہاد اور تبدیلیٔ احکام

اس کتاب میں ان نئے مجتہدین کا مدلل اور مفصل جواب دیا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن و سنت کے صریح احکام کو بھی اجتہاد کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے۔

قیمت ۴۰/ روپئے

۱۸:- فتاویٰ عالمگیری اور اسکے مولفین

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے فتاویٰ عالمگیری کو علماء کی ایک پوری جماعت نے مرتب کیا تھا مگر اب تک اس کے مصنفین کے نام سے لوگ ناواقف تھے مصنف نے بڑی تلاش و جستجو سے ان کے حالات جمع کر دیئے ہیں اور اس میں فقہ کی جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اسکی تفصیل بھی کر دی ہے۔ قیمت ۳۵

۱۹:- اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات اسلام نے بین الاقوامی تعلقات کے سلسلہ میں جو اصول دیئے ہیں ان بیان میں مفصل بحث کی گئی ہے یہ مقالہ تھا جو ۱۹۵۸ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں پڑھا گیا تھا اب اضافہ کر کے اسے کتابی شکل دے دی گئی ہے یہ تینوں کتابیں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور سے شائع ہوئی ہیں ہندوستان میں بھی اس کے چھاپنے کی کوشش کیجا رہی ہے۔ قیمت ۱۵/۰۰

۲۰: فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل ان میں ان بنیادی اصولوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ جن کی بنیاد نئے پیش آمدہ مسائل میں ایک مفتی غور کر کے انکے جوابات دے سکتا ہے یہ کتاب مکتبہ جامعہ نئی دلی سے شائع ہوئی تھی اب دوبارہ یہ کتاب دارالتالیف والترجمہ سے شائع ہوئی ہے۔

اسلامی تعلیم حصہ اول، دوم، سوم، چہارم اس میں اسلامی مسائل کو بڑے سلیس اور دلچسپ انداز میں بچوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے یہ سیکڑوں مکاتب اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے پورے سیٹ کی قیمت ۲۰ روپئے ہے

۲۱ :- ان کتابوں کے علاوہ ابھی مصنف مدظلہ کے درجنوں مضامین الرشاد کے قیمتی اداریئے ہیں جنکو کتابی شکل دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مثلاً خدمت حدیث میں عورتوں کا حصہ، قرآن پاک میں رجم، نماز اور خشوع، تواضع و خاکساری، مسلمان بادشاہوں کی تصانیف ذرائع آمدنی اور تقسیم ملکیت کا مسئلہ وغیرہ،

مکتبۃ الرشاد دارالتالیف والترجمہ کے علاوہ دوسرے مکتبوں سے شائع شدہ اردو عربی کتابیں بھی کثیر سے مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔

پتہ:- مہتمم مکتبۃ الرشاد۔ رشاد نگر۔ اعظم گڑھ

ماہنامہ

DEC.
1992

الرشاد

جامعة

مرتبہ

مجیب اللہ ندوی

تالیف و الترجمہ جامعۃ الرشاد - اعظم گڈھ یوپی

جامعۃ الرشاد ایک نظر میں

جامعۃ الرشاد محض ایک عربی درسگاہ نہیں بلکہ یہ وسیع المقاصد ادارہ ہے یہاں دینی علوم کی معیاری تعلیم کے ساتھ بقدر ضرورت جدید علوم کی بھی تعلیم دیجاتی ہے یہاں سے فارغ طلبہ ایک طرف علوم دینیہ میں مہارت رکھتے ہیں تو دوسری طرف جدید علوم سے بھی بے بہرہ نہیں رہتے گویا یہ ادارہ قدیم و جدید کا بہترین سنگم ہے اعلیٰ دینی تعلیم کیساتھ یہ ادارہ بہت سے ملی کاموں کا مرکز بھی ہے نہ صرف ضلع بلکہ مشرقی اضلاع میں اسوقت جتنے ملی کام ہو رہے ہیں ان کا مرکز یہی ہے -

تعلیم و تربیت

(۱) صرف و نحو اور عربی ادب و انشاء پر شروع سے زور دیا جاتا ہے تاکہ طلباء کو عربی تقریر و تحریر پر پوری قدرت ہو جائے -(۲) فقہ، اصول فقہ، حدیث اور اصول حدیث اور ترجمہ قرآن پاک اور تفسیر کی معیاری تعلیم تیسرے درجہ آخر تک جاری رہتی ہے یونانی فلسفہ و منطق بھی بقدر ضرورت پڑھائی جاتی ہے (۳) قرآن پاک سے زیادہ سے زیادہ لگاؤ پیدا کرنے کے لئے عربی درجات کے پہلے ابتدائی تین سالوں میں ہر طالب علم کو سورہ حجرات سے ختم قرآن تک مع تجوید حفظ کرنا ضروری ہے (۴) جامعۃ الرشاد کا نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم و تربیت اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے پورے ملک میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک ہے تفصیل کیلئے "مقاصد اور خصوصیات" اور "نصاب تعلیم اور جامعۃ الرشاد اکابر کی نظروں میں" والے کتابچوں کا مطالعہ کریں - (۵) معیاری تعلیم کیساتھ بچوں میں زیادہ سے زیادہ علم دین کا ذوق، عمل کا جذبہ، اسلامی اخلاق و کردار کی خوبی، ایمان و یقین کی کیفیت، اور دعوت دین اور اتباع سنت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تاکہ انکا علم خود انکے لئے بھی مفید ثابت ہو اور دوسروں کے لئے بھی ان کے مزاج میں زیادہ سے زیادہ سادگی خاکساری محنت و قناعت پسندی اور جذبۂ خدمت پیدا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تاکہ وہ اپنے اخلاق و کردار کی خوبی اور محنت و خدمت سے بندگان خدا کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کر سکیں -

سالانہ چندہ غیر ممالک سے پندرہ ڈالر امریکی 15/- ی	جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ کا ترجمان ماہنامہ جامعۃ # الرشاد	سالانہ چندہ ہندوستان سے 5/- خصوصی معاون 10/- قیمت فی پرچہ 5/-

شمارہ ۱۲ / ۵۱	جمادی الآخر ۱۴۱۳ھ	دسمبر ۱۹۹۲ء	جلد نمبر ۲۲

فہرست مضامین

مجیب اللہ ندوی پرنٹر پبلشر ایڈیٹر نے نظامی آفسیٹ پریس مئو سے چھپوا کر دفتر جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ سے شائع کیا

نفاذ شریعت
کی
دنیوی و مادی برکات

مولانا مفتی [illegible] صاحب
[illegible]

قسط ـــــــــ سوم

شریعت کے اساسی ارکان اور انکی دنیاوی برکات

اسلام کے اساسی اور بنیادی ارکان پانچ ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان۔

ترجمہ:۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا۔ (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۴) حج بیت اللہ کرنا۔ (۵) ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

ایمان باللہ کی برکت

شریعت کی پہلی بنیاد ایمان ہے۔ جب انسان ایمان لے آتا ہے اس کو دنیا و آخرت دونوں میں امن و امان حاصل ہوجاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

۱۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذالک عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام۔

ترجمہ! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لوگوں کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں پس جب وہ یہ کام کرلیں تو وہ مجھ سے اپنی جان و مال کو محفوظ کرلیں گے مگر حق اسلام کے ساتھ۔

۲- عن انس رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلّٰی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ رواہ البخاری ؎

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارے ذبیحہ کو کھائے وہ مسلمان ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے عہد وامان میں ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے عہد وامان میں ہے اس شخص سے عہد شکنی نہ کرو۔

یعنی ایمان چونکہ اندرونی کیفیت اور قلبی صفت ہے جس کا تعلق باطن سے ہے تو ہمیں بتایا گیا کہ اگر وہ لوگ زبانی اقرار کے بعد معاشرتی لحاظ سے ہمارے اتنے قریب آجائیں کہ وہ ہماری شریعت پر عامل نظر آئیں

—— تو یہ اس بات کی مکمل دلیل ہے کہ وہ پوری طرح اسلام میں داخل ہو گئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کے عہد و اقرار میں آچکے ہیں کہ ان کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اس لیئے ان کے ساتھ کسی قسم کی بدمعاملگی یا برا سلوک نہ کریں اور نہ ان کو ستائیں نہ کوئی ایسا معاملہ کریں جس سے ان میں کسی قسم کی بدمعاملگی یا خوف و ہراس یا دل شکستگی پیدا ہو۔

نظامِ صلوٰۃ

شریعت کا دوسرا بنیادی رکن نماز ہے: نماز کیا ہے؟ مخلوق کا اپنے دل، زبان اور ہاتھ پاؤں سے اپنے خالق کے سامنے بندگی اور عبودیت

؎ روح الاسلام ص ۳۴۲ مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۲

کا اظہار اس رحمان اور رحیم کی یاد اور اس کے لئے انتہائی احسانات کا شکریہ حسن ازل کی حمد و ثنا اور اس کی یکتائی اور بڑائی کا اقرار یہ اپنے محبوب سے مہجور روح کا خطاب ہے یہ اپنے آقا کے حضور میں جسم و جان کی بندگی ہے یہ ہمارے اندرونی احساسات کا عجز و نیاز ہے یہ ہمارے دل کے ساز کا فطری ترانہ ہے یہ خالق و مخلوق کے درمیان لگن اور وابستگی کا شیرازہ ہے بے قرار روح کی تسکین مضطرب قلب کی تشفی اور مایوس کی دل کی دوا ہے یہ فطرت کی آواز یہ حساس و اثر پذیر طبیعت کی اندرونی پکار ہے یہ زندگی کا حاصل اور خلاصہ ہے۔

ترغیبی ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو توحید کے بعد سب سے پہلا حکم جو آپ کو ملا وہ نماز کا تھا۔

(۱) یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ؎۱

ترجمہ:- اے لحاف میں لپٹے ہوئے اٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔

(۲) حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى الخ ؎۲

ترجمہ:- نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر درمیانی نماز کی۔

(۳) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؎۳

ترجمہ:- اور اپنے گھر والوں پر نماز کی تاکید رکھو اور خود بھی اس پر جمے رہو۔

ترہیبی ارشاد وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؎۴

اور نماز کو قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

(۲) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ؎۵

ترجمہ:- پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں۔

(۳) اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ؎۶

ترجمہ:- جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلت کے ساتھ داخل ہونگے۔

؎۱ مدثر آیت ۱ ؎۲ بقرہ آیت: ۳۱ ؎۳ طٰہٰ: ۸ -
؎۴ روم ۴۰: ۳ - ؎۵ ماعون آیت ۴ - ؎۶ سورۃ المومن آیت ۶۰

نماز کی دنیاوی و مادی برکات

ارشاد خداوندی ہے :
وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ الخ ؎

ترجمہ :۔ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر قائم رہئے ہم آپ سے رزق کموانا نہیں چاہتے رزق تو ہم آپ کو دیں گے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

وقوله لا نسئلك رزقا يعني اذا اقمت الصلوٰة اتاك الرزق من حيث لا يحتسب كما قال تعالىٰ ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب وقال تعالىٰ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون الى قوله تعالىٰ ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين وقال الثوري اى لا نكلفك الطلب ؎

ترجمہ :۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں لا نسئلك کا مطلب ہے یعنی جب آپ نماز کو قائم کریں گے تو آپ کو ایسی جگہ سے رزق ملے گا جہاں سے آپ کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نکلنے کی راہ بنا دیتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان تک نہیں ہو۔ نیز فرمایا کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا اور آخر میں فرمایا بیشک اللہ ہی رزاق اور مضبوط قوت والا ہے اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ لا نسئلك کا مطلب ہے کہ ہم آپ کو رزق تلاش کرنے کی تکلیف نہیں دیں گے بلکہ بغیر طلب رزق ملے گا۔

(۲) عن ثابت قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا اصابه خصاصه نادى اهله يا اهلاه صلوا، صلوا، ؎

؎ طٰہٰ آیت ۱۳۲، ؎ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۷۲، ؎ ایضاً

ترجمہ: حضرت ثابت سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب فقر و فاقہ پیش آتا تو اپنے گھر والوں کو بلاتے اور فرماتے صلوا صلوا : نماز پڑھو نماز پڑھو

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ یا ابن آدم تفرغ لعبادتی املأ صدرک غنی واسد فقرک وان لم تفعل ملأت صدرک شغلا ولم اسد فقرک ؎

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے فارغ ہو جا میں تیرے سینے کو غنی سے بھر دونگا اور تیری محتاجی کو بند کر دونگا۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے دل کو مشغول کر دونگا اور تیری محتاجی کو بند نہیں کرونگا۔

نیز فرمایا: واتتہ الدنیا وھی راغمۃ یعنی دنیا اس کے پاس ذلیل ہوکر آتی ہے۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اباھریرۃ مُر اھلک بالصلوٰۃ فان اللہ یاتیک بالرزق من حیث لا یحتسب ؎

ترجمہ: نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا اے ابوہریرہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر تو اللہ تعالیٰ تجھے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہوگا۔ خلاصہ اقوال یہ ہوا کہ انسان کو دنیا میں سب سے زیادہ ضرورت روزی کی ہے تو وہ نظام صلوۃ کے قائم کرنے سے حل ہو جاتی ہے اگر ملک پاکستان میں نظام صلوۃ کو حقیقی معنوں میں قائم کر دیا جاوے تو انشاءاللہ ہمارا ملک بہت جلد خود کفیل ہو جائے گا۔

نماز کے معاشرتی تمدنی و اخلاقی فوائد

نماز تو در حقیقت روح کی غذا ایمان کا ذائقہ دل کی تسکین ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کے اجتماعی اخلاق تمدنی اور معاشرتی اصلاحات

؎ ابن کثیر ج ۳ ص ۲۰۷ تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۱۹۶، ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۷۹ ؎ غذیۃ الاسلام ص ۵۶ تالیف علیا براخی۔

کا بھی کارگر آلہ ہے اسی کا اثر ہے کہ اسلام نے ایک ایسے بدوی وحشی اور غیر متمدن ملک کو جس کو پہننے اوڑھنے کا بھی سلیقہ نہ تھا چند سال میں ادب و تہذیب کے اعلیٰ معیار پر پہونچا دیا اور اس کی مٹی کو اکسیر اور سونا بنا دیا۔ وہی سنگلاخ زمین آج سونا چاندی اگل رہی ہے۔

۲ :۔ نماز سے طہارت و پاکیزگی قائم رہتی ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۳ :۔ نماز سے پابندی وقت کی عادت پیدا ہوتی ہے اور انسان بآسانی تمام دنیاوی کاروبار کے اوقات منظم کر لیتا ہے اور تمام کاموں کو منظم طریقے سے سرانجام دے لیتا ہے اور اس طرح اس کا کاروبار ترقی کرتا ہے ورنہ انسان فطرۃً آرام پسند اور راحت طلب پیدا کیا گیا ہے۔ کما قال علیہ السلام الصلوٰۃ مکیال الخ سلہ

کہ نماز مسلمان کا پیمانہ ہے اس سے اسکی ہر چیز ناپی جا سکتی ہے۔

بقیہ نئی کتاب

پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے عملی مشاغل کو بیان کیا ہے پھر ان کے علمی کارناموں کا تعارف کرایا ہے ہر ایک کے تذکرہ میں ضمناً جن شخصیات کے نام آئے ہیں ان کا مختصر تعارف حواشی میں کرا دیا گیا ہے۔

ان شخصیات اور ان کے علمی کاموں پر اردو زبان میں اب تک کوئی لٹریچر موجود نہیں ہے اس طور پر مولف اردو خواں حلقہ کی جانب سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کام میں پہل کی۔ مولف نے یہ تذکرہ کرتے ہوئے کہ دنیا کے تقریباً ہر ملک میں "ایران شناسی" پر کام ہوا ہے اور انہوں نے صرف چار ملکوں کے نمائندہ افراد کے افکار و خیالات کا جائزہ لیا جائے یہ امید ظاہر کی ہے کہ اس سلسلہ کو آگے بڑھایا جائے (ص ۱۰) خدا کرے ان کی یہ امید پوری ہو اور دیگر ممالک میں ایران شناسی پر ہونے والے کاموں کا تعارف کرانے کیلئے کوئی صاحب علم و ذوق کمر بستہ ہو جائے۔

[illegible]

مہر کا بیان

اوپر نکاح کے وہ ارکان و شرائط بیان کئے گئے ہیں جنکا خیال کئے بغیر نکاح ہو ہی نہیں سکتا، لیکن ان کے علاوہ نکاح کے لئے بعض چیزیں اور بھی ضروری ہیں۔ جن کو قصداً چھوڑ دینا برا ہے، اور غلطی سے وہ چیزیں چھوٹ گئیں تو ان کی تلافی کرنی ضروری ہے، ان ہی میں ایک مہر بھی ہے، قرآن پاک اور حدیث میں اس کی تاکید آئی ہے۔ قرآن میں مہر کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے، اس میں صَدُقات کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ صدقات، صُدُقَۃٌ کی جمع ہے، صدقہ، صدق سے نکلا ہے اور صدق کے بہت سے معنی ہیں۔ درستگی، سچائی اور دوستی وغیرہ، گویا مہر کو صدقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ میاں بیوی کی دوستی اور ان کے تعلقات کی درستگی، اور سچائی کی علامت ہے۔ دوسرے اس لئے کہ شوہر اپنے مال کا ایک حصہ عورت کو دیتا ہے اور اسی کو صدقہ کہتے ہیں کہ اپنا مال کسی دوسرے کو خوشی سے دے دیا جائے، حدیث میں مہر اور صداق کے علاوہ اور بعض دوسرے الفاظ بھی آئے ہیں، قرآن میں ہے کہ وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مہر مقرر کرکے اپنا نکاح فرمایا ہے، اور حضرت فاطمہ کا نکاح کیا تو حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہ کا مہر دلایا۔

مہر کی تعریف

وہ رقم جو مرد کی طرف عورت کو اپنی شہوانی خواہش کی تکمیل کے لئے نکاح کے وقت ملتی ہے، یا وہ ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے اس کو شریعت میں مہر کہتے ہیں[1]۔ یہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ مہر مؤجل اور مہر معجل یعنی وہ مہر جو فوراً نکاح کے ساتھ ہی ادا کر دی جائے، وہ معجل ہے۔ معجل عجلت سے بنا ہے یعنی وہ چیز جو جلد ادا کی جائے، اور جس کو نکاح کے وقت فوراً ادا نہ کیا جائے، بلکہ اس کی ادائگی کا وعدہ کر لیا جائے، اس کو مہر مؤجل کہتے ہیں، مؤجل اجل سے بنا ہے، اجل کے لفظی معنی وقت اور مدت کے ہیں، اور مؤجل کے معنی جس کی ادائگی کیلئے کوئی وقت اور مدت مقرر کر دی گئی ہو، نکاح میں اس سے مراد ہوتی ہے جو مہر بعد میں ادا کیا جائے۔

---

[1] [illegible] ج ۳ ص [illegible] هو اسم للمال الذي يجب للمرأة في عقد النكاح في مقابلة الاستمتاع بها

مہر ایسی ضروری چیز ہے کہ اگر نکاح کے وقت غلطی سے مہر کا ذکر نہ کیا گیا تو نکاح تو ہوجائیگا' مگر شوہر کے ذمہ وہ قرض رہے گا' اور اسے عورت کو مہر مثل ادا کرنا واجب ہوگا' اسی طرح اگر اس نے عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ ہم کچھ مہر نہیں دیں گے' جب بھی اسے مباشرت کے بعد مہر مثل دینا ہوگا[1] اگر مباشرت کے بعد اس کا انتقال ہوجائے جب بھی اس کو اس کے ترکہ سے مہر مثل ملے گا۔

ہمارے معاشرہ میں عام طور پر مہر کی ادائگی ضروری نہیں سمجھا جاتا حالانکہ مہر جب ادا نہ کیا جائے وہ شوہر کے ذمہ دین یعنی قرض رہتا ہے عورت جب چاہے طلب کرسکتی ہے عام طور پر لوگ اس کو بیوی سے معاف کرانے کی فکر میں رہتے ہیں حالانکہ حدیث میں اس کی سخت مذمت آئی ہے۔ اَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً عَلٰى صَدَاقٍ وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يُعْطِيَهَا

(سنن کبریٰ ج ۷، ص ۲۴۱)

مہر حیثیت سے زیادہ نہ مقرر کرنا چاہیئے

مہر اتنا ہی مقرر کرنا چاہیئے جتنا شوہر آسانی سے ادا کرسکے' عام طور پر لوگ دو وجہ سے مہر زیادہ مقرر کرتے ہیں' ایک تو اس کو عزت و فخر کی بات سمجھتے ہیں دوسرے اسلئے کہ شوہر عورت کو حتی الامکان طلاق نہ دے سکے' حالانکہ یہ دونوں باتیں شرعی اعتبار سے بھی غلط اور عقلی اعتبار سے بھی' شرعی اعتبار سے تو اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع فرمایا ہے' آپؐ نے فرمایا۔

اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُ مَؤُنَةً (مسند احمد)

سب سے زیادہ وہ نکاح بابرکت ہے جس میں مالی تکلیف و پریشانی جتنی ہی کم ہو۔

خود آپؐ نے اپنا مہر بہت زیادہ مقرر کرنا پسند نہیں کیا' حضرت فاطمہؓ کا نکاح آپ نے اس زمانہ کے لحاظ سے بہت تھوڑے روپیوں پر کیا تھا۔

---

[1] ان تزوجها ولم يسم لها مهرا او تزوجها على ان لا مهر لها فلها مهر مثلها ان دخل بها او مات عنها۔ (ہدایہ ۲ ص ۳۰۴)

مہر فاطمی کی مقدار

حضرت فاطمہؓ کا جو مہر مقرر کیا تھا بہت سے لوگ اتباعِ سنت کے لیے وہی مقرر کرتے ہیں یہ مہر مقرر کرنا اتباعِ سنت تو ضرور ہے، لیکن محض اسی مہر کو سنت سمجھنا غلطی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزار دو ہزار پر بھی اپنا نکاح فرمایا ہے اور کم پر بھی۔ حضرت فاطمہؓ کا مہر آپ نے پانچ سو درہم مقرر فرمایا تھا اور ایک درہم ہمارے ہندوستانی وزن سے ۳/۱۰ تولے سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے مہر فاطمی کی مقدار مولانا مفتی شفیع صاحب نے مالہ ۱۳۱ تولے تین ماشے چاندی مقرر کی ہے۔ یہ حساب مفتی صاحب نے بڑی تحقیق سے لگایا ہے، اس ۱۳۱ تولے تین ماسے چاندی کی جتنی قیمت روپے یا دوسرے سکوں کے اعتبار سے ہو وہی مقرر کرنا چاہیے۔ ۱۹۸۶ء میں اس کی قیمت پانچ ہزار سے زیادہ ہو جاتی تھی۔ اور ۱۹۹۲ء میں نو ہزار سے زیادہ بنتی ہے۔

چند ضروری مسائل

۱۳۱ تولہ ۳ ماشہ (ایک کلو ۵ سو ۱۳ گرام) مہر فاطمی پر اگر نکاح کیا جائے تو اگر اسی وقت شوہر ادا کر دیتا ہے تو اس وقت کے بھاؤ سے اس کو دینا ہوگا، اگر اس وقت اس نے ادا نہ کیا تو جب وہ ادا کریگا تو اس کو اس وقت کے بھاؤ سے جتنا روپیہ ہوگا ادا کرنا ہوگا۔

(۲) مہر فاطمی پر اصرار کرنا بھی صحیح نہیں ہے، بلکہ حیثیت کے مطابق مہر مقرر کرنا چاہیے کم حیثیت ہو تو کم مقرر کرے اور زیادہ حیثیت کا ہو تو اس سے زیادہ بھی مقرر کر سکتا ہے، اگر زیادہ ہو تو اسکے ادا کرنے کی حیثیت اور نیت بھی ہونی چاہیے صرف اظہار تفاخر نہ ہو۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں عجمیوں کے اثر سے لوگ بہت زیادہ مہر مقرر کرنے لگے تھے، تو آپ نے سخت تنبیہ فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ لوگو! مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کرو، اگر یہ چیز دنیا میں باعث عزت و افتخار ہوتی یا آخرت میں اس کا کوئی ثواب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو سب سے پہلے اختیار فرماتے۔ آپ نے اپنی ازواج میں کسی کا مہر نہ تو ساڑھے بارہ اوقیہ[1] سے زیادہ مقرر

۱؎ ایک اوقیہ ہمارے وزن سے ساڑھے دس تولہ کا ہوتا ہے، اس حساب سے بارہ اوقیہ کے ایک سو چھبیس تولے چاندی ہوئی

۲؎ علامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدار سے زیادہ مہر مقرر نہیں فرماتے تھے اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے یہ بات فرمائی ہے وہ آپ کے بعض نکاح اس سے زیادہ مہر کے ہوئے ہیں جیسے ام حبیبہؓ کا نکاح۔ یہ بات صحیح ہے لیکن حبشہ میں ہوا جس کا مہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بلکہ شاہ حبشہ نجاشیؓ نے مقرر فرمایا تھا۔

کیا اور نہ اپنی صاحبزادیوں میں سے کسی کا اس سے زیادہ مہر مقرر کیا (مسلم، ترمذی)

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم سے نکاح کیا تو کچھ زیادہ مہر مقرر کیا مگر بعد میں ان کو خیال ہوا کہ زیادہ مہر مقرر کرنے پر پابندی لگادی جائے، خود فرماتے ہیں: واناارید ان انھی من کثرة الصداق فذکرت ھذہ الآیة اذا آتیتم احداھن قنطارًا فلا تاخذوا منه شیئًا[1] (آل عمران) میں نے زیادہ مہر پر پابندی کا ارادہ کرلیا تھا مگر جب یہ آیت سامنے آئی تو رک گیا اس لئے کہ اس میں قنطارًا کا لفظ آیا ہے جو کثیر رقم پر بولا جاتا ہے، قنطار سو رطل کا ہوتا ہے جس کا وزن ۱۹۸۶ء میں چاندی کے بھاؤ کے اعتبار سے تقریبًا دس ہزار روپے ہوتے ہیں۔ (المغنی ص۱۰۵)

مہر مثل

نکاح اور طلاق کے سلسلے میں بعض صورتیں ایسی پیش آتی ہیں جنمیں مہر مثل دینا پڑتا ہے، مثلاً کسی نے نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں کیا، تو مہر معاف نہیں ہوگا، بلکہ عورت کو مہر مثل ملے گا۔ مہر مثل سے مراد مہر کی وہ مقدار ہے جو عام طور پر اس کے کنبہ وخاندان میں مقرر ہوتی ہو، خاندان سے مراد ددھیال ہے، ننھیال نہیں، مثلاً اس کی پھوپھی اسکی سگی یا چچازاد بہنیں یا ددھیال کی دوسری لڑکیاں۔ اگر ماں خالہ وغیرہ باپ ہی کے خاندان کی ہوں تو انکے مہر کا بھی اعتبار کیا جائیگا، یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ خاندان کی ہر عورت کا مہر کسی عورت کیلئے مہر مثل نہیں بن سکتا، بلکہ اس عورت کا مہر اسکے لئے مہر مثل ہوگا، جو حسب ذیل صفات میں اس کی مثل ہو، مثلاً اس کی ایک بڑی بہن کا مہر ۵۰۰ روپے مقرر ہو چکا ہے اور یہ چھوٹی جیسی صورت و سیرت کی ہے یا اسی کے قریب قریب وہ بھی تھی یا اس کی کنوارے پن میں شادی ہوئی تھی تو اس کی شادی بھی کنوارے پن میں ہوئی ہو یا یہ جتنی پڑھی لکھی، دین دار سلیقہ مند ہے اتنی ہی بڑی بھی تھی۔ تو اس صورت میں جو بڑی بہن کا مہر ۵۰۰ ہے، وہی چھوٹی بہن کا مہر مثل ہوگا۔ اگر قریبی رشتہ داروں میں کوئی لڑکی ان صفات کی نہیں ہے تو دور کے رشتہ داروں میں جو لڑکی اس لڑکی کے صفات کی ہوگی اس کا مہر اس کا مہر مثل قرار پائیگا۔[2]

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت کے ٹوکنے پر آپ اس سے رک گئے۔ [2] ومہر مثلها یعتبر باخواتها وعماتها وبنات عمها ولا یعتبر بامها وخالتها اذا لم تکونا من قومها ویعتبر فی المهر ان یتساوٰی المرأتان فی السن والجمال والمال والعقل والدین والبلد والعصر۔ (قدوری ص۱۰۰)

مہر کی کم اور زیادہ مقدار

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نبوی کی روشنی میں کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم یعنی پونے تین بھر ۲/۳ چاندی (۳۰۶ گرام) مقرر کی ہے، اب اگر کوئی شخص ایک بھر یا دو بھر چاندی کی قیمت مقرر کرتا ہے تو اس کو لا محالہ پونے تین بھر چاندی کی قیمت دینا پڑیگا، یہ تو مہر کی کم سے کم مقدار تھی، اس سے کم مہر مقرر نہیں کیا جا سکتا، البتہ زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، جیسا کہ اوپر قرآن کی آیت گزر چکی ہے، مگر زیادتی میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مہر اتنا ہی مقرر کیا جائے جتنا کہ وہ اسی وقت یا مستقبل قریب میں ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، مہر عورت کا حق ہے مگر ادا شوہر کو کرنا ہے، اسلئے اس کا لحاظ بھی ضروری ہے، آگے متعدد حدیثیں نقل کیجائیں گی جن سے اندازہ ہوجائیگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مرد کی حیثیت کا لحاظ فرمایا ہے، جیسا کہ نفقہ کے سلسلہ میں لحاظ کیا گیا ہے، اگر فخر و غرور یا کسی اور غیر شرعی وجہ کی بنا پر زیادہ مہر مقرر کر دیا، اور دل میں خیال یہ رہا کہ دینا تو ہے نہیں، جتنا چاہو مقرر کردو تو یہ سخت گناہ ہے یہ عورت کا حق ہے، اور کسی کا حق مارنے کا خیال کرنا بہت بڑا ظلم اور گناہ ہے

مہر کے بعض اور ضروری مسائل

(۱) نکاح کے وقت جو مہر مقرر ہو چکا ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ، اگر مرد عورت کے ساتھ ہم بستر ہو چکا ہے، یا دونوں تنہائی میں یکجا ہو چکے ہیں تو پورا مہر دینا پڑیگا۔

(۲) اگر نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں کیا گیا، یا مرد نے یہ شرط لگادی کہ میں کچھ مہر نہ دونگا تو دونوں صورتوں میں اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے، یا مرد کا انتقال ہو گیا ہو، تو عورت مہر مثل پانے کی مستحق ہوگی، مگر عورت کا انتقال ہوجائے تو اس کے ورثاء اس کے مستحق ہونگے۔ (فتاوی ہندیہ)

(۳) اگر کوئی شخص نقد رقم کے بجائے غیر منقولہ جائداد مثلاً مکان، زمین، دوکان یا منقولہ اموال، موٹر، سائیکل، جانور کا مہر مقرر کرے تو وہ کر سکتا ہے، اس کو اب وہ غیر منقولہ جائداد یا منقولہ مال دینا ضروری ہے، لیکن اس سلسلہ میں یہ تعیین کردینی ضروری ہے کہ وہ کون سی زمین، مکان یا دوکان مہر میں دے رہا ہے۔ اگر اس نے تعیین نہیں کی بلکہ یونہی کہا کہ کوئی زمین یا دوکان یا سواری دونگا تو اس طرح سے مہر مقرر کرنا صحیح نہ ہوگا، اب اسکے بجائے مہر مثل دینا پڑیگا۔ (درالمختار)

شادی کے وقت سونے چاندی کے جو زیورات لڑکے کی طرف سے لڑکی کو دیئے جاتے ہیں اگر شوہر یا اس کے گھر والے یہ کہدیں کہ ہم نے مہر میں دیا ہے تو مہر کی قیمت کے بقدر اس سے مہر ادا ہو جائے گا اور اگر کچھ کمی رہ جائے تو وہ نقد کی صورت میں پورا کیا جا سکتا ہے مگر اس صورت میں شوہر اگر طلاق دے دے تو وہ واپس نہیں لے سکتا اگر شوہر کہے کہ میں نے مہر میں دیا ہے اور عورت کہے کہ ہدیہ ہے تو مرد کی بات مانی جائے گی (کنز الدقائق ص ۱۵۷)

جہیز میں جو زیورات اور سامان دیا گیا ہے طلاق کی صورت میں اگر دونوں خوشی سے واپس کر دیں تو کر سکتے ہیں اسمیں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے لیکن اگر اختلاف ہو جائے تو پھر جہیز میں دیئے ہوئے زیور کپڑے قیمتی برتن وغیرہ لڑکی کے حق میں بطور ہبہ اسکی ملک سمجھے جائیں گے اور وہ اسے واپس ملنا چاہئے اور جو زیور کپڑا اسے سسرال سے ملا ہے وہ بھی اس کے حق میں ہبہ سمجھا جائیگا اسیطرح لڑکے کو ہر وقت کے استعمال کی جو چیزیں اسے دی گئی ہیں مثلاً کپڑا گھڑی سائیکل وغیرہ وہ اسکے حق میں ہبہ سمجھی جائینگی وہ لڑکے کے گھر والے واپس نہیں لے سکتے البتہ جو چیز دونوں کے ہر وقت مشترک استعمال کی ہیں جیسے فرنیچر کھانے کے استعمالی برتن استعمالی کپڑے وغیرہ واپس نہ ہونا چاہئے۔

بعض حضرات اسے عاریت سمجھکر لڑکی اور لڑکے کو دیئے گئے تمام سامانوں کی واپسی کا حکم لگاتے ہیں مگر قرآن عرف کے

خدمت کو مہر مقرر کرنا

(۴) اگر کسی نے صرف خدمت یا فائدے کو مہر ٹھہرایا تو یہ مہر صحیح نہ ہوگا، مثلاً کسی نے یہ شرط لگائی کہ میں عورت کو قرآن پڑھا دونگا، حج کرا دونگا، یا تعلیم کا خرچ برداشت کروں گا، یا اس کی خدمت کے لئے ایک ملازم رکھ دونگا، تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں یہ مہر کی تعیین صحیح نہ ہوگی، بلکہ اس کو ان تمام صورتوں میں مہر مثل دینا پڑے گا۔[1]

(۵) اگر کسی مسلمان مرد نے کوئی حرام چیز مہر مقرر کی تو یہ صحیح نہیں ہے، اس کا نکاح درست ہو جائیگا، اور مہر مثل دینا ہوگا۔

---

[1] لزم مہر المثل فی الجمیع عند وطی أو موت (شرح وقایہ ج ۲ ص ۳۵) اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کا مشہور مسلک یہی ہے کہ پونے تین بھر چاندی کے سکّے سے کم مہر مقرر نہیں کی جا سکتی (ہدایہ ج ۲ ص ۳۰۲)

مگر دوسرے ائمہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک کوئی خدمت اور کام کو بھی مہر مقرر کیا جاسکتا ہے، ان حضرات کے پیش نظر قرآن پاک کی آیت اور وہ احادیث ہیں جن میں کسی خدمت یا تعلیم وغیرہ کو مہر قرار دیا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں تشریف لے گئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں اپنی ایک لڑکی کا نکاح آپ سے اس شرط پر کردینا چاہتا ہوں کہ آپ آٹھ برس تک میرے اجیر کی حیثیت سے کام کریں اور اگر دس پورا کردیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا، انہوں نے منظور کرلیا اور نکاح ہوگیا، گویا یہ آٹھ سالہ خدمت ان کا مہر مقرر ہوا، امام ابن قیم اور علامہ کاسانی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ماقبل اسلام شریعت کے کسی حکم کو جب تک صراحۃً منسوخ نہ کردیا جائے تو وہ باقی رہتا ہے احتج الائمۃ الاربعۃ بشرع من قبلنا ان صح ذالک (الطرق الحکمیہ ص۲۵۶، بدائع الصنائع ج ۵ ص۱۷۳)

اس آیت کے علاوہ متعدد احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تعلیم وخدمت کے کام کو بھی مہر مقرر کرنا جائز ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کرنے کیلئے کہا تو آپ نے فرمایا مہر میں دینے کے لئے کچھ ہے، وہ بولا کچھ نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ ھل معک من القرآن کیا کچھ قرآن پاک یاد ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں آپ نے فرمایا قد زوجتکھا بما معک من القرآن جتنا قرآن تمہیں یاد ہے، اس کی تعلیم اپنی بیوی کو دینا اسی خدمت کے صلہ میں تمہارا نکاح اس عورت سے کرتا ہوں (بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب الصداق)

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے احناف کا مشہور مسلک وہی ہے مگر متاخرین نے دس درہم سے کم اور تعلیم کتاب وغیرہ کو بھی مہر مقرر کرنے کو جائز قرار دیا ہے، مولانا عبدالحیٔ صاحب نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں دس درہم کے عقلی ونقلی دلائل پر بڑی تفصیلی گفتگو کرکے اسے مرجوح قرار دیا ہے، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ کے مصنف لکھتے ہیں۔

اما اذا تزوجها على منافع معنوية كتعليم القرآن والفقه ونحو ذالك من علوم الدين ففيه خلاف بين المذاهب لا يجوز

البتہ اگر کوئی شخص منافع معنویہ کو مہر مقرر کرکے اس پر نکاح کرے جیسے تعلیم قرآن یا فقہ اور علوم دینیہ میں سے کسی اور علم دینی کی تعلیم کو مہر مقرر کرے

ولکن متأخرین من الحنفیة قد أفتوا بجواز أخذ الأجرة علی تعلیم القرآن والعلوم الدینیه للضرورة۔ والقاعدة ان الذی تصلح علی الاجرة یصح جعله مهراً لأن الأجرة مال متقوم یقع فی مقابل المهر (ج۳ ص۱۰۱)

تو اس میں اختلاف ہے احناف کا ظاہری مذہب عدم جواز کا ہے لیکن متاخرین حنفیہ نے تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ جو کام اجرت لینے کے لائق ہے اس کو مہر مقرر کرنا بھی صحیح ہے اس لئے اجرت بھی مہر کے مقابلے میں مال متقوم ہے۔

بقیہ پانچویں فقہی سمینار کی مختصر روداد

عمرآباد، جامعہ سلفیہ بنارس، جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد، جامعہ امدادیہ مرادآباد، جامعہ دارالعلوم مئو، جامعہ مفتاح العلوم مئو، جامعہ احیاء العلوم مبارکپور، مدرسہ تاج المساجد بھوپال، جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم اورنگ آباد، دارالعلوم حیدرآباد، سبیل السلام حیدرآباد، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور دیگر عصری جامعات اور تحقیقی اداروں کے نمائندے شریک ہوئے اور زیر بحث مسائل کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے اور متفقہ فیصلہ تک پہنچنے میں بھرپور مدد کی۔

افسوس ہے کہ اطلاع اور ریزرویشن کے باوجود پاکستان کے متعدد علماء غالباً کچھ قانونی دقتوں کی بنا پر سمینار میں شریک نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ ان کو صحت وعافیت سے رکھے

زکوٰۃ کے مختلف پہلوؤں کے علاوہ اسلامک فقہ اکیڈمی کے پانچویں فقہی سمینار منعقدہ اعظم گڑھ نے ہندوستان کے موجودہ حالات فسادات کی وجہ سے مسلمانوں کی جان و مال و املاک کو لاحق خطرات پیش نظر انشورنس کے مسئلہ پر ماہرین کی اس کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں ایک اہم فیصلہ کیا جو چوتھے فقہی سمینار منعقدہ حیدرآباد میں بنائی گئی تھی۔

امین عثمانی خادم اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی

پانچویں فقہی سیمنار کی مختصر روداد

مجمع الفقہ الاسلامی (الہند) (اسلامک فقہ اکیڈمی) کا پانچواں فقہی سیمنار مورخہ ۳۰ / ۳۱ / اکتوبر ۱ / ۲ / نومبر کو جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ میں منعقد ہوا اس سے پہلے اسلامک فقہ اکیڈمی کے چار سیمنار دہلی، بنگلور، حیدرآباد میں منعقد ہو چکے ہیں۔ سابقہ سیمناروں کیطرح اس پانچویں فقہی سیمنار میں بھی ہند و بیرون ہند کے ممتاز علماء و فقہاء، ممتاز مدارس دینیہ کے اصحاب افتاء اور مختلف مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و تحقیق عصری علوم کے ممتاز ماہرین نے شرکت کی۔ چار دنوں تک یہ فقہی سیمنار بڑے خوشگوار علمی اور روحانی ماحول میں جاری رہا۔ بحمد اللہ یہ سیمنار حسن انتظام کے لحاظ سے بھی ممتاز تھا جس میں جامعۃ الرشاد کے ذمہ داروں اس کے ہمدردوں اور اساتذہ اور طلبہ کا بڑا دخل تھا،

اس سیمنار میں زکوٰۃ سے تعلق رکھنے والے چند اہم سوالات جو جدید معاشی تمدنی تبدیلیوں سے پیدا ہوئے ہیں یا حالات کی تبدیلی نے ان پر از سر نو غور و خوض کی ضرورت پیدا کر دی تھی زیر بحث آئے مثلاً۔ کرایہ دار کی طرف سے مالک مکان کو دی جانے والی زر ضمانت، مال حرام اور مال مخلوط پر زکوٰۃ، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، ہیرے جواہرات اور کمپنی کے شیئر پر زکوٰۃ آیت مصارف زکوٰۃ میں مذکورہ فی سبیل اللہ کی تعیین و تشریح، الیکشن پر چندہ وغیرہ۔

پانچویں فقہی سیمنار منعقدہ اعظم گڈھ میں شرکت کیلئے فضیلۃ الشیخ الاستاذ محروس المدرس عراق سے اور ڈاکٹر علی جمعہ مصر سے تشریف لائے۔ سیمنار کا افتتاحی اجلاس مورخہ ۳۰ / اکتوبر ۹۲ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ محترم مولانا عبد اللہ مغیثی مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ افتتاحی اجلاس میں تلاوت قرآن پاک کے بعد ضلع اعظم گڈھ اور مئو کی طرف سے خطبہ استقبالیہ پیش کیا گیا۔ پھر محترم مولانا مجیب اللہ ندوی نے اظہار تشکر اور سیمنار و شرکائے سیمنار سے متعلق ایک فکر انگیز تحریر پڑھی اس کے بعد جناب مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب نے خطبہ افتتاحیہ پیش کیا جس میں خطہ اعظم گڈھ کی علمی و تاریخی اہمیت، اسلامک فقہ اکیڈمی کے اغراض و مقاصد اور فقہی سیمناروں کی غیر معمولی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی

اس کے بعد بغداد سے تشریف لانے والے معزز مہمان فضیلۃ الشیخ الاستاذ محروس المدرس نے
خطاب فرمایا جس میں انہوں نے اسلامک فقہ اکیڈمی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فقہی سیمیناروں کی
غیر معمولی اہمیت و افادیت اور جدید مسائل کا شرعی حل تلاش کرنے کے سلسلہ میں علماء ہند
کی شاندار خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا صدر اجلاس جناب عبد اللہ صاحب مغیثی مہتمم
مدرسہ گلزار حسینیہ کی دعا پر افتتاحی اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

پانچویں فقہی سمینار میں زیر بحث آنے والے مسائل کی بابت تفصیلی سوالنامہ
شرکاء سیمینار کے پاس بہت پہلے بھیجدیا گیا تھا اور ان سوالات کے جو اجمالی یا تفصیلی جوابات
اور ان سے متعلق مقالات فقہ اکیڈمی کو موصول ہوئے تھے ان سب کی فوٹو کاپی کرا کے تمام علماء
اور اصحاب افتاء کے جوابات و مقالات سمینار کے تمام مدعوئین کے پاس تاریخ سمینار سے
بہت پہلے بھیجے جا چکے تھے۔ اس لئے سمینار میں اصحاب علم و افتاء کے مقالات و جوابات
نہیں پڑھے گئے بلکہ ہر مسئلہ پر کسی ایک شخص نے تمام مقالات وجوابات کی روشنی میں ابھرنے
والے مختلف نقاط نظر اور ان کے دلائل کا خلاصہ پیش کیا۔ اس کے بعد شرکائے سیمینار نے
زیر بحث موضوع پر پوری آزادی کے ساتھ تبادلۂ خیال اور اظہار رائے کیا۔ شرکائے سیمینار کے
مباحثوں اور مذاکرات میں ایک دوسرے کی آراء کا احترام اور اپنا نقطۂ نظر کتاب و سنت اور
فقہ اسلامی کی روشنی میں مدلل طور پر پیش کرنے کا عام رجحان پایا گیا۔ اور انتہائی خوشگوار علمی ماحول
میں زیر بحث مسائل پر مذاکرات ہوئے۔

مباحثوں اور مذاکرات سے فارغ ہونے کے بعد ہر مسئلہ پر ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی
جس نے اہل علم کے جوابات و مقالات اور مذاکرات و آراء کی روشنی میں اس مسئلہ کے بارے
میں تجاویز مرتب کیں مختلف کمیٹیوں کی تیار کردہ یہ تجاویز فقہی سمینار کے آخری اجلاس میں
پیش کی گئیں اور شرکاء سیمینار کے اتفاق کرنے پر انہیں منظور قرار دے دیا گیا۔

اس سیمینار میں ہندوستان کے اکثر صوبوں اور مختلف مسالک و مکاتب فکر سے تعلق
رکھنے والے ممتاز اصحاب علم و افتاء اور ارباب بحث و تحقیق نے شرکت کی۔ ہندوستان کے
اہم دینی مدارس و مراکز دار العلوم دیوبند دار العلوم ندوۃ العلماء جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ جامعہ [illegible]

اسلامک فقہ اکیڈمی (الہند) کے پانچویں سمینار منعقدہ ۳۰/ ۳۱ ر اکتوبر و یکم و دوم نومبر ۱۹۹۲ء بمقام جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ میں درج ذیل تجویزیں پاس کی گئیں اور فیصلے ہوئے۔

تجویز بابت حاجت اصلیہ

وجوب زکوٰۃ کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کے پاس جو مال ہے وہ اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو۔ حوائج اصلیہ میں جو امور قابل اعتبار ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اپنے اور اپنے اہل وعیال، نیز زیر کفالت رشتہ داروں سے متعلق روزمرہ کے اخراجات۔

۲۔ رہائشی مکان، کپڑے، سواری، صنعتی آلات، مشینیں اور دیگر وسائل رزق جنکے ذریعہ کوئی شخص اپنی روزی کماتا ہے۔

۳۔ حوائج اصلیہ کا تعیین ہر زمانہ، علاقہ اور افراد کے حالات اور انکے معیار زندگی کی روشنی میں ہوگا۔

۴۔ حوائج اصلیہ کی مد میں ضروریات زندگی اور روزمرہ پیش آنے والے اخراجات داخل ہیں اور اعتبار سال بھر کے اخراجات کا ہوگا۔ اور آئندہ سال کی ضرورت کیلئے جو سرمایہ محفوظ رکھا جائے گا، بوقت زکوٰۃ نکالتے وقت حوائج اصلیہ میں شمار ہو کر اموال زکوٰۃ سے منہا نہیں کیا جائیگا۔

دین (قرض) کی زکوٰۃ

مقالہ نگاروں کی آراء اور مباحثوں کو سامنے رکھ کر یہ سمینار اس نتیجہ پر پہنچا کہ :-

۱۔ دین کی دو قسمیں ہیں۔ وہ دین جس کے وصول ہونے کی کوئی امید نہ ہو۔ جیسے ڈوبا ہوا قرض، دوسرے وہ دین جس کے وصول ہونے کی پوری امید ہو۔ جس دین کے وصول ہونے کی امید ختم ہو گئی ہو۔ اگر وہ دین کبھی وصول ہو جائے تو وصول کے وقت سے ایک سال گذرنے کے بعد ہی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۲۔ مقروض اگر قرض دہندہ کے مطالبہ و اصرار کے باوجود ٹال مٹول سے

کام ہے کہ دائن اس کی وصول یابی سے مایوس ہو جائے تو اس مال کی زکوٰۃ قرض دہندہ پر واجب نہ ہوگی۔ اگر ایسا قرضہ کبھی وصول ہو جائے تو اس پر سال گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۳:—— جس دَین کا وصول ہونا متوقع ہو۔ اس کی تین صورتیں ہیں :

(الف) وہ دَین قرض کی صورت میں ہو یا سامان تجارت کی قیمت کسی کے ذمہ باقی ہو ایسے دیون میں وصول ہونے کے بعد گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہوگی۔

(ب) وہ دین جو ایسے مال کے عوض ہو جو تجارت کے لئے خریدا تھا اور نہ قرض کے طور پر دیا گیا تھا جیسے مال وراثت یا مال وصیت۔

(ج) اب دَین جو کسی مال کا عوض نہ ہو جیسے مہر، ان دونوں صورتوں میں دَین وصول ہونے کے بعد سال گذرنے جانے پر زکوٰۃ واجب ہوگی، گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

۴:—— سرکاری یا غیر سرکاری اداروں سے لئے جانے والے طویل المیعاد قرضوں کی صورت میں ہر سال جو قرض کی قسط ادا کرنی ہے۔ اموال زکوٰۃ میں سے منہا کی جائے گی اور باقی اموال زکوٰۃ پر زکوٰۃ واجب ہوگی، پورا قرض منہا نہیں کیا جائے گا۔

تجارت میں پیشگی دی ہوئی قیمت اور کرایہ دکان و مکان میں دی گئی ڈپوزٹ کی رقم پر زکوٰۃ کا مسئلہ

۱:- (الف) مال تجارت جس کی مشتری نے پیشگی رقم ادا کردی ہے۔ لیکن مبیع پر اس کا قبضہ نہیں ہوا ہے تو اس ادا کردہ قیمت کی زکوٰۃ خریدار پر واجب نہیں ہوگی۔ بلکہ بائع پر واجب ہوگی۔

(ب) مبیع کی زکوٰۃ بیع سلم اور بیع استصناع کی صورت میں مشتری کو مبیع سونپے جانے سے قبل بائع پر واجب ہوگی۔ اور بیع سلم اور بیع استصناع کے علاوہ بیع کی وہ شکل جس میں مبیع کی تعیین ہو چکی ہے لیکن مشتری کا اس پر قبضہ نہیں ہوا ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی مشتری پر واجب نہیں ہوگی۔

شرکاء سیمینار کی عام رائے یہ ہے کہ :

۲:—— کرایہ دار کی طرف سے مالک مکان و دکان وغیرہ کو پیشگی دی گئی ضمانت کی رقم

(SECURITY DEPOSIT) پر زکوٰۃ کرایہ دار کے ذمہ واجب نہیں ہوگی۔
شرکاء سیمینار میں سے کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس مال کی زکوٰۃ مالک مکان پر ہوگی۔
اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس مال کی زکوٰۃ کسی پر نہیں ہوگی۔

ہیرے جواہرات اور اس خاص صورت میں زکوٰۃ کا مسئلہ جب

ہیرے جواہرات بطور ذخیرہ اندوزی حاصل کئے گئے ہوں

(الف) جو ہیرے جواہرات تجارت کی نیت سے خریدے گئے ہوں انکی زکوٰۃ مالک پر واجب ہوگی۔

(ب)۔ جو ہیرے جواہرات زیورات وغیرہ کیلئے خریدے گئے ہوں ان کی زکوٰۃ مالک پر واجب نہیں ہوگی۔

(ج) ایک رجحان یہ پایا جاتا ہے کہ لوگ بڑی بڑی رقوم ہیرے جواہرات کی خرید پر صرف کردیتے ہیں اور اپنی نقد رقوم کو ہیرے جواہرات میں بدل کر مختلف مصالح کے تحت محفوظ کرلیتے ہیں۔

مجمع الفقہ الاسلامی کے سیمینار میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ اس صورت میں لاکھوں لاکھ کی نقد رقم ہیرے جواہرات کی صورت میں ان کے پاس محفوظ ہوجاتی ہے جو کسی بھی وقت نقد کی صورت میں منتقل ہوسکتی ہے۔ بحث کی روشنی میں یہ بات سامنے آئی کہ اس مسئلہ میں ایک جہت تو یہ ہے کہ ہیرے جواہرات، سونا چاندی نہیں ہیں جو نامی تسلیم کئے گئے ہیں۔ اور اس شخص کا کام ہیرے جواہرات کی تجارت بھی نہیں ہے اور نہ فوری طور پر خریدتے وقت باضابطہ تجارت کی نیت کی گئی ہے تاکہ بسبب مال تجارت ہونے کے اسے نامی قرار دیا جائے۔ اس لئے اس جہت کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو۔

دوسری جہت یہ ہے کہ ہیرے جواہرات ضروریات زندگی میں داخل نہیں۔ اور اصحاب سرمایہ اپنے خاص مصالح کیلئے اپنے روپوں کو جن کی مقدار غیر معمولی حد تک زائد ہوتی ہے ہیروں اور جواہرات کی صورت میں محفوظ کرکے مختلف فوائد بھی حاصل کرتے ہیں۔ اور انہیں اسطرح

اس کا اطمینان ان کو بھی رہتا ہے کہ ان ہیروں اور جواہرات کی صورت میں گویا "زرِ نقد" ہر دم ان کے پاس موجود ہے اور اس کے نتیجہ میں فقراء کو شدید نقصان ہوتا ہے کہ نقد رقوم میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جبکہ عام حالات میں ہیرے جواہرات کی صورت عام اصول کے پیش نظر واجب نہیں ہوتی۔

سمینار میں شریک علماء و اصحاب افتاء میں سے ایک خاص تعداد نے پہلی جہت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ رائے دی کہ اس خاص صورت میں محفوظ ہیرے جواہرات کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

جبکہ دوسری بڑی تعداد ان علماء و اصحاب افتاء کی تھی جنہوں نے دوسری جہت کو سامنے رکھتے ہوئے اس خاص صورت میں ذخیرہ کئے ہوئے ہیرے جواہرات کو حکماً مال تجارت تسلیم کیا اور اس پر زکوٰۃ واجب قرار دیا۔ ہر دو جہت کے مطابق رائے رکھنے والے ممتاز علماء کے اسمائے گرامی ذیل میں علیحدہ علیحدہ درج کئے جاتے ہیں۔

وجوب زکوٰۃ کے قائلین حضرات کے نام	عدم وجوب زکوٰۃ کے قائلین کے نام
۱ مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی	۱۔ مولانا مفتی برہان الدین صاحب لکھنؤ
۲ مولانا طیب الرحمن صاحب امیر شریعت آسام	۲۔ مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب خیرآبادی
۳ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بمبئی	۳۔ مولانا مفتی نعمت اللہ صاحب قاسمی
۴ مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی	۴۔ مولانا عبید اللہ صاحب اسعدی باندہ
۵ مولانا حبیب اللہ صاحب ندوی	۵۔ مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی حیدرآباد
۶ مولانا شمس پیرزادہ صاحب بمبئی	۶۔ مولانا نسیم احمد صاحب قاسمی پٹنہ
۷ مولانا انیس الرحمن صاحب قاسمی پٹنہ	۷۔ مولانا صدر الحسن صاحب ندوی۔ بنگلور
۸ مولانا عبدالرحیم صاحب بھوپال	۸۔ مولانا محی الدین صاحب گجرات۔ وغیرہم
۹ مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب دہلی	۱۲۔ مولانا مفتی نذیر احمد صاحب باندہ
۱۰ مولانا زبیر احمد صاحب قاسمی سیتامڑھی	۱۳۔ محمد شعیب صاحب سرائے میر
۱۱ مولانا شفیق الزمان صاحب احیاء العلوم مبارکپور	۱۴۔ عتیق احمد صاحب قاسمی [illegible]

تجویز متعلق پراویڈنٹ فنڈ

پراویڈنٹ فنڈ (تنخواہ سے لازمی طور پر وضع ہونے والی رقم) جب تک ملازم کا اس پر قبضہ نہ ہو جائے اس کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ جب یہ رقم وصول ہو جائے اور بقدر نصاب ہو، اور اس پر ایک سال گذر جائے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

بعض اوقات کچھ لوگ قانون انکم ٹیکس کی زد سے بچنے یا دیگر مصالح کی خاطر اختیاری طور پر اپنی تنخواہ سے کچھ زائد رقم وضع کرا کر پی۔ ایف (F - P) میں جمع کراتے ہیں۔ اس رقم پر اگر بقدر نصاب کو پہنچ جائے تو سال بہ سال زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔ اس اختیاری وضع کرائی ہوئی رقم کی حیثیت ودیعت کی ہے اور مال ودیعت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

تجویز بابت وظیفہ طلبہ

مدرسہ میں طلبہ کے قیام وطعام اور تعلیم وغیرہ پر جو مجموعی مصارف آتے ہیں ان کا حساب لگا کر ہر طالب علم پر واجب الادا ماہانہ اخراجات کی بقدر مقدار زکوٰۃ سے ادا کئے جائیں۔ یہ ادائیگی بصورت نقد یا چیک طالب علم کو کی جائے اور خود مہتمم مدرسہ بھی یہ رقم زکوٰۃ اکاؤنٹ سے نکال کر مدرسہ کے عام اکاؤنٹ میں اس کی طرف سے جمع کر سکتا ہے بشرطیکہ بوقت داخلہ فارم داخلہ میں طالب علم کی طرف سے اور اگر نابالغ ہو تو اس کے ولی کی طرف سے یہ تصریح کرادی جائے کہ مہتمم مدرسہ ان کی طرف سے از زکوٰۃ اس کے اخراجات مدرسہ کو ادا کرنے کا مجاز ہوگا۔

مال حرام کی زکوٰۃ

مال حرام کسی کی ملکیت میں آجائے اور وہ بعینہ موجود ہو نیز مال کا اصل مالک معلوم ہو تو اس شخص کو وہ پورا مال لوٹا دینا واجب ہے۔

نوٹ: اگر مال حرام متعین طور پر معلوم نہ ہو سکے یا اس کی مقدار معلوم نہ ہو سکے تو غالب گمان کے مطابق مال حرام کی مقدار متعین کی جائے گی۔ اگر مالک معلوم ہو تو اتنی مقدار میں رقم اس کے مالک کو واپس کر دی جائے۔ اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو اتنی مقدار بلا نیت ثواب صدقہ کر دیا جائے۔

نوٹ: اگر مال حرام کی واپسی اس پر واجب ہوئی اور اس نے واپس نہیں کیا اور مال حرام اس کے قبضہ باقی رہ گیا اور مال کا کوئی انسان مطالبہ کرنے والا نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنی بھی واجب ہوگی اور زکوٰۃ ادا کرنے کے باوجود حقدار کو حق لوٹانا یا صدقہ کے

معلوم ہوتا کہ صورت میں بلا نیت ثواب صدقہ کرنے کا حکم باقی رہے گا۔

مال حرام میں اصل یہی ہے کہ اگر ایسے مال کا طلب کرنے والا مالک موجود ہو تو اسکو واپس کر دیا جائے ورنہ صدقہ کر دیا جائے۔ اور اگر حرام و حلال مال مخلوط ہو تو تحری اور رجحان قلب کیمطابق مال حلال کی مقدار متعین کر کے اس کی زکوٰۃ دی جائے۔ مال حرام میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

مگر استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ پورے کے پورے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو یقینی اور اطمینان بخش طریقہ پر زکوٰۃ ادا کرنے والا فریضۂ زکوٰۃ سے بری الذمہ ہو جائیگا اور غلط اور حرام طریقوں سے لوگوں کے مال سے فائدہ اٹھانے والوں کی حوصلہ افزائی نہ ہوگی نیز ایسا نہ ہو کہ مال حرام کمانے والا دوطرفہ فائدہ اٹھائے اس طرح کہ ایک طرف مال حرام سے استفادہ کرے اور زکوٰۃ سے بھی بچ جائے۔

تجویز بابت اموال مدرسہ وغیرہا

زکوٰۃ کی جو رقوم مدارس یا بیت المال میں اکٹھا ہوئی ہیں۔ ان کا کوئی مالک متعین نہیں۔

اسی طرح جو رقم اور قسم عطایا و صدقات نافلہ اداروں کو مطلق وجوہ خیر میں صرف کرنے کے لئے یا متعین مدات پر صرف کرنے کیلئے دی جاتی ہیں۔ وہ دینے والوں کی ملک سے نکل کر اللہ کی ملک میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے بیت المال، مدارس یا دیگر رفاہی اداروں میں جمع شدہ رقوم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

تجویز بابت کمیشن پر زکوٰۃ

المجمع الفقہی الاسلامی (الہند) کے پانچویں سیمنار منعقدہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ میں کمیشن پر زکوٰۃ کی وصولی کا موضوع زیر بحث رہا۔

مقالات اور شرکاء کے مباحثات کی روشنی میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ کمیشن پر زکوٰۃ کی وصولی یا اس کا یہ طریقہ جائز نہیں ہے

تجویز متعلقہ حیثیت سفراء محصلین اور مہتمم مدرسہ

[illegible]

[illegible]

تک باقی رہ جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے وصولیابی و عدم ادائیگی زکوٰۃ کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا فقہ اکیڈمی میں اس سے متعلق سوالنامہ کے جواب کی روشنی میں ذیل کی تجویز منظور کی جاتی ہے۔

زکوٰۃ کی وصولی میں مہتمم یا اسکا نائب (سفیر و محصل) طلبہ کا وکیل ہے۔ مہتمم یا اس کے نائب (سفیر و محصل) کو دے دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ مہتمم مدرسہ کا فرض ہے کہ زکوٰۃ کی رقم حسب احکام شرع طلبہ پر صرف کرے

فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

۱:— شرکاء سمینار کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت مصارف زکوٰۃ (توبہ۔ ۶۰) نے جن آٹھ مصارف میں زکوٰۃ کو محدود کر دیا ہے ان میں وہ قطعی ہے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور آیت مصارف زکوٰۃ (سورہ توبہ ۶۰) میں مذکورہ آٹھ مصارف میں زکوٰۃ کا حصر حقیقی ہے اضافی نہیں ہے۔

۲:— اس آیت میں مذکور "فی سبیل اللہ" کا مصداق عام شرکاء سمینار کے نزدیک غزوہ اور جہاد عسکری ہے۔

بعض شرکاء سمینار کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ "فی سبیل اللہ" میں عسکری جہاد کے ساتھ وہ تمام کوششیں شامل ہیں جو آج کے دور میں دعوتِ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے کی جا رہی ہوں۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں:

(۱)— جناب شمس پیرزادہ صاحب (۲) مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

(۳)— ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب۔

شیخ محمد محروس المدرس عراقی کی رائے یہ ہے کہ "فی سبیل اللہ" کے مفہوم میں عموم ہے۔

۳:— عام شرکاء سمینار کا خیال یہ ہے کہ دور حاضر میں دینی اور دعوتی کاموں کے لئے درکار سرمایہ کی فراہمی میں پیش آنے والی دشواری کے باوجود شرعاً اس کی گنجائش نہیں ہے کہ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف "فی سبیل اللہ" کا دائرہ وسیع کر کے اس میں تمام دینی و اصلاحی کاموں کو شامل کر لیا جائے۔ کیوں کہ قرون اولیٰ میں اس تعمیم و توسیع کا کوئی ثبوت نہیں ملتا [illegible]

سے مسلمانوں کے محتاج، نادار اور افلاس زدہ طبقہ کی مالی زکوٰۃ کے ذریعہ کفالت جو زکوٰۃ کا اہم ترین مقصد ہے فوت ہو جائے گا۔ اس نقطۂ نظر سے ان حضرات کا اختلاف ہے جنہیں دفعہ ۲ سے اختلاف ہے۔

تجویز شکریہ

الحمد للہ آج اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ پانچواں فقہی سمینار جامعۃ الرشاد کے روح پرور علمی ماحول میں اختتام پذیر ہوا۔ حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی مدظلہ نے جامعہ میں اس سمینار کا انعقاد کر کے جس سکون و اطمینان کے ساتھ بحث و تحقیق کا موقع فراہم کیا اور جامعہ کے اساتذہ و طلبہ، ضلع اعظم گڈھ و مئو کے اصحاب نے جو پذیرائی کی اور جملہ شرکاء کی جس طرح راحت رسانی اور آرام پہنچانے کی کوششیں کیں اس کے لئے شرکاء سمینار ان سب کا تہ دل سے شکر گذار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور جامعۃ الرشاد کو قائم و دائم رکھے۔

یہ بھی اس سمینار کی خصوصیت ہے کہ جتنے فیصلے اس سمینار میں ہوئے اس سے پہلے کسی سمینار میں نہیں ہوئے۔ الحمد للہ علی ذالک

۹۲/۱۲/۲

انشورنس (یعنی جان ومال کا بیمہ)

ہندوستان کے موجودہ حالات اور مسلمانوں کو درپیش ہر آن جان اور مال کے خطرے کو سامنے رکھتے ہوئے جان ومال کے تحفظ اور قیام امن کے سلسلہ میں حکومت کی ذمہ داریوں اور بسا اوقات نہ صرف غفلت بلکہ حکومت کے عملہ کی طرف سے فسادات کی ہمت افزائی اور بعض اوقات اس میں شرکت اور پھر مسلمانوں کے جان ومال کو پہونچنے والے نقصانات کی تلافی میں حکومت کی طرف سے کوتاہی، اور اس وجہ سے کہ ہندوستان کی انشورنس کمپنیاں بالواسطہ یا بلاواسطہ حکومت سے ہی متعلق ہیں، ان ہی حالات کی روشنی میں "المجمع الفقہی الاسلامی" کے چوتھے سمینار منعقدہ مورخہ ۲۰ تا ۲۳ محرم ۱۴۱۲ھ مطابق ۹ تا ۱۲ اگست ۱۹۹۱ء بمقام دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد میں غور کیا گیا تھا۔ شرکاء سمینار کا عام رجحان یہ تھا کہ ان حالات میں مسلمانوں کیلئے جان ومال کا بیمہ کرانا جائز قرار دیا جانا چاہئے۔ لیکن دوران بحث یہ نقطہ اٹھایا گیا کہ فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں پہونچنے والے جانی ومالی نقصان کو بیمہ کے ذریعہ انشورنس قانون کے تحت تحفظ حاصل ہے یا نہیں؟ اور مندرجہ ذیل تجویز منظور کی گئی۔

کمیٹی نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور کیا اور یہ محسوس کیا کہ انشورنس کمپنیوں کی پالیسی اس سلسلہ میں واضح نہیں ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات میں ہونے والے جانی ومالی نقصانات کو موجودہ انشورنس قانون کی رو سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے غور کیا جائے اور انشورنس کے ماہرین سے مختلف اسکیموں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کی جائے۔ سمینار کے عام اجلاس میں کمیٹی کی اس تجویز سے اتفاق کیا گیا اور مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو مسئلے کے تمام پہلوؤں کے سلسلہ میں ماہرین سے پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد کوئی قطعی رائے قائم کرے۔

(۱) مولانا مجیب اللہ ندوی جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ (۲) مولانا برہان الدین سنبھلی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۳) مولانا عبید اللہ اسعدی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ (۴) مولانا عتیق احمد بستوی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۵) مولانا مفتی حبیب الرحمن خیرآبادی دارالعلوم دیوبند (۶) مولانا مفتی [illegible] کانپوری جامع العلوم کانپور۔

(۷) مولانا عبداللہ اسعد زبیری معہد ملت مالیگاؤں (۸) مفتی منظور احمد کانپوری جامع العلوم کانپور
(۹) مولانا نظام الدین اشرفی دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور (۱۰) مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی دارالعلوم دیوبند
(۱۱) مفتی عبد القدوس رومی آگرہ (۱۲) مولانا زبیر احمد قاسمی دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد
(۱۳) مفتی جنید عالم قاسمی امارت شرعیہ پھلواری شریف (۱۴) مولانا خلیل الرحمن اعظمی جامعہ دارالسلام عمرآباد
(۱۵) مولانا خلیل الرحمن سجاد ندوی لکھنؤ (۱۶) جناب عبدالستار یوسف شیخ بمبئی
(۱۷) مولانا مجاہد الاسلام قاسمی قاضی امارت شرعیہ پٹنہ

مجمع الفقہ الاسلامی کے سیمینار منعقدہ مورخہ ۴ تا ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰، ۳۱ اکتوبر اور ۱، ۲ نومبر ۱۹۹۲ء بمقام جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ کے موقع پر اس سلسلہ میں ضروری معلومات اور حالات پر غور کرکے کوئی قطعی فیصلہ کرنے کے سلسلہ میں کمیٹی مذکور کے موجود ارکان اور مزید دیگر علماء پر مشتمل ایک کمیٹی نے پوری صورت حال پر غور کیا اور خاص کر انشورنس کے قانون کی اس دفعہ پر غور کیا گیا جس سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ فسادات کی صورت میں جان ومال کو پہونچنے والے نقصانات کو تحفظ نہیں مل سکتا۔ لیکن اس سلسلہ میں "لائف کارپوریشن آف انڈیا" کی جاری کردہ تفصیلات پر غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوئی کہ اس اعلامیہ کے دفعہ ۱۰ شق B. A. (III) میں فرقہ وارانہ فسادات سے پہونچنے والے نقصانات کا استثناء دراصل دفعہ ۱۰ سے حاصل ہونیوالی ان مراعات سے استثناء ہے جس کے تحت حادثاتی موت کی صورت میں اصل انشورنس پالیسی پر مزید اضافی رقم دیجاتی ہے۔ اسکا حاصل یہ ہوا کہ عام طور پر حادثاتی موت میں اصل انشورنس پالیسی سے زائد رقم دیئے جانے کا پرویژن (PROVISION) فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں پہونچنے والے جانی اور مالی نقصانات کو شامل نہیں ہوگا یعنی اس صورت میں انشورنس پالیسی پر اضافی رقم نہیں ملے گی۔ لیکن جتنی بھی انشورنس پالیسی ہے جیسے دیگر عام جانی ومالی نقصانات میں ملتی ہے اسی طرح اس میں بھی ملے گی۔ اس نکتہ کے واضح ہوجانے کے بعد مجمع الفقہ الاسلامی کی یہ کمیٹی مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ نے [illegible] میں انشورنس کے سلسلہ میں جو فیصلہ کیا تھا نیز ملک کی موقر درسگاہ "دارالعلوم دیوبند" کی طرف سے [illegible] میں اس بابت جو فتویٰ دیا جاچکا ہے مجلس کے فیصلے اور دارالعلوم

کے فتویٰ کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل قطعی فیصلہ کرتی ہے

- مروجہ انشورنس گو شریعت میں ناجائز ہے کیونکہ وہ ربوٰ، قمار، غرر جیسے شرعی طور پر ممنوع معاملات پر مشتمل ہے۔ لیکن ہندوستان کے موجودہ حالات میں جبکہ مسلمانوں کی جان ومال، صنعت وتجارت وغیرہ کو فسادات کی وجہ سے ہر آن شدید خطرہ لاحق رہتا ہے اسکے پیش نظر "الضرورات تبیح المحظورات" رفع ضرر، دفع حرج اور تحفظ جان ومال کی شرعاً اہمیت کی بنا پر ہندوستان کے موجودہ حالات میں جان ومال کا بیمہ کرانے کی شرعاً اجازت ہے

(۱) نعمت اللہ عفرلہ دار العلوم دیوبند، (۲) حبیب الرحمٰن دار العلوم دیوبند (۳) مفتی حبیب اللہ قاسمی مفتی ریاض العلوم گورینی جونپور (۴) محمد ثناء الہدیٰ قاسمی مفتی مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی (۵) زبیر احمد قاسمی اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی (۶) انیس الرحمٰن قاسمی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (۷) عتیق احمد قاسمی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۸) عزیز الرحمٰن فتح پوری مفتی عنہ بمبئی (۹) رفیق المنان القاسمی احیاء العلوم مبارکپور (۱۰) سید مصطفیٰ صدر الاصلاح بنگلور (۱۱) معاذ الاسلام مراد آباد (۱۲) اشفاق احمد مفتی عنہ (۱۳) عبید اللہ اجراڑہ (۱۴) محمد راشد قاسمی اجراڑہ (۱۵) خالد سیف اللہ رحمانی حیدر آباد (۱۶) عبد الجلیل قاسمی خادم جامعہ اسلامیہ شمس المعارف چمپارن (۱۷) سلطان احمد اصلاحی ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ (۱۸) محمد حنیف عالم ندوی قاسمی دار الافتاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ (۱۹) نسیم احمد قاسمی رفیق اسلامک فقہ اکیڈمی (۲۰) بدر احمد مجیبی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (۲۱) نجیب احمد قاسمی جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ (۲۲) خبیب احمد قاسمی اسلامک فقہ اکیڈمی پھلواری شریف (۲۳) محمد صدر الحسن ندوی کاشف العلوم اورنگ آباد (۲۴) تنویر عالم قاسمی مدرسہ اشرف العلوم کنہواں سیتامڑھی بہار (۲۵) محمد نسیم اشرف العلوم میسور (۲۶) محمد عبد الرحیم قاسمی مفتی جامعہ حسینیہ خیر العلوم بھوپال (۲۷) محمد راشد دار العلوم دیوبند (۲۸) اقبال احمد دار العلوم دیوبند (۲۹) محمد اشتیاق الحق دار العلوم گورکھپور (۳۰) فہیم احمد غفرلہ جامعہ مفتاح العلوم مئو (۳۱) نذیر احمد قاسمی جامعہ مدینۃ العلوم رسولی بارہ بنکی (۳۲) محمد یوسف قاسمی جامعہ علوم القرآن بنگلور (۳۳) سعید الحق قاسمی مدنی دار القرآن مئو (۳۴) سرفراز احمد جامعہ عربیہ احیاء العلوم [illegible]

(۳۵) محمد شعیب اصلاحی قاسمی غفرلہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر (۳۶) محمد عبد اللہ مجیب مفتی
مدرسہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ (۳۷) مسعود احمد ندوی جامعہ اسلامیہ مظفر پور (۳۸)
مجیب اللہ ندوی جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ (۳۹) افضال احمد قاسمی پٹنہ (۴۰) خبیب احمد
قاسمی رفیق فقہ اکیڈمی پٹنہ (۴۱) جمیل احمد نذیری ناظم جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور اعظم گڈھ (۴۲)
بدر القاسمی الکویت (۴۳) عبد اللہ خاں کوپرگاؤں ضلع احمد نگر مدرسہ مفتاح العلوم (۴۴)
محمد برہان الدین دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۴۵) ڈاکٹر سید قدرت اللہ الباقوی دار القدرت
میسور کرناٹک (۴۶) عبد العظیم شعبہ معاشیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (۴۷) انور علی اعظمی
دار العلوم مئو (۴۸) محمد شرافت خاں مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی (۴۹) دوست محمد ندوی مدرسہ
ضیاء العلوم رائے بریلی (۵۰) عبد القیوم پالن پوری مدرسہ جامعہ نذیریہ کاکوسی گجرات (۵۱) عبد اللہ
قاسمی جامعہ اسلامیہ بنارس (۵۲) محمد عمران مظاہری دار العلوم چھاپی (۵۳) عبد الرحمن قاسمی
پالن پوری دار العلوم چھاپی گجرات (۵۴) محمد قمر الزمان مدرسہ بیت المعارف الہ آباد — (۵۵)
مجاہد الاسلام ۔

پانچویں فقہی سمینار منعقدہ

۳۰ر اکتوبر تا ۲ر نومبر ۱۹۹۲ء میں پڑھی گئی ایک تحریر

الحمد للہ الذی کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ! اما بعد

ابھی ابھی آپ حضرات برادرم ابوصالح صاحب سے خطبۂ صدارت اور مولانا نذیر احمد صاحب جو مئو ضلع کی نمائندگی کر رہے تھے ان کی طرف سے جذبات تشکر اور خیر مقدم کی تحریر سن رہے تھے ان دونوں حضرات نے مہمانوں کے خیر مقدم اور شکریہ کا وہ فرض بڑی حد تک انجام دے دیا جو میزبانوں کی طرف سے ضروری ہوتا ہے مگر ادارہ کے ایک خادم کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں بھی صمیم قلب سے تشکر کے جذبات کا اظہار کروں۔

محترم حاضرین مجلس ! سب سے پہلے اس خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں تشکر کا اظہار کرتا ہوں جس نے ہم کو اپنے فضل وکرم سے دین اور علم دین کو اس دنیا میں قابل قبول بنانے کی جد وجہد میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی اس کے بعد میں تمام شرکاء سمینار سے اپنے دلی جذبات امتنان وسپاس کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو تفقہ فی الدین کی اس اجتماعی جد وجہد کے قافلہ میں شامل ہونے کے لئے دور دراز سے زحمت سفر اٹھا کر تشریف لائے ہیں خاص طور پر اپنے بیرونی مہمانوں کے ہم اور زیادہ شکر گزار ہیں جو ملک کے باہر سے طویل سفر برداشت کرکے محض اپنے دینی جذبہ کی بناپر ایک چھوٹی سی جگہ پر تفقہ فی الدین کی اس جد وجہد میں شریک ہونے کے لئے تشریف لائے جس سے ہم کو نہ صرف انتہائی مسرت ہوئی بلکہ اس سے اس دینی وعلمی کام میں تقویت ملی ہے۔

محترم حضرات ! سرزمین اعظم گڈھ بشمول مئو کو اللہ تعالیٰ نے جو دینی و علمی فضیلت بخشی ہے اس کا کچھ ذکر آپ حضرات اس سے پہلے کے دونوں خطبوں میں سماعت فرما چکے ہیں اسلئے اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے مگر چند علمی کاموں کی طرف اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اسی سرزمین کے ایک گوشے میں بیٹھ کر علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ النبی جیسی لازوال کتاب لکھنی شروع کی جس کی تکمیل انکے عزیز شاگرد علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی [illegible]

زبان میں شاید اتنی جامع کتاب نہیں لکھی گئی اس کتاب کے سامنے آنے کے بعد پھر سیرت نبوی پر محققانہ بیان رواج پذیر ہوا اسی سرزمین پر مولانا حمید الدین فراہیؒ نے قرآن پاک پر غور وتفکر کرکے نہ جانے کتنے منداز نئے گوشے اہل علم کے لئے کھولے اسی کے ایک قصبہ مبارکپور میں بیٹھکر مولانا عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ الاحوذی جیسی ترمذی کی شرح لکھی جسکا مقدمہ بذات خود ایک خاصہ کی چیز ہے اسی قصبہ میں ایک دوسرے عالم مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مشکوٰۃ شریف کی ایک بسیط شرح لکھ رہے ہیں اسی سرزمین کے ایک گوشے چریاکوٹ کے رہنے والے مولانا عنایت رسول رحمۃ اللہ علیہ نے اگلے صحائف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی پیشین گوئیوں سے متعلق بشریٰ جیسی کتاب لکھی جو اپنے موضوع پر حرف آخر ہے اسی سرزمین پر اقبال سہیل جیسے شاعر اور علامۂ وقت پیدا ہوئے، آئنسٹائن نظریۂ اضافیت پر تنقید اسی سرزمین کے ایک عالم سید سلیمان مرحوم نے کی اسی سرزمین پر دار المصنفین جیسا عالمی شہرت یافتہ ادارہ قائم ہے آج بھی بحمد اللہ یہ ضلع دین اور علم دین کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ضلع مئو کی طرف سے جو خطبہ پیش کیا گیا ہے اس میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر محمد مصطفےٰ اعظمی کی حدیث نبوی کی خدمات اور انکے کارناموں کا ذکر آچکا ہے۔

غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو عجیب تاثیر بخشی ہے بقول علامہ اقبال سہیل ؎

"جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیر تاباں ہوتا ہے"

اس تمہید کے بعد کچھ باتیں سینار اور قابل احترام شرکار سینار سے متعلق بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں! محترم حضرات! قرآن پاک نے غور وفکر کے لئے کئی الفاظ استعمال کئے ہیں علم، عقل، فکر، اولوالالباب، تفقہ فی الدین اور رسوخ علم، علم و عقل اور فکر کے خطاب میں اہل ایمان اور غیر اہل ایمان دونوں شامل ہیں مگر تفقہ فی الدین، رسوخ علم اور اولوالالباب کا خطاب حضرت [illegible] کے علماء اور خواص سے ہے یعنی ان کو اس کا مصداق ہونا چاہئے پھر یہ بات بھی ذہن میں [illegible] تفقہ فی الدین اور رسوخ علم اور اولوالالباب بھی [illegible] نظر و تدبر [illegible] کی [illegible] کی طرف اشارہ ہے امام صاحب کے الفاظ [illegible] الفقہ [illegible] اس میں [illegible] نظر [illegible] ہے [illegible] کے بارے میں [illegible]

[illegible]

ابو امامہ حضرت واثلہ الاسقع اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ الراسخون فی العلم کا مرتبہ ان لوگوں کو ملتا ہے جن کے یہ صفات ہوں!

سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الراسخون فی العلم فقال من برت یمینہ وصدق لسانہ واستقام قلبہ ومن عف بطنہ وفرجہ فذالک من الراسخین۔ (درمنثور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ راسخین فی العلم کون لوگ ہیں تو آپ نے فرمایا جو اپنی قسم پوری کر دیں جو زبان کے سچے ہوں اور جن کے قلب میں استقامت ہو اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے پاکیزہ ہو وہ راسخین ہوں

تفقہ فی الدین اور رسوخ علم کی اس عظیم ذمہ داری کے لئے ہر وقت غور و تدبر کرنے اور اس سے بڑھ کر فکر مند رہنے کی ضرورت ہے یہی نبی امی حضور انور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے آپ کے شمائل کے سلسلے میں یہ جملہ آتا ہے کان متواصل الاحزان دائم الفکرۃ آپ ہر وقت فکر مند اور غمگین رہا کرتے تھے یہی انداز صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا بھی تھا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تذکروں میں آتا ہے کہ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اس کا بیشتر حصہ وہ درس و تدریس اور مطالعہ میں گزار دیتے گرمیوں کی راتوں میں کرتا اتار دیتے اور طشت میں پانی رکھ لیتے جب غنودگی آتی تو بدن پر پانی چھڑک لیتے لوگوں نے آپ سے کہا آپ اتنا کم کیوں سوتے ہیں اور اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ ان کے جواب میں انہوں نے جو کچھ فرمایا سینۂ دل میں اتار لینے کے قابل ہے۔

کیف انام وقد سلمت عیون المسلمین توکلا علینا ویقولون اذا وقعت لنا امر رفعناہ الیہ فیکشفہ لنا فاذا نمت ففیہ تضییع الدین۔

میں کیسے سو سکتا ہوں جب عام مسلمان ہم پر اعتماد اور یہ خیال کرکے سو رہے ہیں کہ جب ہمارے سامنے کوئی معاملہ یا مسئلہ پیش آئے گا تو ہم ان کے پاس لے جائیں گے [illegible]

[illegible]

[illegible]

لئے واگزار کر دئے تھے اجتہاد و استنباط میں ان کا طریقہ یہ تھا۔

روایت محمد ابن ذھب الی الصباغین ویسأل — میں نے امام محمد کو دیکھا کہ وہ رنگریزوں کے پاس
عن معاملاتھم وما یدیرونھا فیما بینھم — خود جاتے اور ان سے ملکر ان کے معاملات میں وہ
جو کچھ تبدیلی پیدا کرتے رہتے تھے اس کے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے۔

محترم حضرات! اہل علم اور خاص طور پر نوجوان علماء سے یہ بات بھی عرض کرنی ضروری ہے کہ وہ درس و تدریس کی مجلس میں ہوں یا افتاء و قضاء کے منصب پر فائز ہوں انہیں اپنے کو مذکورہ بالا صفات کا حامل بنانے کی کوشش کرنی چاہئے انہی صفات سے علم و حکمت کے دروازے آپ پر کھلیں گے اسی کے ساتھ آپ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ حرز جان بنائے رکھنے کی ضرورت ہے "لا ادری نصف العلم" اس لا ادری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے وہ دعا کرتے رہنا چاہئے جو خدائے ذوالجلال والاکرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلائی "وقل رب زدنی علماً"

اہل علم بزرگو اور دوستو! ایک بات اور عرض کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنے علمی و تحقیقی کاموں میں پورے انہماک کے ساتھ لگے رہنے کے ساتھ اجتماعی و ملی مسائل سے بے خبر نہ رہنا چاہئے یوں تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ دشمنان اسلام کی طرف سے سازشیں ہوتی رہی ہیں مگر خاص طور پر اس وقت جو سازشیں ہو رہی ہیں ان کے سلسلہ میں ہماری ذمہ داری ہوتی ہے کہ ہم ان سے آنکھیں بند نہ رکھیں بلکہ پورے طور پر باخبر رہیں۔ اس وقت خاص طور پر روس کی سیاسی شکست اور ہند و اسرائیل کے تعلقات کے بعد دنیا کی اور ہمارے ملک کی صورت حال میں بہت بڑا فرق ہو گیا ہے اب دنیا کا سیاسی، فوجی، اقتصادی توازن پورا کا پورا یہودیوں کے پلڑے میں چلا گیا ہے اس سے ہم کو نہ صرف باخبر رہنا چاہئے بلکہ اس کے مقابلہ کے لئے ہمیں ایک متحدہ فکری و عملی تیاری کی شدید ضرورت ہے یہی ہمارے نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے اور یہی ہمارے بزرگوں کی روش رہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سرایا بھیجا کرتے تھے ان کا بنیادی کام حالات کی آگاہی کا ہوتا تھا اس ضمن میں کبھی کبھی مڈبھیڑ کی نوبت آجایا کرتی تھی۔

محترم حضرات! اب چند باتیں سیمینار سے متعلق بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں اس سے پہلے بھی اور اس سیمینار کے موقع پر بھی ہندوستان کے بعض ممتاز علماء نے راقم الحروف کو خط لکھا ہے

کہ آپ لوگ اس کے ذریعہ آزادیٔ رائے کو فروغ دے رہے ہیں میں نے دو ماہ پہلے الرشاد میں "فقہی سیمنار کیوں؟" کے عنوان کے تحت چند باتیں عرض کی تھیں میں چاہتا ہوں کہ اسے آپ لوگوں کے سامنے دہرادوں ممکن ہے کہ اس سے ہمارے بعض بزرگوں کے دل میں جو خلجان ہے وہ رفع ہو جائے

ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں ادھر دس پندرہ سال سے جو فقہی سیمناروں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اس کے پیچھے کچھ شرعی مقاصد اور دینی وعلمی فوائد ہیں جن کو بروئے کار لانے کیلئے یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے مگر بعض افراد ان کی افادیت کے سلسلہ میں کچھ شکوک کا اظہار کرتے ہیں یا اس کو مفید کام نہیں سمجھتے اس لئے اس کی وضاحت کے لئے چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ کے جواب کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ انفرادی طور پر کوئی مفتی اس کا جواب دے جیسا کہ عام طور پر شخصی معاملات میں ایسا ہوتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کی ایک پوری جماعت غور کر کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ انفرادی اور شخصی معاملات میں انفرادی فتویٰ ہمیشہ دیا جاتا رہا ہے اور دیا جاتا رہے گا مگر ایسے قدیم مسائل جن کی نئی نئی متنوع اور مختلف صورتیں پیدا ہو گئی ہوں یا وہ جدید معاشرتی اور اقتصادی مسائل جن کی حیثیت اجتماعی ہو اور اس کا اثر پوری ملت پر پڑ رہا ہو یا پڑنے کا اندیشہ ہو یا پوری ملت اس میں مبتلا ہو تو ایسے مسائل میں سب سے بہتر صورت یہ ہوتی ہے کہ اس کے بارے میں اہل علم اجتماعی طور پر بحث ومباحثہ اور غور وفکر کر کے اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا کوئی شرعی حکم لگائیں عام طور پر عہد صحابہ میں یہی طریقہ رائج تھا کلالہ کے مسئلہ میں دادا کی وراثت کے مسئلہ میں اور سواد عراق کی زمینوں کے مسئلہ میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے یہی طریقہ اختیار کیا تھا اور یہی طریقہ امام ابو حنیفہؒ اپنی مجلس درس میں اختیار فرماتے تھے۔

کسی نئے مسئلہ میں انفرادی فتوے کے مقابلے میں کوئی اجتماعی فتویٰ بہر صورت ملت کے افراد کے لئے زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے کیونکہ انفرادی فتویٰ میں بسا اوقات دو متضاد فتوے سامنے آجاتے ہیں اس کی مثالیں روزانہ سامنے آتی رہتی ہیں اجتماعی فتووں میں یہ صورت نہیں پیدا ہو پاتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو اس کی حیثیت عزیمت یا رخصت کی ہوتی ہے بس یہی صورت اس وقت ان سیمناروں میں اختیار کیا جا رہا ہے اور یہی اس کا بنیادی مقصد ہے مثلاً سود کی حرمت ایک متفق علیہ حکم ہے

مگر ایک صدی کے اندر اس کے لینے دینے کی بیشمار نئی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں اسی طرح بہت سے بالکل نئے مسائل پیدا ہوگئے ہیں اب آپ بتائیے کہ ان کے بارے میں پہلی صورت اختیار کرنی بہتر ہے یا دوسری اس سلسلہ میں انفرادی فتووں کی اہمیت زیادہ ہے یا اجتماعی رائے کی اس بنیادی مقصد کے ساتھ کچھ اور مقاصد اور فوائد بھی ہیں جو اس بنیادی مقصد کو تقویت دینے کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔

ع ۱ :- آج سے تیس چالیس برس پہلے دینی تعلیم میں جو اساتذہ اور طلبہ لگتے تھے وہ بالکل یکسو ہوکر لگتے تھے اساتذہ یکسو ہوکر پڑھاتے تھے اور طلبہ یکسو ہوکر پڑھتے تھے ان کے لئے زندگی کا محبوب ترین مشغلہ تعلیم وتعلم تھا اسی لئے ان کی علمی استعداد ٹھوس ہوتی تھی اوران میں علم دین کا ذوق اور ملکہ پیدا ہوجاتا تھا مگر اب عام طور پر یہ صورتِ حال ہوگئی ہے کہ نہ تو طلبہ یکسو ہوکر پڑھتے ہیں اور نہ اساتذہ یکسو ہوکر پڑھاتے ہیں بلکہ بہت سے مشاغل کے ساتھ یہ بھی ایک مشغلہ ہوتا ہے اس لئے طلبہ میں وہ علمی شغف پیدا نہیں ہوپاتا جو مطلوب ہے ان سیمناروں کے ذریعہ یہ کوشش کیجارہی ہے کہ مسائل کے حل کے ساتھ عام علماء اور خاص طور پر باصلاحیت نوجوان علماء کے اندر علمی وتحقیقی ذوق اور اخذ مسائل کا ملکہ پیدا ہو اور انفرادی علمی کمیاں اس اجتماعی علمی کوشش کے ذریعہ دور ہوسکیں اور بحمد اللہ اس کے اچھے نتائج سامنے آرہے ہیں۔

ع ۱ ۔ نئے معاشرتی اور اقتصادی مسائل ہمیشہ پیدا ہوتے رہے ہیں مگر اس وقت مغربی تہذیب کے اثر سے اتنے پیچیدہ اور تہ در تہہ معاشرتی اور اقتصادی مسائل پیدا ہوگئے ہیں اور ہوتے جارہے ہیں کہ ان پر کوئی شرعی حکم لگانے کیلئے محض فقہی جزئیات پر نظر رکھنا کافی نہیں ہے۔ بلکہ مقاصد شریعت، اصول شریعت اور اصول فقہ پر بھی گہری نظر ہونی چاہئے اور ساتھ ہی ائمہ اربعہ کے مجتہدات پر بھی کسی حد تک نگاہ ہونی ضروری ہے تاکہ انمیں وسعت نظر کے ساتھ استنباط مسائل کی صلاحیت یعنی صحیح معنوں میں تفقہ فی الدین پیدا ہو جو قرآن وسنت میں مطلوب ہے ان سیمناروں کے ذریعہ ان کے اندر مسائل پر اسی وسعت نظری کے ساتھ غور کرنے کی کوشش کیجارہی ہے۔ اسی لئے کہ ان سیمناروں میں کسی مسئلہ پر غور کرتے وقت تمام مذکورہ بالا پہلوؤں پر بحث ہوتی ہے۔

۳ :- ان سیناروں کے ذریعہ جو فیصلے ہوتے ہیں ان سے شریعت اسلامی کی دوامی حیثیت کا اظہار بھی ہوتا ہے اسی وجہ سے اب یہ آواز قدرے دب گئی ہے کہ شریعت اسلامی موجودہ دور کے پیچیدہ مسائل کا ساتھ نہیں دے سکتی خاص طور پر پاکستان اور بعض دوسرے اسلامی ملکوں میں چند سال پہلے آزاد خیال مسلمانوں کی طرف سے یہ آواز بہت بلند آہنگی سے لگ رہی تھی مگر بحمد اللہ اب یہ آواز بہت دھیمی پڑ گئی ہے۔

۴ :- ان کے ذریعہ سیکولر قوانین کے مقابلہ میں اسلامی قانون کی اہمیت نہ صرف عام مسلمان اہل علم کے دلوں میں بڑھی ہے بلکہ خود ہمارے ملک کے اور دوسرے غیر مسلم ممالک کے ماہرین قانون بھی اس کی اہمیت تسلیم کرنے لگے ہیں مصطفیٰ زرقا نے المدخل الفقہی العالم کے مقدمہ میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

۵ :- ان سیناروں کے ذریعہ عام مسلمانوں میں بھی شریعت اسلامی پر اعتماد بڑھا ہے اب وہ بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی مجلسوں میں شریعت اسلامی کی برتری کا اظہار کرنے لگے ہیں۔

ان مقاصد و فوائد کو اگر ذہن میں رکھا جائے تو شاید ان کی مقصدیت اور افادیت کے بارے میں انشاء اللہ کوئی خلجان باقی نہیں رہے گا۔

نوٹ: افسوس ہے کہ استقبالیہ کی طرف سے پڑھے گئے پہلے خطبے کی نقل بروقت نہ مل سکی اس لیے شامل اشاعت نہ ہو سکے آئندہ اسے کو شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

خادم

مجیب اللہ ندوی

ناظم جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ

خطبۂ استقبالیہ و ہدیہ تشکر

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعدُ

صدر محترم و معزز علماء کرام!

ابھی ابھی آپ نے مجلس استقبالیہ کے صدر محترم کا خطبۂ صدارت سماعت فرمایا ہے، اس میں اظہار تشکر کے ساتھ وہ تمام ضروری باتیں آگئی ہیں جن کا گوش گذار کرنا مجلس استقبالیہ کا فرض بنتا ہے، مگر جناب محترم مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی مدظلہ العالی کا حکم ہے کہ اظہار تشکر کیلئے چند سطریں ضلع مئو کی طرف سے بھی پیش کی جائیں۔

محترم حضرات! چند سال قبل مئو ناتھ بھنجن بھی ضلع اعظم گڈھ میں شامل تھا گر دنیاوی قانون کی رو سے اب وہ علیحدہ ضلع ہو گیا ہے، بین الاقوامی قوانین کے تحت ملکی و علاقائی تقسیم ہوا کرتی ہے مگر ہمارا دینی و روحانی رشتہ خدائی قانون کے تحت ہے جو اس قدر مضبوط و پائدار ہے کہ دنیاوی قانون اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے، اور نہ ہی ہمیں ایک دوسرے سے کبھی جدا کر سکتے ہیں، یہی صورتحال ان دونوں ضلعوں کی ہے کہ آج بھی ہمارا دینی و علمی رشتہ اعظم گڑھ سے بدستور قائم ہے اس سے پہلے بھی یہاں اس بات کا ذکر نا بے محل نہ ہوگا کہ اس دینی و علمی رشتہ کو مضبوط بنانے میں محترم مولانا مجیب اللہ ندوی مدظلہٗ کی ذات گرامی کا اہم کردار رہا ہے، جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے ہم شکر گذار ہیں اور دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی میں ہمیں چلنے کی توفیق دے (آمین) ہمارے علماء و اسلاف نے دین و ملت کی ہمیشہ پاسبانی کی ہے، جب کبھی ملت اور اس کے افراد کسی آزمائش و پریشانی میں مبتلا ہوئے تو علماء نے جانی و مالی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا، آج ملک کو جن سنگین مسائل کا سامنا ہے ان کی اہمیت سے ہر شخص پوری طرح واقف ہے، ایسے اہم وقت میں حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب مدظلہٗ نے ان اہم مسائل پر غور و فکر کرنے کیلئے علماء کرام کو یکجا جمع کر کے دور حاضر کے پیچیدہ مسائل پر غور کرنے اور ان کا حل ڈھونڈنے کا موقع فراہم کیا ہے ان کا یہ عظیم کارنامہ ہے اور احسان ہے، علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ نئے عزم و ارادہ کے ساتھ دین و ملت کی پاسبانی کریں، اسلامی فقہ اکیڈمی علمی و فقہی محاذ پر کام کر رہی ہے، دوسرے اداروں

پر بھی اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

معزز مہمانان کرام! عام طور پر مدرسے کے ذمہ دار حضرات اہم اجتماعی، دینی و ملی کاموں میں دور و نزدیک سے خود تو شریک ہو جاتے ہیں مگر اپنے ادارہ کو بہت سی مصلحتوں کی وجہ سے دور رکھتے ہیں کہ فرقہ پرستی یا بنیاد پرستی کا دھبہ ان پر نہ لگ جائے مگر جامعۃ الرشاد مدنی مصلحتوں اور فرقہ پرستی کے الزام سے بے پرواہ ہو کر دینی و ملی کاموں میں جانی و مالی قربانی سے کبھی دریغ نہیں کرتا جس کی وجہ سے اسے بہت سی آزمائشوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے مگر اس کے ذمہ دار اسے اسلامی حمیت کے خلاف سمجھتے ہیں کہ ملت کے مسائل میں ہم گونگے و بہرے بن کر صرف مدرسے چلاتے رہیں۔

محترم علماء کرام و مفتیان عظام! ہم صمیم قلب سے آپ کے مشکور ہیں کہ آپ نے اپنے اہم مشاغل سے وقت نکال کر سفر کی زحمت برداشت کی اور سیمینار میں شریک ہوئے، تشکر کے ان دلی جذبات کے اظہار کے وقت یہ خیال بار بار آرہا ہے کہ کہیں اس سے اجنبیت کا اظہار نہ ہو رہا ہو اس لئے کہ جس خالص دینی و علمی مقصد کیلئے ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں وہ ہم سب کا مشترکہ مقصد ہے ایسی صورت میں ہم سب کو مل کر خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں اس کام کی توفیق عطا فرمائی کہ ہم تحریر و تقریر یا سامع کی حیثیت سے اس میں شریک ہوتے اس لئے کہ اس کی توفیق کے بغیر کسی کار خیر کی طرف ہم ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتے۔

محترم حضرات! مئو ناتھ بھنجن اور اس کے اطراف کے قصبے اپنے دینی و ملی خدمات دینی مدارس اور علماء و حفاظ کی کثرت کی وجہ سے پورے ملک میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں ابھی چند ماہ پہلے محدث کبیر ابو المآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کا انتقال ہوا ہے جن کی عظمت و شہرت سے نہ صرف پورا ملک بلکہ سارے اسلامی ممالک کے اہل علم واقف ہیں انہوں نے تنہا حدیث نبوی کی جو خدمت انجام دی ہے وہ پورے کے پورے ادارے بسا اوقات انجام نہیں دے پاتے اور اس سے پہلے بے شمار علماء اس سرزمین پر پیدا ہو چکے ہیں اور اس وقت بھی ہندوستان کا مشکل سے کوئی ایسا مدرسہ ہوگا جس میں اس دیار کے علماء بحیثیت مدرس شیخ الحدیث یا مفتی یا ناظم موجود نہ ہوں ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب مئوہی کے رہنے والے ہیں جنہوں نے دراسات الحدیث

پر جو کام کیا ہے اس پر ان کو فیصل ایوارڈ مل چکا ہے اور حدیث نبوی کو کمپیوٹرائز کرنے کی جو سعی وہ کر رہے ہیں اس پر سارا عالم اسلام ان کو خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔

محترم حضرات ضلع اعظم گڈھ کے پچھمی حصہ کے لوگ زیادہ تر زراعت سے منسلک رہے یا پھر ملک سے باہر ملیشیا، سنگاپور اور ادھر چند سالوں سے عرب ملکوں سے ان کا معاشی رشتہ استوار ہوتا ہے اور تجارت کی طرف میلان بڑھا ہے مگر مئو اور اس کے اطراف کا ذریعہ معاش ہمیشہ سے دستکاری اور تجارت رہا ہے جو آج تک باقی ہے۔ اسی کی برکت ہے کہ مجموعی حیثیت سے یہاں کے مسلمانوں کا رجحان دین کی طرف رہا ہے اور دینی و ملی کاموں میں پیسہ خرچ کرنا ان کا مزاج رہا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کے چند قصبات کوپا گنج، پورہ معروف، خیرآباد، محمدآباد، گھوسی، وغیرہ میں ڈیڑھ درجن سے زیادہ چھوٹے بڑے عربی مدارس ہیں اور سیکڑوں کی تعداد میں گاؤں گاؤں مکاتب ہیں اس طرح بچیوں کی کئی علٰحدہ دینی درسگاہیں چل رہی ہیں اور کئی جدید علم کی درسگاہیں بھی ان کے زیر اہتمام چل رہی ہیں۔ گو آزادی کے بعد کمیونزم کے اثرات اور سیکولر مزاج سیاسی رجحان کی وجہ سے اس میں کچھ کمی ضرور آئی ہے مگر اب بھی عوام و خواص کی اکثریت کا رخ دین ہی کی طرف ہے یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں صحیح رخ سے جو بھی دینی و ملی کوششیں ہو رہی ہیں یا جو بھی ملی تحریک اٹھتی ہے یا جو کام پہلے سے ہو رہا ہے ان سب میں اس دیار اور خاص طور پر اہل مئو پورے جوش و خروش سے حصہ لیتے رہے اور آج بھی لے رہے ہیں۔

محترم حضرات! اس سمع خراشی کی معافی چاہتے ہوئے ایک بار پھر صمیم قلب سے آپ حضرات کی تشریف آوری پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں اپنی طرف سے اور اپنے رفقائے کار کی طرف سے اور عام باشندگان ضلع مئو کی طرف سے ھدیہ تشکر پیش کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس سیمنار کو کامیاب بنائے اور اسے ملت اسلامیہ کے لئے مفید اور کارآمد بنائے۔ (آمین)

احقر۔ نذیر احمد نعمانی، امیر مجلس تعمیر ملک و ملت مئوناتھ بھنجن ۲۷۵۱۰۱۔ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۲ء

عطا مومن کو پھر درگاہ حق سے ہونے والا ہے
شکوہ ترکمانی ذہن ہندی نطق اعرابی (علامہ اقبالؒ)

الرشاد کی ڈاک

باسمہ سبحانہ

محترم المقام حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب دامت برکاتہم

.... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! عافیت طرفین مطلوب ہے، امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ آپ تو آجکل بہت ہی مشغول اور بہت ہی مصروف ہونگے اللہ پاک آپکو ہمت، قوت، طاقت اور صحت عطا فرمائے اور آپ کو اللہ پاک خوب خوب خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

احقر کی طبیعت تو ماشاء رہتی ہے، ضعف کے ساتھ دوران سر کا بھی عارضہ ہے، بینائی بھی بہت کمزور ہوگئی ہے آنکھوں میں موتیا ہے، آپریشن کی ضرورت ہے مولانا مجاہد الاسلام صاحب نے مقالات وجوابات ارسال کئے تھے مگر ان کو نہ پڑھ سکا اور نہ سن سکا کافی طویل بھی تھے طبیعت ان کی متحمل نہیں۔ اس لئے ان پر اظہار رائے سے بھی قاصر رہا۔ دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ آپ کے یہاں ہونے والے فقہی سیمنار ومجالس کو کامیاب فرمائے اور آپ حضرات کو صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور توفیق عطا فرمائے اور آپ کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے (آمین) بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم فقط والسلام

- - - .... احقر الانام سید عبدالرحیم لاجپوری راندیری

میرے حضرت دامت برکاتہم .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وصل یاراں ہو تو فرحت سے اچھل جاتا ہے دل

ہجر یاراں ہو تو پہلو سے نکل جاتا ہے دل

آں محترم نے ہم لوگوں کو مہمانی کا جو شرف بخشا ہم اسکے شکر گذار ہیں۔ اگر ہم اس محترم کا ادارہ نہ دیکھتے تو شاید مدارس کی تاریخ کی ایک روشن اور سادہ ورنگین داستان سے محروم رہتے عمارتوں کی سادگی اور پرکاری مسجد کا جلال وجمال۔ میناروں کی خوبصورتی ورعنائی عبد شاہجہانی کی

یاد تازہ کرتی ہے۔ جس کو کسی شاہ جہاں نے اپنے تخت سلطانی پر رونق افروز ہوکر نہیں بنایا ہے بلکہ ایک فقیر بے نوا نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود اور تنگ دامنی وافلاس کے سایہ میں بوریہ نشینی کے عالم اللہ کے توکل پر تعمیر کیا ہے۔

ع ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

فقہی سیمینار کا انتظام۔ سادگی وصفائی۔ نظم ونسق۔ مہمانوں کی رہائش کا آرام وانتظام موجودہ حکومتوں سے بھی ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آں محترم کو امت کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کا سایہ پرشفقت اور بیدارانہ محبت ہمارے سروں پر تاقیام رکھے۔ (آمین) ؎ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد۔ روی گل سیر ندیدیم وبہار آخر شد

لیکن میرے خیال سے یہ صحبت ختم نہیں ہوئی۔ کیونکہ سعدی کا دیدہ ودل ہمارے ساتھ ہے
دیدۂ سعدی ودل ہمراہ تست ۔۔۔۔۔۔۔ تانہ پنداری کے تنہا می روی

میری مراد اس سے آں محترم کی کتابیں ہیں۔ سب سے پہلے جس کتاب کو دیکھا وہ "عبادت وخدمت" ہے۔ اس کتاب کو دیکھ کر مسلمانوں کے زوال کا علاج۔ درد کا درماں۔ پستی کے ختم ہونیکا نسخۂ کیمیا ہاتھ آیا۔ یہ ایک نعمت عظیم ہے جو ہم کو حاصل ہوئی۔ اگر آں محترم کے دوسرے نیک اعمال نہ بھی ہوں تو اس کتاب کی تالیف آں محترم کی نجات کے لئے کافی ہے۔ آں محترم سے گذارش ہے کہ نفع عام کے لئے اس کتاب کو ناشرین کے لئے فری کردیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ باقی حالات بخیر ہیں۔ مہتمم صاحب مولانا منیر احمد سلام عرض کرتے ہیں۔ اہلیہ، بچے، بچیاں سلام عرض کرتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عمار صاحب ودیگر مدرسین خاص طور سے مولوی انصار اطہر صاحب معروفی وطالب علم تارجماعت پنجم کی خدمت میں خادم کا سلام عرض ہے بڑی راحت پہنچائی مرزا اعجاز صاحب ایڈوکیٹ L.L.B جو ہم کو بنارس سے لائے تھے ہم انکے بہت شکر گذار ہیں۔ فقط والسلام

دعاگو ودعا خواں اقبال رحمانی کمال مسجد ودم ملک

مالیگاؤں 423 40 ضلع ناسک M.S

مکرمی و محترمی.......................... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں بے حد نادم ہوں کہ اعظم گڈھ کے فقہی سیمنار میں حاضر نہ ہوسکونگا ایک تو صحت کچھ اچھی نہیں ہے اور میں آج کل سفر سے احتراز کررہا ہوں دوسرے دفتر کے حالات کا تقاضہ ہے کہ میں بمبئی سے باہر نہ جاؤں۔ علماء کی اس صحبت سے محرومی کا افسوس ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس میں حاضری سے کس قدر فیض ملتا۔ میں خصوصًا آپ سے معافی کا خواستگار ہوں مجھے معذور سمجھیں اور میرے لئے دعا فرمائیں۔

رضوی صاحب یہاں تشریف لائے تھے۔ محمد حسن کھٹکھٹے صاحب۔ احسان صاحب اور میں میٹنگ میں شریک ہوئے اور جو سوالات Technical تھے ان کے جواب مرتب کرنے کی کوشش کی۔ خدا کرے اس سمینار میں کچھ اہم نتیجے نکل آئیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ایمانداری اور دیانت کے ساتھ عمل کریں۔ اہل سمینار کو میری طرف سے سلام پہونچا دیجئے۔

والسلام خام عبد الحسیب ڈائرکٹر جنرل ریزروبینک آف انڈیا بمبئی ۵

گرامی قدر حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد التحیۃ المسنونۃ بفضلہ تعالیٰ آپ حضرات بخیر و عافیت ہوں اور اللہ کرے سیمنار از حد کامیاب ہو افسوس صد افسوس ارادہ بلکہ عزم کے باوجود حاضری و شرکت کی سعادت سے محروم رہا طبیعت ناسازگار ہوئی بخار کھانسی سینے میں کافی جلن اور ادھر ریزرویشن بھی میسر نہ ہوسکا ان ہندؤں کے پوجا پاٹ وغیرہ کی وجہ سے ایک ایک ماہ پہلے سے بکنگ ہے ہیں بنا بریں شرمسار ہوں اللہ معاف فرمائے اور آپ حضرات بھی، بڑی تکلیف دی گئی ٹکٹ واپس کرانے کی وعدہ خلافی اور سیمنار کا نقصان (ٹکٹ کی واپسی میں پیسے کٹیں گے) مزید براں

پرسان حال بالخصوص حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون معروض ہے

فقط والسلام مع الاحترام

(مفتی) عبد الواحد (مظاہری) (شیخ الحدیث) مدرسہ دار العلوم پنڈوا ضلع ہگلی مغربی بنگال

۲۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء

محترم مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب   جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ

السلام علیکم

امید کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے اور فقہی سمینار کی تیاریاں زور شور سے چل رہی ہوں گی یہاں ۱۹۹۲ء کے فسادات کی انکوائری کے کام میں ایسا بندھ گیا ہوں کہ کسی اور پروگرام کیلئے وقت نکالنا اور ضروری تیاری کرنا بہت دشوار ہو گیا ہے۔ ابھی انکوائری کمیشن کی مصروفیت ختم ہوئی اور چونکہ بی جے پی کے گواہوں پر جرح جاری تھی اس میں انہماک اتنا ہا کہ فقہ اکیڈمی کی طرف روانہ کئے گئے کاغذات بھی دیکھ نہ سکا۔ اب ایک فوری اور ضروری کام سے گجرات جانا ہے۔

بڑی خواہش تھی سیمنار میں شرکت کی۔ آپ سے اور دیگر علمائے کرام سے استفادہ کا موقع ملتا۔ قاضی صاحب کے ساتھ اور آپ کے ساتھ وقت گزرتا۔

سیمنار میں شرکت نہ ہو سکے گی۔ براہ کرم اس کی روداد اور کارروائی سے مطلع فرمائیں

والسلام۔ مخلص محمد عبد الرحیم قریشی حیدرآباد

محترم جناب مجیب اللہ ندوی صاحب دامت برکاتہم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام کے گذارش عرض یہ ہے کہ عرصہ بعد آپ کے پاس خط لکھ رہا ہوں۔ معافی چاہتا ہوں۔ ادھر ایک اشد ضروری مسئلہ درپیش ہے وہ یہ کہ میں اپنے ایک ساتھی سے کل ہی دین و دنیا نامی کتاب پڑھنے کے لئے لی جس کے مصنف کا نام رئیس احمد جعفری ہے اور وہ کتاب تاج کمپنی ۳۱۵۱، ترکمان گیٹ دہلی ۱۱۰۰۰۱ اور پورا پتہ یہ ہے تاج پرنٹرز، ۶۹، نجف گنج روڈ انڈسٹریل ایریا نئی دہلی ۱۱۰۰۱۰ ہے جس میں موصوف محترم نے سود کی حلت کا بیان فرمایا ہے اس کی فوٹو کاپی آپ کے پاس روانہ کر رہا ہوں اگر ہو سکے تو آپ اس پوری کتاب کو منگا کر پڑھ لیں اور اس کے بارے میں پوری تفصیل سے اپنے پرچہ جامعۃ الرشاد میں تحریر کریں اور مجھ کو بھی اس بارے میں بذریعہ خط اطلاع کریں کہ کیا یہ لکھنے والے صحیح لکھا ہے۔ یا کہ وہ کذب کر رہا ہے کیونکہ ایسی کتاب پڑھ کر کم عقل آدمی یا پھر جس کو زیادہ دین کے بارے میں معلومات نہ ہوگی

وہ بھٹک سکتا ہے۔ مجھے تو مصنف موصوف اہل شیعہ نظر آتا ہے پھر بھی میں نے آپ کو اس لئے لکھا ہے کہ مجھ کو پوری کتاب پر ہی شک ہو گیا ہے لہذا آپ میرا ہی نہیں بلکہ مجھ جیسے اور مسلمانوں کے شکوک کا ازالہ کریں میں نوازش ہو گی۔ اور سبھی کچھ آپ بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔ اور امید کرتا ہوں آپ اپنے تمام اہل و عیال نیز تمام رفقاؤں سمیت اللہ کے فضل سے بخیر و عافیت ہونگے۔ میری طرف سے آپ بھی بڑوں کی خدمت میں سلام اور چھوٹوں کو دعا۔

فقط والسلام :: خیریت کا طالب محمد شمیم خاں الحسا۔ سعودی عربیہ

بخدمت گرامی مولانا مجیب اللہ صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ ماہنامہ الرشاد الحمد للہ برابر ملتا ہے اس کے تمام مضامین علمی اخلاقی اور ملی درد سے بھرپور ہوتے ہیں خصوصاً آپ کا تحریر کردہ اداریہ "رشحات" تو بہت بے لاگ اور معلومات سے پُر اور دردمندی اور درد ملت کی شہادت دیتا ہے۔ خدا اس کو دینی دنیاوی ترقی اور رفعت عطا کرے اور آپ کو صحت عطا کرے اس وقت آپ سیمنار کی تیاری میں ہمہ تن مشغول ہوں گے اور جب تک یہ خط ملے گا تب فارغ ہو جائیں گے خدا سے کامیابی کیلئے دعا کی درخواست ہے خدا اس سیمنار سے پورے عالم کو فائدہ پہونچا دے اور ہماری ملی کونسل کو مضبوط کرے چودھری شرف الدین لکھنؤ کا پتہ برائے کرم بھیج دیں ویسٹ انڈیز کا مضمون بہت ہی اچھا ہے اور صاحب مضمون "یہودی لابی اور امریکہ" اس کا بھی پتہ بھیج دیں اور ملی کونسل کے اغراض و مقاصد بھی۔ امید کہ جواب دیں گے خدا آپ کو صحت دیں۔ فقط والسلام

گرامی قدر جناب مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

ہم سیمینار کی کامیابی کے لئے اراکین جمعیۃ الفلاح الخیریہ مئو کی طرف سے آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت سے نوازے اور آپ کا سایہ تا دیر ہم لوگوں پر قائم رہے۔ آمین

اراکین جمعیۃ الفلاح الخیریہ مئو

محمد رضی الاسلام ندوی

تعارف و تبصرہ

نئی کتابیں

نام کتاب: نقدِ نو عیار

مصنف و ناشر: ڈاکٹر سید عبد الباری۔
جمیلہ منزل محلہ شاہ گنج سلطان پور۔ طبع اول ۱۹۹۱ء صفحات ۲۰۰ قیمت پچاس روپے

زیر تبصرہ کتاب ڈاکٹر سید عبد الباری کے چند تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے۔ ابتدا میں نصف صفحہ کا مختصر مقدمہ ہے جس میں مصنف نے اپنی تحریروں کا یوں تعارف کرایا ہے: "اس صدی کے ربع ثانی و ربع ثالث میں تنقید کے مغربی پیمانوں سے اردو کے موجودہ اور قدیم ادب کو پرکھنے کا جو عام رجحان تھا وہ ختم ہوا اور اردو کی اپنی تنقیدی روایات کی روشنی میں ایک صحت مند طرز تفہیم و قدر شناسی کا میلان پیدا ہوا۔ زندگی اور ادب کے اندر کچھ ٹھوس مقاصد اور کچھ بسیط مفاہیم کی تلاش ہوئی اور مشرق کی کھوئی ہوئی اقدار کی بازیافت کا ایک عام رجحان منظر عام پر آیا۔ شاید میری تحریریں اسی جدوجہد کا ایک حصہ ہیں۔" (ص ۴)

کتاب پندرہ مقالات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے چھ مقالات بعض شخصیات اور ان کے فن سے متعلق ہیں، چار اصناف ادب سے متعلق ہیں اور بقیہ کا تعلق زبان و ادب کے دیگر مسائل سے ہے۔ مصنف نے مولانا عبد الماجد دریابادی کی صحافت، م نسیم، احمد جمال پاشا اور ماچس لکھنوی کی طنز و مزاح نگاری اور اور جیلانی بی اے کی افسانہ نگاری کا تجزیہ کیا ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد کی شخصیت میں آسودہ اے اسرار جذ حادؤ پر انکی تحریروں کی روشنی میں بحث کی ہے۔ اصناف ادب میں سے انہوں نے اردو افسانہ، اردو ڈرامہ اور اردو مثنوی میں حمد و مناجات کا جائزہ لیا ہے اور مثنوی سحر البیان کو نئے تنقیدی میزان پر پرکھا ہے۔ اردو کے موجودہ ادیبوں کی تاحال سے تعلق کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے کچھ ایسے ادیبوں کی علامتیں کی ہے جن کی شاعری میں مذہبی فکر کا عنصر نمایاں ہے۔ ایک مقالہ میں اردو زبان کے فروغ سے متعلق

ڈاکٹر عبدالحق کے ارشادات نقل کئے ہیں۔ دیگر موضوعات میں "ہماری شاعری اور ہندوستانی تہذیب" نوابینِ اودھ کی سرپرستی" "اتر پردیش میں اردو تعلیم کے مسائل" قابلِ ذکر ہیں۔

مصنف ادارۂ ادب اسلامی کے صدر اور روحِ رواں ہیں اس لئے ان کی تحریروں میں مقصدیت نمایاں ہے۔ انہوں نے شخصیات اور انکے فن، اور بعض اصنافِ ادب پر جو تنقید اور تبصرہ کیا ہے وہ بہت متوازن اور مبنی بر حقیقت ہے۔ ان سے ایک طرف اردو ادب کے طلبہ استفادہ کر سکتے ہیں تو دوسری طرف شائقینِ ادب بھی محظوظ ہو سکتے ہیں۔

یہ کتاب اتر پردیش اردو اکادمی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی ہے۔

نام کتاب :۔ چند ایران شناس

مصنف :۔ کبیر احمد جائسی

ناشر :۔ ادارۂ علوم اسلامیہ اے ایم یو۔ علیگڑھ

طبع اول ۱۹۹۲ء، آفسیٹ۔ صفحات دوسو ۲۰۰ قیمت اسی ۸۰ روپے

جدید ایرانی ادبیات پر کام کرنے والوں میں ڈاکٹر کبیر احمد جائسی کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے اب تک ایک درجن سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے نصف ایرانی ادبیات پر ہیں۔ اور اب اس سلسلہ کی ان کی ایک نئی تصنیف منظرِ عام پر آئی ہے جو اس وقت تبصرہ نگار کے پیشِ نظر ہے۔

اس کتاب میں چار غیر ایرانی اصحابِ قلم کا تعارف کرایا گیا ہے جنہوں نے ایرانی ادبیات پر کام کیا ہے ان میں سے ایک احمد آتش ہیں جن کا تعلق ترکی سے ہے دوسرے الیساندرو بوزانی ہیں جو اٹلی کے ہیں تیسرے میخائیل زند ہیں جو اسرائیل کے ہیں اور چوتھے برژی بیچکا ہیں جن کا وطن چیکوسلواکیہ ہے۔ مولف کے بقول "ان تمام نے ایرانی تہذیب، اس کے افراد، افراد کے افکار و خیالات و جذبات و احساسات کو یا بلکہ یوں کہئے کہ فارسی ادب کے ذریعے جاننے کی کوشش کی ہے" (مقدمہ)

مولف نے ان چاروں دانشوروں کے تذکرہ میں اختصار سے ان کی زندگی کے حالات

بقیہ صفحہ پر

ہمارے بعد ہمارا نام رہے گا

----------........ سر سید احمد خاں

یہ ایک نہایت لغو اور بیہودہ خیال ہے جس کا کچھ نتیجہ سمجھ میں نہیں آیا۔ اسمیں شک نہیں کہ لوگ اس لغو خیال میں مبتلا ہیں۔ کوئی اولاد چاہتا ہے کہ اس کے ذریعے ہمارا نام چلے کوئی محل بناتا ہے کہ اسکے بعد اس کا نام قائم رہے مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اس سے فائدہ کیا ہے؟ اگر اس کے بعد لوگوں نے کہا کہ یہ قلعہ اکبر کا بنایا ہوا ہے اور وہ قلعہ شاہجہاں کا تو اس سے مرنے والوں کو کیا فائدہ؟ مرنے والا تو گیا اور اپنی کرنی اور اپنی بھرنی ساتھ لے گیا۔ اب لوگ کچھ ہی کہا کریں جو ہونی تھی ہو گئی سعدی فرماتے ہیں۔

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بہ عدل　　گرچہ بسے گزشت کہ نوشیرواں نماند

نوشیرواں کا نیک نام انصاف کی وجہ سے زندہ ہے حالانکہ اس کو ختم ہوئے ایک عرصہ گزر گیا۔

اس شعر کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ نوشیرواں کے بعد لوگ کہا کرتے تھے کہ نوشیرواں بہت عادل تھا مگر یہ نہ کہا کہ اس سے نوشیرواں کو کیا فائدہ ہوا؟ پس لوگوں کو جو تمنا ہوتی ہے کہ ہمارے بعد ہمارا نام قائم رہے گا۔ یہ کیوں ہوتی ہے؟ اور اس سے ان کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟ ہمارے نزدیک تو محض خیال خام ہے اور انسان کے بودے پن کی دلیل ہے۔ انسان کو یہ خیال رہنا چاہئے کہ میں کوئی ایسا کام کر جاؤں جس سے انسانوں کو (اور) قوم کو فائدہ پہونچتا رہے۔ مثلاً کسی علم کا ایجاد کرنا کسی ہنر کا پیدا کرنا یا کوئی ایسی بات ایجاد کرنا جو لوگوں کو فائدہ مند ہو۔ یہ خیال بہت صحیح ہے کیونکہ اپنی ذات کے واسطے نہیں ہے خصوصاً جب کہ وہ ذات بھی فنا ہو جائے بلکہ زندہ لوگوں کے لیے ہے اور ایسوں کے لئے ہے جن کا سلسلہ برابر قیامت تک جاری رہے گا۔ پس ہمارے خیال میں اس سے زیادہ انسان کے لئے کوئی بے وقوفی نہیں ہے جو یہ خیال کرے کہ میں ایسا کام کر جاؤں جس سے میرے بعد میرا نام جاری رہے ؎

گزشتم از سر مطلب تمام شد مطلب　　حجاب چہرۂ مقصود بود مطلبہا

جب خواہش کو دل سے نکال دیا تو مطلب بر آری ہو گئی کیونکہ ہماری خواہشیں ہی ہمارے اصل

محترم مرتب الرشاد مدظلہ کی وہ قابل قدر علمی و دینی تصانیف

جو طبع زاد تالیف و الترجمہ جامعۃ الرشاد سے یا دوسرے مکتبوں سے شائع ہوئی ہیں

۱۔ اسلامی فقہ اول و دوم

محترم مولانا مجیب اللہ ندوی کی تصنیف کردہ اسلامی فقہ کو بحمد اللہ ملک میں جو قبول حاصل ہے اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب تک اس کے سات ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مصنف موصوف نے اس میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے خاص طور پر معاشرتی و معاملاتی مسائل والے حصہ میں سیکڑوں جدید مسائل مثلاً خون چڑھانا، پوسٹ مارٹم، نسبندی اور نلکی زادہ انسانی اعضا کی پیوندکاری وغیرہ کے احکام کا اضافہ کر دیا گیا ہے گویا شریعت اسلامی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس پر اس کتاب میں روشنی نہ پڑ گئی ہو یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا اسلامی فقہ کے موضوع پر اردو زبان میں اس سے زیادہ مفصل کوئی کتاب موجود نہیں ہے تمام اہم مسائل میں ائمہ اربعہ کے مسلک کا متن یا حاشیہ میں ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ شریعت اسلامی کی وسعت کا پورا اندازہ ہو سکے اب اس کی ضخامت صفحات سے زیادہ ہو گئی ہے اس لئے دو حصوں میں کر دی گئی ہے یہ کتاب نہ صرف عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مفید ہے بلکہ عربی مدارس کے طلبہ و اساتذہ کے لئے بھی ایک نادر تحفہ ہے یہ کتاب ہر گھر ہر لائبریری اور ہر مدرسہ میں رکھے جانے کے قابل ہے

قیمت حصہ اول ۔۔۔ حصہ دوم ۔۔۔

اسلامی فقہ کا سرقہ

اسلامی فقہ پہلے مکتبہ الحسنات سے شائع ہوتی تھی اس کے مہتمم حکیم صاحب کی بدمعاملگی کی وجہ سے انہیں شائع کرنے سے روک دیا گیا اس کے منتظم میں انہوں نے اصل کتاب میں تھوڑی سی عبارت کی تبدیلی کر کے اسے ایک غیر موجود آدمی کے نام سے شائع کر دیا مگر ان شاء اللہ وہ اصل اسلامی فقہ کی جگہ نہ لے سکے گی مگر یہ افسوس ضرور ہے کہ اقامت دین کے داعی لوگ اس کی تائید کر رہے ہیں اور اپنے مکتبوں

۳۔ قرآن پاک کی تعلیم اور اسکی عظمت

اس میں قرآن پاک کی تعلیم اور اس کی عظمت کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ساری مثالیں قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبوی سے دی گئی ہیں جس سے تلاوت قرآن اور اس کے سمجھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ قیمت ۵

۴۔ اہل دل کی باتیں

یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کے پڑھنے سے ایمان میں تازگی، آخرت کی یاد اور عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اس کا نیا ایڈیشن کچھ اضافہ کے ساتھ چھپ گیا ہے۔ قیمت ۵/۲۵

۵۔ خطبۂ نکاح

جو خطبۂ نکاح کے وقت پڑھا جاتا ہے وہ ایک زبردست معاشرتی ہدایت ہے مصنف نے اسکی بڑی موثر تشریح کی ہے یہ ہر نکاح کے وقت تقسیم کرنے کے قابل ہے قیمت ۳/ ہے

۶۔ مسئلۂ کفاءت

شادی بیاہ میں برابری کا خیال کرنا صحیح ہے مگر یہ برابری دین و تقوی میں ہونی چاہئے مسلمانوں میں جو پیشہ کے اعتبار سے مستقل طور پر برادریاں قائم ہو گئی ہیں ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ ہندو تہذیب کے اثر سے ہے اس مسئلہ پر مصنف نے سیر حاصل بحث کی ہے قیمت ۵/ ہے

۷۔ جہیز کی شرعی حیثیت

اس وقت شادی بیاہ میں جہیز کے مطالبہ نے ایک فتنہ کی صورت اختیار کرلی ہے جس سے لڑکیوں کی شادی کا عام آدمی کیلئے ایک مصیبت بن گئی ہے اس پر ایک عالم نے بہت تحقیقی بحث کی ہے جس پر مولانا ندوی کے قلم سے ایک دیباچہ بھی ہے۔ قیمت ۶/ ہے

یہ تینوں کتابیں اصلاح معاشرہ کے لیے بہترین تحفہ ہیں۔

۸۔ دینی مدارس اور انکی ذمہ داریاں

اس میں دینی مدارس کی ذمہ داریوں کو بڑے پر اثر اور دلنشین انداز میں

بیان کیا گیا ہے اس کے بعض مضامین کو شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے کئی سو کے مجمع میں پڑھ کر سنوایا اور فرمایا کہ اس کو ہر استاذ اور طالب علم کو پڑھنا چاہئے۔

قیمت صرف ۱۰ روپئے

۹:- عبادت و خدمت اس میں خدمتِ خلق پر اس نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے کہ خدمت خلق بھی عبادت ہے اس کا انگریزی اور عربی ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

قیمت ۸ روپئے

۱۰:- سرمد اور ان کی رباعیاں اس میں سرمد کے حالات زندگی اور ان کی رباعی گوئی اور ان کے قتل کے اسباب پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے اور آخر میں ان کی رباعیاں ترجمہ کے ساتھ شامل کر دی گئی ہیں اس سے پہلے کسی نے اتنی تفصیل سے اس موضوع پر کوئی چیز نہیں لکھی ہے یہ کتاب اردو اکیڈمی یوپی کی مدد سے شائع ہو گئی ہے۔

۱۱:- خواجہ میر درد اور انکی شاعری عام طور پر خواجہ میر درد کو ایک شاعر سمجھا جاتا ہے لیکن شاعری میں ایک بلند مقام رکھتے ہوئے یہ انکی ثانوی حیثیت ہے وہ ایک زبردست عالم اور صاحب سلسلہ شیخ اور صاحب دل بزرگ تھے مصنف نے ان کی کتابوں کی روشنی میں ان کی زندگی اور شاعری کی والہانہ انداز میں تفصیل کی ہے۔ کتاب زیر ترتیب ہے اس کا کچھ حصہ الرشاد میں شائع ہو چکا ہے۔

۱۲:- ریاض الحدیث یہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر مجموعہ ہے جس میں ایمان وعقیدہ اور عبادات سے زیادہ معاملات معاشرت اور اخلاق سے متعلق حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں اور محترم مرتب مدظلہ نے حدیث کی مختصر مگر جامع اور دلنشین تشریح کر دی ہے جس سے اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ مشغول سے مشغول آدمی بھی اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے

قیمت ۲۰ روپئے

۱۳:- وقت ایک دولت ہے وقت اللہ کی عطا کی ہوئی کتنی قیمتی نعمت ہے اس کی

اہمیت کو اس میں بڑے موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے یہ بقامت کہتر اور بقیمت بہتر کا مصداق ہے اسے ہر مسلمان کو نہ صرف پڑھنا چاہیئے بلکہ ہر وقت اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔

قیمت ۵۰ر۱ روپئے

۱۴:- اسلامی قانون اجرت اس کتاب میں مزدوروں کے مسائل پر اسلامی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے اس کا ملیالم میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے اس کا پہلا ایڈیشن لاہور سے شائع ہوا ہے اب یہ کتاب تاج کمپنی دہلی بھی شائع ہو گئی ہے۔

۱۵:- تبع تابعین اس کتاب میں انتیس ۲۹ اکابر تبع تابعین کا برامت کے علم وفضل کا مفصل ذکر ہے جس میں امام ابو یوسف، امام محمد اور عبداللہ بن مبارک، امام ظفر، فضیل بن عیاض، سفیان ثوری وغیرہ جیسے اکابر امت شامل ہیں

قیمت ۵۵/ روپئے

۱۶:- اہل کتاب صحابہ وتابعین اس کتاب میں ان تمام صحابہ صحابیات اور تابعین کا ذکر ہے جو اسلام سے پہلے یہودی یا نصرانی تھے اور پھر مسلمان ہوئے دنیا کی کسی زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں۔

قیمت ۲۵/ روپئے

۱۷:- اجتہاد اور تبدیلیٔ احکام اس کتاب میں ان نئے مجتہدین کا مدلل اور مفصل جواب دیا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن وسنت کے صریح احکام کو بھی اجتہاد کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے۔

قیمت ۴/ روپئے

۱۸:- فتاویٰ عالمگیری اور اسکے مولفین عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے فتاویٰ عالمگیری کو علماء کی ایک پوری جماعت نے مرتب کیا تھا مگر اب تک اس کے مصنفین کے نام سے لوگ ناواقف تھے مصنف نے بڑی تلاش وجستجو سے ان کے حالات جمع کر دیئے ہیں اور اس میں فقہ کی جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اسکی تفصیل بھی کر دی ہے۔ قیمت ۳۵

۱۹:- **اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات** | اسلام نے بین الاقوامی تعلقات کے سلسلہ میں جو اصول دیئے ہیں ان پر اس میں مفصل بحث کی گئی ہے یہ مقالہ تھا جو ۱۹۵۰ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں پڑھا گیا تھا۔ اب اضافہ کر کے اسے کتابی شکل دے دی گئی ہے یہ تینوں کتابیں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور سے شائع ہوئی ہیں ہندوستان میں بھی اس کے چھاپنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ قیمت ۶۵ / ۵ ر

۲۰:- **فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل** ' ان میں ان بنیادی اصولوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ جن کی بنیاد نئے پیش آمدہ مسائل میں ایک مفتی غور کر کے انکے جوابات دے سکتا ہے یہ کتاب مکتبہ جامعہ نئی دلی سے شائع ہوئی تھی اب دوبارہ یہ کتاب دار التالیف والترجمہ سے شائع ہوئی ہے۔

۲۱:- **اسلامی تعلیم حصہ اول، دوم، سوم، چہارم** | اس میں اسلامی مسائل کو بڑے سلیس اور دلچسپ انداز میں بچوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے یہ سیکڑوں مکاتب اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے پورے سیٹ کی قیمت ۲۰ روپئے ہے

۲۱:- ان کتابوں کے علاوہ ابھی مصنف مدظلہ کے درجنوں مضامین الرشاد کے قیمتی اداریئے ہیں جنکو کتابی شکل دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ مثلاً خدمت حدیث میں عورتوں کا حصہ، قرآن پاک میں رجم، نماز اور خشوع، تواضع و خاکساری، مسلمان بادشاہوں کی تصانیف ذرائع آمدنی اور تقسیم ملکیت کا مسئلہ وغیرہ،

مکتبۃ الرشاد | دار التالیف والترجمہ کے علاوہ دوسرے مکتبوں سے شائع شدہ اردو عربی کتابیں بھی مکتبہ سے مناسب قیمت پر دستیاب ہیں

پتہ:- مہتمم مکتبۃ الرشاد - رشاد نگر - اعظم گڈھ